مکمل و مدلل

فتاوی دار العلوم دیوبند

جلد ۱

کتاب الطہارۃ

افادات — مفتی اعظم، عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانیؒ

— ترتیب، تقدیم و تعلیق —

حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب

— ملاحظہ —

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری

— ترتیب جدید و تعلیق —

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری

— حسب ہدایت —

حضرت مولانا مفتی ابو القاسم صاحب نعمانی مہتمم دار العلوم دیوبند

ناشر مکتبہ دار العلوم دیوبند

افادات

مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ

مفتی اوّل دارالعلوم دیوبند (ولادت: سنہ ۱۲۷۵ھ وفات: سنہ ۱۳۴۷ھ)

ترتیب قدیم وتعلیق

حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحبؒ

سابق مفتی دارالعلوم دیوبند (ولادت: سنہ ۱۳۴۴ھ ـ وفات: سنہ ۱۴۳۲ھ)

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

ملاحظہ

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند

ترتیب جدید وتعلیق

مفتی محمد امین صاحب پالن پوری

استاذ حدیث وفقہ دار العلوم دیوبند

فتاویٰ دار العلوم دیوبند

مکمل ومدلّل

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

﴿ جلد اوّل ﴾

کتاب الطّہارۃ

افادات

مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ

مفتی اوّل دارالعلوم دیوبند (۱۲۷۵ھ — ۱۳۴۷ھ)

ملاحظہ

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

ترتیب جدید وتعلیق

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری

استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

حسب ہدایت

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند

ناشر: مکتبہ دارالعلوم دیوبند

نام کتاب : مکمل ومدلّل فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ❁ جلد: اوّل ❁

مسائل : کتاب الطّھارۃ

افادات : مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ

مفتی اوّل دارالعلوم دیوبند (ولادت: سنہ ۱۲۷۵ھ وفات: سنہ ۱۳۴۷ھ)

ملاحظہ : حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

ناظم اعلیٰ : حضرت مولانا بدرالدین اجمل صاحب، رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند

معاون خصوصی : حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مدراسی، نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

ترتیب قدیم : مفتی محمد ظفیر الدین صاحبؒ، سابق مفتی دارالعلوم دیوبند

ترتیب جدید : مفتی محمد امین صاحب پالن پوری، استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

نگراں تجمیع وکوڈنگ فتاویٰ: مولانا عبدالسلام قاسمی صاحب ناظم شعبۂ کمپیوٹر دارالعلوم دیوبند

سن اشاعت :

تعداد صفحات : ۴۸۰ —— تعداد فتاویٰ: ۵۵۷

ناشر : مکتبہ دارالعلوم دیوبند، یوپی، انڈیا ۲۴۷۵۵۴

مطبوعہ : ایچ، ایس، آفسیٹ پرنٹرز، دریا گنج، نئی دہلی

پیش لفظ

از: حکیم الاسلام حضرت مولانا الحاج الحافظ القاری محمد طیب صاحبؒ

مقدّمہ

از: حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحبؒ

کتاب الطّہارۃ

وضو کے مسائل

فرائضِ وضو کا بیان

سننِ وضو کا بیان

مستحبات وآدابِ وضو

نواقضِ وضو کا بیان

غسل کے مسائل

فرائضِ غسل کا بیان

سننِ غسل کا بیان

مستحبات وآدابِ غسل

موجباتِ غسل کا بیان

پانی کے مسائل

کنویں کے احکام

جھوٹے پانی وغیرہ کے احکام

تیمّم کے مسائل

موزوں وغیرہ پر مسح کے احکام

حیض ونفاس اور استحاضہ کے احکام

معذور کے احکام

نجاستیں اوران کو پاک کرنے کا بیان

استنجاء کے آداب

آگاہی

اس جلد میں جن کتابوں کے حوالے بار بار آئے ہیں وہ درج ذیل کتب خانوں کی مطبوعات ہیں:

اسمائے کتب	مطبوعہ
كتبُ السّتّة	مکتبہ بلال دیوبند
مشكاة المصابيح	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
ردّالمحتار على الدّرّ المختار	دارالکتاب دیوبند
حاشية الطّحطاوي على الدّرّ المختار	مكتبة الإتّحاد ديوبند
حاشية الطّحطاوي علیٰ مراقی الفلاح	دارالکتاب دیوبند
الهداية	الامین کتابستان دیوبند
الفتاویٰ الهندية	دارالکتاب دیوبند
بدائع الصّنائع في ترتيب الشّرائع	// // //
شرح الوقاية	// // //
غنية المستملي في شرح منية المصلّي	// // //
الموطّين	// // //
البحر الرّائق شرح كنز الدّقائق	زکریا بک ڈپو دیوبند
قواعد الفقه	اشرفی بک ڈپو دیوبند
مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح	مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

از: حضرت اقدس مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم دیوبند

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ، أمّا بعد :

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہ کے تحریر فرمودہ فتاویٰ کا مجموعہ "مکمل و مدلل فتاویٰ دارالعلوم دیوبند" کے نام سے شائع شدہ ہے، اور اہلِ علم اور دین دار طبقہ میں ایک اہم مرجع کی حیثیت سے مقبول و متداول ہے، اس مجموعہ میں **کتاب الطّہارۃ** سے **کتاب اللّقطۃ** تک کے مسائل شامل ہیں اور یہ بارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔

اس کی ترتیب و تحشیہ کا کام حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحی نے انجام دیا تھا اور دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیرسرپرستی شائع ہوا۔ اور پھر برابر اس کی اشاعت عمل میں آتی رہی۔

پھر چند سال قبل حضرت مولانا بدرالدین صاحب اجمل قاسمی رکن شوریٰ کی تحریک پر مجلس شوریٰ کی منظوری سے حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کے باقی ماندہ فتاویٰ (جلد ۱۳- تا- ۱۸) حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کی سرپرستی اور

جناب مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری استاذ دارالعلوم دیوبند کی نگرانی میں ترتیب، تحقیق اور تحشیہ کی تکمیل کے بعد معیاری کتابت وطباعت کے ساتھ شائع کیے گئے۔ اس عظیم کام کی تکمیل میں جن بزرگوں اور معاونین کی حصہ داری شامل تھی ان سب کا تعارف تیرہویں جلد کے آغاز میں جناب مولانا مفتی محمد امین صاحب کے قلم سے شائع ہو چکا ہے۔

یہ سلسلہ فتاویٰ کی ۱۸ جلدوں پر مکمل ہو گیا۔ اس طرح حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کے فتاویٰ کا مجموعہ ۱۲ قدیم اور ۶ جدید جلدوں میں مکمل ہوا۔

اس کے بعد دارالعلوم دیوبند کی مؤقر مجلس شوریٰ نے فیصلہ کیا کہ جس معیار کی تحقیق وتحشیہ اور کتابت وطباعت کے ساتھ آخر کی چھ جلدیں شائع ہوئی ہیں، اسی معیار پر قدیم ۱۲ جلدوں کی ترتیب، تحقیق اور تحشیہ کا کام مکمل کر کے اسی معیار کے مطابق ۱۲ جلدوں کو شائع کیا جائے۔ چنانچہ یہ خدمت بھی مجلس شوریٰ نے جناب مولانا مفتی محمد امین صاحب کے سپرد کی اور انہوں نے اپنے اعذار کے باوجود اس خدمت کو قبول کر لیا۔ اور اپنے انہیں معاونین کے ذریعہ جن سے آخری چھ جلدوں میں کام لیا تھا قدیم ۱۲ جلدوں کی ترتیب وتحقیق کا کام شروع کر دیا۔ کام کی تفصیل مفتی صاحب کے پیش لفظ میں موجود ہے۔

اور اب الحمد للہ اس سلسلہ کی پہلی جلد طباعت کے لیے تیار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو سہولت اور عافیت کے ساتھ مکمل فرمائے۔ اور ملت کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ابوالقاسم نعمانی غفرلہٗ
(مہتمم دارالعلوم دیوبند)
۵/ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترتیب جدید کی مختصر وضاحت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى.

مکمل و مدلل فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کی بارہ جلدیں جن کو حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحبؒ نے مرتب فرمایا تھا، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ کے دورِ اہتمام میں شائع ہوکر منظر عام پر آ چکی تھیں، بارہ جلدوں کے شائع ہونے کے بعد یہ کام ایک طویل عرصہ تک موقوف رہا، پھر حضرت مولانا بدرالدین اجمل صاحب رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم کی تحریک پر دارالعلوم دیوبند کی موقر مجلسِ شوریٰ نے ترتیب فتاویٰ کے کام کو دوبارہ شروع کرنے کا فیصلہ فرمایا، اور یہ ذمہ داری احقر کے سپرد کی گئی۔

بحمد اللہ ہم نے تیرہ سے اٹھارہ تک چھ جلدیں مرتب کیں جو شائع ہو چکی ہیں، جب اٹھارہویں جلد پر حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ کے فتاویٰ مکمل ہو چکے تو مجلسِ شوریٰ نے حکم دیا کہ آخری چھ جلدوں پر جس طرح کام ہوا ہے اسی طرح شروع کی بارہ جلدوں پر کام کیا جائے، یہ کام احقر کے لیے نہایت بھاری تھا، میں اس ذمہ داری کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھا، مگر دارالعلوم دیوبند کی موقر مجلسِ شوریٰ کے حکم سے انحراف بھی ممکن نہیں تھا، اس لیے مجبوراً یہ خدمت انجام دینی پڑی، اللہ تعالیٰ آسان فرمائیں!

ترتیب جدید کا کام میں تنہا نہیں کر رہا، میرے ساتھ مفتی مصطفیٰ امین پالن پوری، مفتی محمد یونس دہلوی

اور مولانا امیر اللہ مشتاق قاسمی مئوی صاحبان شریک ہیں، ہم نے جو کام کیا ہے اس کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) سب سے پہلے مفتی مصطفیٰ امین پالن پوری، مفتی محمد یونس اور مولانا امیر اللہ مشتاق قاسمی مئوی صاحبان نے تمام مطبوعہ فتاویٰ کو رجسٹر نقول فتاویٰ میں تلاش کیا، اکثر فتاویٰ رجسٹروں میں مل گئے، البتہ کچھ فتاویٰ تلاش بسیار کے باوجود رجسٹروں میں نہیں ملے، جو فتاویٰ رجسٹروں میں ملے ان سے مطبوعہ فتاویٰ کو ملایا، جہاں فرق تھا وہاں تصحیح اور اضافہ کیا، اور حاشیہ میں اس کی وضاحت کی، اور ہر سوال کے آخر میں بین القوسین نمبر سلسلہ اور سنہ درج کیا، تاکہ وقت ضرورت کام آئے، اور جو مطبوعہ فتاویٰ رجسٹروں میں نہیں ملے وہاں سوال کے آخر میں بین القوسین لکھ دیا کہ (رجسٹر میں نہیں ملا) اور بعض فتاویٰ نہ ملنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک رجسٹر بیچ میں سے غائب ہے، شاید یہ فتاویٰ اس رجسٹر کے ہوں جو مفتی ظفیر الدین صاحبؒ کی ترتیب کے بعد غائب ہوا ——— یہ کام طویل اور دشوار تھا، مگر مفتی مصطفیٰ امین پالن پوری، مفتی محمد یونس اور مولانا امیر اللہ مشتاق قاسمی مئوی صاحبان نے حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیا ہے، جب آپ کتاب کا مطالعہ فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ کام کتنا ضروری تھا۔

(۲) ہر جواب کے اخیر میں مطبوعہ فتاویٰ کا حوالہ جلد اور صفحہ کے ساتھ درج کیا ہے، تاکہ جو کوئی مطبوعہ فتاویٰ میں اس مسئلہ کو تلاش کرنا چاہے اس کو دشواری پیش نہ آئے، جیسا کہ ہر سوال کے اخیر میں نمبر سلسلہ اور سنہ درج کیا ہے تاکہ وقت ضرورت کام آئے، ان دونوں باتوں کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں سے کسی کو حذف نہیں کیا، بلکہ بعض فتاویٰ کا رجسٹروں سے اضافہ کیا ہے، اور جواب کے اخیر میں بین القوسین لکھ دیا ہے: (اضافہ از رجسٹر نقول فتاویٰ)

(۴) اصل مراجع سے ملا کر تمام حوالوں اور مفتی ظفیر الدین صاحبؒ کے حواشی کی تصحیح کی ہے اور جدید ایڈیشنوں کے صفحات درج کیے ہیں۔

(۵) جو سوال و جواب فارسی یا عربی میں تھے ان کا مکمل ترجمہ کیا ہے، صرف خلاصہ پر اکتفاء نہیں کیا۔

(۶) جو جوابات عام لوگوں کے لیے قابل فہم نہیں تھے ان کی حاشیہ کے بجائے جواب کے بعد وضاحت کی ہے۔

(۷) جو جوابات فقہاء کی تصریحات کے خلاف تھے ان کی نشاندہی کی گئی ہے۔

(۸) مطبوعہ فتاویٰ میں بعض جگہ نمبر وار کئی سوالات، پھر ان کے جوابات تھے، ہم نے ہر سوال کے جواب کو اس کے ساتھ رکھا ہے۔

(۹) مطبوعہ فتاویٰ میں ایک ہی قسم کے مسائل منتشر تھے، ہم نے ان کو جمع کیا ہے اور مکرر حواشی کو حذف کیا ہے۔

(۱۰) غیر مکرر حواشی کو باقی رکھا ہے، البتہ کچھ حواشی حذف کیے ہیں، کچھ کو بدلا ہے اور کچھ کا اضافہ کیا ہے، اور امتیاز کے لیے قدیم حواشی کے اخیر میں ''ظفیر'' ہے، اس کو باقی رکھا ہے۔

(۱۱) اکثر عناوین کو بدلا ہے، کچھ عناوین کو بعینہٖ باقی رکھا ہے، اور بعض عناوین کو حذف کیا ہے۔

(۱۲) ہم نے جو ترمیمات اور اضافے کیے ہیں ان کو حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری صدر المدرسین و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم نے بغور دیکھا ہے، اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی حواشی ارقام فرمائے ہیں۔

(۱۳) قدیم فتاویٰ کے شروع میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند قدس سرہٗ کا پیش لفظ ہے، جس میں حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ کی سوانح اور ترتیبِ قدیم کی مختصر وضاحت ہے، اس کو ہم نے بعینہٖ باقی رکھا ہے، اس میں نہ کوئی ترمیم کی ہے نہ اضافہ۔

نیز قدیم فتاویٰ میں پیش لفظ کے بعد حضرت مفتی ظفیر الدین صاحبؒ کا طویل مقدمہ ہے، اس کو بھی بعینہٖ باقی رکھا ہے۔ البتہ تمام عربی عبارتوں کی اصل مراجع سے ملا کر تصحیح کی ہے، اور جدید ایڈیشنوں کے صفحات درج کیے ہیں۔

الغرض ہم نے پیش لفظ، مقدمہ اور مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کے فتاویٰ میں کوئی تبدیلی نہیں کی، بلکہ ان کو سنوارنے اور بہتر انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اور دارالعلوم دیوبند کی مجلسِ شوریٰ اور اربابِ اہتمام نے ترتیبِ جدید کا جو فیصلہ فرمایا ہے اس کا مقصد بھی یہی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی عمروں کو دراز فرمائیں، اور ہم سے کوئی بھول چوک ہوگئی ہو تو معاف فرمائیں، اور امت کے لیے اس جدید ترتیب کو نافع بنائیں، آمین یارب العالمین!

محمد امین پالن پوری
مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند
یکم ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ
۲۸/ اگست ۲۰۱۴ء
بہ روز جمعرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

از: حکیم الاسلام حضرت مولانا الحاج الحافظ القاری محمد طیب صاحبؒ
(سابق) مہتمم دارالعلوم دیوبند
(ولادت: ۱۳۱۵ھ — وفات: ۱۴۰۳ھ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی.

دارالعلوم دیوبند میں تعلیم کے ساتھ ساتھ افتاء کا سلسلہ بھی ہمیشہ سے جاری رہا ہے، لیکن ابتداءً اس کی کوئی منظّم اور ذمہ دارانہ صورت نہ تھی، انفرادی طور پر اساتذہ اور علمائے ادارہ مستفتیوں کے سوالوں کے جوابات دے دیا کرتے تھے، جسے جس سے مناسبت ہوئی اس نے اسی سے پوچھ لیا اور عمل پیرا ہو گیا، عملی انضباط کی کوئی صورت نہ تھی۔

دارالافتاء دارالعلوم

۱۳۰۴ھ میں جب کہ دارالعلوم کی عمر بائیس سال تھی، اس میں افتائی خدمات کو منظّم بنانے کی داغ بیل ڈالی گئی، گویا ضابطہ میں دارالعلوم نے افتائی خدمات کی ذمہ داری لی، لیکن اب بھی اس کی

کوئی اداری صورت نہ تھی، ضمنی طور پر مختلف اساتذہ سے افتاء کا کام لیا جاتا رہا۔فرق اتنا تھا کہ پہلے مستفتی ان علماء سے کام لیتے تھے، اب ادارہ کام لینے لگا، لیکن عمل میں انضباط یا اداری صورت اب بھی نہ تھی۔

اس طرح دارالافتاء کی صورت تو قائم ہوگئی، مگر اس کا کوئی ذمہ دار مفتی متعین طریق پر مقرر نہیں ہوا، جس سے دارالافتاء میں ذمہ دارانہ صورت قائم ہوتی، بلکہ ادارہ بلا مدیر کے غیر ذمہ دارانہ انداز سے چلتا رہا۔

۱۳۱۰ھ میں اس شعبہ کو ایک مستقل شعبہ بنانے کا منصوبہ سامنے آیا، اور ارادہ کیا گیا کہ افتاء کے منصب کو کسی حاذقِ علوم مفتی کی ذمہ داری سے زینت دے کر اس شعبہ کو ذمہ دارانہ حیثیت دی جائے۔

منصب افتاء کی اہمیت وعظمت

افتاء کا منصب علمی سلسلوں میں سب سے زیادہ مشکل، دقیق اور اہم ترین سمجھا گیا ہے، فقہ کی لاکھوں متماثل جزئیات اور ان کے متعلقہ احکام میں تھوڑے تھوڑے فرق سے حکم کا تفاوت محسوس کرنا عمیق علم کو چاہتا ہے، جو ہر عالم بلکہ ہر مدرس کے بھی بس کی بات نہیں، جب تک فقہ سے کامل مناسبت، ذہن وذکاء میں خاص قسم کی صلاحیت اور قلب میں مادۂ تفقہ نہ ہو، اس لیے مدارس دینیہ میں افتاء کے لیے شخصیت کا انتخاب نہایت پیچیدہ مسئلہ سمجھا گیا ہے جو کافی غور وفکر اور سوچ وچار کے بعد ہی حل ہوتا ہے، اور پھر بھی تجربات کا محتاج رہتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند جیسے علمی مرکز کے دارالافتاء کے لیے ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جس میں خود بھی مرکز بن جانے کی صلاحیتیں موجود ہوں اور علم وتفقہ کی امتیازی استعداد کے ساتھ صلاح و تقویٰ اور برگزیدگی کی شانیں اس میں موجود ہوں۔

چنانچہ قیام دارالافتاء کے منصوبہ کے ساتھ یہاں کے اکابر کو پہلی فکر منصب افتاء اور خصوصیت سے دارالعلوم جیسے مقدس ادارہ کے دارالافتاء کے شایانِ شان مفتی کے انتخاب کی ہوئی جس کے مضبوط کاندھوں پر اس عظیم ترین منصب اور وزن دار ادارہ کا بار رکھا جائے۔

دارالعلوم کی جاذبیت اور مقبولیت کا کرشمہ ظاہر ہوا، اور ایک ایسی شخصیت کا انتخاب عمل میں آیا جو گویا ازل سے اس عہدہ ہی کے لیے پیدا کی گئی تھی اور یہ انتہائی ذمہ داری اس ذات کے لیے اور وہ

ذات اس ذمہ داری کے لیے من جانب اللہ موزوں اور منتخب کی جا چکی تھی۔

میں اس وقت عہدہ افتاء کی جس منتخب ہستی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ ذات گرامی حضرت مفتی اعظم ہند مولانا الحاج الشیخ عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی دیوبندی نور اللہ مرقدہ کی ہے، جو جماعت دیوبند میں مفتیانِ ہند کے استاذ ومربی تھے اور آپ کی تعلیم وتربیت اور آپ کے فتاویٰ کی روشنی میں کتنوں ہی کو مفتی بننے کی سعادت میسر آئی۔

حضرت ممدوح کا نام نامی اس سے بالاتر ہے کہ ہم جیسے اس کا تعارف کرانے بیٹھیں، جب کہ ہم اور ہمارے کام خود ہی ان ہستیوں کی نسبت اور نام سے متعارف ہیں، تو ہم لوگوں کی کیا ہستی ہے کہ ہم ان کا تعارف کرانے کے مقام پر آنے کی جرأت کریں، لیکن یہ سطریں ان کا تعارف نہیں بلکہ صرف عقیدت مندانہ تذکرہ ہیں جو اوّلاً اپنی قلبی محبت وتسکین کے لیے قلم پر آرہا ہے، نیز اللہ کے ایسے برگزیدہ بندوں کا تذکرہ ذکر وعبادت بھی ہے کہ اِذَا ذُکِرُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ وَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ ذُکِرُوْا.

جب (ان پاک نہاد بندوں کا) ذکر کیا جاتا ہے تو اللہ کا ذکر بھی ساتھ ہوتا ہے اور جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان بندگان خاص کا ذکر بھی ساتھ ہوتا ہے۔

خاصانِ خدا خدا نباشند ❁ لیکن زخدا جدا نباشند

اس لیے ان ہستیوں کا تذکرہ محض تاریخ ہی نہیں، بلکہ طاعت وقربت اور تعلیم وعبرت بھی ہے۔

دوسرے اس لیے کہ جن فتاویٰ کا ذخیرہ اس زیر نظر مجموعہ میں پیش کیا جارہا ہے وہ اس مقدس ہستی کے ہی علمی افکار کا ثمرہ ہے، اس لیے ضرورت تھی کہ فتاویٰ کے ساتھ صاحبِ فتاویٰ کا تذکرہ بھی سامنے لایا جائے، تاکہ مفتی کی عظمت سامنے رہنے سے فتاویٰ کی عظمت دلوں میں جاگزیں ہو کہ قدر الشّہادۃ قدر الشّہود۔

حضرت مفتی اعظم ہند مولانا الحاج الشیخ عزیز الرحمٰن عثمانی دیوبندیؒ

حضرت ممدوح دیوبند کے عثمانی شیوخ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفِ اکبر ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے اوّلین اساطین مجلس شوریٰ دارالعلوم کے طبقۂ اولیٰ کے اراکین اور حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند

کے مخصوص مجلس نشین احباب میں سے تھے، نیز حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہم مہتمم سادس دارالعلوم دیوبند کے حقیقی برادر کلاں اور حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاتی بھائی ہوتے تھے، حضرت کا سن ولادت ۱۲۷۵ھ ہے اور تاریخی نام ظفر الدین ہے۔

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے ۱۲۹۸ھ میں تمام علوم وفنون سے فراغت حاصل کر کے درس و تدریس کے سلسلے سے میرٹھ میں قیام فرمایا اور ایک عرصہ دراز تک تعلیمی مشاغل کے ساتھ آپ وہاں مقیم رہے، چوں کہ آپ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دیوبندی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم ثانی دارالعلوم دیوبند کے اجل خلفاء میں سے تھے، اس لیے میرٹھ کے تدریسی قیام کے دوران میں بیعت وارشاد کا سلسلہ بھی جاری رہا، اور کتنے ہی سعید الارواح آپ کے انفاس طیبہ سے مستفید ہوکر اپنی مراد کو پہنچے۔

۱۳۰۹ھ میں آپ کو میرٹھ سے دارالعلوم میں بلایا گیا اور آپ نیابت اہتمام کے عہدہ پر فائز ہوئے، مہتمم کی عدم موجودگی اور غیبت کے زمانہ میں آپ ہی اہتمام کے اختیارات استعمال فرماتے تھے۔

عہدۂ افتاء کے لیے نامزدگی

۱۳۱۰ھ میں حضرت قطب عالم مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ سرپرست ثانی دارالعلوم دیوبند کی تجویز سے دارالافتاء کے لیے باضابطہ عہدۂ افتاء تجویز ہوا اور حضرت اقدس نے اپنی فراست باطنی سے وہ تمام جوہر جو ایک ذمہ دار مفتی میں درکار ہیں حضرت مفتی اعظم میں دیکھ کر آپ کو عہدۂ افتاء کے لیے نامزد فرمایا۔ اس لیے حضرت مفتی اعظم دارالعلوم کے مفتی ہی نہیں بلکہ یہاں کے عہدۂ افتاء کا نقطۂ اولیٰ بھی ہیں جس کا آغاز ہی حضرت ممدوح کی ذات گرامی سے کیا گیا، اور آپ یہاں کے قصر افتاء کے لیے خشت اوّل ثابت ہوئے، جس پر آگے کی تعمیر کھڑی ہوئی۔

افتاء میں مہارت

شدہ شدہ آپ کی افتائی مہارت اس حد تک پہنچی کہ بڑے سے بڑا مسئلہ اور معرکۃ الآراء استفتاء

کا جواب قلم بر داشتہ اور بلا مراجعت کتب بے تکلف سفر وحضر میں تحریر فرمادیا کرتے تھے، بڑے بڑے اہم فتاویٰ جن کو مرتب کرنے میں اگر آج کے مفتی اور ماہر علماء مشغول ہوں تو مراجعت کتب کے بعد بھی شاید دنوں اور ہفتوں کی سوچ و چار کے بعد بھی فتویٰ کا وہ سہل عنوان اختیار نہ کرسکیں گے، جو حضرت ممدوح قلم برداشتہ اس طرح بے تکلف لکھ جاتے تھے، جیسے روزمرہ کی معمولی باتیں ڈائری میں لکھ دی جاتی ہیں۔ چالیس سال آپ نے دارالعلوم کے دارالافتاء کی خدمات جلیلہ انجام دیں اور اس دور میں سیکڑوں ہی ایسے اہم اور مشکل فتاویٰ بھی سپرد قلم فرمائے جو نہ صرف فتویٰ بلکہ معرکۃ الآراء مہمات میں محاکمہ کی حیثیت رکھتے تھے، اور صرف چند لفظوں میں کوئی مسئلہ جب عقدۂ لاینحل ہوجاتا تھا اور علماء وقت آپ کی طرف رجوع فرماتے تھے تو آپ کا جواب آپ کی خداداد علمی بصیرت اور فقہ فی الدین کے سبب قاطع شکوک وشبہات ہوتا تھا، بلکہ عموماً ایسے مسائل میں آپ کا اسم گرامی سامنے آجانا ہی علمائے عصر کے لیے تسلی وطمانینت کا باعث ہوجاتا تھا۔

سفر وحضر میں استفتاء کا بڑا ذخیرہ ساتھ رہتا تھا اور عام حالات میں بغیر مراجعت کتب محض حذاقت ومہارت اور کمال استعداد سے بے تکلف فتویٰ ثبت فرماتے اور نصوص فقہیہ اکثر و بیشتر حفظ و یادداشت سے تحریر فرماتے تھے، جن میں فرق نہیں نکلتا تھا، حتی کہ آخر میں خود ہی بہ نفس نفیس کتاب ناطق بن گئے تھے۔ افتائی حکم نہایت جچا تلا حشو وزوائد سے پاک، وجیز مختصر اور جامع ہوتا تھا۔

فتاویٰ کی ترتیب

جس کا شاہد عدل وہ ذخیرۂ فتاویٰ ہے، جس کا ایک حصہ بہت پہلے مولانا محمد شفیع صاحب مفتی پاکستان نے ''عزیز الفتاویٰ'' کے نام سے شائع فرمایا تھا، مگر اس طرح کہ کچھ حصے مرتب تھے اور کچھ غیر مرتب، پھر تصحیح جس پیمانہ پر ہونی چاہیے تھی نہ ہوسکی تھی۔

اصل ذخیرہ دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء میں محفوظ ہے، اب اس ذخیرہ کو از سرِ نو دارالعلوم کے ایک پورے عملہ کے ذریعہ باضابطہ مرتب کرایا جارہا ہے، جس کا یہ پہلا حصہ زیر نظر مجموعہ ہے جو ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے، امید ہے کہ باقی ماندہ مجموعے بھی جلد ہی شائع ہوں گے جو حضرت ممدوح کی باقیات صالحات ہیں اور جریدۂ عالم پر رہتی دنیا تک ثبت رہیں گی، لاکھوں افراد نے ان فتاویٰ

پر چل کر اپنی عاقبت درست کی اور لاکھوں سعید الارواح ہوں گے جو اپنی عاقبت کو سنواریں گے اور یہ غیر منقطع صدقۂ جاریہ چلتا رہے گا۔

بیعت وارشاد

حضرت ممدوح نہ صرف عالم اور مفتی ہی تھے بلکہ عارف باللہ اور صاحبِ باطن اکابر میں سے تھے، بیعت وارشاد کا سلسلہ مستقلاً قائم تھا اور ہزارہا بندگانِ خدا اطرافِ ہندوستان میں آپ کی باطنی تلقین وتربیت سے فیضیاب ہو کر مراد کو پہونچے اور یہ سلسلہ دور دور تک پھیلا۔ آپ حضرت اقدس مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دیوبندی قدس سرہٗ مہتمم ثانی دارالعلوم دیوبند کے ارشد خلفاء میں سے تھے، اور سلسلۂ نقشبندیہ کے نہایت ہی صاحبِ حال اور ممتاز مشائخ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

آپ کے فیوض وبرکاتِ باطنی کا سلسلہ دور دور تک پھیلا۔ میرٹھ میں حضرت ممدوح کے سلسلہ کا ایک بہت بڑا حلقہ تھا۔ حضرت مولانا قاری محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلفاء مجازین میں سے تھے۔ میں نے حضرت قاری صاحب کی بہت کافی اور بارہا زیارت کی ہے، نہایت بے نفس بزرگ اور رفیع المقامات ہستی تھے، ان کا کافی سلسلہ پھیلا۔

قاری صاحب ممدوح کے مجاز خلفاء میں سے اوّل نمبر کی شخصیت فاضل یگانہ حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی سلمہٗ (افسوس کہ انتقال ہوگیا) کی ہے، جنہوں نے دارالعلوم میں حضرت الاستاذ مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فن حدیث کی تکمیل کرکے ابتداءً بہ طور معین المدرسین دارالعلوم دیوبند میں کارِ تدریس انجام دیا، پھر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں حضرت شاہ صاحبؒ کی معیت میں بہ طور استاذ حدیث درس جاری کیا، اور ساتھ ہی حضرت شاہ صاحبؒ کے حلقۂ درس سے استفادہ کرکے حضرت ممدوح کے حدیثی علوم وفیوض بہ نام فیض الباری بہ طور شرح بخاری مدون کیے، جو مصر میں طبع ہوئی اور آج علماء کے کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہے، تقسیم ملک کے بعد مولانا ممدوح پاکستان تشریف لے گئے، اور جامعہ اشرفیہ ٹنڈو اللہ یار کے ناظم کی حیثیت سے کام کیا، اس کے بعد آپ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور اب مستقلاً وہیں دیارِ حبیب میں مقیم ہیں، لیکن ان تمام مقامات کے قیام کے دوران آپ کے اشغال باطنیہ کا سلسلہ قائم رہا،

تربیت کی شان برابر کام کرتی رہی، آج بحمد اللہ مدینہ میں آپ کا ایک حلقہ ہے اطراف سے آنے والے حجاج آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ وہی سلسلۂ نقشبندیہ کا فیض ہے جو حضرت مفتی اعظم ہند کے سلسلہ سے پہنچا، اس لیے حضرت مفتی اعظم کا سلسلۂ فیض ہندوستان اور پاکستان سے گزر کر آج حجاز میں بھی اپنا کام کر رہا ہے۔

حضرت مفتی صاحب اور چھوٹی مسجد

نقشبندیت کے مشہور معمولات میں سے ختم خواجگان ہے، جو حضرت مفتی صاحب کی مسجد میں (جو دیوبند میں چھوٹی مسجد کے نام سے مشہور ہے) پابندی کے ساتھ روزانہ صبح کی نماز کے بعد ہوتا تھا آج بھی ہم لوگوں کے لیے مسرت کا مقام ہے کہ حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کے چھوٹے صاحبزادے مولانا قاری جلیل الرحمٰن صاحب عثمانی مجود دارالعلوم دیوبند اس سلسلہ کو پابندی کے ساتھ قائم کئے ہوئے ہیں، جس سے حضرت ممدوح کے دور کی یاد تازہ ہوتی رہتی ہے۔

حضرت اقدس کی اس مسجد میں اس احقر کا قیام لڑکپن میں بہت کافی رہا ہے، میرے اوّلین استاذ حضرت مولانا قاری عبدالوحید خان صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ جن سے میں نے تجوید کے ساتھ حفظِ قرآن کیا، اسی چھوٹی مسجد میں رہتے تھے، میں بھی خارج از اوقاتِ مدرسہ قرآن شریف یاد کرنے کے لیے قاری صاحب مرحوم کے پاس اسی مسجد میں حاضر رہتا تھا، اور اس طرح حضرت مفتی اعظم کی زیارت کا ہمہ وقت موقعہ میسر آتا رہتا تھا، متعدد اعمال شرعیہ کی ہیئت میں نے حضرت ممدوح کے عمل سے سیکھی، مثلاً وضو کرتے ہوئے انگلیوں میں خلال کرنے کی ہیئت جو مجھے نہیں آتی تھی میں نے حضرت ممدوح ہی کے عمل سے سیکھی۔

تواضع اور خدمتِ خلق

علم و عمل کے ساتھ تواضع و کسر نفسی، اپنے کو چھپانا اور مٹانا آپ کا خاص رنگ تھا، جو چھوٹی چھوٹی جزئیات تک میں نمایاں ہوتا تھا، روزانہ کا معمول تھا کہ بعد نماز عصر محلّہ کے آس پاس کے گھروں کے دروازوں پر جا کر پوچھتے کہ بازار سے کسی کو کچھ سودا منگانا ہو تو بتلا دے، گھروں سے آواز آتی:

مفتی جی! مجھے چار پیسے کی مرچیں لادو۔ کہیں سے آواز آتی کہ تیل چاہیے، کسی گھر سے کہا جاتا کہ نمک درکار ہے۔

حضرت ممدوح سب کے پیسے لے لیتے اور بازار جا کر ایک ایک کا فرمائشی سودا خریدتے؛ کسی کا نمک، کسی کی مرچ، کسی کا دھنیا، اور یہ سب سامان رومال کے الگ الگ کونوں میں باندھ کر خود ہی لاتے، یہ کبھی گوارا نہ فرماتے کہ اس بوجھ کو کوئی بٹوائے، خود ہی یہ سامان اپنے کندھوں پر لادتے، بعض اوقات بوجھ سے دہرے ہوجاتے تھے، مگر کسی حالت میں گوارا نہ تھا کہ اسے دوسرے کے حوالہ فرما کر کچھ ہلکے ہوجائیں، پھر خود ہی گھر گھر جا کر یہ اشیاء فرمائش کنندوں کے سپرد فرماتے، بے نفسی اور خدمتِ خلق کے مدعی ہزاروں نظر آئیں گے، لیکن عمل اور وہ بھی جزیاتی عمل جس میں شو اور نمو کا نشان نہ ہو کوئی جواں مرد ہو تو دکھلائے، لیکن خود ان کے پاس نفس میں اس کا تصور بھی نہ تھا کہ میں کوئی خدمت کر رہا ہوں، یا کوئی بڑا عمل ہے جو میرے ہاتھوں انجام پا رہا ہے یا میں کسر نفسی کا کوئی عظیم کارنامہ انجام دے رہا ہوں۔

برسات میں بارہا دیکھا گیا کہ محلّہ کے مکانوں کی چھت ٹپکی اور محلّہ دار بیبیوں نے کہلا بھیجا کہ مفتی جی! ذرا ہماری چھت دیکھ لو، بہت ٹپک رہی ہے، یہ سنتے ہی حضرت اقدس لنگی باندھ کر بارش میں نکل کھڑے ہوتے اور محلّہ والوں کے مکانات کی چھتوں پر بارش میں مٹی ڈالنے کی خدمت انتہائی ذوق وشوق اور دردمندی کے ساتھ انجام دینا شروع فرمادیتے۔

حضرت کی بے نفسی کا ایک واقعہ

حضرت مفتی اعظم کے مکان سے ملے ہوئے مکان میں ایک بڑی بوڑھی مقیم تھیں جنہیں سب ''اماں خوبی'' کہا کرتے تھے، عمر میں حضرت ممدوح سے بہت بڑی تھیں، انہوں نے ایک دن کہا: عزیز الرحمٰن! مکان کی چھت بہت خراب ہوگئی ہے، بارش میں اتنا ٹپکا لگا ہے کہ رات بھر ٹپکتے گذر گئی ہے، مٹی ڈلوانے کا کوئی بندوبست کرادو، فرمایا کہ بہت اچھا؛ چنانچہ مٹی منگوائی اور ان کے گھر میں ڈھیر کرادی، اُس پر کہنے لگیں کہ عزیز الرحمٰن! مٹی تو آگئی مزدور کوئی نہیں کہ اسے چھت پر ڈلوادوں، فرمایا: اماں! اس کا بھی بندوبست ہوجائے گا، اس بارش میں لنگی باندھ کر خود چھت پر چڑھے اور خود

ہی چھت پر مٹی ڈالنی شروع فرمائی، بارش میں بھیگتے ہوئے مٹی ڈالنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بخار آیا، سخت تکلیف اٹھائی، مگر اس بوڑھی اماں پر واضح نہ ہونے دیا کہ اس مٹی ڈالنے میں کون سے مزدور نے کام کیا اور اس محنت سے اس پر کیا گذری؟!

عظمت وللّٰہیت

کسی نمایاں مقام پر کسی اونچی خدمت کا انجام دے دینا آسان کام ہے کہ اس میں مدح خلائق اور نام آوری کے مواقع ممکن ہوتے ہیں، لیکن یہ گم نام خدمات اور وہ بھی ایسے چھوٹے درجہ کی کہ بڑائی پسند کبھی اس خدمت کے آس پاس بھی نہیں پھٹک سکتا، بلکہ اسے اپنے وقار اور منصب کے خلاف سمجھتا ہے، اور تحقیر کے ساتھ رد کر دینا ہی اپنی شان سمجھتا ہے، انجام دینا کوئی آسان کام نہیں، مگر حضرت اقدس اسے کیسی للّٰہیت، کیسے شغف اور کیسی دردمندی سے انجام دیتے تھے کہ اسے آنکھیں زیادہ محسوس نہیں کر سکتیں، دل محسوس کریں گے کہ اس کی کیا نوعیت تھی؟ یہ خدمت نہیں تھی مجاہدہ عظیم تھا، جسے عظماء ہی انجام دے سکتے ہیں، ہر ایک کا حوصلہ نہیں ہے کہ ان خدمات کے قریب بھی آ سکے اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہ زمانہ خلافت رعایا کے گھروں میں مشکیزہ اٹھا کر پانی تک بھر آتے تھے اور گم نام بوڑھیوں کے گھروں پر پہنچ کر ان کا کھانا تک پکا آتے تھے تو ان کے اس نقش قدم پر چلنا ہر ایک کا کام نہیں، یہ مفتی اعظم ہی جیسی بے نفس ہستیوں کا مقام تھا کہ خدمت خلق کے اس جذبہ سے سرفراز ہوں اور انہیں کا حوصلہ اور نصیب تھا کہ وہ ان پاکیزہ اعمال کے لیے منتخب کیے گئے۔

جماعت دارالعلوم میں آپ کی انکساری اور کسر نفسی کے یہ کارنامے سب کے نزدیک امتیازی شان رکھتے تھے، یہ شان بے ریائی اور تواضع کی یہ بے مثال عملی صورتیں دائرۂ دارالعلوم میں آپ ہی کی ذات کے ساتھ مخصوص سمجھی جاتی تھیں، جن کو یہاں کے تمام اکابر عظمت و وقعت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے اور ان خدمات کو انہیں کا حصہ سمجھتے تھے۔

درس وتدریس

ان عملی مجاہدات کے ساتھ عملی باریک بینیاں مستزاد تھیں۔ افتاء کے ساتھ درس کا شغل مستقل

رہتا تھا، فقہ وحدیث اور تفسیر کے اونچے اسباق آپ کے یہاں ہوتے تھے، بڑی بڑی باریک تحقیقات جو آپ کے ذہن رسا کی پیداوار ہوتی تھیں کبھی بھی اپنی طرف منسوب کر کے دعوے کے رنگ میں نہیں فرماتے تھے، بلکہ بہ طور احتمال کے ارشاد فرماتے اور تقریر کے ضمن میں کہتے کہ ''اس مسئلہ میں ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے'' حالاں کہ وہ ان کی تحقیق ہوتی تھی، مگر کبھی بھی یوں نہیں فرماتے تھے کہ اس مسئلہ میں میری رائے اور تحقیق یہ ہے، غور کیا جائے تو یہ مقام اس علمی خدمت اور عملی بے نفسی کے مقام سے بھی زیادہ بلند اور نازک تر ہے، جس تک پہنچنا ہر ایک کا حوصلہ نہیں، علمی دقائق خود اپنا ذہن پیش کرے اور اس ذہن کو کبھی بھی آگے نہ لایا جائے، بے نفسی اور فنا کا نہایت ہی اونچا مقام ہے، اور یہ اسی کو میسر آسکتا ہے، جس نے نفسانیت کو کچل کر رکھ دیا ہو، اور کسر نفسی اور تواضع اس کے رگ وپے میں سما گئی ہو۔

دنیا آپ کی نظر میں

میرے خسر مولوی محمود احمد صاحب مرحوم رام پوری اپنے زمانۂ طالب علمی میں چھوٹی مسجد میں حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کے پاس ہی ایک حجرے میں رہتے تھے، اور حضرت کی زندگی کے اکثر معمولات ان کی نگاہوں میں آتے رہتے تھے، فرماتے تھے کہ ''میں نے کبھی بھی حضرت ممدوح کو پیر پھیلا کر لیٹے ہوئے یا سوتے ہوئے نہیں دیکھا، ہمیشہ سکڑ کر اور گھٹنے پیٹ میں دے کر لیٹتے اور سوتے تھے، پہلے تو میں اسے اتفاقات پر محمول کرتا رہا، مگر جب مسلسل یہی طرز عمل دیکھا تو میں نے سمجھا کہ یہ اتفاقی بات نہیں بلکہ ارادی فعل ہے، تو ایک دن میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ پیر پھیلا کر کبھی نہیں سوتے، فرمایا کہ ''دُنیا پیر پھیلا کر سونے کی جگہ نہیں ہے، اس کا مقام قبر ہے، جہاں آدمی پیر پھیلا کر سوئے گا''۔ سبحان اللہ! یہ کلام اُسی کی زبان سے ادا ہوسکتا ہے جسے ہر وقت آخرت مستحضر اور عظمت خداوندی اس کے دل پر محیط اور چھائی ہوئی ہو، دوسرے لفظوں میں جو دنیا کی لذت وعیش کو دل سے نکال چکا ہے اور صرف اللہ کے سچے وعدوں پر شوق آخرت کو اپنے دل ودماغ کا تکیہ بنائے ہوئے ہو ایک دو دن ایسا کر لینا ممکن ہے، لیکن اس پر عمر گذارنا استقامت کی نادر ترین مثال ہے۔

فنائیت اور انکساری

مجھے یہ سعادت حاصل ہے کہ میں نے جلالین شریف، موطا امام مالکؒ، موطا امام محمدؒ اور طحاوی شریف حضرت اقدس سے پڑھی ہے۔ لفظ نہایت پھوک پھوک کے، گفتگو نہایت ہی دھیمی دھیمی، تقریر نہایت معصومانہ، لفظ لفظ سے رحمت وشفقت برستی تھی، کلمہ کلمہ سے بھولا پن، معصومیت اور سادگی ٹپکتی تھی، گویا ان کے دل میں کسی وقت بھی یہ تصور نہ تھا کہ میں کوئی چیز ہوں یا درس قرآن وحدیث میرا کوئی عظیم کارنامہ ہے جو مجھ سے انجام پارہا ہے، یا یہ سیکڑوں شاگردوں اور مستفیدوں کا حلقہ میری کسی عظیم مقبولیت کی نشانی ہے، ان خیالات سے قلب خالی اور دماغ فارغ تھا، سوتے اور جاگتے میں جس ذات کو ہر وقت یہ تصور رہتا ہو کہ دنیا نہ آرام کرنے کی جگہ ہے، نہ پیر پھیلانے کی؛ اس کے قلب میں یہ خود پسندی یا خود بینی کے خیالات کیا سما سکتے تھے؟! بہرحال! انہیں اس کا کبھی دھیان بھی نہیں آتا تھا کہ میں کوئی بڑی شخصیت ہوں یا مجھ سے علم وعمل کی کوئی بڑی خدمت انجام پارہی ہے، بلکہ ہر وقت جس چیز کا دھیان رہتا تھا وہ یہ تھا کہ میں نہ کوئی چیز ہوں نہ میری کوئی شخصیت ہے، نہ مجھ سے کوئی خدمت بن پڑ رہی ہے، میں بھی من جملہ عام مسلمانوں کے ایک مسلمان ہوں اور یہ تمام علمی وعملی خدمات میرے کسی جوہر کا نتیجہ نہیں، بلکہ صرف فضل خداوندی ہے جو کام کررہا ہے، اسے مجھ جیسے ہزاروں بندے مل سکتے ہیں، میں اس کے بندوں میں لاشئ محض ہوں۔

اللہ اکبر! سب کچھ کر کے یہ یقین رکھنا کہ کچھ نہیں ہوں بڑوں ہی کا کام ہے، اور بڑا ہی مقام ہے، ملائکہ جیسی مقدس ہستیوں کا یہ مقام ہوگا کہ کمال معرفت کے باوجود قیامت کے دن پکارتے ہوں گے کہ **ما عرفناك حقَّ معرفتِك**: اے پروردگار! ہم تجھے کما حقہ پہچان ہی نہ سکے کہ تیرا کوئی حق ادا کرتے۔

انبیاء علیہم السلام جیسی مقدس ذوات کا یہ مقام ہے کہ عمر کا ایک ایک لمحہ خالص ومخلصانہ عبادت میں بسر کر کے قیامت کے دن یہی کہتے ہوں گے کہ **مَا عَبدنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ** : اے مالک! ہم تیری کوئی عبادت نہیں کر سکے کہ تیرا کوئی حق بندگی ادا ہوسکتا ہے۔

اور یا پھر ان برگزیدہ ہستیوں کے نائب اور وارثانِ نبوت حضرت مفتی اعظم جیسی ہستیوں کا

مقام ہوسکتا ہے کہ سب کچھ کر کے دل میں کچھ کرنے کا دھیان تک نہ لائیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ فنائیت و بے نفسی کی انتہا ایک ایسی ممتاز شان ہے جو ایسے ہی مقدسین کو نصیب ہوسکتی ہے۔

غم آخرت

غم آخرت کا قلب پر تسلط یہ تھا کہ جلالین شریف کے درس میں ایک دن خود ہی یہ واقعہ ارشاد فرمایا کہ میں ایک شب سونے کے لیے لیٹا، تو اچانک قلب میں یہ اشکال وارد ہوا کہ قرآن کریم نے تو یہ دعویٰ فرمایا ہے کہ **لیس للإنسان إلّا ما سعیٰ** : انسان کے کام اُسی کی سعی آئے گی۔

جس کا واضح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آخرت میں کسی کے لیے غیر کی سعی کارآمد نہ ہوگی اور حدیث نبوی میں ایصال ثواب کی ترغیب آئی ہے جس سے تخفیف عذاب، رفع عقاب اور ترقی درجات کی صورتیں ممکن بتلائی گئی ہیں، نیز شفاعت انبیاء وصلحاء وشفاعت حفاظ وشہداء سے رفع عذاب اور نجات اور ترقی درجات کا وعدہ دیا گیا ہے، جس سے صاف نمایاں ہے کہ آخرت میں غیر کی سعی بھی کارآمد ہوگی، پس یہ آیت و روایت میں کھلا تعارض ہے، فرمایا کہ اس کا حل سوچتا رہا، مگر ذہن میں نہ آیا، بالآخر سوچتے سوچتے یہ خوف قلب پر طاری ہوا کہ جب آیت و روایت میں یہ تعارض ذہن میں جاگزیں ہے اور حل ذہن میں نہیں ہے تو گویا اس آیت پر میرا ایمان سست اور مضمحل ہے، اور اگر اس حالت میں موت آگئی تو میں قرآن کی ایک آیت میں خلجان اور ریب کی سی کیفیت لے کر جاؤں گا اور ایسی حالت کے ساتھ حق تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گا کہ قرآن کے ایک حصہ پر میرا ایمان سست اور مضمحل ہوگا تو میرا انجام کیا ہوگا؟ اور کیا اس خاتمہ کو حسن خاتمہ کہا جا سکے گا؟!۔

پیادہ پا راتوں رات گنگوہ

اس دھیان کے آتے ہی فکر آخرت اس شدت سے دامن گیر ہوا کہ میں اسی وقت چارپائی سے اٹھ کھڑا ہوا اور سیدھے گنگوہ کی راہ لی، مقصد یہ تھا کہ راتوں رات گنگوہ پہنچ کر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ اشکال حل کروں کہ میرا ایمان صحیح ہو اور حسن خاتمہ کی توقع بندھے۔

حالاں کہ آپ پیدل چلنے کے عادی نہ تھے اور وہ بھی گنگوہ جیسے لمبے سفر کے جو دیوبند سے

بائیس کوس کے فاصلہ پر ہے، یعنی تقریباً تیس میل اور وہ بھی رات کے وقت، لیکن جب کہ خوف آخرت نفس کا حال بن چکا تھا تو اس میں وساوس کی کہاں گنجائش تھی، اس جذبہ سے عزم پیدا ہوا اور اسی عزم صادق سے اتنا لمبا سفر کرنے کے لیے اندھیری رات میں پیدل ہی چل کھڑے ہوئے، صبح صادق سے پہلے گنگوہ پہنچے، حضرت گنگوہی قدس سرہ تہجد کے لیے وضو فرما رہے تھے کہ حضرت مفتی اعظم نے سلام کیا، فرمایا کون؟ عرض کیا کہ عزیز الرحمٰن، فرمایا: تم اس وقت کہاں؟ عرض کیا کہ حضرت ایک علمی اشکال لے کر حاضر ہوا ہوں، جس میں مبتلا ہوں اور وہ یہ کہ قرآن تو نفع آخرت کو صرف اپنی ذاتی سعی میں منحصر بتلا رہا ہے، جس سے غیر کی سعی کے نافع ہونے کی نفی نکل رہی ہے اور حدیث غیر کی سعی کو نافع اور مؤثر بتلا رہی ہے، جس میں نفع آخرت ذاتی سعی میں منحصر نہیں رہتا جو صراحۃً قرآن کا معارضہ ہے تو ذہن میں اس تعارض کا حل نہیں آتا، حضرت نے وضو کرتے ہوئے برجستہ فرمایا کہ آیت میں سعی ایمانی مراد ہے جو آخرت میں غیر کے کار آمد نہیں ہو سکتی کہ ایمان تو کسی کا ہو اور نجات کسی کو ہو جائے اور حدیث میں سعی عملی مراد ہے جو ایک کی دوسرے کے کام آسکتی ہے، اس لیے کوئی تعارض نہیں، فرمایا کہ ایک دم میری آنکھ سی کھل گئی جیسے کوئی پردہ آنکھ کے سامنے سے اٹھ گیا ہو اور علم کا ایک عظیم دروازہ کھل گیا۔

بہر حال علم کا جو دروازہ اس مفتی اعظم پر کھلا وہ تو ان ہی کی ذات جان سکتی تھی کہ اس دروازہ کے اندر کیا کیا نوادرات پنہاں ہیں، غور کرنے کے قابل یہ عظیم جذبہ ہے کہ ایک جزوی مسئلہ کے ایک علمی اشکال پر اس درجہ خوف آخرت کا قلب پر مسلط ہو جانا کہ چارپائی پر ایک لمحہ کے لیے قرار نہ رہے، اور تیس میل لمبے اور دشوار گذار سفر کی ٹھان لی جائے، اور وہ سفر بھی راتوں رات ہی شروع کر دیا جائے، یہ عالم آخرت سے کس درجہ قلبی لگن اور دُنیائے دنی اور اس کی راحت ولذت سے کس قدر بے تعلقی اور استغناء کی نادر مثال ہے جو اکابر سلف ہی کی تاریخوں میں مل سکتی ہے۔

بہر حال علم اور افتاء جیسے علمی مقام پر اتنا اونچا پہنچ کر بھی اپنے علم ومنصب کی عظمت کا کوئی تصور ذہن میں نہ آنا کسر نفسی کا انتہائی مقام ہے، ان اونچے مقامات کے لیے اوّل تو آپ کی فطرت صالحہ ہی مستعد تھی جس کو حق تعالیٰ نے ان احوال ومقامات کے لیے منتخب فرمالیا تھا، اوپر سے آپ کے مربی اعظم حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کی مخصوص توجہات نے

اس پر اور چار چاند لگا دیے تھے۔

فطری صلاحیتیں

چنانچہ منشی سعید احمد صاحب حضرت اقدس کے علاتی بھائی فرماتے تھے کہ بچپن ہی سے حلم، تحمل، بردباری آپ کے نفس کا جوہر تھی اگر کسی چیز کو جی چاہا اور والدہ نے نہ دی تو رونا چلانا نہیں، یا چپ ہو کر رہ جاتے یا اس شئے سے محرومی پر بہت ہی دل کڑھتا تو کوٹھری میں اندر گھس کر کسی کونہ میں منھ چھپا کر سبک لیتے اور رو لیتے، لیکن چیخنا چلانا یا واویلا اور فریاد کرنا بچپن میں بھی کبھی نہیں دیکھا گیا، جو قلب کے فطری طور پر صالح اور ضابط ہونے کی علامت ہے گویا آپ کو بچپن ہی سے مقام رفیع کے لیے تیار کیا جارہا تھا اور آپ کی فطری صلاحیتیں خود ہی ان بلند مقامات کو مانگ رہی تھیں۔

چنانچہ حسبِ بیان محترم منشی سعید احمد صاحب عثمانی (برادر خورد حضرت مفتی اعظم ہند) جب حضرت مفتی اعظم نے حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور ریاضت وسلوک کا راستہ اختیار فرمایا تو مزاج میں یکسوئی اور غناعن الخلق بڑھتا گیا، بیوی بچوں کی طرف سے التفات ہٹ گیا خلوت گزینی یکسوئی اور مخلوق سے انقطاع کی کیفیات کا غلبہ ہو گیا تو ان کے والد ماجد حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا رفیع الدین صاحبؒ سے عرض کیا کہ جس راہ پر آپ نے عزیز الرحمٰن سلمہٗ کو ڈالا ہے اس کے اچھے اور مبارک ہونے میں تو کوئی کلام ہو ہی نہیں سکتا اور اسے چھڑایا بھی نہیں جا سکتا، صرف اتنا چاہتا ہوں کہ عزیز الرحمٰن بیوی بچوں کی طرف توجہ کرنے لگے، اس پر شیخ نے فرمایا کہ مولوی صاحب! آپ کو اللہ نے اور بھی اولاد دی ہے اور آئندہ ہو گی بھی، انہیں آپ جس طرح اور جہاں چاہیں لگا دیں اس ایک کو صرف اللہ ہی کے لیے چھوڑ دیں، اس پر والد نے خاموشی اختیار فرمائی۔

توجہ الی اللہ اور اس کے اثرات

اس حقیقت کا ظہور مستقبل میں ان مختلف رنگوں میں ہوا اور واقعات نے بتلایا کہ حقیقتاً ایک ذات جب اللہ ہی کے لیے مخصوص ہو گئی تھی تو اللہ بھی اس کے ساتھ ہو گیا جس کے پاکیزہ آثار نمایاں

ہوتے رہے اور ایک زندہ تاریخ بن گئی۔

اس توجہ الی اللہ اور توجہ حق کے اثرات کفار اور حکام تک بھی قبول کرنے لگے۔ حضرت مفتی اعظم کے داماد بابو عبداللطیف صاحب حال منیجر ریاست وقف کرنال نے اس دور میں سرکاری ملازمت کے لیے درخواست دی، اس عہدہ کے لیے امیدوار اور بھی کافی تعداد میں تھے، بابو صاحب نے حضرت مفتی صاحب سے عرض کیا کہ اس جگہ کے لیے میں بھی امیدوار ہوں، مگر اتنے امیدوار کے ہوتے ہوئے نہ معلوم میں کامیاب ہوسکوں گا یا نہیں؟ دعا فرمادیں۔

اس زمانہ میں مظفر نگر کا یورپین کلکٹر مارش نامی تھا، اسی کے یہاں سب امیدواروں کو انٹرویو کے لیے پیش ہونا تھا، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ مارش سے انٹرویو کے وقت یہ کہہ دینا کہ میں مفتی عزیز الرحمٰن کا داماد ہوں، بابو صاحب کو حیرانی ہوئی کہ بھلا کلکٹر اور وہ بھی انگریز اور انگریزوں کے بھی اس ابتدائی دور کا کلکٹر جو ضلع کا تنہا مالک ہوتا تھا اس پر مدرسہ دیوبند کے ایک مولوی کا اثر کیا ہوسکتا ہے کہ وہ اس کا نام سنتے ہی جھک جائے گا، اور ملازمت دے دے گا۔ بابو صاحب نے اسے حضرت مفتی اعظم کی سادگی پر محمول کر کے اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی، انٹرویو میں گئے اور کلکٹر سے یہ جملہ نہ کہا اور ناکامیاب ہوکر چلے آئے اور حضرت مفتی صاحب سے عرض کیا کہ میں تو کامیاب نہیں ہوا، فرمایا کہ ''تم نے اس سے کہہ دیا تھا کہ میں مفتی عزیز الرحمٰن کا داماد ہوں''؟ کہا کہ نہیں میں نے تو یہ نہیں کہا۔ فرمایا کہ ''اچھا! اب جا کر کہہ دینا''۔ اور زیادہ حیرت ہوئی کہ اب تو انٹرویو کا قصہ بھی نہیں رہا۔ اب اس بے محل سفارشی جملہ سے کیا ہوگا؟ تاہم مارش کلکٹر کے پاس گئے اور کہا کہ انٹرویو میں میں بھی تھا اور میں مفتی عزیز الرحمٰن کا داماد ہوں اس پر مارش متأثر ہوا اور اس عہدہ پر انہیں کو مامور کردیا۔

یہی وہ تعلق مع اللہ ہے جس سے ان اہل اللہ کو ملک القلوب کہا گیا ہے جن کی حکومت قلوب پر ہوتی ہے اور حکام وسلاطین بھی ان کے اثرات قبول کرتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ ان اللہ والوں کا نام لے دیا جانا مشکل معاملات کے لیے کافی حل ہوتا ہے۔

اسی انداز کا ایک اور واقعہ منشی سعید احمد صاحب نے بیان فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب کسی سفر کے لیے تیار ہوئے، گاڑی آخر شب میں جاتی تھی، اس لیے نماز عشاء کے بعد ہی اسٹیشن تشریف لے گئے، اس وقت دیوبند کے اسٹیشن پر کوئی مسجد بنی ہوئی نہیں تھی، مسجد کے نام سے ایک چبوترہ تھا

جس پر مسافر جا لیٹتے تھے۔ حضرت مفتی اعظم بھی اس پر جا کر بیٹھ گئے، ساتھ میں منشی سعید احمد صاحب موصوف اور بعض دوسرے اعزہ بھی تھے، باہم کچھ بات چیت بھی ہوتی رہی، پھر بعض نے نماز و تلاوت شروع کر دی، جس میں کچھ آوازیں ذرا اونچی ہو گئیں تو اسٹیشن ماسٹر جو ہندو تھا اور متعصب بھی جھلا کر اپنے گھر میں سے نکلا اور بڑ بڑاتا ہوا آ کر ان حضرات کو کچھ سخت سست کہنے لگا کہ نہ سوتے ہیں اور نہ سونے دیتے ہیں، یہ کہاں کی نماز اور قرآن لگایا ہے کہ لوگوں کو پریشان کرنے چلے آئے اور غصہ میں بھرا ہوا بولتا اور بکتا رہا۔ حضرت مفتی صاحب نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اتنا فرمایا: یہ اس لیے بول رہے ہیں کہ ہم نہیں بولتے۔ خدا جانے اس جملہ میں کیا تاثیر تھی کہ وہ ٹھنڈا ہو کر اک دم ایسا گیا کہ نہ پھر بولا نہ لوٹا، اور ان سب حضرات نے اس چبوترہ پر رات بہ اطمینان بسر کی، اللہ والے اس قوت غناء و یقین کی طاقت سے جب تصرفات کرتے ہیں تو یہ تو ایک دنیوی بات تھی، جو ان کے یہاں کوئی اہمیت نہیں رکھتی، دنیا ہی میں رہتے ہوئے آخرت بھی سنورتی چلی جاتی ہے۔

والد محترم کا آخری وقت اور آپ کی توجہ باطنی

منشی سعید احمد صاحب ممدوح ہی نے بیان فرمایا کہ جب حضرت مفتی صاحب کے والد ماجد مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے انتقال کا دن آ پہنچا تو گیارہ بارہ بجے کے قریب ان پر غیر معمولی بے چینی اور اضطراب کی کیفیت طاری ہوئی، حد درجہ بے چین اور مضطرب تھے اور کسی کروٹ چین نہ تھا یہ کسی کو بھی تصور نہ تھا کہ وقت آخر قریب آ رہا ہے تاہم اس اضطراب پر سارا گھر بے چین اور متأثر تھا۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحب ساری اولاد میں حضرت مفتی کو بلا لفظ ''مولوی'' کے کبھی خطاب نہیں فرماتے تھے، اس بے چینی میں بھی ان سے (منشی سعید احمد صاحب سے) فرمایا کہ مولوی عزیز الرحمٰن کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا! ابھی تو یہیں تھے، شاید کھانا کھانے چلے گئے ہیں، فرمایا: ''بلالاؤ'' وہ کہتے ہیں کہ میں بلانے گھر پہنچا، اور والد کی بے چینی کا ذکر کیا، اور یہ کہ آپ کو ابھی بلایا ہے، حضرت مفتی صاحب کھانا کھانے بیٹھ چکے تھے، مگر بلاوے کا لفظ سنتے ہی اسی حالت میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور میرے ساتھ چلے آئے، والد نے دیکھ کر اب جو خطاب کیا تو لفظ ''مولوی'' سے نہیں، بلکہ صرف عزیز الرحمٰن کہہ کر مخاطب بنایا، اور فرمایا کہ عزیز الرحمٰن! تو نے ابھی تک میرے لیے انگلی تک نہیں اٹھائی

(شاید یہ مطلب تھا کہ دعاء نہیں کی) اس پر حضرت مفتی صاحب بے حد نادم وشرم سار سے ہو گئے، اور زبان سے کچھ عرض کرنے کے بجائے والد کی چار پائی سے مونڈھا ملا کر بیٹھ گئے اور سر پر رومال ڈال کر گردن جھکائی اور مراقب ہو گئے، چند منٹ کے بعد ہی دیکھنے میں آیا کہ والد کے چہرہ پر جو بے چینی اور بدحواسی تھی وہ سکون وطمانینت سے بدلنے لگی اور آخر کار چہرہ پر اس درجہ بشاشت آئی کہ آنکھیں آسمان کی طرف اٹھا کر بے اختیار ہنسنے لگے اور ہنستے ہوئے اپنے صاحبزادوں مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی اور مولانا مطلوب الرحمٰن صاحب کو خطاب کیا کہ شبیر! ذرا دیکھوتو! یہ اوپر کیا ہے؟ اور مطلوب! دیکھ تو سہی یہ کیا ہے؟ اور چہرہ حد درجہ منفرح اور بشاش تھا خوشی چہرہ سے ٹپکی پڑتی تھی، اور حضرت مفتی صاحب برابر مراقب اور ان کی طرف متوجہ تھے اسی حالت بشاشت میں والد نے کلمہ طیبہ پڑھا، اور چند منٹ کے بعد روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

اس واقعہ سے حضرت ممدوح کے اس غیر معمولی تصرف اور توجہ کا پتہ چلتا ہے، جو مخلوق کا بیڑا پار لگانے میں ان بزرگوں سے نمایاں ہوا ہے، ان کے شیخ نے گویا آج ہی کے دن کے لیے کہا تھا کہ ایک کو اللہ کے لیے چھوڑ دو۔ یہ اسی کے آثار تھے جو ہویدا ہوئے اور ہوتے رہے، ان تصرفات میں یہ کس قدر عجیب وغریب تصرف تھا جو بیٹے نے اپنے شفیق باپ کے لیے دکھلایا، جس کے تحت حق تعالیٰ نے نہ صرف ان کے والد کے کرب و بے چینی ہی کو سکون وبشاشت سے بدل دیا، بلکہ حسن خاتمہ اور مقبولیت کے آثار بھی نمایاں کر کے دکھلا دیے۔ رحمہم اللہ رحمۃً واسعۃً۔

آثار نسبت باطنی

ان رفیع احوال کے ساتھ نظم شریعت کے ادب وتحفظ کا یہ عالم تھا کہ حسب بیان دفتری نور الحق صاحب ایک عجیب وغریب صورت یہ پیش آئی کہ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ کے والد ماجد کی قبر میں سے ہر جمعرات کو قرآن شریف کی تلاوت کی آواز سنائی دینے لگی جس کا لوگوں میں چرچا شروع ہوا اور نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اس قبر کے ارد گرد جمع ہونے لگے، اور جمگھٹا شروع ہو گیا، ہر وقت لوگ گھیرے رہتے، اس کا قدرتی ثمرہ یہی ہوسکتا تھا کہ توجہ الی الخلق بڑھ جاتی اور توجہ الی اللہ گھٹ جاتی اور وہ توکل جو بہ صورت عبادت ہمہ وقت حق تعالیٰ کے سامنے نمایاں ہوتا قبر کے ساتھ

لگ کر منقسم ہوجاتا، جیسا کہ اس قسم کی غیر معمولی صورتوں سے اس قسم کے نتائج برآمد ہوتے رہے ہیں، اور بہت سی بدعات کا ظہور بھی ہوتا رہا ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے اسے محسوس فرمایا، اور ایک دن اس قبر پر تشریف لے گئے، مقررہ وقت پر وہ تلاوت کی آواز سنائی دی، تو اسی وقت حضرت ممدوح نے فرمایا: کیوں لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کر رکھا ہے؟! اس جملہ کا زبان سے نکلنا تھا کہ وہ آواز بند ہوگئی اور پھر کبھی سنائی نہیں دی، کیا ٹھکانا ہے اس تصرف کا جو زندوں سے گذر کر برزخ تک پہنچا ہوا ہو، اور قبر والوں پر بھی مؤثر ہوتا ہو، گویا قبر والے برزخ میں بھی ان مربیان دین کے وعظ و پند اور تنبیہ کے شائق اور ان پر عمل درآمد کرنے کے لیے مستعد رہتے ہیں۔ سبحان اللہ! ایسے ارباب تصرف کی توجہ تام بھلا دنیا والوں پر تو کیوں مؤثر نہ ہوگی؟! جب کہ ناسوتی زندگی میں دنیا ان کا وطن بھی ہوتی ہے، اور ان سے جسمانی قرب و اتصال بھی رہتا ہے، اسی لیے دنیا میں ان کا فیضان دوست اور دشمن سب کے لیے یکساں ہوتا ہے، جس کی برکات سے اپنا اور پرایا کوئی بھی محروم نہیں رہ سکتا، نسبت باطنی کے یہ روشن آثار اور تصرفات کبھی زبان کے راستے سے نمایاں ہوتے ہیں، جیسے وعظ و پند کے الفاظ کی راہ سے قلوب میں اثرات پہنچ جاتے ہیں اور کبھی ہمت باطنی اور توجہ تام کے راستہ سے یہ آثارِ فیض ظاہر ہوتے ہیں، کبھی نگاہ سے اور کبھی اور کسی ہیئت کذائی سے، غرض جیسا موقع ہوتا ہے، اسی کے مناسب حال یہ حضرات تصرفات کی صورت اختیار فرماتے ہیں اور نتائج مطلوبہ نمایاں ہوجاتے ہیں۔

دل جوئی ودل داری

مجھے یاد ہے کہ ۱۳۴۷ھ میں جب پہلے حج سے واپس ہوا تو دارالعلوم کے طلبہ اسٹیشن پر لینے آئے اس میں اکابر بھی شامل تھے، جمعیۃ الطلبہ نے کچھ خوب صورت جھنڈیاں بنا کر ان سے استقبال کیا، چوں کہ اب تک اپنے بڑوں کے خیر مقدموں اور بالخصوص عبادتِ حج سے واپسی کے وقت یہ رسمی صورت نظر سے نہیں گذری تھی، اس لیے طلبہ کی محبت کے باوجود یہ روش اس وقت کے ماحول میں دل پر شاق گذری اور بھاری محسوس ہوئی، دل میں آرہا تھا کہ ان رسمیات سے انہیں روکوں، میری اس کیفیت کو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنی بزرگانہ شفقت سے خود بھی اسٹیشن پر

تشریف لائے تھے، اپنی فراست باطنی سے محسوس فرمالیا اور انہیں یہ خیال گذرا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ (احقر) اس ناگواری کا اظہار اس موقعہ پر کر جائے اور اس کا اثر طلبہ اور ان کے حوصلوں پر بھی برا پڑے، اور ساتھ ہی یہ برا اثر لوٹ کر خود اس (احقر) پر بھی پڑے۔ میں حضرت ممدوح کی اس بزرگانہ شفقت و خیر خواہی اور ساتھ ہی دانائی کی کیفیت کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ کس خوبی اور خوب صورتی سے حضرت نے مجھے اس ناگوار صورت سے بچالیا، طلبہ سے تو یہ فرمایا کہ تم مسجد میں چلو ہم وہیں آتے ہیں وہ تو ادھر گئے اور ادھر حضرت مفتی صاحب نے میرے پاس پہنچ کر اور میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ بھائی یہ محبت سے آئے ہیں دو چار کلمات شکر یہ کے ان کے سامنے کہہ دینا، ان کا دل بڑھ جائے گا، اس وقت مجھے اپنی غلطی پر تنبہ ہوا، چنانچہ مسجد پہنچ کر حضرت ممدوح کی موجودگی میں باوجودیکہ بولنے کی ہمت نہ ہوتی تھی، مگر میں نے تعمیلاً للارشاد طلبہ کے سامنے تشکر کے جملے کہے، جس پر طلبہ بھی خوش ہو گئے اور جس برے اثر کے پڑنے کا مجھ پر حضرت کو احتمال تھا میں بھی اس سے بچ گیا، اس بچاؤ اور سلجھاؤ پر جو حضرت ممدوح کو خوشی ہوئی جو محسوس ہو رہی تھی وہ بھی بیان سے باہر ہے، انہیں خوشی اس کی تھی کہ ان سب چھوٹوں کی بات بن گئی اور کسی کے لیے بھی ناگواری کی صورت پیش نہیں آئی۔

اللہ اکبر! اپنے چھوٹوں کی دل داری، ان کے حقوق کی رعایت اور ان کی بات رکھنے کا خیال ان اکابر کا ایک طبعی حال تھا، جس میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نمایاں اور ممتاز تھے۔

حضرت ممدوح کی مربیانہ شان صرف اپنے چھوٹوں اور متوسلین و مسترشدین ہی تک محدود نہ تھی بلکہ اپنے ہمعصروں اور پیر بھائیوں پر بھی اس کے اثرات نمایاں ہوتے تھے، مولانا محمد ابراہیم صاحب کراچوی، حضرت مفتی اعظم کے پیر بھائی تھے جو حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور ان کے خلفاء مجازین میں سے تھے، صاحبِ تصرف بزرگ تھے، دیوبند تشریف لاتے اور حضرت مفتی اعظم کے پاس قیام کرتے تھے، ایک بار دیوبند آئے، دارالعلوم کے قریب ایک دودھ والے کی دوکان تھی جس سے آں ممدوح کا کچھ معاملہ ہوا، اس سلسلے میں دوکان دار نے ایک دن بدمعاملگی کے ساتھ مولانا سے کچھ بدکلامی کی، اور ناموزوں کلمات کہے، جس پر مولانا کو غصہ آگیا، صاحب تصرف تھے، اس کی دوکان پر تیز نگاہ ڈالی تو اس کی دوکان کا سارا سامان الٹ پلٹ ہو گیا، کچھ

برتن گرگرا گئے کچھ ٹوٹ گئے، اور ساری دوکان الٹ پلٹ ہوکر رہ گئی، جس سے دوکان دار تو ہیبت زدہ ہوکر دم بہ خود رہ گیا، اور مولانا دوکان کو درہم برہم کرکے قیام گاہ پر چلے آئے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو مولانا محمد ابراہیم کا یہ طرزِ عمل سخت گراں گذرا، اور فرمایا کہ مولانا! آپ یہاں کیوں آئے ہیں، میرے پاس کیا رکھا ہے؟ ایک طالب علم آدمی ہوں، پڑھنے پڑھانے کا شغل ہے اور آپ ماشاء اللہ خود صاحب تصرف ہیں، پھر آپ کو کہیں آنے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور ہم جیسوں کے پاس ٹھہرنے کی آخر حاجت ہی کیا ہے؟ آپ کے پاس سب کچھ موجود ہے، یہ باتیں ناگواری کے لہجہ میں فرمائیں گویا فہمائش کی، اور بتلایا کہ اہل اللہ کو تصرف کی طاقت اس لیے نہیں دی جاتی کہ وہ مخلوق خدا سے انتقامی کارروائیاں عمل میں لائیں اور اپنے جذبات سے ان کی تخریب کرتے پھریں، اور اپنے تصرفات کی طاقت دکھاتے پھریں، اس پر مولانا ممدوح نادم ہوئے توبہ کی اور یہاں سے جاکر اس دوکان دار سے بھی معافی مانگی، حضرت ممدوح کی وفات کی شب میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اور دوسرے بزرگوں کی معیت میں میں بھی حضرت ممدوح کے پاس حاضر ہوا، وقت اخیر تھا مگر حواس بالکل قائم تھے، مجھے دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور شفقت سے ہاتھ سر پر رکھ کر پیار کیا اور کچھ دعائیہ کلمات بھی فرمائے جو میں سن اور سمجھ نہ سکا۔

مولانا اشتیاق احمد صاحب استاذ کتابت دارالعلوم دیوبند سے میں نے یہ واقعہ سنا کہ مولانا طفیل احمد صاحب نے (جو سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں اور دارالعلوم دیوبند کے فضلاء میں سے ہیں اور آج کل کراچی میں افادہ وافاضہ میں نمایاں کام کررہے ہیں) فرمایا کہ میں نے حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کی وفات کے بعد انہیں خواب میں دیکھا کہ حضرت ممدوح ایک نہایت ہی پرفضا مقام پر ہیں اور نہایت بشاش اور بہترین حالات ومقامات میں ہیں، حسب عادت اخلاق وشفقت سے ملے اور تھوڑی دیر کے بعد اٹھے، فرمایا کہ ''یہ وقت حاضری دربار کا ہے، اس وقت ہم کو دیدار کرایا جاتا ہے، اس وقت مجھ کو وہاں جانا ہے''۔ اور یہ کہہ کر تشریف لے گئے۔

تصرفات باطنی کے چند واقعات

آپ کے تصرفات بعض اوقات نہایت کھلے کھلے ہوتے تھے، جسے صاحبِ معاملہ واضح طریقہ

پر محسوس کر لیتا تھا، منشی سعید احمد صاحب کا بیان ہے کہ گھر والوں میں سے کوئی بھی کسی قسم کی بے چینی میں مبتلا ہو جاتا، یا کوئی بھی حادثہ پیش آجاتا اور مبتلا ہو کر اہل خانہ پریشان ہو جاتے، مگر جب بھی حضرت مفتی صاحب کے پاس جا کر اپنی سراسیمگی پیش کی جاتی اور ضیق قلب کا اظہار کیا جاتا تو چند ہی جملوں سے اس درجہ اس کا ازالہ فرما دیتے تھے کہ لوگ جاتے تھے بے چینی لے کر اور واپس ہوتے تھے طمانینت و بشاشت لے کر۔

مولانا اشتیاق احمد صاحب ممدوح کا بیان ہے کہ میں ایک باطنی حالت میں مبتلا ہوا اور اگر وہ چند دن رہ جاتی تو میں سخت نقصان اور خسران میں مبتلا ہو جاتا، میں اسی حالت میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا، اور اپنی حالت پیش کی، فرمایا کہ ''یہ اسم پڑھ لیا کرو'' میں نے عرض کیا کہ حضرت دعا فرما دیں، فرمایا: دعا تو کروں گا ہی تم یہ پڑھ لیا کرو۔

مولانا اشتیاق احمد صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے وہ اسم پڑھا اور میری حالت رو بہ سکون ہوگئی اور وہ تمام کیفیات جو پریشان کن تھیں، یکسر زائل ہوگئیں۔

مولانا ظہور احمد صاحب مدرس دارالعلوم کا بیان ہے کہ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کھلے کھلے تصرفات سے اپنے علاتی بھائی مولانا مطلوب الرحمٰن صاحب عثمانی کی بہت زیادہ دست گیری فرمائی اور متعدد مہلکوں سے انہیں اپنے تصرفات سے سنبھالا اور بچایا۔ دیوبند میں ایک زمانہ میں ایک فتنہ جسے شعبدہ کہنا چاہیے احیاء موتی کا پیش آیا، بعض متصوفین نے مردہ پرندوں کو بہ ظاہر زندہ کرنے کی نمائش کی، جس میں مولوی صاحب ممدوح بھی مبتلا ہو گئے، حضرت مفتی صاحبؒ کو معلوم ہوا تو اس صنعت گری کا پردہ چاک فرمایا، اور مولوی صاحب کو اس مہلکہ سے بچایا، جس سے ان کی حالت سنبھل گئی۔

بہر حال! اس قسم کے تصرفات کبھی کسی دنیوی معاملات میں ظاہر ہوتے، کبھی الجھے ہوئے مقامات سے نکال لے جانے کے سلسلہ میں صادر ہوتے اور کبھی مدارج باطنی طے کرانے کے باب میں ظہور پذیر ہوتے اور بہ کثرت پیش آتے تھے۔

دارالعلوم کے مختلف اطراف کے طلبہ اور کارکنوں میں بہ کثرت لوگ حضرت ممدوح کے سلسلہ بیعت میں شامل ہو کر صفائے قلب کی دولت کماتے تھے، اور اس طرح آپ کا سلسلہ اطراف

ہندوستان میں پھیلا۔

غرض علم وعمل اور حال و مقال میں حضرت ممدوح کی ہستی اکابر دارالعلوم میں ایک مایۂ ناز ہستی تھی، اگر ان اکابر کی زندگی میں یہ خیال رہتا کہ یہ ہستیاں ایک دن ہم سے چھین لی جائیں گی اور اس خیال سے ان کے حالات قلم بند کرنے کی طرف دھیان دیا جاتا تو ان بزرگوں کے قدم قدم پر استقامت وکرامت کی اتنی وارداتیں تھیں کہ ہم لوگ ان سے صفحے کے صفحے رنگ لیتے، اور ایسے نادرۂ روزگار واقعات ہزاروں قلم بند کر لیتے، لیکن ان حضرات کی موجودگی میں کبھی یہ تصور ہی نہیں آتا تھا کہ ایک دن یہ نہیں ہوں گے اور ہم اس وقت کفِ افسوس ملتے رہ جائیں گے، کہ ہم نے ان کے علمی اور عملی اسوؤں کو کیوں نہ قلم بند کرلیا کہ ان کا نقشِ قدم، قدم قدم پر ساتھ دیتا۔

یہ چند واقعات جو قلم اٹھا کر بے ساختگی سے لکھ دیے گئے ہیں نہ سوانح ہیں نہ تاریخ، صرف ایک تذکرہ کی حیثیت رکھتے ہیں، جو دلوں کی تسلی کے طور پر سپرد قلم کر دیے گئے ہیں، خدا کرے کہ کوئی باخبر اور باہمت ان پر اضافہ کر کے اس شیریں ذکر کو اور ذرا طویل کر دے کہ ذکر محبوبان الٰہی خود محبوب اور شکر فشاں ہوتا ہے۔

وفات

حضرت ممدوح نے ۱۷/ جمادی الثانیہ ۱۳۴۷ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۲۸ء کی شب کے دو بجے داعئ اجل کو لبیک کہا اور اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ ۱۰/ بجے دن میں احاطہ مولسری دارالعلوم میں آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا سید اصغر حسینؒ نے پڑھائی اور ۱۱/ بجے آپ دارالعلوم کے قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے۔ **طاب اللّٰہ ثراہ وجعل الجنّة مثواہ .**

بہر حال آپ کی ذات جامع اوصاف اور جامع علوم تھی، علم میں مزید وسعت و حذاقت اور گہرائی، افتاء کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کی طویل تعلیمی خدمت نے پیدا کر دی تھی، ذہانت وذکاوت آپ کا خاندانی ورثہ تھی، اس لیے فقاہت اور تفقہ فی الدین میں آپ کا سر بلند ہونا تعجب خیز نہ تھا، اخلاق کی سر بلندی حضرت اقدس مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دیوبندی قدس سرہٗ مہتمم ثانی دارالعلوم دیوبند کی صحبت و مجلس نشینی اور استفادہ کا ثمرہ تھی، اور اس طرح آپ علم وعمل، اخلاق وملکات،

معرفت وبصیرت اور فقاہت اور درایت کی بے مثل شخصیتوں میں سے ایک بلند پایہ شخصیت تھے، جن سے دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء کو زینت بخشی گئی۔

حضرت والا کے فتاویٰ کی تعداد

افسوس ہے کہ آپ کے لکھے ہوئے تمام فتاویٰ کا مکمل ریکارڈ ہمیں دستیاب نہیں ہوسکا، جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ دارالافتاء کے ابتدائی دور میں ریکارڈ اور ذخیرہ رکھنے کا کوئی خاص دستور نہ تھا، چنانچہ ۱۳۱۰ھ سے ۲۱/ ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ تک بیس سال کا کوئی ریکارڈ دفتر افتاء میں موجود نہ ہونا اس کی واضح دلیل ہے، اس کے بعد نقل فتاویٰ کی طرف توجہ ضرور ہوئی، مگر ریکارڈ اور دفتری طور پر ذخیرہ کے تحفظ کی طرف پھر بھی خاص توجہ نہیں پائی جاتی، چنانچہ ۱۳۳۰ھ سے ۱۳۴۶ھ تک کی درمیانی مدت میں بعض سال کے رجسٹر نقول فتاویٰ دستیاب نہیں ہوئے، نہیں کہا جاسکتا کہ وہ عالم وجود ہی میں نہیں آئے، یا محفوظ نہیں رہے اور ایسا کیوں ہوا؟ البتہ ان بعض سنین کے علاوہ ۱۳۳۰ھ سے ۱۳۴۶ھ تک حضرت مفتی اعظم کے تحریر فرمودہ فتاویٰ کا جو مکمل ریکارڈ دفتر افتاء میں موجود ہے، اس میں ۳۷۵۶۱ کی تعداد(۱) میں فتاویٰ بہ تفصیل ذیل مرقوم ہیں۔
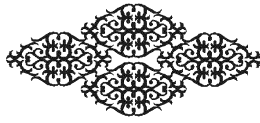
(۱) یہ تعداد مستفتی حضرات کے اعتبار سے ہے، یعنی اتنے لفافے اور کارڈ موصول ہوئے، باقی کوئی لفافہ یا کارڈ ایسا نہیں ہوتا جس میں متعدد سوالات نہ ہوتے ہوں الا ماشاء اللہ، اگر اوسطاً ہر لفافہ میں تین سوالات بھی مان لیے جائیں تو یہ تعداد ایک لاکھ بارہ ہزار چھ سو اسی ہو جاتی ہے۔ (مرتب: ظفیر الدین)

تفصیل فتاویٰ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب

مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

از۲۲/ ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ-تا-۸/ رجب المرجب ۱۳۴۶ھ ۱۵/ سال-۸/ ماہ

سنہ ہجری	تعداد فتاوی
از۲۲/ ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ تا آخر	۳۰۲
۱۳۳۰ھ	۱۷۱۹
از۱۴/ رجب المرجب تا ختم ۱۳۳۲ھ	۸۴۵
۱۳۳۳ھ	۲۰۶۷
۱۳۳۴ھ	۱۹۴۳
۱۳۳۵ھ	۱۹۹۴
۱۳۳۶ھ	۲۱۲۶
۱۳۳۷ھ	۲۸۶۳
۱۳۳۸ھ	۲۳۴۸
۱۳۳۹ھ	۲۹۹۸
۱۳۴۰ھ	۲۹۵۰
۱۳۴۱ھ	۲۸۹۲
۱۳۴۲ھ	۳۲۰۱
۱۳۴۳ھ تا ۱۳/ ذی قعدہ	۲۸۸۶
از۲صفر ۱۳۴۴ھ تا آخرسال	۱۰۷۰
۱۳۴۵ھ	۳۶۳۶
۱۳۴۶ھ ۸/ رجب تک	۱۷۲۱
	کل میزان=۳۷۵۶۱

حضرت مرحوم کے یہ صرف پندرہ سالہ فتاوٰی کی تعداد ہے، جو بہ ذیل ریکارڈ محفوظ ہے، افسوس ہے کہ ۲۲/ سالہ خدمت کا ذخیرہ سطح کاغذ پر نہیں ملتا، اگر اسی تناسب سے جو نقشہ بالا سے واضح ہے، چالیس سال کا ایک سرسری انداز لگایا جائے تو کم وبیش ایک لاکھ اٹھارہ ہزار فتاوٰی ہونے چاہئیں، جو حضرتؒ کے قلم مبارک سے صفحۂ قرطاس پر مرتسم ہوئے ہیں اور ایک جلیل القدر مفتی کے فضائل و مناقب کے لیے یہ کہہ دینا کافی فضیلت اور ممتاز منقبت ہے کہ انہوں نے ایک لاکھ اٹھارہ ہزار مقبول فتاوٰی سے عالم اسلامی کے ایمان و اسلام کے تحفظ کی خدمت کی، جن میں سیکڑوں فتاوٰی محاکے اور فیصلے کی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔

ترتیب فتاوٰی

فتاوٰی کا یہ بے نظیر مجموعہ اور مسائل فقہیہ کا یہ بے مثال ذخیرہ بطونِ اوراق میں محبوس اور عام نگاہوں سے اوجھل تھا، ان فتاوٰی سے صرف مستفتیوں ہی نے اپنے وقت میں فائدہ اٹھایا۔ دوسرے طالبوں کی ان تک رسائی کی کوئی صورت نہ تھی، اور اس طرح پر نفع محدود اور خاص ہو کر رہ گیا تھا، جذبات کے درجہ میں کئی بار تڑپ پیدا ہوئی کہ اس انمول ذخیرے اور دارالعلوم کی اس باقیات صالحات کو عام نگاہوں کے سامنے لایا جائے، لیکن اسباب مساعد نہ ہوئے۔ بالآخر ۱۳۶۷ھ میں لکھنؤ کے ایک سفر کے دوران میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر ''الفرقان'' لکھنؤ ممبر مجلس شورٰی دارالعلوم کی اتفاقی معیت ریل میں ہوگئی، اور ممدوح نے حسن اتفاق سے اسی تڑپ کا اظہار فرمایا جو احقر کے دل میں پہلے سے موجزن تھی۔ دو رائیں مجتمع ہونے سے قدرتی طور پر اصل رائے اور جذبہ میں قوت پیدا ہوگئی احقر نے اسی تفصیل سے یہ رائے بہ طور استشارہ اس دور کے شیخ الافتاء حضرت مولانا اعزاز علی صاحب مرحوم کے سامنے رکھی، آپ نے نہ صرف اس رائے سے اتفاق ہی فرمایا بلکہ اسے ایک الہامی تجویز بتلا کر میری کافی حوصلہ افزائی فرمائی، جس سے قوتِ رائے کے ساتھ اس بارے میں عزم عمل بھی پیدا ہوگیا اور احقر نے ایک باضابطہ تجویز دارالافتاء میں بھیج کر ترتیب فتاوٰی کا کام شروع کرادیا۔

الحمد للہ کہ تھوڑی ہی مدت کے بعد ترتیب فتاویٰ کا ایک معتد بہ ذخیرہ بہ طور نمونہ احقر کے سامنے لے آیا گیا۔ عمل کا ایک نمونہ سامنے آجانے پر احقر نے اس خیال کو مجلس شوریٰ دارالعلوم کے سامنے رکھا۔ مجلس نے کافی حوصلہ افزائی کے ساتھ طے کیا کہ اس ذخیرۂ فتاویٰ کو مزید ترتیب اور تفصیل کے لیے ایک مستقل شعبہ ترتیب فتاویٰ قائم کیا جائے اور ایک مستقل مرتب فتاویٰ کی منظوری دی۔ اس دور میں کئی مرتب فتاویٰ یکے بعد دیگرے رکھے جاتے رہے، اور کام جاری رہا۔ بالآخر اس سلسلہ کی انتہا جناب مولانا محمد ظفیر الدین صاحب زید مجدہٗ پر ہوئی اور انہوں نے غیر معمولی جانفشانی اور تندہی سے لگ کر ترتیب فتاویٰ کا کام حسنِ اسلوب سے انجام دینا شروع کیا جو آج اپنی مرتب صورت میں ناظرین کے سامنے موجود ہے، اور ہم اس کی طباعت و اشاعت کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اور ان شاء اللہ بہ اقساط و حصص (متعدد جلدوں میں) یہ نورانی ذخیرہ ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے رہیں گے۔

سلسلۂ ترتیب میں مرتبوں کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، جن میں ناقلوں کی غلط نویسی سب سے بڑی مشکل اور سخت ترین مصیبت ہے، جس کا حل کافی محنت طلب ہوتا ہے، مگر چوں کہ مرتبین خود علماء و فضلاء ہیں اور ایک علمی جماعت کی نگرانی میں ترتیب کا کام انجام دیا جا رہا ہے، اس لیے امید ہے کہ ان تمام مشکلات پر ان شاء اللہ عبور حاصل کر لیا جائے گا۔ کام اپنے راستہ پر آ کر بعون الٰہی چل پڑا ہے، جس نے اپنا راستہ خود نکال لیا ہے، امید ہے کہ بہت جلد فتاویٰ کا یہ پورا ذخیرہ منصۂ شہود پر آجائے گا، اور جس طرح فتاویٰ عالم گیری نے قدیم ہندوستان کے قانون میں جگہ پائی تھی، اسی طرح امید ہے کہ فتاویٰ دارالعلوم ہندوستان جدید کے قانون زندگی میں روح بن کر دوڑ جائے گا کیوں کہ اس میں ہر شعبۂ زندگی کے متعلق احکام کا ذخیرہ جمع شدہ موجود ہے۔

فتاویٰ کا نفع عام کرنے کے لیے ابواب و فصول کی ترتیب قائم کر کے ہر ہر مسئلہ کو متعلقہ باب اور فصل میں رکھ دیا گیا ہے، تا کہ استخراج احکام کے وقت طالبوں کو دشواری پیش نہ آئے۔ اور عوام و خواص اس سے یکساں فائدہ حاصل کر سکیں۔ البتہ مکررات حذف کر دیے گئے۔

فتاویٰ سے منتفع ہونے والے حضرات سے استدعاء ہے کہ اس ناکارۂ خلائق اور مرتبین فتاویٰ اور منتظمین کو اپنی مخلصانہ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ وباللہ التوفیق

افقر عباد اللہ: محمد طیب غفرلہٗ
مہتمم دارالعلوم دیوبند (یوپی)
۵/ جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدّمہ

از: (حضرت مولانا مفتی) محمد ظفیر الدین، مرتب فتاویٰ (برّد اللّٰہ مضجعہ)

(ولادت: ۱۳۴۴ھ — وفات: ۱۴۳۲ھ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی .

ہمیں اس سے انکار نہیں کہ موجودہ دور علم وفن، تحقیق وتدقیق اور اکتشافات جدیدہ کے میدان میں بہت آگے نکل چکا ہے، مگر ساتھ ہی اس کے اظہار میں بھی ذرّہ برابر تذبذب نہیں ہے کہ دنیا اس ''نظامِ حیات'' سے بہت دور جا پڑی ہے جو انسانوں کو انسانیت بخشتا ہے اور انسانی مجد وشرف سے ہم آغوش کرتا ہے۔

یہ درست ہے کہ انسانی دماغ نے فضا کو محکوم بنالیا اور زمین کا سینہ چیر کر اس کے خزانے نکال لایا، یہ بھی واقعہ ہے کہ نئی ایجادات نے دنیا کی آنکھیں خیرہ کر ڈالیں اور انسانی جدوجہد اپنے شباب پر پہنچ چکی، لیکن اسی کے ساتھ اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہمارے اس دور میں نہ اخلاق و اعمال کی پاکیزگی باقی رہی، اور نہ عقائد و معاملات کی پختگی، نہ دلوں میں اخلاص وللّٰہیت کی روشنی رہی، اور نہ سینوں میں امانت ودیانت کی جلوہ گری، مختصر یہ کہ انسان سب کچھ ہے، مگر جوہر آدمیت سے محروم ہے۔

دین اسلام اور اس کے اغراض ومقاصد

ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ اسلام خدا کا آخری اور مکمل ترین دین ہے، جس کی تکمیل کا اعلان قرآن مقدس میں موجود ہے، یہ روئے زمین پر آیا ہی اس لیے ہے کہ پوری کائنات کو خدائی نظام

پر چلائے، اور ان گوشوں کو اجاگر کرے جو انسانوں کو فضل و کمال، شرف و مکرمت، یکجہتی و یکانگت اور اخوت و محبت کی لازوال دولت سے مالا مال کردے، انسانیت اور اس کے تقاضوں سے محروم نہ ہونے پائے، جو اس کا نمایاں طرۂ امتیاز ہے۔

رب العالمین نے اس عظیم الشان ''نظامِ حیات'' کی بقاء کے لیے قرآن مقدس جیسی کتاب نازل کی اور قیامت تک کے لیے اس کی حفاظت کا اعلان کیا، پھر رحمتِ عالم ﷺ کو برگزیدہ رسول اور معصوم معلم کائنات بنا کر مبعوث فرمایا، اور ختم نبوت کے تاج سے سرفراز کیا، تاکہ پورے اطمینان کے ساتھ آپ کی تعلیم و تبیین، تزکیہ و تطہیر، اور آپ کے پیش کردہ نشانِ راہ پر ایمان لایا جائے اور اسے اپنی زندگی کا محور و مرکز بنالیا جائے، اور اس طرح انسان اس منزل مقصود کو پالے، جو اس کی تخلیق کا منشاء ہے۔

اسلامی نظامِ حیات پر عمل عہد صحابہ میں

عہدِ صحابہ تک یہ نظام، فکر و نظر سے آگے بڑھ کر عمل بلکہ ہر حرکت و سکون میں جاری و ساری تھا، آفتاب نبوت گور و پوش ہو چکا تھا، مگر اس کی گرمی سے سینے اسی طرح معمور تھے، جمال نبوی سے آنکھیں بہ ظاہر محروم تھیں، لیکن دیدارِ نبوی نے جو نشہ پیدا کر دیا تھا اس میں کوئی کمی نہیں آئی تھی، بلکہ کیف و مستی کا وہی عالم تھا، جدھر دیکھیے، اور جہاں دیکھیے وہی حوروں کی سی پاکیزہ دلی اور فرشتوں کا سا تقدس، جانوں کی قربانی دی جا سکتی تھی، لیکن شعبہ جات ایمان کی شاخوں میں سے کسی شاخ کی پژمردگی ایک لمحہ کے لیے بھی انہیں برداشت نہیں تھی۔

صحابۂ کرامؓ آنحضرت ﷺ کے اعمال و اقوال کے چلتے پھرتے مجسمے تھے، ان کی کوئی ادا اسوۂ نبویہ کے خلاف نہ تھی اور سچ پوچھیے تو کتاب و سنت کی یہ ایسی دل فروز شمعیں تھیں جن سے پوری آبادی بقعۂ نور بنی ہوئی تھی۔

ضرورت تدوین فقہ

مگر جس طرح انسان ترقی کرتا گیا، اس کی ضرورتیں بڑھتی اور پھیلتی گئیں، پھر اسلامی حکومتوں

کی وسعت سے نئے نئے مسائل پیدا ہوتے چلے گئے، ادھر مزاجوں میں بڑی تیزی سے انقلاب آرہا تھا، سوز و گداز اور سادہ دلی و سادہ زندگی جو صحابۂ کرامؓ کا شیوۂ خاص تھا، ختم ہوتا جا رہا تھا۔ ایران و روم اور دوسرے عجمی ممالک کی سہل پسندی طبیعتوں میں مرکوز ہوتی جا رہی تھی، اس لیے حالات کا تقاضہ ہوا کہ کتاب و سنت کی تعلیمات ایک نئے انداز سے مرتب ہوں۔ صحابۂ کرامؓ کے اقوال تلاش کیے جائیں، اور دین کا سارا ذخیرہ سامنے رکھ کر ''نظامِ حیات'' کی ترتیب ایسے جاذب نظر اور دل کش انداز میں ہو کہ جسے عالم و جاہل، ذہین و غبی، عربی و عجمی، اور شہری و بدوی ہر ایک بہ آسانی سمجھ لے، اور جو مسائل صراحۃً کتاب و سنت اور اقوال صحابہ میں موجود نہیں ہیں، علماء کے باہمی غور و فکر اور بحث و تمحیص سے مستنبط ہوں، تاکہ آنے والی نسلیں پریشانیوں سے دو چار نہ ہونے پائیں، اور کتاب و سنت کی روشنی میں تیز گامی سے چل سکیں، اور ساتھ ہی ان کی عجلت پسند اور سہل طلب طبیعتیں تلاش و تجسس کی مشقت سے محفوظ ہو جائیں۔

تدوین فقہ اور امام ابوحنیفہؒ

یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ اسلام ایک ہمہ گیر، وسیع اور دائمی ''نظامِ حیات'' ہے اور اس نے اپنی اس امتیازی شانِ ہمہ گیری اور دوامی حیثیت کی بقاء کی خاطر اپنے اندر ایسی لچک اور گنجائش رکھی ہے کہ ہر دور میں اور ہر جگہ انسانی ضروریات کا ساتھ دے سکے، اور کسی منزل پر اپنے پیرو کی رہبری سے قاصر نہ رہے۔

چنانچہ علمائے ربّانیین نے اس ضرورت کا احساس کیا اور اس کے لیے سب سے پہلے سراج الامت حضرت امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) آمادہ ہوئے اور آپ نے اپنے عہد کے علماء کرام کی ایک ایسی معقول تعداد جمع کی جس میں ہر علم و فن کے ماہرین شریک تھے، اور جو اپنے علم و فن میں بصیرت و مہارت کے ساتھ ساتھ زہد و اتقاء، خداترسی و فرض شناسی اور دوسرے اوصاف سے متصف تھے۔

خود امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) جنہیں اس مجلس علماء کے صدر کی حیثیت حاصل تھی، ان سارے کمالات و فضائل کے جامع تھے، جن کی ایسے اہم دینی کام میں ضرورت ہوتی ہے، اس زمانہ کا کوئی ایسا دینی مکتب فکر نہیں تھا جس سے آپ نے بیدار مغزی کے ساتھ استفادہ نہ کیا ہو، ہزاروں محدثین و

شیوخ کے فیض یافتہ تھے، کم وبیش چار ہزار تابعین علماء ومشائخ سے آپ نے علم حاصل کیا تھا۔

شرف تابعیت

پھر خود آپ کو بھی تابعی ہونے کا شرف حاصل تھا، بعض روایات کے مطابق جس زمانہ میں آپ کوفہ میں پیدا ہوئے، بہت سے صحابۂ کرامؓ وہاں موجود تھے، اور اس میں تو کسی کو بھی شبہ نہیں ہے کہ بعض صحابہ کو آپ نے دیکھا تھا، اور بہت سے صحابۂ کرامؓ مختلف شہروں میں اس وقت بہ قید حیات تھے۔

و أمّا رؤيتُهُ لأنسٍ و إدراكهُ لِجماعةٍ من الصّحابةِ بِالسِّنّ ؛ فصحيحانِ لا شكَّ فيهما. (الخيرات الحسان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان للشيخ شهاب الدّين أحمد بن حجر الهيثمي ، ص:۲۳،المطبوعة: دار الكتب العربية الكبرى ، مصر)

ترجمہ: ان کا یعنی امام ابوحنیفہؒ کا حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھنا، اور صحابۂ کرام کی ایک جماعت کا زمانہ پانا دونوں باتیں صحیح ہیں اور شک وشبہ سے پاک۔

امتیازی شان

یہ ایک ایسا شرف تھا جس میں کوئی ہم عصر آپ کا سہیم وشریک نہ تھا۔

و في فتاوٰى شيخِ الإسلامِ ابنِ حجرٍ أنَّهُ أدركَ جماعةً من الصّحابةِ كانوا بالكوفةِ بعدَ مولدِهِ بها سنةَ ثمانينَ ، فهو من طبقةِ التّابعينَ ، و لم يثبتْ ذلك لأحدٍ من أئمّةِ الأمصارِ المعاصرينَ لهُ ؛ كالأوزاعيّ بالشّامِ ، و الحمادينِ بالبصرةِ ، و الثّوريّ بالكوفةِ ، و مالكٍ بالمدينةِ الشّريفةِ ، و اللّيثِ بن سعدٍ بمصر. (الخيرات الحسان،ص:۲۱)

ترجمہ: شیخ الاسلام ابن حجر کے فتاوٰی میں صراحت ہے کہ انہوں نے (یعنی امام ابوحنیفہؒ) نے ان صحابۂ کرامؓ کی ایک جماعت کو پایا تھا، جو ۸۰ھ میں آپ کی پیدائش کے بعد کوفہ میں زندہ سلامت تھی اور اسی وجہ سے آپ کا شمار تابعین میں ہے، یہ شرف ایسا ہے جو آپ کے معاصرین میں سے کسی کو حاصل نہیں، جیسے شام میں اوزاعیؒ، بصرہ میں حمادؒ، کوفہ میں امام ثوریؒ، مدینہ میں امام مالکؒ،

اور مصر میں لیث بن سعد (ان میں سے کسی کو تابعی ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے)

امام اعظمؒ کی حیثیت

ائمہ اربعہ جن کے مذاہب اس وقت دنیا میں رائج ہیں، ان میں امام ابوحنیفہؒ اپنے علم وفضل اور سن وسال میں سب سے مقدم تھے، اور بالواسطہ یا بلاواسطہ بقیہ تمام ائمہ آپ کے فیض یافتہ تھے۔

الا من اشتهرت مذاهبهم هم أربعة (١) أبوحنيفة الكوفي، ومالك وأحمد والشّافعي وأولهم الأوّل ويعاصرهُ الثّاني . و قيل: روى الأوّل من الثّاني. وقيل: بل الثّاني تلميذ للأوّل ، و الثّالث تلميذ للرّابع ، والرّابع تلميذ للثّاني ولبعض تلامذة الأوّل .

(مقدّمة الفوائد البهيّة،ص:۷)

ترجمہ: جن کے مذاہب نے شہرت حاصل کی، وہ چار امام ہیں: (۱) امام ابوحنیفہؒ کوفی، (۲) امام مالکؒ، (۳) امام احمدؒ، (۴) اور امام شافعیؒ۔ ان چاروں میں سے پہلے (یعنی امام ابوحنیفہؒ) مقدم ہیں، اور دوسرے آپ کے ہم عصر ہیں، یعنی امام مالکؒ، اور بعضوں نے کہا پہلے (امام ابوحنیفہؒ) نے دوسرے (امام مالکؒ) سے روایت کی، اور بعضوں کا بیان ہے کہ دوسرے (امام مالکؒ) پہلے (امام ابوحنیفہؒ) کے شاگرد ہیں، اور تیسرے (امام احمدؒ) چوتھے (امام شافعیؒ) کے شاگرد ہیں، اور چوتھے (امام شافعیؒ) دوسرے (امام مالکؒ) اور پہلے (امام ابوحنیفہؒ) کے بعض تلامذہ کے شاگرد ہیں۔

اس کا ماحصل یہ ہوا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ ان چاروں میں مقدم ہیں اور ان چاروں میں سے آپ کے ہمعصر صرف امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) ہیں جو آپ سے پندرہ سال چھوٹے تھے، پھر بعض علماء تاریخ کے بیان کے مطابق امام مالکؒ آپ کے شاگردوں میں ہیں، اور یہ بات عقل میں آتی بھی ہے، اس لیے کہ یہ عمر میں آپ سے کم تھے اور اس میں تو قطعاً شبہ ہی نہیں کہ امام شافعیؒ، امام مالکؒ کے اور امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) وغیرہ کے شاگرد ہیں، اور دنیا جانتی ہے کہ امام محمدؒ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگرد رشید تھے، اور بعض علماء کے قول کے مطابق امام مالکؒ بھی، رہ گئے امام احمدؒ، یہ امام شافعیؒ کے

(۱) امام ابوحنیفہؒ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، امام مالکؒ ۹۵ھ میں، امام شافعیؒ ۱۵۰ھ میں اور امام احمدؒ ۱۶۴ھ میں، اس کا ماحصل یہ ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ کے پندرہ سال بعد امام مالکؒ پیدا ہوئے۔ اور ستر سال بعد امام شافعیؒ اور چوراسی سال بعد امام احمدؒ۔ (اکمال فی اسماء الرجال)

شاگرد ہیں۔اس طرح یہ سلسلہ بھی امام اعظمؒ سے جا کر ملا، اورامام شافعیؒ وامام احمدؒ، امام اعظمؒ سے عمر میں بہت چھوٹے ہیں۔ان میں سے پہلے ستر سال اور دوسرے چوراسی سال۔

امام اعظمؒ کو ایک طرف تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے جو ان بقیہ تینوں ائمہ میں سے کسی کو حاصل نہیں۔دوسری طرف آپ عمر میں ان میں سب سے بڑے ہیں۔

ملاعلی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) آپ کے انہی فضائل ومناقب کے پیش نظر تحریر فرماتے ہیں:

الحاصلُ أنَّ التّابعينَ أفضلُ الأمّةِ بعدَ الصّحابةِ ...... فنعتقدُ أنّ الإمامَ الأعظمَ والهمامَ الأقدَمَ أبوحنيفةَ رحمهُ اللّٰهُ أفضلُ الأئمّةِ المجتهدينَ ، و أكملُ الفُقهاءِ في علومِ الدّينِ ، ثمّ الإمامُ مالكٌ رحمهُ اللّٰهُ فإنّهُ مِن أتباعِ التّابعينَ ، ثمّ الإمامُ الشّافعيُّ رحمهُ اللّٰهُ لكونهِ تلميذَ الإمامِ مالكٍ رحمهُ اللّٰهُ ، بلْ تِلميذَ الإمامِ محمّد رحمهُ اللّٰهُ ، ثمّ الإمامُ أحمدُ بنُ حنبلٍ رحمهُ اللّٰهُ ، فإنّه كالتّلميذِ للشّافعي رحمهُ اللّٰهُ . (شرح فقه أكبر ص:۲۰۷، مسئلة في بيان أفضليّة التّابعين ، المطبوعة: مكتبة دار الإيمان ، سهارنفور)

ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ تابعین کا درجہ صحابۂ کرامؓ کے بعد امت میں سب سے بڑھا ہوا ہے، اسی وجہ سے ہمارا اعتقاد ہے کہ امام اعظمؒ ہمام اقدم ابوحنیفہؒ کا مرتبہ ائمہ مجتہدین میں سب سے اونچا ہے، اور فقہائے علوم دینیہ میں آپ سب سے بلند واکمل ہیں۔آپ کے بعد امام مالکؒ کا درجہ ہے، جو تبع تابعین کی صف میں ہیں۔پھر امام شافعیؒ کا؛ اس لیے کہ آپ امام مالکؒ بلکہ امام محمدؒ کے شاگرد ہیں۔ پھر امام احمدؒ کا جو امام شافعیؒ کے شاگرد کے درجے میں ہیں۔

ماہرین علم وفن کی جماعت

اس مختصر تفصیل کا مقصد یہ ہے کہ صدر مجلس اپنے محاسن ومناقب میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے؛ چنانچہ آپ نے کتاب وسنت اور لغت ومحاورات کے ان ماہرین علمائے ربانیین کے ساتھ مل کر اسلامی نظام کی دفعات مرتب کیں، اور اصول وفروع کا نقشہ تیار کیا، اور اس طرح کی اس علمی ودینی پارلیمنٹ میں سبھوں نے وسعت نظری کے ساتھ ایک ایک مسئلہ پر غور کیا، اور بحث ومباحثہ، تحقیق وجستجو کی ضرورت پیش آئی تو اس سے بھی گریز نہیں کیا۔

تدوین فقہ میں احتیاط

کتاب وسنت اور اقوال صحابہ کا پورا ذخیرہ سامنے رکھا، تا کہ کوئی گوشہ نظروں سے اوجھل نہ رہنے پائے، اور ہر طرح چھان پھٹک کر جچے تلے جملوں میں اسے قلم بند کیا، اور اس دیدہ ریزی، غور وفکر، اخلاص وللّٰہیت اور فضل وکمال کے ساتھ فقہ کا وجود عمل میں آیا۔ جو ہر جہت سے مہذب ومرتب اور زندگی کے تمام شعبہ جات پر جاری ہے۔

طریقۂ تدوین

جن علمائے قائمین بالحق کی مجلس میں استنباط واستخراج مسائل کا مہتم بالشان کام انجام پایا، ان کی تعداد سیکڑوں سے بڑھ کر ہزار تک تھی، ان میں چالیس علماء خصوصی صلاحیتوں کے مالک تھے، اور مختلف علم وفن کے ماہرین شمار ہوتے تھے(۱)

روى الإمامُ أبو جعفرَ الشِّيرَاماذيُّ عن شقيقٍ البلخيِّ ، أنّهُ كانَ يقولُ: كان الإمامُ أبو حنيفةَ مِن أورعِ النّاسِ ، و أعْبَدِ النّاسِ ، و أكرمِ النّاسِ ، و أكثرِهِمْ احتياطًا في الدّينِ ، و أبعدِهم عنِ القولِ بالرّأيِ في دينِ اللّٰهِ عزّ وجلّ ، و كان لا يَضَعُ مسئلةً في العلمِ حتّٰى يجمعَ أصحابَهُ عليهَا و يَعْقِدَ عليهَا مجلسًا ، فإذا اتّفقَ أصحابُهُ كلّهمْ علىٰ مُوافقتِهَا للشّريعةِ قال لأبي يوسف أو غيرِهِ : ضَعْهَا في البابِ الفلانيِّ اهـ (ردّ المحتار :۱/۱۵۳، مقدّمة ، مطلب في مولد الأئمّة الأربعة و وفاتهم ومدّة حياتهم)

ترجمہ: امام ابوجعفر الشیر ماذی؛ شقیق بلخی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ لوگوں میں سب سے بڑھ کر پرہیز گار عبادت گذار کریم النفس اور دین کے باب میں محتاط تھے، آپ اللہ تعالیٰ کے دین میں ذاتی رائے کے اظہار سے کوسوں دور تھے، کسی علمی مسئلہ کی اس وقت تک

---

(۱) و نقل عن مسند الخوارزمي أنّ الإمام اجتمع معه ألف من أصحابه ، أجلُّهم و أفضلُهم أربعون قد بلغوا حدّ الاجتهاد ، فقرّبهم وأدناهم . (ردّ المحتار:۱/۱۵۳)

ان چالیس علماء کے حالات کے لیے (جو خصوصی طور پر مجلس تدوین فقہ میں شریک تھے) دیکھئے مقدمہ انوار الباری مؤلفہ مولانا احمد رضا صاحب۔

تفریع نہیں کرتے جب تک تمام احباب کو جمع کرکے اس پر بحث نہ کرلیتے، جب سارے علماء شریعت کے اس مسئلہ میں متفق ہوجاتے، تو کہیں جاکر امام ابویوسف سے یا ان کے سوا کسی اور سے فرماتے کہ اسے فلاں باب میں داخل کرلو۔

ایک ایک مسئلہ پر بحث

امام شعرانیؒ نے (م ۹۷۳ھ) بھی امام صاحبؒ کے اس طرز استنباط کا تذکرہ کیا ہے اور تقریبًا کم وبیش انہی الفاظ کے ساتھ، چنانچہ علامہ شامیؒ نے بھی لکھا ہے:

و كذا في الميزان للإمامِ الشّعرانيِّ قُدِّسَ سرّهٗ. (ردّ المحتار:۱/۱۵۳)

ترجمہ: امام شعرانیؒ کی کتابُ المیزان میں ایسا ہی ہے۔

پھر علامہ ابن عابدین شامی (م ۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

فكانَ إذا وقعتْ واقعةٌ شَاورَهُم و نَاظرهُم و حاورَهم و سألهُم ، فيسمعُ ما عندهم من الأخبارِ و الآثارِ و يقولُ ما عندهٗ ، و يناظرهُم شهرًا أو أكثرَ ، حتّٰى يستقرَّ آخرُ الأقوالِ فيُثبتِهٗ أبو يوسفَ ، حتّٰى أثبتَ الأصولَ على هذا المنهاجِ شورٰى ، لا أنّهٗ تفرّدَ بذلكَ كغيرِهٖ مِن الأئمّةِ اهـ (ردّ المحتار:۱/۱۵۳)

ترجمہ: جب کوئی واقعہ (مسئلہ) آپڑتا تو امام ابوحنیفہؒ اپنے تمام اصحاب علم وفن سے مشورہ، بحث ومباحثہ اور تبادلۂ خیال کرتے، پہلے ان سے فرماتے کہ جو کچھ ان کے پاس حدیث اور اقوال صحابہ کا ذخیرہ ہے وہ پیش کریں، پھر خود اپنا حدیثی ذخیرہ سامنے رکھتے اور اس کے بعد ایک ماہ یا اس سے زیادہ اس مسئلہ پر بحث کرتے، تا آنکہ آخری بات طے پاتی اور امام ابویوسفؒ اسے قلم بند کرتے اس طرح شورائی طریقہ پر سارے اصول منضبط ہوئے، ایسا نہیں ہوا کہ تنہا کبھی کوئی بات کہی ہو دوسرے ائمہ کی طرح۔

کتاب وسنت کی حیثیت

''اخبار وآثار'' کے الفاظ بتارہے ہیں کہ پہلے ان علماء کے پاس کتاب وسنت کا جو ذخیرہ ہوتا تھا

وہ سنایا جاتا تھا، پھر صدر مجلس کے علم میں کتاب وسنت کا جو خزانہ محفوظ ہوتا، وہ پیش ہوتا، اوران تمام مرحلوں کے بعدان کی روشنی میں ہر شخص پیش آمدہ مسئلہ پر بحث کرتا اوراپنی رائے دیتا، دوسرے اس پر مختلف پہلو سے اعتراض اوراشکالات پیدا کرتے، پھراشکالات کا ہرایک اپنے فہم کے مطابق مگر کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دیتا،خودامام ابوحنیفہؒ بھی اس بحث ومباحثہ میں حصہ لیتے اورجیسا کہ آپ نے ابھی پڑھاایک ایک مسئلہ پرمہینوں بحث جاری رہتی، جب ہر پہلو سے اطمینان حاصل کرلیا جاتا،تواسے جچے تلےالفاظ میں درج رجسٹر کیا جاتا۔

خودسوچیۓ اگرتنہا کسی ایک کی بات ہوتی توغلطی کا احتمال تھا،مگر جہاں چالیس چالیس جیّد ماہرفن علماء ہوں اور پوری سنجیدگی اور دیانت داری سے ہفتوں اورمہینوں تک ایک ایک اصل پر کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اوراقوال صحابہ کی روشنی میں بحث وتمحیص ہو،غلطی کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔

انسانی غلطی کا تدارک

لیکن بہرحال تھے یہ سارے علماء ربانیین انسان ہی، اس لیے ممکن تھا کہ کہیں کسی مسئلہ میں لغزش رہ گئی ہو، یا آیات واحادیث سے استنباط واستخراج میں نظر چوک گئی ہو،اس لیے صدر مجلس نے ضروری سمجھا کہ بااین ہمہ حزم واحتیاط اورکدوکاوش، انسانی بھول چوک اورمحدودنظری سے صرفِ نظر کسی طرح بھی مناسب نہیں؛ چنانچہ اعلان کردیا کہ اگرکسی مستنبط مسئلہ کا کتاب وسنت کے خلاف ہونا ثابت ہوجائے تو ہرمسلمان کواختیار، بلکہ اس کا فریضہ ہے کہ وہ اسے ترک کردے،صراحۃً حدیث سے جومسئلہ جس طرح ثابت ہوتا ہے،اسی پرعمل کرے۔

فقد صحّ عن أبي حنيفةَ رحمهُ اللّٰه أنهُ قال : إذا صحّ الحديثُ فهو مذهبي ، و قد حكى ذٰلك الإمامُ ابنُ عبدِ البرّ عن أبي حنيفةَ وغيرهِ من الأئمّةِ انتهٰى ، و نقلهُ أيضًا الإمامُ الشّعرانيُّ عن الأئمّةِ الأربعةِ . (شرح عقود رسم المفتي، ص:١١٦-١١٧، الأخذ بقول واحدٍ من أصحاب الإمام هو الأخذ بقولهٖ)

ترجمہ: یہ روایت امام ابوحنیفہؒ سے بالکل درست ہے کہ آپ نے فرمایا: جب حدیث صحت کو پہنچ جائے تو پھر میرا مذہب وہی حدیث ہے، اسے امام ابن عبدالبر اور دوسرے ائمہ دین نے امام

ابوحنیفہؒ کے باب میں بیان کیا ہے۔اور امام شعرانی نے بھی اسے ائمہ اربعہ سے نقل کیا ہے۔

امام اعظمؒ کا اعلان

صاحبِ ہدایہ (م ۵۹۳ھ) سے مختلف حضرات نے ان کی یہ روایت نقل کی ہے جو روضۃ العلماء زندوسیہ کے باب فضل صحابہ میں ہے:

سُئِلَ عن أبي حنيفةَ: إذا قلتَ قولاً وكتابُ اللّٰهِ يُخالفهُ ؟قال: اُتْرُكُوْا قولِي بكتابِ اللّٰهِ ، فقيل: إذا كانَ خبرُ الرّسولِ صلّى اللّٰهُ عليه وسلّم يُخالفُهُ ؟ قال: اتركُوا قَولِي بخبرِ رسولِ اللّٰهِ صلّى اللّٰه عليه وسلّم ، فقيل: إذا كانَ قولُ الصّحابةِ يُخالفُهُ ؟ قال: اتركوا قولِي بقولِ الصّحابةِ. (عِقد الجِيْد في أحكام الاجتهاد والتّقليد للشّاه ولي اللّٰه، ص:٦٦، المطبوعة : مطبع صديقي ، لاهور)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ جب آپ کے کسی قول کی کتاب اللہ سے مخالفت ہوتی ہو تو ایسی حالت میں کیا کیا جائے؟ آپ نے فرمایا: ’’کتاب اللہ کے مقابلہ میں میرا قول ترک کردو‘‘۔ کہا گیا: اگر حدیث رسول سے اس کی مخالفت ہوتی ہو تو؟ فرمایا: ’’آنحضرت ﷺ (کی حدیث) کے مقابلہ میں میرا قول چھوڑ دو‘‘۔ کہا گیا: اور اگر ایسا ہی قول صحابہ اس کے خلاف پڑے تو؟ فرمایا: ’’قول صحابہ کے مقابلہ میں بھی میرا قول چھوڑ دو‘‘۔ یعنی میرے قول کی وقعت اس وقت کچھ نہیں، جب وہ ان میں سے کسی کے بھی خلاف ثابت ہو۔

بات بالکل درست ہے کہ دراصل جو جدید ترتیب مسائل کی ہورہی تھی، یہ کتاب وسنت اور اقوال صحابہ کی روشنی ہی میں تو ہورہی تھی، اس طرز جدید کا منشاء صرف یہی تھا کہ امت کے سامنے زمانۂ حال کے مطابق مسائل سہل اسلوب میں آجائیں۔ اس لیے کہ زمانہ کی رفتار کا جو رخ تھا، وہ بتا رہا تھا کہ انسانی مزاج سہل پسند بنتا جارہا ہے، اگر اس وقت توجہ نہیں دی گئی تو آگے چل کر دشواری بڑھتی ہی چلی جائے گی۔

دلائل پر بنیاد

امام ابوحنیفہؒ نے اسی پر بس نہیں کیا تھا، بلکہ اپنے تلامذہ اور اصحاب کو حکم دے رکھا تھا کہ تم

خواہ مخواہ کسی ایک بات پر جم نہ جانا، بلکہ اگر کسی مسئلہ میں کوئی وزنی اور قابلِ اعتماد دلیل شرعی مل جائے تو پھر اس کو اختیار کرنا اور اس کا دوسروں کو حکم دینا، اس لیے کہ مقصد کتاب وسنت اور اقوال صحابہ پر عمل ہے، اپنی بات پر ضد اور اپنے فہم کی اشاعت پیش نظر نہیں ہے۔

فاعلمْ أنّ الإمام أبا حنيفةَ رحمهُ اللّٰه تعالیٰ من شدّةِ احتياطهٖ و ورعهٖ و علمهٖ بأنّ الاختلافَ من آثارِ الرّحمةِ قال لأصحابهٖ : إن توجّه لكم دليلٌ فقولوا بهٖ . (شرح عقود رسم المفتي، ص:۱۱۲، إذا وقعَ التّعارضُ بين آيتينِ أو حديثينِ أو أثرينِ أو قياسينِ)

ترجمہ: غایت احتیاط اور اس یقین کی وجہ سے کہ اختلاف آثار رحمت سے ہے، امام ابوحنیفہؒ نے اپنے اصحاب سے فرمادیا تھا کہ ’’اگر کوئی دلیل تم کو مل جائے تو پھر اسی پر عمل کرو، اور اسی کا حکم دو‘‘۔

بعد والوں کی احتیاط

چنانچہ آپ کے تلامذہ واصحاب اور بعد والوں نے اس قول کی اہمیت محسوس کی، اور جب کبھی اور جہاں کہیں کسی مسئلہ کے اندر دلائل و براہین کی روشنی میں شبہ پیدا ہوا اسے ترک کردیا اور کتاب وسنت کے دائرہ میں جو دوسری صحیح صورت نظر آئی، اس پر عمل کیا۔

و قدْ يتّفقُ لهُم أن يُخالفُوا أصحابَ المذهبِ لِدلائلَ و أسبابٍ ظهرتْ لهُم .

(ردّ المحتار:۱/۱۵۶، مقدّمة ، مطلب: رسم المفتي)

ترجمہ: اور کبھی کبھی دلائل و براہین کے پیش نظر اصحاب مذہب کی مخالفت بھی ان لوگوں نے کی ہے۔

ضد سے اجتناب کی بہ کثرت مثالیں

یہ تو آپ کے اصحاب وتلامذہ کا حال تھا کہ انہوں نے بیسیوں مسئلہ میں آپ سے دلائل اور اپنے فہم کی بنیاد پر اختلاف کیا، اور اسی پر ان کا عمل رہا۔ دوسری طرف خود امام اعظمؒ کا حال یہ تھا کہ اگر کسی طے کردہ مسئلہ کے خلاف کوئی دوسری رائے کتاب وسنت کی روشنی میں وزنی معلوم ہوئی اور کتاب وسنت سے قریب تر، تو آپ نے اس طے کردہ مسئلہ کو ترک کردیا، اور اس سے رجوع کرکے

دوسری طرف کے قائل ہوگئے، ایک دونہیں بیسیوں مسائل ایسے ہیں جن سے آپ کا رجوع ثابت ہے، جن لوگوں نے دقت نظر سے فقہ کا مطالعہ کیا ہے ان کی نگاہوں سے یہ چیزیں پوشیدہ نہیں ہیں۔

کتاب وسنت کے مقابلہ میں رائے کی شدید مذمت

یہ خوب اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ امام ابوحنیفہؒ اس رائے کی مذمت کرتے تھے جو کتاب و سنت سے مستفاد نہ ہو، بلکہ اسے ضلالت سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔

و قد روىَ الشّيخُ محيُّ الدّينِ في الفتوحاتِ المكّيّةِ بسندهٖ إلٰى الإمامِ أبي حنيفةَ رضي اللّٰه عنه أنّهُ كان يقولُ: إيّاكم والقولَ في دينِ اللّٰهِ تعالٰى بالرّأيِ، وعليكم بِاتّباعِ السّنّةِ، فمن خرجَ عنها ضَلَّ. (كتاب الميزان للشّعراني:۱/۵۰،المطبوعة: المطبعة الميمنيّة، مصر)

ترجمہ: فتوحات مکیہ میں شیخ محی الدین نے مسلسل ابوحنیفہؒ تک اپنی سند بیان کرنے کے بعد ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام صاحبؒ فرماتے تھے: ''اللہ تعالیٰ کے دین میں محض رائے کی بنیاد پر حکم کرنے سے بچو، اور اپنے اوپر سنت کی پیروی ضروری کرلو، اس لیے کہ جو اس سے خارج ہوا، وہ گمراہ ہوگیا''۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب تک شریعت میں کسی بات کا ثبوت نہ مل جائے اسے زبان پر لانا بھی گناہ ہے۔ **وكان يقولُ لا ينبغي لأحدٍ أن يقولَ قولاً حتّٰى يَعلمَ أنّ شريعةَ رسولِ اللّٰهِ صلّى اللّٰه عليه وسلّم تَقْبَلُهُ. (كتاب الميزان للشّعراني:۱/۵۱)**

ترجمہ: امام بوحنیفہؒ فرماتے تھے جب تک یہ یقین نہ ہوجائے کہ یہ بات شریعت رسول ﷺ کے مطابق ہے کسی کے لیے اس کا زبان پر لانا درست نہیں ہے۔

استنباط مسائل اور اس کے لیے اہتمام

جو مسائل صراحۃً کتاب وسنت اور اقوال صحابہ میں نہیں ملتے، ان کے لیے پوری مجلس طلب کرتے بحث وتمحیص سے کام لیتے اور جب تک کوئی چیز باہمی اتفاق سے طے نہ ہوجاتی، اطمینان خاطر نہ ہوتا

امام شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں: وكان يجمعَ العلماءُ في كلِّ مسئلةٍ لم يجدْها صريحةً في الكتابِ والسُّنّةِ ويعملُ بِما يتّفقونَ عليهِ فيهَا.

(كتاب الميزان للشّعراني: ۱/۵۱)

ترجمہ: جو مسئلہ کتاب وسنت میں صراحۃً نہیں ملتا اس کے لیے تمام علماء کو جمع کرتے اور جس پر سبھوں کا اتفاق ہوتا عمل فرماتے۔

استنباط واستخراج کے موقع پر بھی یہی کرتے، علماء عصر سے مشورہ اوران کا اتفاق ضروری سمجھتے، تنہا اس طرح کا کوئی قدم نہیں اٹھاتے تھے۔ وكذلكَ كان يفعلُ إذا استنبطَ حُكمًا فلا يكتبُهٗ حتّٰى يجمعَ عليهِ علماءَ عصرِهٖ ، فإن رَضَوْهُ قال لأبي يوسف: اُكْتُبْهُ .

(كتاب الميزان للشّعراني: ۱/۵۱)

ترجمہ: جب کبھی کسی حکم کا استنباط مقصود ہوتا تو اس وقت تک اسے ضبط تحریر میں نہیں لاتے، جب تک تمام علماء کو جمع کرکے مشورہ نہ کرلیتے، اگر سب اس سے متفق ہوتے اور پسند کرتے تو امام ابویوسف سے فرماتے ''اسے لکھ لو''۔

اصحاب الرائے کا حاصل

علماء نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو جو صاحب الرائے قرار دیا ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ کوئی ذاتی یا من مانی رائے ہوا کرتی تھی، اس لیے کہ آپ پڑھ چکے کہ امام صاحبؒ ایسی رائے کو گمراہی فرمایا کرتے تھے، لہٰذا اگر کسی نے ایسا کہا ہے یا سمجھا ہے تو اس سے کھلی ہوئی غلطی کا ارتکاب ہوا ہے، خواہ وہ بڑے سے بڑا محدث کیوں نہ ہو۔ امام موصوف اور آپ کے اصحاب اس سے بالکل بری ہیں، ابن حجر مکی شافعی (م ۹۷۳ھ) نے درست لکھا ہے۔

اعلَمْ أنّهٗ يتعيّنُ عليكَ أن لا تفهمَ من أقوالِ العُلماءِ عن أبي حنيفةَ وأصحابِهٖ أنّهم أصحابُ الرّأي أنّ مرادَهم بِذلكَ تنقيصُهم و لا نِسبتُهُمْ إلىٰ أنّهم يُقدّمونَ رأْيَهُمْ علىٰ سُنّةِ رسولِ اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم ولا علىٰ قولِ أصحابِهٖ لأنّهم بُرَاءُ مِن ذٰلكَ .

(الخيرات الحسان، ص:۲۶، المطبوعة: دار الكتب العربية الكبرى ، مصر)

ترجمہ: خوب یقین کرلو کہ علماء کے اقوال کی وجہ سے ہرگز یہ نہ سمجھنا کہ امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب سنت رسول اللہ اور اقوال صحابہ کے مقابلہ میں اصحاب الرائے ...... کی حیثیت رکھتے تھے، اس لیے کہ یہ حضرات اس سے بالکلیہ بری ہیں۔

تدوین فقہ میں ترتیب

آگے دلائل کے طور پر لکھتے ہیں کہ امام صاحبؒ اور آپ کے اصحاب کا طرز فکر اور استنباط واستخراج کیا تھا اور آپ کس اصول پر گامزن تھے؟ فرماتے ہیں:

فقدْ جاءَ عن أبي حنيفة من طُرقٍ كثيرةٍ ما مُلخّصُهُ أنّهُ أوّلاً يأخذُ بما في القرآنِ ، فإن لم يجدْ فبالسُّنّة ، فإن لم يجدْ فَبِقولِ الصّحابةِ ، فإن اختلفُوا أخذَ بما كان أقربَ إلى القرآنِ أو السُّنّةِ من أقوالِهم ولم يخرجْ عنهُم ، فإن لم يجدْ لأحدٍ منهم قولاً، لم يأخذ بقول أحدٍ من التّابعينَ بل يجتهدُ كما اجتهدُوْا .

(الخيرات الحسان، ص:۲۶-۲۷،المطبوعة: دار الكتب العربية الكبرى ، مصر)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ کے متعلق کثرت طرق سے جو ثابت شدہ حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ آپ پہلے قرآن اختیار کرتے، اگر قرآن میں وہ چیز نہیں ملتی تو سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرتے اور اگر سنت میں بھی کوئی چیز نہیں ملتی تو پھر قول صحابہ اختیار کرتے، اگر کسی مسئلہ میں صحابہ کا اختلاف ہوتا ان میں جو کتاب وسنت سے زیادہ قریب معلوم ہوتا اسے قبول کرتے اور اس حد سے باہر نہ جاتے، اور اگر صحابہ کا بھی کوئی قول نہیں ملتا تو تابعین میں سے کسی کا قول نہیں اختیار کرتے، بلکہ خود اجتہاد کرتے، جیسا کہ دوسرے لوگ کرتے۔

تدوین فقہ میں اوّلیت کا شرف

امت میں ترتیب فقہ اور مسائل کے استنباط واستخراج میں آپ کو اوّلیت کا شرف حاصل ہے، اس سے پہلے عام طور پر لوگوں کا دارومدار حافظہ پر تھا، امام مالکؒ بھی اس سلسلہ میں آپ کے خوشہ چیں ہیں، ابن حجر شافعیؒ نقل کرتے ہیں:

أنّهُ أوّلُ مَنَ دوَّنَ علمَ الفقهِ و رتَّبَهُ أبوأبًا و كُتبًا علٰى نحوِ ما هو عليهِ اليومَ ، وتَبِعَهُ مالكٌ فِي مُوَطّأه ، ومَن قبلَهُ إنّما كانوا يعتمدونَ علٰى حفظِهِمْ .

(الخيرات الحسان ص:۲۸، المطبوعة: دار الكتب العربية الكبرى ، مصر)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ پہلے شخص ہیں جنھوں نے علم فقہ کو مدوّن کیا، اور اسے اس طرح باب وفصل وار مرتب کیا جس طرح آج اس کی مرتب شکل پائی جاتی ہے، امام مالکؒ نے اپنی موطا میں آپ کی پیروی کی ہے، امام ابوحنیفہؒ سے پہلے لوگوں کا اعتماد حافظہ پر ہوا کرتا تھا۔

امام اعظمؒ اور آپ کے اصحاب پہلے محدث پھر فقیہ

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب پہلے محدث پھر فقیہ تھے، اس لیے کہ جس زمانہ مین احادیث کے مجموعے پائے نہیں جاتے تھے، بغیر علم حدیث کے مسائل کا استخراج کہاں سے ہوسکتا تھا؟! ''فقہ حنفی'' کا اتنا عظیم الشان ذخیرہ جس سے ساری دنیا اور بعد کے مجتہدین نے اپنے زمانہ میں استفادہ کیا، بغیر حدیث کے کہاں سے آگیا؟! اور آج اس کے سارے مسائل و اصول کس طرح حدیث کے مطابق ہوگئے؟! لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ''فقہ حنفی'' کتاب وسنت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔

ابن حجر شافعی (م ۹۷۳ھ) نے لکھا ہے:

مرّ أنّهُ أخذَ عن أربعةِ آلافِ شيخٍ من أئمّةِ التّابعينَ وغيرِهم ومِن ثَمّةَ ذكرهُ الذّهبيُّ وغيرُهُ في طبقاتِ الحُفّاظِ من المحدّثينَ . (الخيرات الحسان، ص:٦٠)

ترجمہ: یہ بات گذر چکی کہ امام ابوحنیفہؒ نے چار ہزار ائمہ، تابعین اور دوسرے شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا، اور یہی وجہ ہے کہ امام ذہبی وغیرہ نے محدثین کے طبقۂ حفاظ میں آپ کا شمار کیا ہے۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا ذوق حدیث (۱) ان کی ان کتابوں سے معلوم ہوتا ہے، جو انہوں

---

(۱) امام علاء الدین الطرابلسی نے اپنی کتاب معین الحکام میں نقل کیا ہے: فإنّ أبا يوسف صاحب حديث حتّى روى أنّه قال أحفظ عشرين ألف حديث من المنسوخ هذا القدر فما ظنّك بالنّاسخ وكان صاحب فقه ومعنى (ص:۳۰) جس کا ماحصل یہ ہے کہ امام ابو یوسف محدث تھے، اور بعض روایت کے مطابق خود امام موصوف کا بیان ہے کہ مجھے منسوخ حدیثیں بیس ہزار یاد ہیں، اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے ==

نے لکھی ہیں۔ **كتاب الآثار، كتاب الخراج، كتاب الرّد على سير الأوزاعي، كتاب الحجج، موطا إمام محمّد** اور دوسری کتابیں عام طور پر ملتی ہیں، ان کو لے کر پڑھا جائے اور اندازہ لگایا جائے۔

آج بھی فقہ حنفی کا کوئی طالب العلم اس وقت تک مطمئن نہیں ہوتا، جب تک ایک ایک مسئلہ حنفی کی تحقیق کتاب وسنت کی روشنی میں نہیں کر لیتا۔

غلط پروپیگنڈا

یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ان حضرات کو حدیث نبوی سے اتنا شغف نہیں تھا جتنا فقہ سے، اور نہ یہ کہنا بجا ہے کہ ان حضرات کی تمام تر توجہ آیات اور احادیث سے مسائل و احکام کے استنباط و استخراج پر مرکوز تھی، اور تدوین وجمع احادیث سے ان کو کوئی دلچسپی نہ تھی، بلکہ بات صرف اس قدر ہے کہ تدوین فقہ جس کی طرف اب تک کسی نے توجہ نہیں دی تھی، انہوں نے اس کی ضرورت محسوس کی اور اجتماعی طور پر پوری محنت کے ساتھ یہ کام شروع کر دیا، وجہ ظاہر ہے کہ استنباط مسائل واحکام اس وقت کا سب سے اہم کام تھا اور یہ سب کے بس کی بات بھی نہ تھی، کیوں کہ اس میں بڑے غور وفکر اور فہم و بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے، باقی تدوین حدیث کا کام، تو یہ عہد نبوی سے ہوتا آرہا ہے، اور اس وقت بھی بہ طور خود ہر شخص کو دلچسپی تھی، جس کا بڑا ثبوت امام اعظمؒ کی ''جامع المسانید'' ہے، اور پھر پہلی صدی ہجری کے ختم پر جب کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو روپوش ہوئے ابھی دس بیس سال بھی نہ گذرے تھے۔

یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ جمع حدیث میں اہم کام اسناد اور روات پر نظر ہے، اور سچ پوچھئے تو یہی معیار ہے، امام اعظمؒ کے دور میں جس وقت تابعین کا بڑا طبقہ بہ قید حیات تھا، اسناد و روات کی اس

== کہ ناسخ حدیثیں کتنی ہزار یاد ہوں گی، اسی طرح امام محمدؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ کو احادیث کی معرفت حاصل تھی، فقیہ اور ذہین تو تھے ہی۔ **ومحمّد صاحب قريحة يعرف أحوال النّاس و عاداتهم وصاحب فقه ومعنى ولهٰذا أقلّ رجوعه في المسائل وكان مقدّمًا في معرفة اللّغة وله معرفة بالأحاديث أيضًا . (أيضًا)**

اور امام اعظمؒ ہر چیز میں بڑھے ہوئے تھے۔ **و أبو حنيفة كان مقدّما في ذلك كلّه .**

بحث کی گنجائش ہی کہاں تھی جو بعد میں ہوئی، صحابہ کے متعلق یہ مسلّم ہے: الصّحابة کلّهم عدول: صحابہ کرام سب کے سب عادل ہیں۔ رہ گئے تابعین تو یہ موجود ہی تھے۔

پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ جب فقہ کی تدوین آیات و احادیث سے ہی ہو رہی تھی تو ان چیزوں سے بے توجہی کا موقع بھی کیا تھا، اس لیے کہ اس کام میں پہلے احادیث کی ہی ضرورت پڑتی ہے، ابن حجر مکی شافعی نے لکھا ہے کہ جس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے باوجود جلالت علم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقربیت کے احادیث کا وہ ذخیرہ مروی نہیں ہے، جو دوسرے چھوٹے بڑے صحابۂ کرام سے کہ یہ حضرات عامۃ المسلمین اور اسلام کے مصالح اور احکام میں اس طرح منہمک تھے کہ ان کو روایت کی طرف وہ توجہ نہ رہی جو اور لوگوں کی تھی، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ آپ حضرات احادیث سے شغف نہیں رکھتے تھے۔

اسی طرح امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب، فقہ کی ترتیب اور استنباط واستخراج مسائل کے اشتغال کی وجہ سے اگر احادیث کی روایت میں نمایاں نظر نہیں آتے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ حضرات نے حدیث کی دولت سے وافر حصہ نہیں پایا تھا، ان کے الفاظ یہ ہیں۔

و لأجلِ اشتغالِهِ بهذا الأهمِّ لم يظهرْ حديثُهُ في الخارجِ كما أنّ أبا بكرٍ وعمرَ رضي الله عنهما لَمَّا اشتغلاَ بمصالحِ المسلمينَ العامّةِ لم يظهرْ عنهما مِن روايةِ الأحاديثِ مثل ما ظهرَ عمّن دونَها حتّى صِغارِ الصّحابةِ رضوان الله عليهم ، وكذلك مالكٌ والشّافعيُّ لم يظهرْ عنهما مثل ما ظهرَ عمّن تفرَّغَ للرّوايةِ كأبي زُرعةَ و ابن مَعينٍ لاشتغالِهما بذٰلك الاستنباطِ . (الخيرات الحسان، ص:۶۰،المطبوعة: دار الكتب العربية الكبرى ، مصر)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ حدیث وقرآن سے چوں کہ مسائل کے استنباط واستخراج میں منہمک تھے جو بڑا اہم کام تھا، اس وجہ سے آپ کی خدمتِ حدیث نمایاں نہ ہوسکی، اس کی مثال ایسی ہے، جیسے حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ مصالح عامہ سے متعلقہ امور میں اشتغال کی وجہ سے روایت حدیث میں وہ نمایاں مقام نہیں حاصل کرسکے، جو دوسرے چھوٹے بڑے صحابہ کرام کو حاصل رہا، اور یہی حال امام مالکؒ و شافعیؒ کا ہے کہ ان کی خدمت حدیث ان لوگوں کی طرح نمایاں نہیں جو اسی کام کے ہوکر رہ گئے تھے، جیسے ابوزرعہ اور ابن معین۔

بہر حال! حقیقت یہ ہے کہ امام صاحبؒ اور آپ کے اصحاب نے احادیث کے ساتھ بھی اپنے دور کے مذاق کے مطابق وہی شغف رکھا جو رکھنا چاہیے تھا۔

تدوین فقہ اور مسائل کا پھیلاؤ

فقہ کا جو کام امام اعظمؒ کی زیر نگرانی انجام پایا تھا، وہ ضرورت اور تقاضائے وقت کے ساتھ پھیلتا اور بڑھتا ہی گیا، کسی منزل پر جا کر رکا نہیں، اور یہی ہونا بھی چاہیے تھا، کیوں کہ انسانی ضرورتیں نئی نئی شکلیں اختیار کرتی رہیں، اور نئی ایجادات اور جدت پسندی کے ساتھ نئے مسائل ابھرتے رہے، اور ان شاء اللہ یہ سلسلہ تا قیامت یوں ہی جاری رہے گا، اور یہی وجہ ہے کہ حدیث میں فقہ کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

من يُرِدِ اللّٰهُ بهٖ خيرًا يُّفَقِّهْهُ في الدّينِ ، و إنّما أنَا قاسمٌ واللّٰهُ يُعْطِي ، متّفق عليه .

(مشكاة المصابيح ، ص:۳۲، كتاب العلم ، الفصل الأوّل)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بہتری کا ارادہ فرما لیتا ہے دین میں اسے بصیرت عطا کر دیتا ہے اور میرا کام تو بس تقسیم کر دینا ہے، حقیقت میں عطاء و بخشش خدا کا کام ہے۔

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ فقاہت اور استنباط و استخراج میں بصیرت فیضان الٰہی ہے، انسانی عمل کو اس میں دخل نہیں، قدرت کی طرف سے یہ فیضان ان بندوں پر ہوتا ہے، جسے وہ نوازنا چاہتا ہے۔

فقہ کی برکت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ رسول الثقلین ﷺ نے فرمایا:

فقيهٌ واحدٌ أشدُّ علَى الشّيطانِ من ألفِ عابدٍ ، رواهُ التّرمذيّ .

(مشكاة المصابيح ، ص:۳۴، كتاب العلم ، الفصل الثّاني)

ترجمہ: ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔

اور چیزوں کے ساتھ اس حدیث میں یہ بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر فقہاء مسائل میں صحیح طور پر رہنمائی نہیں فرماتے تو شیطان کا لشکر انسانوں کو غلط راستہ پر ڈال دیتا اور گمراہی کے جہنم میں

لا کھڑا کرتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ شیطان جس قدر فقیہ سے گھبراتا ہے عبادت گذار سے نہیں۔

فتوٰی اور اس کی اہمیت

فقہ اور دین کے وہ پیش آمدہ مسائل جو دریافت کرنے والوں اور سائلین کے جواب میں بتائے گئے یا اس سادہ انداز پر مرتب ہوئے وہ ''فتاویٰ'' کے قالب میں جلوہ گر ہوئے، اور اس سلسلہ نے انسانی ضرورتوں کا پورا پورا ساتھ دیا، کتاب وسنت اور فقہ سے مستنبط اس مفید وجدید شکل نے عام مسلمانوں کو تحقیق وجستجو کی ایک صبر آزما مصیبت سے بچالیا، فتاویٰ کا یہ پھیلاؤ انسانی ضرورتوں اور سوالات کے ساتھ بڑھتا گیا، انسانی زندگی کے مختلف شعبہ جات سے متعلق مسائل جس جس طرح پیدا ہوتے گئے، کتاب وسنت اور فقہ سے ان مستنبط مسائل کے ذخیرہ میں بھی اضافہ ہوتا گیا، کسی مرحلہ پر جمود پیدا نہیں ہوا، چنانچہ آج انسانی زندگی سے متعلق کوئی ایسا سوال نہیں ہے جس کا جواب مفتی آپ کو فراہم کر کے نہ دے سکے۔

تنگ نظری کا الزام

جن لوگوں نے اپنی کم علمی اور وسعت مطالعہ کی کمی کی وجہ سے علمائے دین پر جمود اور تنگ نظری کا الزام لگایا ہے وہ بڑی حد تک معذور ہیں، البتہ قابل صد ملالت وہ حاسدین ہیں جو از راہِ کینہ پروری ایسی باتیں کہتے ہیں، ہر دور کے فتاویٰ کی کتابیں مختلف زبانوں میں چھپی ہوئی ملتی ہیں، ان میں ہر دور کے نئے مسائل بھی درج ہیں اور ان کے جوابات بھی، ان کتابوں سے بڑھ کر ثبوت میں اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

فقہ وفتاویٰ ایسا فن ہے جس سے کسی کو بھی مفر نہیں ہے، اس لیے کہ انسانی زندگی میں جس قدر واسطہ اس فن اور اس کے اصول وجزئیات سے پڑتا ہے اور جس قدر آئے دن کے مسائل کا جواب یہاں ملتا ہے، کہیں اور سے ممکن نہیں ہے۔

تاریخ فتاویٰ

''فتاویٰ'' کی تاریخ بہت قدیم اور اس کی نسبت بہت اونچی ہے، اس لیے کہ کوئی بھی انسان ہو

فقہی معلومات میں ''مفتی'' کا محتاج ہے، اس کی کدوکاوش اور تحقیق وجواب کے بغیر مسئلہ کا حل آسان نہیں ہے، کوئی شخص دعویٰ نہیں کرسکتا ہے کہ ہمیں اپنی زندگی میں کسی مرحلہ پر کوئی ایسا سوال سامنے نہیں آیا، جس میں فقہ وفتاویٰ کی طرف رجوع کی ضرورت نہیں پڑی۔

ایک شخص اپنے کو مسلمان بھی کہے، یعنی وہ ایک مکمل ضابطۂ حیات کا پابند بھی ہو اور اسے دینی مسائل اور اس کی صحیح صورت سے بے پروائی بھی ہو ممکن نہیں، عبادات ومعاملات اور اخلاق واعمال میں سیکڑوں مواقع ایسے آتے ہیں جہاں اسے رہنمائی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، اور وہ اِن کٹھن مواقع میں یقینی طور پر فقہ وفتاویٰ اور فقہائے کرام ومفتیانِ عظام کی رہبری کا محتاج ہوتا ہے، ہر شخص کو اپنی منہمک زندگی میں اس قدر مہلت کہاں ہے کہ وہ یک سر قرآن وحدیث کا غور وفکر کے ساتھ مطالعہ کرے اور دقّت کے وقت پیش آمدہ مشکل مسئلہ کا حل تلاش کرلے۔

فقہ وفتاویٰ کے لیے مخصوص جماعت اور اس کی وجہ

یہ درست ہے کہ مسائل واحکام کا سارا ذخیرہ اور اس کی بنیاد دراصل ''کتاب وسنت'' ہی ہے، لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حدیث وقرآن کے اندر ایک خاص انداز میں حقائق واحکام پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور دوسری طرف یہ بھی مسلّم ہے کہ عموماً ہر شخص کو ہر زمانہ میں حالات یکساں پیش نہیں آتے، بلکہ مختلف ڈھنگ سے صورت حال سامنے آتی ہے، سبھوں میں یہ فہم وبصیرت کہاں ہے جو کلام اللہ اور سنت نبوی سے اپنے حالات کے مطابق ہر ہر جزئیہ کا جواب حاصل کرلے اور وہ جواب بالکل صحیح بھی ہو۔ اگر گنے چنے کچھ افراد اس طرح کے نکلیں بھی تو کوئی ضروری نہیں کہ انہیں کتاب وسنت میں مہارت بھی ہو اور وہ اپنے اندر ان تمام شرائط کو پاتے ہوں جو ایک صاحب نظر مفتی کے لیے ضروری ہے، اور اگر ان تمام اوصاف کے جامع بھی ہوں تو ان کو اتنی مہلت کہاں کہ اس عظیم الشان ذخیرہ سے مفید طلب آیت وحدیث فوراً تلاش کرلیں اور اس طرح کہ وہ آیت وحدیث دوسری آیتوں اور احادیث سے متعارض بھی نہ ہوں، اس لیے عقل کا بھی تقاضہ ہے کہ قرآن وحدیث پر گہری نظر رکھنے والی ایک معتمد جماعت مسائل ضروریہ مستنبط کرکے یک جا کرتی رہے، تاکہ امت کے عام افراد دن رات کے پیش آمدہ مسائل کے اندر کہیں الجھاؤ میں گرفتار نہ ہونے پائیں،

اور بلاشبہ اور بلا مبالغہ انہی مستنبط احکام ومسائل کا نام فقہ(۱) وفتاویٰ ہے۔

مفتیان کرام کی جماعت جن کو فقہ سے مناسبت تامہ ہوتی ہے ہر زمانہ میں پائی گئی، اور عوام وخواص ہر ایک کا اس جماعت کی طرف رجوع عام رہا، اور یہ اپنے علمی رسوخ، خداداد صلاحیت اور مخصوص فہم کی وجہ سے اس کام میں ممتاز اور نمایاں رہی اور اسے رات دن اسی کام کے ساتھ اشتغال رہا۔

دین کے مخصوص خدّام

یہ ایک حقیقت ہے کہ علمائے کرام کے دو طبقے مخصوص طور پر دین کی اس طرح کی خدمت میں نمایاں اور پیش پیش رہے:

ایک محدثین کا ـــــ جس کا مشغلہ احادیث نبویہ کی حفاظت وصیانت رہا، یعنی اس طبقہ کو احادیث نبویہ کی روایات اور ان کے بیان وضبط کا اہتمام رہا، اور انہوں نے اسناد والفاظ حدیث پر گہری نظر رکھی۔

دوسرا طبقہ فقہاء امت کا ـــــ جنھوں نے قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے مسائل واحکام کا استنباط واستخراج کیا اور الفاظ حدیث سے زیادہ معانی حدیث اور اس سلسلہ کے اصول وقواعد پر ان کی نظر مرکوز رہی۔

ملت اسلامیہ کے پہلے مفتی

مفتیوں کا تعلق اسی دوسرے طبقے سے ہے، اور اس امت کے سب سے پہلے مفتی اعظم خود رسول الثقلین ﷺ کی ذات بابرکت ہے، اور یہ دولت آپ تک رب العزت کی طرف سے پہنچی، قرآن پاک میں افتاء کا لفظ خود رب العالمین کے لیے بھی استعمال ہوا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۱۲۷)

ترجمہ: اور لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ

(۱) صاحب تفسیر المنار لکھتے ہیں: ذكرت هذه المادة (أي الفقه) في عشرين موضعًا من القرآن، تسعة عشر منها تدلّ على أنّ المراد به نوع خاصّ من دقة الفهم والتّعمّق في العلم الّذي يترتّب عليه الانتفاع به. (تفسير المنار:۹/۴۲۱)

اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں حکم دیتے ہیں، اور وہ آیات بھی جو قرآن کے اندر تم کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔

کلالہ کے سلسلہ میں آیت نازل ہوئی:

﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۱۷۶)

ترجمہ: لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے باب میں حکم دیتے ہیں۔

آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ ان آیتوں میں ''افتاء'' کی نسبت خود رب العزت جل مجدہٗ کی طرف کی گئی ہے، جس سے اس منصب کی جلالت شان کا اندازہ ہوتا ہے، اور یقیناً یہ نسبت اس شعبہ کی اہمیت وفضیلت کی سب سے بڑی سند ہے، یہیں سے یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ جو عالم دین اس عظیم الشان منصب پر فائز ہوتا ہے، ان کی ذمہ داری کس درجہ اہم ہے، اور اُسے کس بلندی کا حامل ہونا چاہیے۔

یہ بتایا جا چکا ہے کہ اس منصب عظیم پر سب سے پہلے اس امت میں رسول اکرم ﷺ فائز ہوئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کی ذمہ داری کی وجہ سے عصمت کی بیش بہا دولت سے نوازا تھا، تاکہ دین کے سلسلہ میں آپ جو حکم فرمائیں وہ انسانی غلطیوں اور لغزشوں سے محفوظ ہو، چنانچہ صحابۂ کرامؓ اور دوسرے لوگ آپ کی خدمت با برکت میں حاضر ہوتے اور اپنے پیش آمدہ مسائل کے سلسلہ میں حکم دریافت کرتے، اور آپ ان تمام کو جوابات سے شاد کام فرماتے۔ ان جوابات وسوالات کا بڑا ذخیرہ آج بھی کتب حدیث میں محفوظ ہے، بہت سے علمائے کرام نے اس حصہ کو علیحدہ بھی جمع کرنے کی سعی کی ہے۔

آنحضرت ﷺ سے سوالات اور جوابات کے لیے حضرت جبرئیلؑ کی حاضری

کتب احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ایسے سوالات بھی آنحضرت ﷺ سے ہوئے جن کا جواب آپ کو معلوم نہیں تھا، چنانچہ آپ نے توقف فرمایا، پھر فوراً جبرئیل امین حاضر خدمت ہوئے، آپ نے ان کے سامنے سوال پیش کر کے جواب طلب کیا، مگر روح الامین بھی بول اٹھے کہ اس سوال کے جواب میں میرا حال آپ جیسا ہی ہے، اور پھر کہنے لگے: ''آپ انتظار فرمائیں، میں ابھی رب ذوالجلال کی بارگاہ سے جواب لے کر حاضر ہوتا ہوں''۔

چنانچہ حضرت ابو امامہؓ صحابی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی عالم خدمت نبوی میں حاضر ہوا، اور اس نے آپ سے پوچھا: أيُّ البقاع خير ؟ کون سا خطۂ ارض بہتر ہے؟ یہ سن کر آنحضرت ﷺ خاموش ہوگئے، اور فرمایا: میری یہ خاموشی اس وقت تک ہے جب تک روح الامین تشریف نہ لے آئیں، اتنے میں فوراً حضرت جبرئیل امین خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آپ نے ان کے سامنے یہ سوال پیش کیا، اور دریافت کیا اس کا جواب کیا دیا جائے؟ حضرت جبرئیلؑ نے آپ کے سوال کے جواب میں عرض کیا:

مَا المسئولُ عنهَا بأعلمَ مِنَ السّائلِ ، و لٰكن أسْأَلُ رَبّي تبارك وتعالىٰ .

(مشكاة المصابيح، ص:۷۱، باب المساجد و مواضع الصّلاة ، الفصل الثّاني)

ترجمہ: جس سے پوچھا جارہا ہے وہ اس مسئلہ میں پوچھنے والے سے کچھ زیادہ نہیں جانتا، لیکن میں پروردگار عالم بزرگ و برتر سے پوچھتا ہوں۔

یہ کہہ کر حضرت جبرئیل روانہ ہوگئے، پھر تھوڑی دیر بعد تشریف لے آئے اور کہنے لگے: آج میں رب العزت سے اس قدر قریب ہوا، جتنا کبھی نہیں ہوا تھا، آپ نے پوچھا: اس کی نوعیت کیا تھی؟ کہا: میرے اور میرے رب کے درمیان صرف ستر ہزار نوری پردے پڑے ہوئے تھے۔ پھر جو سوال کیا گیا تھا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا جواب نقل کیا کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

شرُّ البِقَاعِ أسواقُها ، وخيرُ البِقاعِ مساجدُها ، رواهُ ابنُ حِبّان في صحيحِهٖ عن ابن عمرَ رضي الله عنه . (مشكاة المصابيح، ص:۷۱، باب المساجد و مواضع الصّلاة)

ترجمہ: زمین کا بدترین حصہ اس کے بازار ہیں، اور بہترین حصہ اس کی مسجدیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر سوال کا جواب آنحضرت ﷺ کو معلوم نہیں ہوتا تھا، لیکن جواب بہ حیثیت رسول آپ کے ذمہ ضروری تھا، لہٰذا آپ حضرت جبرئیل امین کے ذریعہ جواب معلوم کرتے اور پھر سائل کو جواب مرحمت فرماتے۔

عجلت پسندی سے اجتناب اور بڑے کی طرف رجوع

ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) نے اس حدیث کے ضمن میں طیبیؒ (م ۷۴۳ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

إنّ مَن استفتي عن مسئلةٍ لا يعلمُها ، فعليهِ أن لا يعجلَ في الإفتاءِ ولا يستنكفَ عنِ الاستفتاءِ عمّن هو أعلمُ منه ، ولا يبادرَ إلَى الاجتهادِ ما لم يَضطرَّ إليهِ ، فإنّ ذلك من سنّة رسولِ اللّٰهِ صلَّى اللّٰهُ عليهِ وسلَّمَ وسنّة جبرئيلَ عليهِ السّلامُ . (مرقاة المفاتيح: ۲/۴۱۵، كتاب الصّلاة ، باب المساجد و مواضع الصّلاة)

ترجمہ: جس مفتی سے کوئی ایسا مسئلہ دریافت کیا جائے جس کا جواب وہ جانتا نہیں ہے، تو اس کا فرض ہے کہ نہ وہ فتویٰ دینے میں عجلت کرے اور نہ اپنے سے بڑے عالم سے پوچھنے میں شرمائے، اور جب تک بالکل اضطرار کی سی کیفیت پیش نہ آجائے اجتہاد کی ہمت نہ کرے، کیوں کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت جبرئیل امین کا یہی طریقہ تھا۔

گویا مفتی کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ اوّلاً نص کی تلاش کرے اور اس سلسلہ میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہ ہونے دے، اگر اسے کوئی نص نہ مل سکے تو کسی بڑے عالم یا مفتی سے دریافت کرے، پوچھنے میں ننگ و عار سے کام نہ لے اور جب تک قابل اطمینان جواب نہ مل جائے، بغیر علم غلط صحیح جو جی میں آئے جواب دینے کی کوشش نہ کرے، اور یہ کہ مسائل میں اجتہاد اس وقت کیا جائے جب صراحۃً کوئی آیت یا حدیث یا قول صحابہ نہ مل سکے۔

آنحضرت ﷺ کے فتاویٰ کی حیثیت

کوئی شبہ نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے فتاویٰ کی حیثیت بہت اونچی ہے، کیوں کہ آپ کی ذاتِ اقدس ارفع واعلیٰ ہے، آپ خاتم النبیین اور عصمت کی دولت سے نوازے ہوئے تھے، یہ ایک اصولی بات ہے کہ جواب کی جامعیت وکاملیت اور اس کے الفاظ کا جچا تلا ہونا، جواب دینے والے کی علمی لیاقت اور اس کے شایانِ شان ہوتا ہے، اور یہ کون نہیں جانتا کہ آنحضرت ﷺ کے جوابات کی حیثیت ''جوامع الکلم'' اور ''فصل خطاب'' کی ہے، جس سے سرتابی کا خیال بھی ایک مسلمان کے لیے گناہ عظیم ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۵۹)

ترجمہ: پھر اگر تم کسی امر میں اختلاف کرنے لگو، تو اس امر کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف

حوالہ کیا کرو، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ طریقہ سب سے بہتر ہے اور اس کا انجام خوش تر ہے

منصبِ افتاء پر صحابۂ کرام

آنحضرت ﷺ کے بعد اس عظیم الشان منصب پر آپ کے وہ جلیل القدر صاحب بصیرت صحابۂ کرام فائز ہوئے، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۱۱۹، توبہ: ۱۰۰، مجادلہ: ۲۲، بیّنہ: ۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان سے راضی وخوش ہوئے، اور یہ اللہ تعالیٰ سے خوش اور راضی ہیں۔

اور رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

أَصْحَابِي كَالنُّجومِ بِأَيِّهِم اقتدَيْتُم اهْتَدَيْتُمْ. (مشكاة المصابيح، ص: ۵۵۴، باب مناقب الصّحابة، الفصل الثّالث)

ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، ان میں سے جن کی تم اقتدا کرو گے ہدایت یاب ہو گے۔

اور جنہیں کتاب وسنت کا فہم خصوصی حاصل تھا، اور جن کے باب میں امت کا فیصلہ ہے۔

أولٰئك أصحابهُ صلّى الله عليه و آله وسلّم ألينُ الأمّةِ قلوبًا، و أعمقُها علمًا، و أقلُّها تكلُّفًا، و أحسنُها بيانًا، و أصدقُها إيمانًا، و أعمُّها نصيحةً، و أقربُها إلى الله وسيلةً. (إعلام الموقعين: ۱/۵، المطبوعة: أشرف المطابع، دهلي)

ترجمہ: وہ صحابۂ کرام امت میں سب سے زیادہ نرم دل، سب سے زیادہ گہرے علم والے، سب سے کم تکلف کرنے والے، اور حسن بیان میں سب سے بڑھ کر ہیں، اسی طرح ایمان میں سب سے زیادہ سچے، خیر خواہی میں سب سے آگے، اور بہ اعتبار وسیلہ اللہ سے قریب تر ہیں۔

صاحبِ فتویٰ صحابہ کرامؓ کی تعداد

صحابۂ کرام باہمی فہم وفراست اور ذہانت وذکاوت میں مختلف تھے، ان میں جو صاحبِ فتویٰ تھے ان کی تعداد کے متعلق حافظ ابن القیمؒ (م ۷۵۱ھ) کا بیان ہے کہ وہ کچھ اوپر ایک سوتیس میں سے، سات کا مکثرین میں شمار کیا گیا ہے، یہ وہ بزرگوار ہیں جن کے فتاویٰ کتب حدیث میں بہ کثرت

منقول ہیں، اور کہا گیا ہے کہ اگر ان تمام حضرات کے فتاویٰ یک جا کئے جائیں تو ان میں سے ہر ایک کے فتاویٰ کی تعداد اتنی ہو کہ اس کی ضخیم جلدیں تیار ہو جائیں، ان سات کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت عمر بن الخطاب (۲) حضرت علی بن ابی طالب (۳) حضرت عبداللہ بن مسعود (۴) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ (۵) حضرت زید بن ثابت (۶) حضرت عبداللہ بن عباس (۷) اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم۔

صحابہؓ کے بعد فتاویٰ

پھر ان حضرات اور دوسرے صحابۂ کرام کے ذریعہ دینی علوم نے نشو ونما پائی اور اس طرح چراغ سے چراغ جلتا چلا گیا، یہ سلسلہ الحمد للہ کسی منزل پر پہنچ کر ٹوٹا نہیں، بلکہ اب تک قائم ہے، اور یقین کامل ہے کہ تا قیامت یوں ہی قائم رہے گا، چنانچہ صحابۂ کرام کے بعد تابعین، تابعین کے بعد تبع تابعین، پھر بعد کے علماء وفقہاء نے اس سلسلہ کو قائم رکھا۔

فقہ حنفی

فقہ حنفی تمام تر کتاب اللہ وسنت رسول اللہ اور اقوال صحابہ سے مستفاد ہے، مگر سلسلۂ اسناد اس کا حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، اور حضرت علی رضی اللہ عنہم پر جا کر منتہی ہوتا ہے، جو اوّلین ایمان لانے والوں میں ہیں، اور ان کے علاوہ ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ملتا ہے، جن کے شاگردوں سے امام اعظمؒ نے استفادہ کیا، ان کی تعداد کم وبیش چار ہزار مؤرخین نے لکھی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے باب میں آنحضرت ﷺ نے ایک موقع سے ارشاد فرمایا؛ جو فقہ حنفی کے مورث اعلیٰ کی حیثیت رکھتے ہیں:

رضيت لأمّتي ما رضي لها ابن أمّ عبد يعني عبد الله بن مسعود . (اكمال)

ترجمہ: میں نے اپنی امت کے لیے ان چیزوں کو پسند کیا جنہیں عبداللہ بن مسعود نے پسند کیا۔

اور امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) نے اپنی کتاب ''التقریب'' میں حضرت مسروق (م ۶۲ھ) سے یہ روایت نقل کی ہے:

انتهٰى علمُ الصّحابةِ إلى ستّةٍ : عمرَ و عليٍّ و أُبيٍّ و زيدٍ و أبي الدّرداءِ وابنِ

مسعودٍ رضي اللّٰه عنهم ، ثمّ انتهٰی علمُ السّتّةِ إلٰی عليٍّ و عبدِ اللّٰهِ بنِ مسعودٍ رضي اللّٰه عنهما. (ردّ المحتار: ۱/۱۳۱، مقدّمة ، مطلب: يجوز تقليد المفضول مع وجود الأفضلِ)

ترجمہ: صحابۂ کرام کے علوم چھ پر آ کر ختم ہوئے، حضرت عمر، علی، ابی، زید، ابوالدردا، اور حضرت عبداللہ بن مسعود، رضی اللہ عنہم، پھر ان چھ کا علم دو میں سمٹ آیا؛ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما۔

ان دونوں (حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما) کے علوم کے ممتاز خوشہ چیں حضرت علقمہ (م ۶۳ھ) تھے، جن کی پیدائش عہد نبوی کی ہے اور جنہوں نے ان حضرات کے علاوہ حضرت عمر حضرت عائشہ صدیقہ، اور حضرت ابوالدرداء سے خصوصی طور پر تعلیم پائی تھی۔ حضرت علقمہ(۱) سے حضرت ابراہیم النخعی (التوفی ۹۶ھ) نے اور حضرت ابراہیم النخعی سے حماد بن مسلم الکوفی (التوفی ۱۱۰ھ) نے تعلیم پائی، اور حماد بن مسلم الکوفی سے امام ابوحنیفہؒ (التولد ۸۰ھ والتوفی ۱۵۰ھ) نے، امام ابوحنیفہؒ نے ان کے علاوہ ہزاروں دوسرے علماء و مشائخ سے بھی علم حاصل کیا تھا، اور امام ابوحنیفہؒ سے امام ابویوسف، امام محمد (م ۱۸۹ھ) اور امام زفر (م ۱۵۸ھ) اور دوسرے سیکڑوں علماء و مشائخ نے علم حاصل کیا، اور پھر اس طرح یہ ''فقہ حنفی'' پورے عالم میں پھیل گیا، اور بہ قول ملا علی قاری دو تہائی مسلمان اس فقہ پر عمل کرنے والے نظر آنے لگے، اور اب تک آ رہے ہیں۔

دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

اور سچ پوچھئے تو یہی سلسلہ چل کر ہمارے اس دور تک پہنچا ہے، یوں دوسرے سلسلے بھی اس میں آ کر ملے ہیں، جس کا سب سے بڑا مرکز اس وقت عالم اسلام میں دارالعلوم دیوبند (قائم شدہ ۱۲۸۳ھ) ہے، جہاں کتاب وسنت اور فقہ وفتاویٰ کی تعلیم کا ایک خاص اسلوب اور مخصوص معیار ہے، اور جسے اس وقت بحمداللہ بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے، اور جہاں اس وقت ہندوستان، پاکستان، افغانستان برما، ملایا، تبت، افریقہ، انڈونیشیا، نیپال اور دوسرے ممالک کے طلبائے دین حاضر ہوتے ہیں اور اپنی علمی تشنگی بجھاتے ہیں۔

(۱) تفصیل کے لیے پڑھئے تاريخ التّشريع الإسلامي لمحمّد خضرمی بك اور تاريخ التّشريع الإسلامي لعبد اللّطيف محمّد السّبكي.

افتاء کی اہمیت

افتاء ایک اہم ذمہ داری ہے اور یہی وجہ تھی کہ اسلاف اس ذمہ داری کے قبول کرنے سے احتراز کرتے تھے، اور جن کو وہ اپنے سے علم وعمل میں برتر سمجھتے تھے، ان کے سر یہ ذمہ داری ڈالنا چاہتے تھے، پھر اس باب میں ان کا حال یہ تھا کہ اگر مسئلہ مستفسرہ کی صحیح صورت معلوم ہوتی، بلا تکلف بتا دیتے، اور اگر معلوم نہ ہوتی تو صفائی سے کہہ دیتے ہمیں یہ مسئلہ معلوم نہیں ہے، کسی اور سے پوچھ لیا جائے، کھینچ تان اور تکلف وتصنع کو کسی حال میں پسند نہیں کرتے تھے۔

افتاء کے لیے علم وفہم

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص پوچھنے والے کے ہر سوال کا جواب بے سمجھے بوجھے دینے لگے وہ ''پاگل'' ہے، الفاظ یہ ہیں:

إنّ كلّ مَن أفتَى النّاسَ في كلّ ما يسألونهُ عنهُ لَمجنونٌ . (إعلام الموقعين:۱/۱۲)

ترجمہ: جو شخص لوگوں کے تمام سوالوں کا جواب دینے کے لیے تیار بیٹھا رہے وہ ''پاگل'' ہے۔

حضرت سعید بن سحنون کا بیان ہے:

أجسرُ النّاسِ علَى الفتيا أقلُّهم عِلمًا . (إعلام الموقعين عن ربّ العالمين:۱/۱۲)

ترجمہ: فتویٰ پر بڑا بے باک وہ ہوتا ہے جو کم علم ہوتا ہے:

حافظ ابن القیم اس طرح کے تمام بیانات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

الجرأة على الفتيا تكون من قلّة العلم و من غزارنه وسعته ، فإذا قلّ علمُه أفتىٰ عن كلّ ما يُسئل عنه بغيرِ علمٍ . (إعلام الموقعين عن ربّ العالمين:۱/۱۲)

ترجمہ: فتویٰ پر جری ہونا قلت علم ناتجربہ کاری اور بھولے پن کی دلیل ہے، کیوں کہ جب آدمی کا علم کمتر ہوتا ہے تو وہ ہر سوال کا جواب دیتا ہے بغیر جانے بوجھے۔

مفتی کا فریضہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہوگا، استفتاء کے جوابات دینے یا لکھنے میں

پوری بصیرت سے کام لے گا، اور سوچ سمجھ کر جواب دے گا، معلوم نہ ہوگا: کہہ دے: ''دوسرے علماء سے تحقیق کر لی جائے؛'' اور جسے ذمہ داری کا پورا احساس نہ ہوگا اس کے پیش نظر اپنی بڑائی ہوگی اور بس۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

يَا أيُّها النّاسُ مَن عَلِمَ شيئًا فَلْيَقُلْ بهٖ ، ومَن لَم يَعلَمْ فَلْيَقُلْ ''اللّٰهُ أَعْلَمُ '' فإنَّ مِن العلمِ أن تَقولَ لِمَا لَا تَعلمُ ''اللّٰهُ أَعْلَمُ '' قالَ اللّٰهُ تعالٰى لِنبيّهٖ ﴿ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ متّفق عليه . (مشكاة ، ص:۳۷، كتاب العلم ، الفصل الثّالث)

ترجمہ: اے لوگو! جو شخص کسی چیز کا علم رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اسے بیان کرے، اور جسے علم نہ ہو اسے کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، کیوں کہ یہ بھی علم ہے کہ جو بات نہ جانتا ہو اس کے متعلق کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا ہے کہ آپ فرما دیں کہ میں تم سے اجرت کا خواہاں نہیں ہوں اور نہ تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔

خوفِ خدا

لیکن دراصل مفتی وہی ہے جس کا دل خوف خدا سے لبریز ہو، اور جو جواب دے؛ خوب دیکھ بھال کر دے، تاکہ اس کی دانست میں کوئی غلطی یا کوتاہی نہ رہنے پائے، مفتی کا فرض ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مستحضر رکھے:

مَن قالَ علَيَّ ما لَمْ أَقُلْ فليتبوَّأْ بَيْتًا فِي جهنّم ، ومَن أفتٰى بِغيرِ عِلمٍ كانَ إثمُهُ علٰى مَن أفتاهُ . (السّنن الكبرى للبيهقي: ۱۰/۱۹۹، كتاب آداب القاضي ، باب إثم من أفتى أو قضى بالجهل ، رقم الحديث: ۲۰۳۵۲، المطبوعة: دار الكتب العلميّة ، بيروت)

ترجمہ: جو شخص میرے خلاف وہ بات کہے جو میں نے کہی نہیں ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے، اور جو مفتی بغیر علم کسی مسئلہ کا جواب دے گا، اس کا گناہ اس مفتی پر ہوگا۔

غور وفکر

اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں:

يعني كلَّ جاهلٍ سألَ عالِمًا عن مسئلةٍ فأفتاهُ العالمُ بجوابٍ باطلٍ فعملَ السّائلُ بِهَا

لم یعلمْ بُطلانهَا فإثْمُهٗ علَی المفتِي إن قصر في اجتهادِهٖ . (مرقاۃ المفاتیح: ۱/ ۴۵۸، کتاب العلم ، رقم الحدیث: ۲۴۲)

ترجمہ: یعنی اگر کوئی جاہل کسی عالم سے کوئی مسئلہ دریافت کرے اور وہ عالم غلط جواب دے، پس سوال کرنے والا اس غلط جواب پر اپنی عدم واقفیت کی وجہ سے عمل کرے تو اس کا گناہ اور وبال مفتی پر ہے، اگر اس کی طرف سے صحیح جواب کی تلاش میں کوتاہی ہوئی ہے۔

اور اصولاً ذمہ داری مفتی ہی پر ہے بھی، کیوں کہ اس کی غلطی نقصان دہ ہے، فتوٰی عام ہوتا ہے، صرف سائل تک اس کا حکم محدود نہیں ہوتا، بلکہ آئندہ جسے بھی مسئلہ کی یہی مخصوص صورت پیش آئے گی اسی جواب پر عمل کرے گا، جو مفتی لکھ چکا ہے۔

مستفتی کا فریضہ

اس حدیث میں بعض لوگوں نے دوسرے ''أفتی'' کو استفتی کے معنی میں لکھا ہے، اور مطلب یہ بیان کیا ہے کہ گناہ مستفتی پر ہوگا، کہ اس نے بغیر جانے بوجھے ایسے شخص سے دریافت کیا جو اس کا اہل نہیں تھا۔

قالَ الأشرفُ و تَبِعَهٗ زینُ العربِ: یَجوزُ أن یکونَ أفتٰی الثّانِي بِمعنٰی استفتٰی ، وأفتٰی الأوّلُ معروفًا أي کان إثمُهٗ علٰی من استفتاهُ فإنّهٗ جعلَهٗ فِي مَعرضِ الإفتاءِ بغیرِ علمٍ. (مرقاۃ المفاتیح: ۱/ ۴۵۸، کتاب العلم ، رقم الحدیث: ۲۴۲)

ترجمہ: اشرف نے کہا اور زین العرب نے ان کی پیروی کی کہ یہ بھی درست ہے کہ دوسرا لفظ أفتٰی؛ استفتٰی کے معنی میں ہو، اور پہلا أفتٰی معنی معروف میں، اور مطلب یہ ہو کہ اس کا گناہ اس شخص پر ہوگا جس نے پوچھا ہے، اس لیے کہ اس نے بغیر جانے بوجھے اسے مفتی بنالیا۔

مفتی و مستفتی دونوں کا فریضہ ہے کہ وہ اس باب میں احتیاط سے کام لے، مستفتی کو چاہیے وہ دیکھ لے کہ جس سے مسئلہ دریافت کر رہا ہے وہ اس منصب کے لائق ہے بھی یا نہیں، ابن سیرینؒ نے دینی علوم کے سلسلہ میں فرمایا ہے:

قالَ : إنّ هٰذَا العلمَ دينٌ ، فانظرُوا عمّن تَأخذونَ دينَكُمْ ، رواه مسلم .

(مشكاة المصابيح ، ص:۳۷، كتاب العلم ، الفصل الثّالث)

ترجمہ: کہا کہ یہ علم دین ہے، لہٰذا خوب اچھی طرح دیکھ لیا کرو کہ تم کس شخص سے اپنا دین حاصل کر رہے ہو۔

نالائق مفتی اسلام کی نظر میں

مفتی کا فریضہ ہے کہ اگر وہ اس منصب کے لائق نہیں ہے تو پھر ہرگز افتاء کی جرأت نہ کرے، ورنہ وہ گنہ گار ہوگا، اور سخت مجرم، اور جس صاحب اقتدار نے اسے اس منصب پر فائز کیا ہے وہ بھی گنہ گار ہوگا، ابن القیمؒ نے لکھا ہے: **مَن أفتَى النّاسَ و ليسَ بأهلٍ لِلفتوىٰ فهوَ آثمٌ عاصٍ ، ومن أقرّهُ مِن ولاةِ الأمورِ علىٰ ذٰلك فهو آثمٌ أيضًا. (إعلام الموقعين عن ربّ العالمين لابن القيّم: ۲/۲۵۶)**

ترجمہ: جو نا اہل ہونے کے باوجود لوگوں کو فتویٰ دینے لگے وہ گنہ گار اور نافرمان ہے، اور ذمہ داروں سے جو ایسے شخص کو اس عہدہ پر رہنے دے، وہ بھی گنہ گار ہے۔

نا اہل مفتی اور حکومت وقت کا فریضہ

ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) اور دوسرے علماء نے بھی لکھا ہے کہ صاحب اقتدار کا فرض ہے کہ وہ ایسے نا اہل مفتی کو کارِ افتاء سے سختی کے ساتھ روک دے، اس لیے کہ اس کی ایسی مثال ہے کہ کوئی راستہ نہ جانتا ہو، اور پھر قافلہ کی راہ نمائی پر مامور کر دیا جائے، یا خود ہو جائے، یا اس ڈاکٹر وطبیب کی ہے جسے خبر نہیں کہ مرض کیا ہے اور علاج شروع کر دے، حدیث میں ایسے طبیب کو علاج سے منع کیا گیا ہے اور اسلامی قانون میں ایسا معالج مجرم ہے، یہی حال اس نا اہل مفتی کا ہے، ابن ماجہ میں مرفوع حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **مَن أفتىٰ بفُتيا بغيرِ علمٍ كان إثمُ ذٰلك علَى الّذي أفتاه. (إعلام الموقعين: ۲/۲۵۶)**

ترجمہ: جو شخص بغیر علم فتویٰ دے گا اس کا گناہ اس پر ہوگا جو فتویٰ دے رہا ہے، یعنی مفتی گنہ گار ہوگا۔

علاماتِ قیامت

صحیحین میں حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إنّ اللّٰهَ لا يقبِضُ العلمَ انتزاعًا ينتزعُهُ مِنَ العِبادِ ،و لٰكن يقبضُ العلمَ بِقبضِ العُلماءِ ، فإذَا لم يُبْقِ عالِمًا اتّخذ النّاسُ رؤوسًا جُهّالاً ، فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ علمٍ فضَلُّوْا وأَضلّوا. متّفق عليه . (مشكاة المصابيح، ص:۳۳،كتاب العلم ، الفصل الأوّل)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس طرح علم ختم نہیں کرے گا کہ لوگوں کے سینوں سے اسے زبردستی کھینچ لے گا بلکہ علم علماء کے اٹھ جانے سے ختم ہوگا جب کوئی عالم باقی نہ بچے گا، تو اس وقت لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنائیں گے، چنانچہ ان سے لوگ سوال کریں گے اور وہ بلاعلم فتویٰ صادر کریں گے اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

بغیر علم فتویٰ

یعنی جب مفتی وقاضی جاہل کو بنایا جائے گا تو پھر اس سے سوائے گمراہی و بربادی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا، ابن القیمؒ نے ابوالفرج کے حوالہ سے اس اثر مرفوع کو نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مَن أفتَى النّاسَ بغيرِ علمٍ لعنتهُ ملائكةُ السّماءِ و ملائكةُ الأرضِ.

(إعلام الموقعين: ۲/۲۵۶)

ترجمہ: جو شخص بغیر علمی بصیرت کے کار افتاء انجام دیتا ہے اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت برساتے ہیں۔

امام مالکؒ کا فرمان

امام مالکؒ نے بڑی اچھی بات فرمائی ہے کہ جس سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے اسے چاہیے کہ جواب سے پہلے اپنے آپ کو جنت دوزخ پر پیش کرے اور سوچ لے کہ آخرت میں اسے چھٹکارا کیوں کر حاصل ہوگا۔

امام مالکؒ اور فتویٰ

خود امام مالکؒ کا اپنا حال یہ تھا کہ ایک دفعہ کسی نے آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا، آپ نے جواب میں فرمایا: مجھے یہ مسئلہ معلوم نہیں ہے، وہ کہنے لگا: اتنا ذرا سا مسئلہ ہے اور آپ ایسا فرماتے ہیں یہ سن کر آپ غصہ ہوئے اور فرمایا: ليس في العلم شيءٌ خفيفٌ ، أما سمعتَ قولَ اللّٰهِ عزّ وجلّ؟ ﴿إِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلاً ثَقِيْلاً﴾ فالعلمُ كلّهُ ثقيلٌ إلخ . (إعلام الموقعين: ۲/۲۵۷)

ترجمہ: علم میں کوئی چیز ہلکی نہیں ہوا کرتی، کیا تم نے یہ آیت کبھی نہیں سنی ہے: سنلقي إلخ البتہ ہم ڈالیں گے تم پر ایک بھاری بات لہٰذا علم سارا کا سارا بھاری ہے۔

اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا: ما أفتيتُ حتّى شهدَ لي سبعونَ أنّي أهلٌ لذلك .

(إعلام الموقعين: ۲/۲۵۷)

ترجمہ: میں نے اس وقت تک فتویٰ کی جرأت نہیں کی، جب تک ستر (۷۰) اکابر نے میری اہلیت کی شہادت نہیں دی۔

امام احمد بن حنبلؒ کا قول

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے کو فتویٰ کے لیے پیش کر دیا، اس نے ایک امر عظیم کو اٹھالیا جب تک ضرورت مجبور نہ کر دے اس منصب پر فائز ہونے کی جرأت نہ کرے۔

سعید بن المسیّبؒ کی دعا

سعید بن المسیّبؒ (م ۹۳ھ) جیسا آدمی جب فتویٰ دینے چلتا تو ان کی زبان پر یہ کلمات ہوتے: أللّٰهمّ سلّمني و سلّمْ منّي . (إعلام الموقعين: ۲/۲۵۷)

ترجمہ: اے اللہ! مجھے خود سلامت رکھنا کہ غلطی نہ ہونے پائے اور مجھ سے محفوظ رکھنا کہ دوسرے میری وجہ سے غلطی میں نہ مبتلا ہوں۔

قاسم بن محمدؒ کا جواب

قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ (م ۱۰۱ھ) سے کسی نے کوئی بات دریافت کی، آپ نے جواب دیا: مجھے یہ مسئلہ اچھی طرح معلوم نہیں ہے، اس شخص نے کہا: میں تو آپ کے سوا کسی کو اس منصب کے لائق جانتا ہی نہیں، اسی لیے آپ کے پاس آیا۔ حضرت قاسم بن محمدؒ نے فرمایا: **لا تنظرْ إلیٰ طول لِحیتي و کثرةِ النّاسِ حَوْلِيْ . (إعلام الموقعین: ۲/۲۵۷)**

ترجمہ: میری لمبی ڈاڑھی اور میرے اردگرد لوگوں کی بھیڑ پر مت جاؤ۔

یہ اور اس طرح کے بیسیوں واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف صالحین منصب افتاء کے سلسلہ میں بڑا اہتمام کیا کرتے تھے، اور ان میں اس منصب پر وہی فائز ہونے کی ہمت کرتا جو علوم دینیہ میں ہر طرح باکمال ہوتا۔

مفتی کے لیے شرائط

اسی اہمیت کے پیش نظر امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: ''مسند افتاء پر وہی بیٹھنے کی جرأت کرے جو وجوہ قرآن، اسانید صحیحہ اور سنن نبوی سے پورے طور پر واقف ہو''۔

ایک دفعہ آپ نے فرمایا: **لا یجوزُ الفُتیا إلاّ لِرَجُلٍ عالِمٍ بالکتابِ و السّنّةِ .**

(إعلام الموقعین: ۲/۲۵۲)

ترجمہ: فتویٰ دینا جائز نہیں ہے، مگر اس شخص کے لیے جو کتاب وسنت کا عالم ہو۔

موجودہ دور اور کارِ افتاء

مفتی کے لیے جن شرائط کا ہونا ضروری ہے ان سارے اوصاف سے پورے طور پر متصف انسان کا ملنا آج کل مشکل ہے، لیکن موجودہ دور میں جب کہ کتب احادیث وفقہ مدون ومرتب ہوکر شائع ہوچکی ہیں اور حافظہ کا حال بھی پہلا سا باقی نہیں رہا جو کبھی تھا کہ ایک عالم کو کئی کئی لاکھ حدیثیں یاد ہوا کرتی تھیں، لہٰذا اب دیکھا جائے کہ جن لوگوں کو فقہ وحدیث سے شغف، کتاب وسنت سے

دلچسپی، کتب فقہ کے مطالعہ کا ذوق سلیم حاصل ہے اور ساتھ ہی اس نے علوم دینیہ باضابطہ علمائے دین سے سبقًا سبقًا حاصل کیا ہے تو ان میں یہ خدمت ان لوگوں کے سپرد ہوگی جو مسائل شرعیہ میں دقیق نظر رکھتے ہیں، اس لیے کہ اب موجودہ اصطلاح میں فقیہ ایسے ہی لوگ مانے جاتے ہیں۔

إنّ الفقيهَ مَن يُدقِّقُ النّظرَ في المسائلِ و إنْ عَلِمَ ثلاثَ مسائلَ بأدلّتِهَا .

(ردّ المحتار: ۱/۱۱۵، مقدّمة)

ترجمہ: فقیہ وہ ہے جو مسائل شرعیہ میں دقیق نظر رکھتا ہو، خواہ اسے تین ہی مسئلہ دلائل کے ساتھ کیوں نہ معلوم ہوں۔

علامہ ابن عابدینؒ نے صاحب التحریر کی تعریف کو ترجیح دی ہے وہ یہ ہے:

و ذكرَ في التّحريرِ أنّ الشّائِعَ إطلاقُهُ على مَن يحفظُ الفُروعَ مُطلقًا يعني سواءٌ كانتْ بدلائِلِها أوْ لاَ . (ردّ المحتار: ۱/۱۱۵، مقدّمة)

ترجمہ: ''تحریر'' میں مذکور ہے کہ عام طور سے (فقیہ) کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے، جسے جزئی مسائل یاد ہوں، خواہ دلائل کے ساتھ خواہ بغیر دلائل۔

فقیہ اور اجتہاد

بات یہ ہے کہ فقہ کی جو اصولیین نے تعریف کی ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ فقیہ کے لیے مجتہد ہونا ضروری ہے۔ **و اصطلاحًا عندَ الأصوليّينَ : العلمُ بالأحكامِ الشَّرعيّةِ الفرعيّةِ المُكتسبُ مِن أدلّتِها التّفصيليّةِ . (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱/۱۱۴-۱۱۵، مقدّمة)**

ترجمہ: علماء اصول فقہ کی اصطلاح میں فقہ اُن احکام شرعیہ فرعیہ کے جاننے کو کہتے ہیں جو تفصیلی دلائل سے حاصل ہوئے ہیں۔

چنانچہ البحر الرائق میں ہے: **فالحاصلُ أنّ الفقهَ في الأصولِ علمُ الأحكامِ مِن دلائلِهَا كمَا تقدّمَ ، فليسَ الفقيهُ إلاّ المجتهِدُ عندَهُم . (ردّ المحتار: ۱/۱۱۵، مقدّمة)**

ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ اصول فقہ میں فقہ نام ہے دلائل کے ساتھ احکام شرعیہ کے جاننے کا، جیسا کہ گذرا، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک سوائے مجتہد کے کوئی فقیہ نہیں ہے۔

غیر مجتہد فقیہ

باقی مقلد کو جو آج کل فقیہ کہا جاتا ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں: و إطلاقُهُ علَى المقلّدِ الحافظِ للمسائلِ مجازٌ . (ردّ المحتار: ۱/۱۱۵، مقدّمة)

ترجمہ: فقیہ کا اطلاق اس مقلد پر جو مسائل یاد رکھتا ہے بہ طور مجاز ہے۔

فقہاء فقہ کی تعریف میں دلائل کی قید نہیں لگاتے۔ و عندَ الفقهاءِ حفظُ الفروعِ و أقلُّهُ ثلاثٌ. (الدّرّ المختار مع الشّامي: ۱/۱۱۵، مقدّمة)

ترجمہ: فقہا کے نزدیک فروع کے یاد رکھنے کا نام فقہ ہے، جس کا کمتر درجہ تین مسئلے ہیں۔

افتاء کے لیے اجتہاد کی شرط

اس قدر مسلّم ہے کہ اصولیین نے جو فقہ کی تعریف لکھی ہے اس کے مطابق فقیہ اور مفتی دونوں کے لیے مجتہد ہونا ضروری ہو جاتا ہے، فقیہ کے متعلق تو آپ پڑھ چکے، مفتی کے سلسلہ میں ابن الھمام (م ۸۶۱ھ) فتح القدیر میں لکھتے ہیں: وقد استقرّ رَأيُ الأصوليّينَ على أنّ المُفتيَ هوَ المجتهدُ فأمّا غيرُ المجتهدِ ممّنْ يحفظُ أقوالَ المجتهدِ فليسَ بِمفتٍ .

(ردّ المحتار: ۱/۱۵۵، مقدّمة ، رسم المفتي)

ترجمہ: اصولیین کی رائے طے پا چکی ہے کہ مفتی وہی ہے جو مجتہد ہو، باقی وہ غیر مجتہد شخص جو مجتہد کے اقوال یاد رکھتا ہے مفتی نہیں ہے۔

پھر آگے چل کر انہوں نے اس کی صراحت کر دی ہے کہ موجودہ مقلد علماء کا فتویٰ دراصل فتویٰ نہیں، نقل فتویٰ ہے۔ فَعُرِفَ أنَّ مَا يكونُ في زمانِنا مِن فتوىَ المَوْجُوْدِيْنَ ليسَ بِفتوىٰ ، بلْ هوَ نَقلُ كلامِ المفتيْ لِيأخذَ بهِ المُستفتِي . (ردّ المحتار: ۱/۱۵۵، مقدّمة ، رسم المفتي)

ترجمہ: پس معلوم ہوا کہ ہمارے موجودہ علماء کا فتویٰ حقیقۃً فتویٰ نہیں، بلکہ مفتی کے کلام کی نقل ہے، تا کہ مستفتی اسے اختیار کر کے عمل کرے۔

موجودہ دور میں کارِ افتاء

جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ ہمارے اس زمانہ میں کارِ افتاء انجام دینے والے علماء مجازاً مفتی کہے جاتے ہیں، لیکن اس زمانہ میں بھی ایسے علماء کے لیے فقہ میں پوری بصیرت ضروری ہے، اور باضابطہ تحصیل علم دین بھی۔ علامہ ابن عابدینؒ (م ۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں: **و قد رأيتُ في فتاوى العلّامةِ ابن حجرٍ سُئلَ في شخصٍ يقرأُ ويُطالعُ في الكتبِ الفقهيّةِ بنفسِهٖ و لم يكنْ لهُ شيخٌ ، و يُفتي و يعتمدُ على مطالعتِهٖ في الكتب ، فهل يجوزُ لهُ ذٰلك أم لا ؟ فأجاب بقولهٖ: لا يجوزُ لهُ الإفتاءُ بوجهٍ من الوجوهِ لأنَّهُ عاميٌّ جاهلٌ ، لا يدري ما يقولُ .**

(شرح عقود رسم المفتي،ص:۷۵،هل يفتى بما في كتب المتأخرينَ مطلقًا ؟)

ترجمہ: میں نے علامہ ابن حجرؒ کے فتاویٰ میں یہ بات دیکھی ہے کہ آپ سے ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جو کتب فقہ پڑھتا ہے اور خود سے مطالعہ کرتا ہے کوئی اس کا استاذ نہیں ہے، اور وہ اپنے مطالعہ کتب کے اعتماد پر افتاء کا کام کرتا ہے، تو کیا یہ اس کے لیے درست ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ کسی طرح بھی اس کے لیے کار افتاء درست نہیں ہے، اس لیے کہ وہ درحقیقت جاہل و عامی ہے، اسے خود معلوم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، بلکہ فتویٰ دینا ان لوگوں کا کام ہے، جنہوں نے مستند علماء ومشائخ سے علم حاصل کیا ہے۔

معتمد علماء کی صحبت

اس سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوگئی کہ صرف مطالعہ و کتب بینی سے خواہ معلومات کتنی ہی کیوں نہ ہوجائیں کسی درجہ میں قابل اعتماد نہیں ہے، بلکہ وہ عامی جاہل کے درجہ میں ہے، قابل اعتماد ہونے کے لیے ضروری یہ ہے کہ اس نے علوم دینیہ معتمد علماء دین سے باضابطہ حاصل کیا ہو، اور خود صاحب بصیرت ہو، چند کتابوں کا پڑھ لینا کافی نہیں ہے، چنانچہ آگے مذکور ہے:

بل الّذي يأخذُ العلمَ عن المشائخِ المُعتبرينَ ، لا يجوزُ لهُ أن يُفْتِيَ من كتابٍ ولا من كتابَيْنِ ، بل قالَ النّوويُّ رحمهُ اللّٰه تعالىٰ: ولا من عشرةٍ ؛ فإنّ العشرةَ والعشرينَ قد

یعتمدونَ کلُّهم علٰی مقالةٍ ضعیفةٍ في المذهبِ ، فلا یجوزُ تقلیدُهم فِیْهَا . (شرح عقود رسم المفتي،ص:۵۷،هل یفتی بما في کتب المتأخرینَ مطلقًا ؟)

ترجمہ: بلکہ جو شخص معتبر اساتذہ سے علم فقہ حاصل کرتا ہے؛ اس کے لیے بھی ایک دو کتاب سے فتویٰ دینا درست نہیں ہے، بلکہ امام نوویؒ کا قول ہے: دس بیس سے بھی نہیں، اس لیے کہ کبھی یہ کل کے کل مذہب کے باب میں ایک کمزور بات پر اعتماد کر لیتے ہیں، لہٰذا ضعیف قول میں ان کی تقلید درست نہیں ہے۔

افتاء کے لیے ضروری شرائط

جسے فقہ میں بصیرتِ تامّہ حاصل ہو اور فتویٰ کی صلاحیت بھی، وہ البتہ فتویٰ دے سکتا ہے، مندرجہ شرائط کا بہ غور مطالعہ کیا جائے۔ لکھتے ہیں:

بخلافِ الماهرِ الّذي أخذَ العلمَ عن أهلِهِ وصارتْ لهُ فیه مَلَکَةٌ نفسانیةٌ ؛ فإنَّهٗ یُمیِّزُ الصّحیحَ من غیرِهٖ ، ویعلمُ المسائلَ وما یتعلّقُ بِهَا علَی الوجهِ المعتمد بهٖ ، فهٰذا هو الّذي یُفتي النّاسَ و یصلحُ أن یکونَ واسطةً بینهم وبینَ اللّٰهِ تعالٰی .

(شرح عقود رسم المفتي،ص:۵۷،هل یفتی بما في کتب المتأخرینَ مطلقًا ؟)

ترجمہ: البتہ ایسا ماہر فتویٰ دے سکتا ہے، جس نے لائق وفائق اہل علم سے اخذ علم سے کیا ہو اور اسے خود اس فن میں مہارت تامہ اور ملکہ راسخہ اس طرح حاصل ہو چکا ہو کہ وہ صحیح کو غیر صحیح سے متمیز کر سکے، اور مسائل اور اس کے متعلقات سے قابل اعتماد طور پر واقف ہو، یہ البتہ ایسا شخص ہے جو لوگوں کو فتویٰ دے سکتا ہے، اور اس لائق ہے کہ یہ بندوں اور خدا کے درمیان واسطہ بن سکے۔

ماہر استاذ کا تربیت یافتہ ہونا

پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کسی ماہر استاذ کا تربیت یافتہ ہو اور قواعد شرع کی صحیح معرفت رکھتا ہو۔

فإنّ المتقدّمینَ شرطُوْا فِي المُفتِي الاجتهادَ وهٰذَا مَفقودٌ في زمانِنَا ، فلاَ أقلَّ من أن یُشترطَ فیهِ معرفةُ المسائلِ بِشُروطِهَا و قُیودِهَا الّتِيْ کثیرًا مَا یَسقطونَهَا ولا یُصرِّحونَ بِهَا

اعتمادًا علٰی فَهْمِ المتفقّهِ .

(شرح عقود رسم المفتي،ص:۱۷۹، أمثلة الأحكام الّتي تتغيّر بتغيّر العرف)

ترجمہ: متقدمین نے مفتی کے لیے اجتہاد کی شرط بیان کی تھی، جو ہمارے اس دور میں مفقود ہے، لہٰذا اب کم سے کم اتنی شرط تو ضرور لگائی جائے گی کہ وہ مسائل کی معرفت اور تمام قیود وشروط کے ساتھ رکھتا ہو، جنہیں بسا اوقات مصنفین اس اعتماد پر چھوڑ دیتے ہیں اور صراحت نہیں کرتے کہ فقیہ ان کو سمجھ لے گا۔

زمانہ کے عرف وعادت سے واقفیت

زمانہ کے عرف اور اہل زمانہ کے احوال سے واقف ہونا بھی ضروری ہے۔ و كذا لا بُدّ لَهُ من معرفةِ عُرفِ زمانِه و أحوالِ أهلِه . (حوالۂ سابقہ)

ترجمہ: اور ایسا ہی مفتی کے لیے عرف زمانہ کی معرفت اور اپنے دور کے لوگوں کے احوال سے واقفیت بھی ضروری ہے۔

ماہر فقیہ کی شاگردی

کسی قابل اعتماد ماہر فقیہ ومفتی کے پاس رہ کر اس نے فتوٰی نویسی کا سلیقہ باضابطہ سیکھا ہو۔ والتّـخرُّجُ في ذلك علٰى أستاذٍ ماهرٍ ، و لذا قال في آخرِ منيةِ المفتي : لو أنّ الرّجلَ حَفِظَ جميعَ كتبِ أصحابِنَا لَا بُدَّ أن يَتلمّذَ للفتوٰى حتّٰى يهتدِيَ إليهِ . (حوالۂ سابقہ)

ترجمہ: اور وہ کسی ماہر استاذ کا تربیت یافتہ ہو اور اسی وجہ سے منیۃ المفتی کے اخیر میں صراحت ہے کہ گو وہ شخص ائمہ احناف کی تمام کتابیں یاد کر چکا ہو، لیکن پھر بھی اس کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ فتوٰی کے لیے اس نے تلمذ اختیار کیا ہو اور اس کی راہیں معلوم کر چکا ہو۔

اس کی وجہ لکھتے ہیں: لأنّ كثيـرًا منَ المسائلِ يجابُ عنهُ علٰى عاداتِ أهلِ الزّمانِ فيمَا لا يُخالفُ الشّريعةَ . (حوالۂ سابقہ)

ترجمہ: اس لیے کہ بہت سے مسائل کا جواب اہل زمانہ کی عادات کے لحاظ سے دیا جاتا ہے،

جن میں شریعت کی مخالفت کا شائبہ بھی نہ ہو۔

عرفِ زمانہ کی رعایت

عرفِ زمانہ کی رعایت مفتی وقاضی کے لیے ضروری قرار دی گئی ہے۔ و في القنيةِ : ليسَ للمفتِيْ و لا للقاضيْ أن يَحكُمَا علىٰ ظاهرِ المذهبِ و يتركَا العُرفَ .... و هذا صريحٌ فيما قُلنا مِنْ أنّ المفتِيَ لا يُفتي بخلافِ عرفِ أهلِ زمانِهٖ .

(شرح عقود رسم المفتي،ص:۱۸۰، أمثلة الأحكام الّتي تتغيّر بتغيّر العرف)

ترجمہ: قنیة میں ہے کہ مفتی اور قاضی کے لیے یہ درست نہیں ہے کہ عرف زمانہ سے صرف نظر کر کے صرف ظاہر مذہب پر فیصلہ دیں۔

اس سے صراحۃً یہ بھی ثابت ہوا کہ مفتی اپنے عرف زمانہ کے خلاف فتویٰ نہ دے، جیسا کہ ہم نے کہا تھا۔

عرف کی تبدیلی سے مفتی کو واقف ہونا چاہیے۔ فللمُفتي اتّباعُ عُرفِهِ الحادثِ في الألفاظِ العُرفيّةِ .(شرح عقود رسم المفتي،ص:۱۷۹، أمثلة الأحكام الّتي تتغيّر بتغيّر العرف)

ترجمہ: مفتی کو چاہیے کہ وہ رسم ورواج زمانہ کی اپنے الفاظ عرفیہ میں رعایت کرے۔

احوال زمانہ سے واقفیت کی قید اور اس کی وجہ

مفتی کے لیے عرف زمانہ اور احوال کے علم کی قید کیوں لگائی گئی ہے؟ لکھتے ہیں:

فقدْ ظَهرَ لكَ أنّ جُمودَ المفتِيْ أو القاضِي علىٰ ظاهرِ المنقولِ معَ تركِ العُرفِ والقرائنِ الواضحةِ والجهلِ بأحوالِ النّاسِ يلزمُ منهُ تضييعُ حقوقٍ كثيرةٍ و ظلمُ خلقٍ كثيرينَ . (شرح عقود رسم المفتي،ص: ۱۸۲، مَن جهلَ بأهلِ زمانهٖ فهو جاهلٌ)

ترجمہ: جو کچھ عرض کیا گیا اس سے آپ پر یہ بات عیاں ہو چکی ہوگی کہ اگر مفتی اور قاضی نے عرف عام اور قرائن واضحہ کو ترک کر دیا اور لوگوں کے حالات سے بے خبر رہا اور ظاہر پر جمار ہا تو پھر یقین کر لینا چاہیے کہ اس طرح بہت سے حقوق ضائع کرنا اور بہتیرے لوگوں پر ظلم کرنا لازم آئے گا۔

چنانچہ اسی وجہ سے صراحت ہے۔ **لا بدّ لهٗ (للمفتي) مِن .... مَعرفةِ بأحوالِ النّاسِ .... و قد قالوا: و مَن جهلَ بأهلِ زمانهٖ فهو جاهلٌ .**

(شرح عقود رسم المفتي،ص: ۱۸۰-۱۸۱)

ترجمہ: لہٰذا مفتی کے لیے لوگوں کے احوال کی معرفت ضروری ہے اور اہل علم کا فیصلہ ہے کہ جس نے اپنے زمانہ کے لوگوں کو نہ جانا وہ جاہل ہے۔

مناقب کردری میں مذکور ہے کہ امام محمد رنگریزوں کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کے معاملات کے سلسلہ میں معلومات حاصل کرتے اور ان میں جو رواج ہوتا اس کا پتہ لگاتے۔

اغلاط سے محفوظ ہونا

مفتی کے لیے یہ بھی ضروری قرار دیا گیا ہے کہ اس سے غلطیاں بہت کم واقع ہوں، ورنہ وہ لائق افتاء نہیں ہوسکتا ہے۔

و لا يصيرُ أهلاً للفتوىٰ ، ما لم يصرْ صوابهٗ أكثرَ من خطأهٖ ، لأنّ الصّوابَ متىٰ كثرَ فقدْ غلبَ و لا عبرةَ في المغلوبِ بمقابلةِ الغالبِ ، فإنّ أمورَ الشّرعِ مبنيّةٌ علَى الأعمّ الأغلبِ كذا في الولوالجية . (شرح عقود رسم المفتي،ص: ۱۲۹، توجيه إفتاء المشائخ بقول غير الإمام مع أنّهم مقلّدون)

ترجمہ: اس وقت تک مسند افتاء پر بیٹھنے کے لائق کوئی مفتی نہیں ہوسکتا، جب تک اس کی درستی اس کی غلطیوں سے بڑھی ہوئی نہ ہو، اس لیے کہ اکثر جواب کی صحت غلبہ کی حیثیت میں ہے اور غالب کے مقابلہ میں مغلوب کا کوئی اعتبار نہیں کرتا، اس لیے کہ شرعی امور کا دارومدار عموم اور اغلب پر ہی ہے

جو کچھ عرض کیا گیا اس سے اتنی بات واضح ہوکر سامنے آگئی ہوگی کہ اہل علم میں اس منصب پر وہی حضرات فائز کئے جائیں اور فائز ہوں جن میں علمی استعداد اس درجہ کی ہو کہ وہ اس اہم کام (۱) کو

---

(۱) مفتی کے لیے صرف بالغ ہونے کی شرط ہے، جیسا کہ آرہا ہے، کسی مخصوص عمر کی قید نہیں کہ مثلاً وہ اس عمر کا ہو یا بوڑھا ہو تو اس کو ترجیح ہوگی۔ **و لا يعتبر السّنّ و لا كثرة العدد لأنّ الأصغر الواحد قد يوفّق للصّواب في حادثة مالا يوفّق الأكبر والجماعة إلخ . (معين الحكام، ص:۳۰،** پھر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے)

حسن وخوبی کے ساتھ سنبھال سکیں۔

نااہل مفتی کی تعزیر

لیکن اگر کوئی مفتی بننے کا اہل نہیں ہے اور وہ بن گیا ہے تو اس کی تعزیر ضروری ہے، اس سلسلہ میں کوئی رورعایت نہیں ہونی چاہیے، اس لیے کہ مفتی بہ ظاہر بندوں اور خدا کے درمیان واسطہ ہے، اس لیے اگر ایسے اشخاص کو نہیں روکا گیا تو مفاسد کے دروازے کھل جائیں گے، اور مخلوقِ خدا گمراہی میں مبتلا ہو جائے گی۔

و أمّا غيرهُ فيلزمهُ إذا تسوّرَ هذَا المنصبَ الشّريفَ التّعزيرُ البليغُ ، والزّجرُ الشّديدُ الزّاجرُ ذٰلك لأمثالهِ عن هذا الأمرِ القبيحِ الّذي يودّي إلٰى مفاسدَ لا تُحصٰى . (شرح عقود رسم المفتي،ص: ٧٦، مَن يُفتي بمطالعةِ الكتبِ بغيرِ التّمرّنِ علٰى شيخٍ)

ترجمہ: جو افتاء کے لائق نہ ہو اور اس منصب عظیم پر آ دھمکے اس کی تعزیر شدت کے ساتھ لازم ہے، اور ایسی سختی ایسے لوگوں کے ساتھ ہونی چاہیے کہ پھر وہ اس طرح کی جرأت نہ کرسکیں، کیوں کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو بے انتہا مفاسد کے دروازے کھل جائیں گے۔

ابن خلدون کی صراحت

ابن خلدون (م ۸۰۸ھ) نے لکھا ہے کہ دینی حکومت کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ منصب افتاء پر اس کے لائق اور قابل تر آدمی کو تلاش کر کے فائز کرے اور جو شخص اس کے لائق نہ ہو اور یہ کام انجام دے رہا ہو اسے سختی کے ساتھ منع کردے۔

أمّا الفُتيا فللخليفةِ تفحص أهلِ العلمِ والتّدريسِ ، و ردُّ الفُتيا إلٰى مَن هُوَ أهلٌ لَها وإعانتهُ علٰى ذٰلكَ ، ومنعُ مَن ليسَ أهلاً لها و زجرُهُ ؛ لأنّها مِن مَصالحِ المسلمينَ في أديانِهم ، فتجبُ عليهِ مُراعاتُها لِئلّا يَتعرَّضَ لِذٰلكَ مَن ليسَ لهُ بأهلٍ ، فيُضِلُّ النّاسَ .

(مقدّمة ابن خلدون ،ص:۱۸۳، الفصل الثّالث من الكتاب الأوّل في الدول العامّة إلخ ، فصل في الخطط الدّينيّة الخلافيّة)

ترجمہ: فتویٰ کے لیے خلیفۂ وقت کا فریضہ ہے کہ صاحب درس وتدریس اور ذی علم کی تلاش کرے اور افتاء کا کام ایسے شخص کے سپرد کرے جو اس خدمت کے لائق ہو، اور پھر اس کی مدد بھی کی جانی چاہیے، اور جو اہل نہ ہو، اسے روکنا چاہیے اور سختی کے ساتھ علیحدہ رکھنا چاہیے، اس لیے کہ یہ ایک اہم دینی ذمہ داری ہے، اگر عہدہ کی رعایت نہ ہوئی تو نا اہل لوگ آ جائیں گے اور لوگوں کو گمراہی میں ڈال دیں گے۔

لائق ترین کی جستجو

واقعہ بھی یہی ہے کہ ایسے نا اہل کو روک دیا جانا ہی ضروری ہے، جو باعث گمراہی ہو، حافظ ابن قیمؒ نے اس سلسلہ میں اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) کا واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ نا اہل کے مسند افتاء پر بیٹھنے سے سخت نکیر کیا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اسے قطعاً اس کی اجازت نہیں ہونی چاہیے، یہ بھی کوئی بات ہے کہ ہر معمولی سے معمولی کام پر احتساب ہو اور اس قدر اہم کام پر احتساب کی ضرورت محسوس نہ کی جائے۔ (دیکھئے: **اعلام الموقعین: ۲/۲۵۶**)

طحطاوی (م ۱۲۴۳ھ) نے عالمگیری کے حوالہ سے لکھا ہے: **وعلى ولي الأمر أن يبحث عمّن يصلح للفتوىٰ ويمنع من لا يصلح . (طحطاوي على الدرّ: ۳/۱۷۵)**

ترجمہ: گورنر کا فرض ہے کہ وہ فتویٰ کے لائق ترین افراد کو تلاش کرے، اور جو اس منصب کے لائق نہ ہو، اسے منع کر دے۔

پیش آمدہ مسائل و واقعات کے حکم بیان کرنے کا نام اصطلاح میں ''فتویٰ'' رکھا جاتا ہے، اگر خدانخواستہ کوئی شخص علوم دینیہ بالخصوص احکام فروع واصول میں مہارت نہ رکھتا ہو، تو خود سوچئے وہ کس مرض کی دوا بن سکتا ہے، علمی استعداد و مہارت کے ساتھ کچھ اور اوصاف ہیں جن کا ایک مفتی میں پایا جانا بے حد ضروری ہے، تا کہ وہ اپنی ذمہ داری حسن وخوبی کے ساتھ ادا کر سکے۔

پانچ خوبیاں

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جب تک کسی میں پانچ چیزیں نہ ہوں مسند افتاء کو زینت بخشنے

کی جرأت نہ کرے۔(۱) نیت صالحہ (۲) حلم ووقار (۳) مسائل میں بصیرت اوران پر ثابت قدمی کی شان (۴) بہ قدر ضرورت ذرائع معاش (۵) لوگوں کے احوال کی معرفت۔

نیت صالحہ تو اس لیے ضروری ہے کہ ہر کام کی جان اور روح دراصل یہی پاک نیت ہے، جب تک نیت میں پاکیزگی اور اخلاص نہ ہو، کام میں برکت نہیں ہوسکتی، اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول اور قابل اجر ہوگا۔ پھر ایسا جواب نورالٰہی سے خالی ہوگا اور خصوصی برکت سے محروم، حدیث نبوی ہے: **إنّما الأعمال بالنيّات .**

حلم ووقار ہر اہل علم کے لیے از بس ضروری ہے کہ اس سے خود اس کی ذات کی بھی رونق ہے اور اس کے علم وعمل کی بھی، اور مفتی کے لیے خصوصی طور پر اس لیے کہ وہ اپنے منصب پر ایک دینی شعبہ کا ذمہ دار ہے اور عوام وخواص کے لیے رہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔

علم میں بصیرت اور اپنی بصیرت پر اعتماد اگر نہ ہوگا تو پھر وہ دوسروں کی رہنمائی کیا کرسکے گا، اور دوسرے ان کی اس تجویز کردہ اور بتائی ہوئی صورت پر یقین کے ساتھ کس طرح عمل پیرا ہوسکیں گے۔

بہ قدر ضرورت ذرائع معاش کی قید غالبًا اس لیے لگائی ہے کہ وہ عوام کی نگاہوں میں ہلکا نہ ہوجائے، اور کسی کو اس کی جرأت نہ ہو کہ وہ مفتی کو حرص ولالچ میں ڈالنے کی بات سوچ بھی سکے۔

احوال اہل زمانہ سے واقفیت

اسی طرح لوگوں کے احوال سے واقفیت بھی ضروری ہے، جس کی طرف اوپر بھی اشارہ گذر چکا کہ اس واقفیت کی وجہ سے وہ سوالات کو صحیح طور پر سمجھ سکے گا اور پھر صحیح جواب دے سکے گا۔

بلند کرداری اور عفت

مفتی کا بلند کردار، عفت مآب، کامل العقل، اور صاحب صلاح وتقویٰ ہونا بھی ضروری ہے، صاحب درمختار (م ۱۰۸۸ھ) نے قاضی کی بحث میں جہاں اس کے اوصاف گنائے ہیں مفتی کے لیے بھی ان اوصاف کی نشاندہی کی ہے کہ اس میں مندرجہ ذیل تمام اوصاف وخصائل کا پایا جانا ضروری ہے:

و ینبغي أن یکونَ مَوثوقًا بهٖ في عَفافهٖ و عقلهٖ و صلاحهٖ و فهمهٖ و علمهٖ بالسّنّةِ والآثارِ وَ وُجوهِ الفقهِ ، و الاجتهادُ شرطُ الأولویّةِ لتعذّرهٖ علیٰ أنّه یجوزُ خُلُوّ الزّمنِ عنهُ عندَ الأکثرِ ...... و مثلهٗ فیمَا ذکرَ المفتِي . (الدّرّ المختار علی ردّ المحتار :۸/ ۳۵-۳۷، کتاب القضاء ، مطلب في تفسیر الصّلاح و الصالح)

ترجمہ: اورضروری ہے کہ وہ قاضی اپنی پارسائی عقل وفہم صلاح وتقویٰ اورسنت وآثاراورفقہ کےعلوم میں قابل اعتماد ہو، رہا اجتہادتو یہ صرف اولویت کی شرط ہے، کیوں کہ اکثر علماء کےنزدیک ہر زمانہ میں اس کا پایا جانا دشوار ہے، اور اسی طرح ان تمام اوصاف مذکورہ کا مفتی میں پایا جانا بھی ضروری ہے۔

بردباری اورنرم خوئی

ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی لکھا ہے: و یجب أن یکون المفتي حلیمًا رذینًا ، لیّن القول منبسط الوجه . (أیضًا)

ترجمہ: اورواجب ہے کہ مفتی بردبار، سنجیدہ، متین، شیریں مقال اورخندہ جبیں ہو۔

دین داری

مفتی کا دین داراورخداترس ہونا بھی ضروری ہے، اس لیے کہ فاسق مسند افتاء کے لائق نہیں ہے، اور نہ اسے اس کا حق حاصل ہے، فقہاء نے صراحت کردی ہے کہ فاسق نہ مفتی ہوسکتا ہےاور نہ ایسے شخص سے استفتاء ہی درست ہے۔

و الفَاسقُ لا یصلحُ مفتیًا لأنّ الفتویٰ مِن أمورِ الدّینِ ، و الفاسقُ لا یقبلُ قولهٗ في الدّیانات (إلیٰ قولهٖ) وظاهرُ ما في التّحریرِ أنّهٗ لا یحلُّ استفتاؤُهٗ اتّفاقًا . (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار:۸/ ۲۸-۲۹، کتاب القضاء ، مطلب في قضاء العدوّ علیٰ عدوّهٖ)

ترجمہ: فاسق مفتی نہیں ہوسکتا، وجہ یہ ہے کہ فتویٰ دینی امور میں سے ہےاوردیانات میں فاسق کا قول قابل قبول نہیں ہوا کرتا ہے، کتاب التحریر میں جو کچھ ہےاس کا ماحصل یہ ہے کہ فاسق سے

مسئلہ دریافت کرنا بالاتفاق درست نہیں ہے۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ مسائل شرعیہ میں خشیت الٰہی اور طاعت خداوندی فیضان الٰہی کا موجب ہوا کرتی ہے(۱) جو لوگ معصیت میں مبتلا ہیں اگر وہ اس کی توقع رکھتے ہیں کہ وہ اپنے اسی حال میں فقہ کے دقائق اور مسئلہ کی روح کو پالیں گے تو یہ ان کا محض خواب وخیال ہے واقعہ سے اسے دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔

اسلام اور عقل وفہم

ساتھ ہی مفتی کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ وہ مسلمان، صاحبِ عقل وفہم اور بیدار دماغ ہو، اس پر غفلت اور سہو ونسیان کا غلبہ نہ ہو: **و لا خلافَ في اشتراطِ إسلامِهٖ و عقلِهٖ ، و شرطَ بعضُهم تَيَقُّظَهٗ . (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار : ۲۹/۸، كتاب القضاء ، مطلب في قضاء العدوّ علٰى عدوّهٖ)**

ترجمہ: مفتی کے لیے اسلام وعقل کی شرط میں کسی کا اختلاف نہیں، بلکہ بعض علماء نے اس کے لیے بیدار دماغ ہونا بھی شرط قرار دیا ہے۔

دور اندیشی اور بیدار دماغی

ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں کہ اس دور میں تیقظ کی شرط لازم ہے: **قلتُ: و هذا شرطٌ لازمٌ في زمانِنا ...... و الحاصلُ أنَّ غَفلةَ المُفتِيِّ يلزمُ مِنهَا ضررٌ عظيمٌ في هٰذا الزّمانِ .**

(ردّ المحتار: ۲۹/۸، كتاب القضاء)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ بیدار مغز ہونے کی شرط ہمارے اس زمانہ میں لازم ہے، کیوں کہ مفتی کی غفلت اور بے پرواہی سے اس دور میں بڑا نقصان لازم آئے گا۔

---

(۱) ارشادِ نبوی ہے: **مَا زَهِدَ عبدٌ فِي الدُّنيا إلاّ أنبَتَ اللّٰهُ الحِكمةَ فِي قلبِهٖ ، وَ أَنْطَقَ بِهَا لِسانَهٗ ، و بَصَّرَهٗ عيبَ الدُّنيا وداءَ ها ودَواءَ ها ، و أخرجَهٗ مِنها سَالِمًا إلٰى دارِالسّلامِ ، رواهُ البيهقيُّ في شعبِ الإيمان . (مشكاة المصابيح، ص:۴۴۳، كتاب الرّقاق، الفصل الثّالث)**

بالغ وعادل

مفتی بالغ بھی ہو اور عادل بھی: قال في البحر: فشرطُ المفتي إسلامُهُ و عدالتُهُ ، ولزم منهما بلوغُهُ و عَقلُهُ ، فيرُدُّ فتوَى الفاسقِ والكافرِ وغيره المكلّف .

(طحطاوي على الدّرّالمحتار:۴/۱۷۵)

ترجمہ: بحرالرائق میں ہے کہ مفتی کے لیے جو شرائط ہیں ان میں اس کا مسلم ہونا اور عادل ہونا بھی ہے، اور ان دونوں شرطوں سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ وہ بالغ و عاقل بھی ہو، لہٰذا فاسق، کافر اور غیر مکلّف کا فتویٰ رد کر دیا جائے گا۔

پسندیدہ ضروری اوصاف

علامہ طحطاویؒ (م ۱۲۴۳ھ) نے عالم گیری سے نقل کیا ہے کہ مفتی میں مندرجہ ذیل اوصاف بھی ہونے چاہئیں:

"استفتاء کے کاغذات وہ احترام کے ساتھ لے، اسے پہلے بار بار غور سے پڑھے تاکہ سوال کی صحیح صورت اس کے سامنے کھل کر اور متعین ہو کر آجائے، کاغذات استفتاء کی بے حرمتی نہ کرے کہ یہ آداب افتاء کے خلاف ہے، اگر کبھی جواب میں غلطی واقع ہو جائے تو معلوم ہونے پر اس سے فوراً رجوع کرلے، ضد و ہٹ کے ذریعہ اپنی اس غلطی کو صحیح باور کرانے کی فکر نہ کرے، اور رجوع میں ننگ و عار محسوس نہ کرے، فتویٰ کی تحقیق میں تساہل سے کام نہ لے کہ ایسا کرنا مفتی کے لیے حرام ہے، غرض فاسد کی وجہ سے حیلوں کو کام میں نہ لاوے، جس وقت مزاج میں اعتدال نہ ہو جواب تحریر نہ کرے، بلکہ صرف اعتدال کے وقت جواب لکھے، جواب لکھنے کے معاملے میں کسی کی رو رعایت ہرگز نہ ہو، جس ترتیب سے اس کے پاس استفتے آئیں اسی ترتیب سے جواب دے، اس سلسلہ میں اغنیاء امراء اور دوست واحباب اور خویش واقارب کی ایسی رعایت نہ کرے جس سے دوسروں کی حق تلفی ہو، اس باب میں چاہیے کہ اس کے یہاں امیر و غریب، اور شاہ و گدا، یکساں ہوں اور کسی بھی مستفتی سے کوئی اجرت نہیں قبول کرنی چاہیے کہ یہ اس منصب کے شایانِ شان نہیں ہے"۔

مسائل پر عبور اور قواعد کا علم

ان سب سے بڑھ کر یہ کہ مفتی اپنے امام کے مسائل پر پورا عبور رکھتا ہو، اور اس کے قواعد و اسالیب سے اچھی طرح واقف ہو۔ و یُشترطُ أن یَحفظَ مسائلَ إمامِهٖ ، و یَعرِفَ قواعدَهٗ وأسالیبَهٗ . (طحطاوي علی الدّرّالمحتار:۳/۱۷۵)

ترجمہ: اور مفتی کے لیے اس کی بھی شرط ہے کہ اسے اپنے امام کے مسائل ازبر ہوں، اور وہ اس کے قواعد اور اسالیب میں مہارت رکھتا ہو۔

بات لمبی ہوتی جارہی ہے، کہنا صرف یہ ہے کہ مفتی کی ذات وصفات کے لیے کچھ شرائط، کچھ فرائض اور کچھ حقوق وآداب ہیں، جن کا لحاظ بڑی حد تک مفتی کا فریضہ ہے، یوں ہمارے یہاں یہ مسئلہ مصرح ہے کہ اگر کسی مفتی سے جواب میں تھوڑی بہت غلطی واقع ہوجائے تو اسے افتاء سے فوراً معزول نہیں کردیا جائے گا۔

و ذُکرَ فِي الملتقطِ إذَا کانَ صوابُهٗ أکثرَ من خطئِهٖ حلَّ لهٗ أن یُفتيَ و إن لَم یَکن مِن أهلِ الاجتهادِ . (طحطاوي علی الدّرّالمحتار:۳/۱۷۶)

ترجمہ: ملتقط میں مذکور ہے کہ اگر مفتی کی درستی اس کی خطاء اور غلطی پر غالب ہو تو اس کے لیے فتویٰ دینا درست ہے، گو وہ مجتہدین میں سے نہ ہو۔

دماغی توازن

گو چاہیے یہی کہ جن کو مسائل کا استحضار حاصل نہ ہو یا اس کی دماغی ساخت ہی ٹیڑھی واقع ہو، یا اپنے کسی مرض کی وجہ سے اس فریضہ کو ادا نہ کرسکے تو وہ اس طرح کی ذمہ داری ہرگز قبول نہ کرے، اس لیے کہ جواب کے لیے جس طرح ظاہری ہیئت اچھی ہونی چاہیے، دماغی توازن کا برقرار رہنا بھی بے حد ضروری ہے، حد یہ ہے کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ زیادہ مسرت اور حاجات بشریہ کے غلبہ کے وقت بھی فتویٰ نہ دیا کرے کہ یہ چیزیں اطمینان قلب اور دماغی توازن کو کھودینے والی ہیں۔

(دیکھئے: طحطاوي علی الدّرّ المحتار:۳/۱۷۵)

ظاہری ہیئت

ظاہری ہیئت کے سلسلہ میں امام ابو یوسفؒ کا یہ واقعہ کتابوں میں درج ہے:

وعَن أبِي يوسفَ رحمهُ اللّٰهُ أنّهُ إذَا اسْتُفْتِيَ في مسئلةٍ استوىٰ و ارتدىٰ و تعمّم ثمّ أفتىٰ تعظيمًا لأمرِ الإفتاءِ . (طحطاوي على الدّرّالمحتار:۳/۱۷٦)

ترجمہ: امام ابو یوسفؒ کے متعلق روایت ہے کہ جب ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ یکسو ہو کر سیدھے بیٹھتے، لباس زیب تن کرتے، عمامہ باندھتے، پھر جواب دیتے اور آپ یہ سارا اہتمام افتاء کی عظمت کی وجہ سے کرتے۔

شگفتہ مزاجی

مفتی کو متواضع، نرم خو، اور شگفتہ مزاج ہونا چاہیے، تند خوئی اور درشت مزاجی اس کے لیے سخت عیب ہے۔

و يَنبغِي لِلمفتِي أن يكونَ متواضعًا ، لَيِّنًا ولا يكونَ جبّارًا عقيدًا ولافظًا غليظَ القلبِ لأنّ اللّٰهَ تعالىٰ قالَ: ﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ الآية ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت:۱۵۹)

(بستان ، للفقيه أبي اللّيث، ص:۱۴، باب من يصلح(الفتوىٰ)

ترجمہ: مفتی کو متواضع اور نرم خو ہونا چاہیے، سخت کینہ پرور اور درشت خو اور سنگ دل نہیں ہونا چاہیے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے اوصاف میں نرم خوئی کا تذکرہ کیا ہے، اور اسے سراہا ہے۔

جو ضرورت مند ضرورت لے کر مفتی کی خدمت میں حاضر ہو تو اسے چاہیے کہ اگر کوئی معقول عذر نہیں ہے تو اس کی ضرورت پوری کرے اور اس کی حاجت براری کر کے مستحق ثواب ہو، اور اپنا فریضہ ادا کرے، گویا مفتی کا دروازہ ہر ایک مستفتی کے لیے کھلا ہوا ہو۔

قالَ الفقيهُ: ينبغِي لِمَن جعل نفسَهُ مفتيًا أو تولّى شيئًا مِن أمورِ المسلمينَ ، وَجعل وجه النّاس إليهِ أن لا يردَّهُم قبلَ أن يَقضي حوائِجَهُم إلاّ مِن عذرٍ و يَستعملَ فيهِ الرِّفقَ

والحِلمَ. (بستان ، للفقیه أبي اللّیث،ص:۱۴، باب من یصلح(الفتویٰ)

ترجمہ: جوشخص مفتی ہو یا مسلمانوں کے کسی اور شعبہ کا ذمہ دار ہو، اور لوگوں کا اس کی طرف رجوع عام ہوتو اسے چاہیے کہ اگر کوئی عذر نہیں ہےتو ان کی حاجت روائی کرے، واپس نہ کرے، اور اس مسئلہ میں نرم خوئی وملاطفت کا برتاؤ کرے۔

یقین واعتماد

مفتی جب جواب دینے کا ارادہ کرے تو دیکھ لے کہ وہ جو جواب دے رہا ہے اسے خود اس پر یقین ہے یا نہیں، اگر یقین ہے اور اسی کو راجح سمجھتا ہے تب تو جواب تحریر کرے، یا بتائے ورنہ اٹکل پچو جواب دینے کی ہرگز جرأت نہ کرے یا اسی طرح جب خود اسے اعتماد نہ ہو، تو دوسروں کو وہ جواب نہ دے۔ فالمفروضُ علَی المفتي و القاضي التّثبتُ في الجوابِ و عدمُ المجازفةِ فیهِمَا خوفًا من الافتراءِ علَی اللّٰهِ تعالٰی بتحریمِ حلالٍ و ضدّہٖ .

(شرح عقود رسم المفتي،ص: ۵۸، طبقات الفقهاء ؛ السّابعة)

ترجمہ: پس مفتی اور قاضی کا فرض ہے کہ جو کچھ جواب دے رہا ہےاس پر وہ پورا یقین رکھتا ہو۔ اٹکل پچو بات نہ کرتا ہو، تا کہ اس افتراء کا خطرہ باقی نہ رہے کہ کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام قرار دے دے گا۔

عدم تثبت کی صورت میں کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ وہ کیا سے کیا لکھ جائے، ہوسکتا ہے حرام کو حلال لکھ جائے، یا حلال کو حرام، اس لیے ایسی صورت میں افتاء سے پرہیز ہی ضروری ہے۔

قول راجح پر فتویٰ

پھر جواب میں اس قول کو اختیار کرے جو علمائے مذہب کے نزدیک راجح ہو، مرجوح کو ہرگز اختیار نہ کرے، مگر یہ کہ کوئی ایسی خاص وجہ ہو اور دلائل کی روشنی میں یہی راجح نظر آئے۔

أنّ الـواجـبَ عـلٰی مَنْ أرادَ أن یعملَ لِنفسهٖ أو یُفتيَ غیرَہٗ أن یتّبعَ القولَ الّذيْ رجّحهٗ علماءُ مذهبهٖ، فلایجوزُ له العملُ أوالإفتاءُ بالمرجوحِ إلاّ في بعضِ المواضِعِ ...... وقدْ نقلوا

الإجماعَ علٰی ذٰلکَ . (شرح عقود رسم المفتي،ص:۴۴، الإفتاءُ بغیرِ الرّاجحِ حرامٌ)

ترجمہ: جوشخص خود عمل کا ارادہ کرے یا غیر کو حکم بتائے دونوں صورتوں میں اس پر واجب ہے کہ اس قول کی پیروی کرے، جسے علماء مذہب نے راجح قرار دیا ہے، لہٰذا مرجوح پر عمل یا فتویٰ دینا درست نہیں ہے بہ جز چند خاص مواضع کے، اور فقہاء نے اسی اصل پر اجماع نقل کیا ہے۔

ابن عابدین شامیؒ نے لکھا ہے: **و کلامُ القَرافِيْ دَالٌّ علٰی أنّ المجتهدَ و المُقلّدَ لا یحلُّ لهمَا الحکمُ و الإفتاءُ بغیرِ الرّاجحِ لأنّهٗ اتّباعٌ للهوٰی ، و هوَ حرامٌ إجماعًا .**

(شرح عقود رسم المفتي،ص:۴۶، الإفتاءُ بغیرِ الرّاجحِ حرامٌ)

ترجمہ: قرافی کا کلام بتاتا ہے کہ غیر راجح پر فتویٰ دینا یا فیصلہ کرنا کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے، خواہ وہ مجتہد ہو یا مقلد، کیوں کہ اس وقت خواہش نفس کی پیروی ہوگی جو بالاتفاق حرام ہے۔

مختصر یہ کہ اگر صاحبِ نظر اور صاحبِ بصیرت ہے تو دلائل اور اس کی قوت پر نظر کر کے راجح پہلو پر عمل کرے اور فتویٰ دے اور اگر مسائل میں بصیرت تامہ حاصل نہیں ہے، تو اپنے علمائے مذہب کے قول پر عمل کرے۔ **أمّا الحکمُ و الفُتیَا بمَا هوَ مرجوحٌ فخلافُ الإجماعِ . (شرح عقود رسم المفتي،ص:۴۸، الحکمُ و الفُتیَا بغیرِ الرّاجحِ خلافُ الإجماعِ)**

ترجمہ: قول مرجوح پر حکم کرنا اور فتویٰ دینا اجماع کے خلاف ہے۔

صاحبِ قول کے متعلق معلومات

پھر جس مجتہد کے قول پر فتویٰ دے اس کے متعلق معلوم ہونا چاہیے کہ روایت و درایت میں اس کا کیا درجہ ہے۔ **لا بُدَّ للمفتي المقلّدِ أن یَعلمَ حالَ مَنْ یُفتِي بِقولهٖ ...... بل معرفتهٗ في الرّوایةِ و درجتهٖ في الدّرایةِ و طبقتهٖ من طبقات الفقهاء . (حوالۂ سابقہ)**

ترجمہ: مفتی مقلد جس کے قول پر فتویٰ دے رہا ہے، اس کے متعلق مفتی کو یہ علم ہونا ضروری ہے کہ روایت و درایت میں اس کا کیا درجہ اور یہ کس طبقہ میں داخل ہے۔

خواہشات سے اجتناب

ہر حال میں خواہشات نفس، لالچ اور اس طرح کے دوسرے رذائل سے فتویٰ دینے کے وقت مفتی کا بچنا ضروری ہے، اس لیے کہ ان جذبات کی پیروی حرام ہے۔

و يحرمُ اتّباعُ الهوىٰ و التّشهّي و الميلُ إلَى المالِ الّذي هوَ الدّاهِيةُ الكبرىٰ والمصيبةُ العُظمىٰ، فإنَّ ذٰلك أمرٌ عظيمٌ لا يتجاسرُ عليهِ إلاّ كلُّ جاهلٍ شقِيٍّ .

(شرح عقود رسم المفتي،ص: ۵۸، طبقات الفقهاء ؛ السّابعة)

ترجمہ: خواہشاتِ نفس کی پیروی میلان نفس اور مال و دنیا طلبی کا رجحان حرام ہے، جو سب سے بڑی مصیبت اور سب سے بڑی ہلاکت ہے، یہ ایسا خطرناک اقدام ہے جس کی جسارت جاہل بدبخت کے سوا کوئی دوسرا نہیں کرسکتا ہے۔

ناجائز حیلے

جو حیلے حرام اور مکروہ ہوں مفتی کے لیے ان کا اختیار کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح ان رخصتوں کی تلاش میں پڑنا بھی جن سے غلط طور پر کچھ لوگ استفادہ کے خواہاں ہوں۔

حافظ ابن القیمؒ (م ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں: **لا يجوزُ لِلمفتِي تتبُّعُ الحيلِ المحرَّمةِ و المكروهةِ ، وَ لا تتبُّعُ الرُّخَصِ لِمَنْ أرادَ نفعَهُ ، فإنَّ تتبُّعَ ذٰلكَ فِسْقٌ وحرامٌ استفتاؤُهُ .**

(إعلام الموقعين: ۲/ ۲۵۸)

ترجمہ: حرام اور ناجائز حیلوں کی تلاش و جستجو مفتی کے لیے درست نہیں ہے، اسی طرح ایسے شخص کے لیے رخصتوں کی جستجو میں پڑنا بھی جائز نہیں ہے، جو ناجائز نفع اٹھانے کا ارادہ رکھتا ہو، کیوں کہ یہ فسق ہے اور اس طرح کا استفتاء حرام ہے۔

طحطاوی میں ہے: **و يحرمُ التّساهلُ فِي الفتوىٰ، و اتّباعُ الحيلِ إن فسدتِ الأغراضُ.**

(طحطاوي على الدّرّالمحتار:۳/ ۱۷۵)

ترجمہ: فتویٰ میں تساہل اور حیلوں کی پیروی جب اغراض فاسدہ کے پیش نظر ہو حرام ہے۔

جائز حیلے

البتہ وہ شرعی حیلے جن پر عمل فقہائے امت نے جائز قرار دیا ہے اور اس میں کوئی شرعی مفسدہ نہیں ہے، ان کے ساتھ فتویٰ دینا درست ہے۔ حافظ ابن القیمؒ رقم طراز ہیں:

فإن حَسُنَ قصدُهُ فِي حيلةٍ جائزةٍ لا شبهةَ فيها ، ولا مفسدةَ لِتخليصِ المستفتِيْ بِهَا مِن حرجٍ جازَ ذٰلك ، بل استحبَّ وقد أرشدَ اللّٰهُ تعالٰى نبيَّهُ أيّوبَ عليهِ السّلامُ إلَى التّخلُّصِ مِنَ الحِنْثِ بأن يأخذَ بِيدِهِ ضِغْثًا فيضربُ بِهِ المرأةَ ضربةً واحدةً ، وأرشدَ النّبيُّ صلّى اللّٰهُ عليه وسلّم بِلَالًا إلٰى بيعِ التّمرِ بدراهمَ ثمّ يشترِيْ بالدّراهمِ تمرًا آخرَ فيتخلّصُ مِن الرِّبَا. (إعلام الموقعين: ٢/٢٥٨)

ترجمہ: اگر کوئی جائز حیلہ اچھے ارادہ سے اختیار کرے، جس میں نہ کوئی شبہ ہو، نہ مفسدہ، بلکہ منشاء مستفتی کو تنگی سے نکالنا ہو تو یہ جائز ہے، بلکہ مستحب، خود اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت ایوب علیہ السلام کی حنث (قسم توڑنے کے گناہ) سے بچاؤ کے لیے رہنمائی فرمائی تھی، اور بتایا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا لے لیں اور اس سے اپنی اہلیہ کو ایک مرتبہ ماریں، اور نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے بتایا کہ وہ کھجور دراہم کے بدلے بیچ دیں اور پھر ان دراہم سے دوسری کھجور خرید لیں، تاکہ سود سے بچ جائیں۔

اب تک جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس میں آدابِ افتاء کا بھی تذکرہ آ گیا، اب سرسری طور پر ایسی چند ضروری چیزوں کا ذکر بھی ضروری ہے جن کا تعلق بابِ افتاء میں متعلق مسائل سے ہے۔

سہل پہلو اور رخصت پر فتویٰ

جو چیزیں بغیر کراہت جائز ہیں اور شریعت میں اُن کے لیے رخصت ہے مفتی کو چاہیے کہ عوام کے لیے ایسے سہل پہلو کو اختیار کرے اور اس پر فتویٰ دے، حضرت شاہ ولی اللہ (م ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:

و فِي عمدةِ الأحكامِ مِن كشفِ البَزدويِّ يُستحبُّ للمفتِي الأخذُ بالرُّخصِ تَيْسِيْرًا علَى العوامِّ مثلُ التّوضّي بماءِ الحمّامِ و الصّلاةِ في الأماكنِ الطّاهرةِ بدونَ المصلّى

وعدمِ الاحترازِ عَن طینِ الشّوارعِ فِي موضعِ حَکمُوْا بِطھارتِہٖ فیھا .

(عِقدُ الجِیْد للشّاہ ولي اللّٰہ، ص:۸۸-۸۹)

ترجمہ: کشف البزدوی کے حوالہ سے عمدۃ الاحکام میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مفتی کے لیے مستحب ہے کہ عوام کی آسانی کی غرض سے رخصتوں پر فتویٰ دے، جیسے حمام کے پانی سے وضو کرنا، اور پاک جگہوں میں بغیر جائے نماز کے نماز پڑھنا، اور سڑکوں کے کیچڑ سے جس جگہ میں طہات کا یقین ہوا احتراز نہ کرنا۔

لیکن جو لوگ محتاط اور خواص ہیں ان کے لیے عزیمت پر ہی عمل بہتر ہے۔ وَ لاَ یلیقُ ذٰلك بأھلِ العُزلَۃِ بل الأخذُ بالاحتیاطِ والعملُ بالعزیمۃِ أولٰی بِھِمْ .

(عِقدُ الجِیْد للشّاہ ولي اللّٰہ، ص:۸۹)

ترجمہ: یہ رخصت گوشہ نشینوں کے لیے مناسب نہیں ہے، بلکہ ان کے لیے بہتر ہے کہ یہ احتیاط کو اختیار کریں اور عزیمت پر عمل کریں۔

فتویٰ میں سہل پہلو کا لحاظ رکھنا چاہیے بالخصوص کمزوروں کے لیے، حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں: یَنبغِي لِلمفتِي أن یأخذَ بالأیسرِ في حقِّ غیرِہٖ خصوصًا في حقِّ الضّعفاءِ لقولہٖ علیہِ الصّلاۃُ و السّلامُ لأبِي موسٰی الأشعريِّ ومُعاذٍ حینَ بَعثھُمَا إلَی الیمنِ: یَسِّرَا ولا تُعَسِّرَا . (عِقدُ الجِیْد للشّاہ ولي اللّٰہ، ص:۸۹)

ترجمہ: مناسب یہ ہے کہ مفتی ایسا قول اختیار کرے جو دوسروں کے حق میں خصوصًا کمزوروں کے حق میں آسان تر ہو اس وجہ سے کہ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن روانہ کیا تو ارشاد فرمایا: ''تم دونوں آسانی کرنا اور تنگی نہ کرنا''۔

مفتی کے اختیارات وفرائض

مفتی مناسب جانے تو اس کے لیے درست ہے کہ سائل نے جتنا پوچھا ہے وہ اس سے زیادہ بتا دے، ابن القیمؒ لکھتے ہیں: یجوزُ لِلمفتي أن یُجیبَ السّائلَ بأکثرَ مِمَّا سألَہٗ عنہُ ...... وَ قدْ تَرْجَمَ البخاريُّ علٰی ذٰلك في صحیحِہٖ ، فقال: بابُ مَن أجابَ السّائلَ بأکثر مِمَّا سألَ عنہُ

ثمّ ذَكَرَ حديثَ ابنِ عُمَرَ رضي اللّٰهُ عنهُ . (إعلام الموقعين عن ربّ العالمين: ۲/۲۳۳)

ترجمہ: یہ جائز ہے کہ مفتی سائل کو اس کے سوال سے زیادہ مسائل بتائے، امام بخاریؒ نے اس عنوان کا ایک باب قائم کیا، باب اس بات میں کہ سوال کرنے والے کو اس سے زیادہ جواب دے، جتنا اس نے پوچھا، پھر اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ذکر کی ہے۔

اگر کوئی جواب ایسا ہو جس میں اندیشہ ہو کہ مستفتی کا ذہن غلطی کی طرف جا سکتا ہے تو اس پر متنبہ کردے۔ **إذا أفتَى المُفتِي لِلسّائل بشيءٍ يَنبغي لهُ أن يُنَبِّهَهُ على وجهِ الاحترازِ مِمَّا قد يَذهبُ إليهِ الوهمُ منهُ مِن خلافِ الصّوابِ . (إعلام الموقعين عن ربّ العالمين: ۲/۲۳۴)**

ترجمہ: جب کسی مسئلہ کا مفتی نے جواب لکھا اور اس میں اندیشہ ہے کہ سائل کا ذہن درستی کی مخالف سمت میں جا سکتا ہے، تو مفتی کو چاہیے کہ اس غلطی سے بچنے پر متنبہ کردے۔

حتی الامکان جو حکم بیان کیا جائے اس کی دلیل کا بیان کر دینا بہتر ہے، تاکہ مستفتی کو سکونِ قلب حاصل ہو جائے۔ **يَنبغِي لِلمفتِي أن يَذكرَ دليلَ الحكمِ و مأْخذَهُ ما أَمكنَهُ مِن ذٰلكَ .**

(حوالۂ سابقہ)

ترجمہ: حتی الامکان مفتی کو چاہیے کہ حکم کی دلیل اور اس کا ماخذ بیان کردے۔

جواب واضح ہو

جواب کافی و شافی ہو، اشکال و تذبذب میں ڈالنے والا نہ ہو، چنانچہ علماء نے لکھا ہے:

لَا يجوزُ لِلمفتي التَّرويجُ و تخييرُ السّائلِ و إلقاؤُهُ في الإشكالِ و الحَيْرَةِ ، بل علَيهِ أن يُبيِّنَ بَيَانًا مُزِيْلاً للإشكالِ ...... (مُتضمِّنًا لِفصلِ الخطابِ) ...... كافيًا في حُصولِ المَقصودِ . (إعلام الموقعين: ۲/۲۴۱)

ترجمہ: یہ درست نہیں ہے کہ مفتی سائل کو اختیار دے دے اور اس طرح اسے مشکلات میں ڈال دے، بلکہ اس کا فریضہ ہے کہ اس طرح مسئلہ کو کھول کر بیان کردے کہ کوئی اشکال باقی نہ رہ سکے اور وہ جواب مقصود کے لیے کافی ووافی ہو۔

اگر کوئی مسئلہ تفصیل طلب ہو تو ایسی صورت میں اسے مجمل نہیں بیان کرنا چاہیے۔ اعلام الموقعین میں ہے:

ليسَ لِلمفتِي أن يُطْلِقَ الجوابَ فِي مسئلةٍ فيها تفصيلٌ . (إعلام الموقعين: ۲/۲۴۵)

ترجمہ: تفصیل طلب مسئلہ میں یہ جائز نہیں ہے کہ مفتی اجمالی جواب دے۔

اگر اس کے پاس کوئی قابل وثوق دین دار عالم ہو اور مسئلہ اہم ہو تو اس سے مشورہ کرے۔

إن كانَ عندَهُ مَن يَثِقُ بعلمهِ و دينهِ فينَبغِي لهُ أن يُشاوِرَهُ. (إعلام الموقعين: ۲/۲۷۱)

ترجمہ: اگر کوئی قابل وثوق عالم باعمل موجود ہو تو اس سے مشورہ کرے۔

مفتی کو چاہیے کہ جواب لکھتے وقت اپنا قلب خدا کی طرف پھیر لے اور محتاج محض بن کر خدا کے آگے اپنے کو ڈال دے، اور بہ کثرت دعاء کرے۔ **حَقِيْقٌ بِالمُفتِي أن يُكْثِرَ الدّعاءَ بالحديثِ الصّحيحِ . (إعلام الموقعين: ۲/۲۷۱)**

ترجمہ: مفتی بہ کثرت دعائے ماثورہ پڑھتا رہے۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ مفتی کو چاہیے کہ وہ جب استفتاء کا جواب لکھ چکے تو اس کے اخیر میں لکھے: ''واللہ اعلم'' (اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے) اور عقائد سے متعلق مسئلہ ہو تو لکھے ''واللہ الموفق'' (اللہ توفیق بخشنے والا ہے)۔

علامہ طحطاویؒ لکھتے ہیں: **ينبغِي أن يكتبَ عقبَ جوابِهٖ " واللّٰهُ أعلمُ" . وقيل: يكتبَ في العقائدِ "واللّٰهُ الموفِّقُ" . (طحطاوي على الدّرّ: ۱/۴۹)**

ترجمہ: اپنے جواب کے ختم پر ''واللہ اعلم'' لکھنا مناسب ہے، اور عقائد سے متعلق مسئلہ ہو تو کہا گیا ہے کہ ''واللہ الموفق'' لکھے۔

استدلال

استدلال کا ذکر فتوٰی میں اس کا حسن و جمال ہے، اس لیے اس کے نقل کرنے میں کوتاہی نہ کرے، ابن القیمؒ لکھتے ہیں: **عَابَ بعضُ النّاسِ ذِكرَ الاستدلالِ فِي الفتوٰى ، و هذَا العيبُ أولٰى بالمعيبِ ، بل جمالُ الفتوٰى ، و روحُهَا هُوَ الدَّليلُ .**

(إعلام الموقعين عن ربّ العالمين : ۲/۲۷۲)

ترجمہ: بعض لوگوں نے استدلال کوفتویٰ میں معیوب قرار دیا ہے، حالانکہ ایسا کہنا خود عیب قرار دینے والے کے لیے معیوب ہے، اس لیے کہ دلیل کا اظہار فتویٰ کا حسن و جمال ہے۔

آج کل حوالہ کا طریقہ یہ ہے کہ جس مستند کتاب سے مسئلہ لیا گیا ہے اس کی عبارت نقل کر دے اور اس کے صفحات و باب کا حوالہ دے۔

مستند کتابوں کا حوالہ

اس سلسلہ میں طحطاویؒ اور دوسرے علماء صراحت کرتے ہیں کہ سند نہ ہونے کی صورت میں متداول و مستند کتاب سے مسئلہ اخذ کیا گیا ہو۔

و طريقُ نقلِهِ أحدُ مِن أمرينِ إمّا أن يكونَ لهُ سندٌ فيهِ أو يأخذَهُ كتابٌ معروفٌ تداولتْهُ الأيدي مِن كُتبِ الإمامِ محمّدٌ بن الحسنِ ونحوِها من التّصانيفِ المشهورةِ لأنّهُ بِمنزلةِ الخبرِ المتواترِ والمشهورِ . (طحطاوي على الدّرّ المختار:۱/۴۹)

ترجمہ: نقل کے دو طریقے ہیں: ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس مسئلہ میں مسلسل اس کے پاس سند ہو، یا ایسی مشہور و معروف کتاب سے لیا گیا ہو، جو علماء میں مقبول و رائج ہو جیسے امام محمدؒ کی تصانیف مشہورہ، یا ان جیسی دوسری کتابیں؛ اس لیے کہ یہ بھی خبر متواتر و مشہور کے درجہ کی چیز ہے۔

اور کوئی شبہ نہیں کہ اس سلسلہ میں آج کل دوسری صورت اسلم اور محکم ہے اور اسی پر موجودہ مفتیوں کا عمل بھی ہے کہ وہ حکم کرنے کے بعد کسی معتمد(۱) کتاب کی عبارت نقل کر دیتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں

(۱) امام محمد رحمہ اللہ کی کتابوں سے نقل در نقل ہوتے ہوئے جو قابل اعتماد کتابیں علماء میں مقبول ہیں، ان کا حوالہ بھی درست ہے۔ **أمّا الاعتماد على كتب الفقه الصّحيحة الموثوق بها فقد اتّفق العلماء في هذهِ العصر على جواز الاعتماد عليها ؛ لأنّ الثّقة قد حصلت بها كما تحصل بالرّواية . (معين الحكام، ص:۳۱)**

البتہ غیر مشہور کتابوں سے فتویٰ دینا درست نہیں۔ **و على هذا تحرم الفتيا من الكتب الغريبة الّتي لم تشهر حتّى تتظافر عليها الخواطر ويعلم صحّة ما فيها . (معين الحكام، ص:۳۲)**

اسی طرح ان کتابوں سے بھی فتویٰ دینا درست نہیں ہے جو نئی تصنیفات میں شمار کی جاتی ہیں اور جن میں معتبر کتابوں کے حوالہ سے مسئلہ نہ اخذ کیا گیا ہے۔ **و كذلك الكتب الحديثة التّصنيف إذا لم يشتهر عزومًا فيها من المنقول إلى الكتب المشهورة إلخ . (معين الحكام، ص:۳۲)**

کہ جس حد تک صریح جزئیہ مل جائے اچھا ہے۔

شامی متأخرین کی کتابوں میں

ہمارے اس دور میں ردالمحتار لابن عابدین شامی (م ۱۲۵۲ھ) سب سے زیادہ مقبول ومشہور کتاب ہے، اس لیے کہ اس میں مستند کتب فقہ کا سارا ذخیرہ پوری خوبی سے یک جا کر دیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ عالم ربانی حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کے سامنے بیشتر یہی کتاب رہتی تھی۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ جو مسئلہ بیان کیا جائے اس کا ایسا حوالہ نقل کیا جائے جس میں کوئی گنجلک نہ ہو، اسی کے ساتھ مفتی کا فرض یہ بھی ہے کہ وہ قواعد وضوابط سے مسئلہ اخذ کرنے کی سعی نہ کرے، بلکہ صریح جزئیہ نقل کرے، شرح حموی میں ہے: **في الفوائدِ الزّيْنِيَّةِ : أنّه لا يحلُّ الإفتاءُ مِن القَواعدِ و الضّوابطِ ، و إنّما علَى المفتي حكايةُ النّقلِ الصّريحِ كمَا صرّحوا به .**

(شرح الحموي على الأشباه والنّظائر:۱/۲۷۹)

ترجمہ: ''فوائد زینیہ'' میں مذکور ہے کہ قواعد وضوابط سے فتویٰ دینا درست نہیں ہے، بلکہ مفتی کا فریضہ ہے کہ وہ نقل صریح کی حکایت کرے جیسا کہ فقہا نے اس کی صراحت کی ہے۔

مفتی اور قیاس واجتہاد

لیکن یہ طے شدہ بات ہے کہ ہر زمانہ کے مفتی کے سامنے کچھ مسائل ایسے ضرور آتے ہیں جو کتابوں میں صراحۃً مذکور نہیں ہوتے، ایسی حالت میں اس مفتی پر مسئلہ کا اخذ اصول وقواعد سے ضروری ہوتا ہے کیوں کہ اس کے بغیر کام چل ہی نہیں سکتا، اس وجہ سے مفتی کے لیے ایسے مواقع میں اس کی اجازت ہر زمانہ میں ہوگی اور یہی وجہ ہے کہ مفتی کے لیے جہاں بہت سارے اوصاف بیان کیے گئے ہیں، یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے مذہب اور امام کے اصول اور اسالیب سے مناسبت تامہ رکھتا ہو جیسا کہ پہلے گذر چکا، تاکہ بہ وقت ضرورت ان نئے مسائل کا جواب فراہم کر سکے جس کی صراحت امام اور اصحاب امام وغیرہم سے منقول نہ ہو اور یہی وجہ ہے کہ مفتی کے لیے فقیہ النفس، صاحب حسن تصرف اور سلیم الذہن ہونا بھی شرط قرار دیا گیا ہے۔ طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

وینبغِي أن یکونَ متنزّھا عن خوارمِ المروءۃِ فقیہَ النّفسِ ، سلیمَ الذّھنِ ، حُسنَ التّصرّفِ . (طحطاوي علی الدّرّ:۳/۱۷۵، کتاب القضاء)

ترجمہ: لائق یہ ہے کہ مفتی خوارم مروت سے منزہ ہواور ساتھ ہی فقیہ النفس سلیم الذہن اور حسن تصرف کے اوصاف سے متصف ہو۔

ان اوصاف کا جو حامل ہوگا وہ مقلد ہونے کے باوجود اصول وضوابط اور کتاب وسنت کی روشنی میں نئے مسائل کا بہ آسانی جواب دے سکے گا اور تاریخ گواہ ہے کہ اب تک یہی ہوتا آیا ہے۔

مصلحت کو ترجیح

اسی طرح اگر کسی مسئلہ میں دو صحیح اقوال ہوں تو مفتی اپنی صواب دید اور مصلحت وقت کے پیش نظر کسی کے قول پر فتویٰ دے سکتا ہے، صاحب الاشباہ والنظائر (م۹۶۰ھ) لکھتے ہیں: المفتي إنّمَا یُفتي بما یقعُ عندہٗ مِن المصلحۃِ کمَا في مھرِ البزّازیّۃ .

(شرح الحموي علی الأشباہ و النّظائر:۲/۱۹۴)

ترجمہ: مفتی بلا شبہ اس مصلحت پر فتویٰ دیتا ہے جسے وہ مناسب جانتا ہے جیسا کہ فتویٰ بزازیہ کے باب المہر میں ہے۔

اس پر حموی لکھتے ہیں: لعلّ المرادَ بالمفتي ھنَا المجتھدُ ، أمّا المقلّدُ فلا یُفتي إلّا بالصّحیح سواءٌ کانَ فیہ مصلحۃٌ للمُستفتي أو لا ، و یجوز أن یُرادَ بِہِ المقلّدُ إذا کان في المسئلۃِ قولانِ مصحّحانِ ، فإنّہٗ مخیّرٌ في الفتویٰ بکلّ واحدٍ منھُما ، فیختارُ ما فیہِ المصلحۃُ مِنھُما ، ھٰکذَا ظھرَ لِيْ . (شرح الحموي علی الأشباہ و النّظائر:۲/۱۹۴)

ترجمہ: شاید یہاں مصلحت میں مفتی سے مراد مجتہد ہے، اس لیے کہ جو مقلد ہے وہ تو صرف صحیح نقل پر فتویٰ دے گا، خواہ وہ مستفتی کی مصلحت کے مطابق ہو یا نہ ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہاں مفتی مقلد ہی مراد ہو اور اس کی صورت یہ ہو کہ اگر کسی مسئلہ میں دو صحیح قول ملتے ہیں تو اسے اختیار ہے کہ ان دو میں سے جسے مصلحت کے مطابق پاوے اس پر فتویٰ دے، ایسا ہی میری سمجھ میں آیا۔

قاضی اور مفتی میں فرق

باتیں لکھنے کی بہت ہیں، مگر طوالت کے خوف سے نظر انداز کی جاتی ہے، مگر ان شاء اللہ جو کچھ لکھ دیا گیا ہے وہی کافی ہوگا اصول قضا میں صراحت ہے۔ **و لا فرقَ بينَ المُفتِي و القاضِي إلَّا أنّ المفتيَ مُخبرٌ و القاضِي مُلزمٌ بِهٖ . (الدّرّ المختار مع الشّامي: ۱/۱۶۲، مقدمّة ، قبل مطلب: لا يجوز العمل بالضّعيف حتّى لِنفسِهٖ عندنا)**

ترجمہ: مفتی اور قاضی میں اس کے سوا کچھ فرق نہیں ہے کہ مفتی مسئلہ بتانے والا ہوتا ہے، اور قاضی اسے منوانے والا۔

مفتی کا مقام

اس سے معلوم ہوا کہ مفتی اپنی ذمہ داری میں قاضی سے بڑھا ہوا ہے، کم نہیں ہے، اس لیے فقہاء نے جہاں قاضی کے عالم و جاہل ہونے کی بحث کی ہے وہاں اس کی بھی صراحت ہے کہ قاضی مفتی کے فتوٰی پر فیصلہ کر سکتا ہے، اگر اس نے قضاء کی بنیاد پر فتوٰی دیا ہو، اس لیے کہ مفتی کا منصب در اصل دیانت کی بنیاد پر فتوٰی دینا ہے۔ **في أيمانِ البَزّازيَّةِ: اَلمفتيْ يُفتِي بِالدِّيانةِ ، و القاضِيْ يَقضِيْ بالظّاهرِ .(الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸/۳۷ ،كتاب القضاء – مطلب في الاجتهادِ و شروطِهٖ)**

ترجمہ: فتاوٰی بزازیہ کی کتاب الایمان میں ہے کہ مفتی دیانت پر فتوٰی دیتا ہے، اور قاضی ظاہر حال پر فیصلہ کرتا ہے۔

البتہ مفتی اور قاضی میں یہ فرق ضرور ہے کہ مفتی صرف حکم بتانے کا ذمہ دار ہے اب مستفتی پر موقوف ہے کہ وہ عمل کرے یا نہ کرے، مفتی اسے مجبور نہیں کر سکتا، پھر سوال کرنے والا جیسا سوال کرے گا مفتی اسی کے مطابق جواب لکھ دے گا، یا زبانی بتا دے گا، البتہ یہ ضرور ہے کہ مفتی چوکنا اور دور اندیش ہو، ایسا نہ ہو کہ مستفتی کے سامنے قبل از وقت صورت مسئلہ بیان کر دے اور وہ اس کی روشنی میں سوال ڈھال لائے، لیکن ہر حال میں بحث و مباحثہ اور تفتیش و تجسس صرف قاضی کے سر ہے، مفتی کے ذمہ نہیں۔

عورت اور مسند افتاء

اسی وجہ سے فقہاء نے صراحت کی ہے کہ افتاء اخرس (گونگا) کے لیے بھی درست ہے، جس طرح یہ ضروری نہیں ہے کہ مفتی مرد ہی ہو، عورت نہ ہو، یا آزاد ہی ہو غلام نہ ہو، اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ بولنے والا ہی ہو گونگا نہ ہو، ردالمحتار میں ہے۔ **لَا حُرِّیّتهُ و ذُكورتهُ و نُطْقهُ ؛ فيَصحُّ إفتاءُ الأخرسِ لَا قضاؤُهُ .(الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸/۲۹ كتاب القضاء — مطلب في قضاء العدوّ على عدوّه)**

ترجمہ: مفتی ہونے کے لیے نہ آزاد ہونے کی شرط ہے، نہ مرد ہونے کی اور نہ صاحب نطق ہونے کی، لہٰذا گونگے کا فتویٰ دینا درست ہوگا۔

اس کا حاصل یہ ہوا کہ افتاء کے فرائض عورتیں، غلام اور گونگے بھی انجام دے سکتے ہیں، اگر ان میں وہ تمام شرائط ومحاسن جمع ہیں جو ایک مفتی کے لیے ضروری ہیں، اور جن کا اجمالی تذکرہ اوپر گذر گیا

ہندوستان اور کارِ افتاء

ہندوستان میں عرصہ ہوا کہ مسلمانی حکومتیں ختم ہوچکیں اور اسی کے ساتھ جو کچھ بچا کھچا اسلامی نظام رائج تھا وہ بھی جاتا رہا، انگریزوں نے اپنے دور حکومت میں دینی مدارس ومراکز کو جس طرح برباد کیا وہ ایک دل گداز اور لمبی تاریخ ہے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے ان علماء کرام کو جنھوں نے بہ طور خود اسلامی نظام کی یادگار کو کسی نہ کسی شکل میں باقی رکھا۔

انگریزی دورِ حکومت میں جن علماء نے افتاء کے فرائض ذاتی طور پر انجام دیے ان میں سب سے زیادہ مشہور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) کا نام نامی ہے، جن کے فتاویٰ کا مجموعہ فتاویٰ عزیزی کے نام سے چھپا ہوا ہے۔

ان نامی گرامی علماء میں عالم ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (م۱۳۲۳ھ) حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محل لکھنؤیؒ (م۱۳۰۴ھ) کی ذات بھی ہے ان کے فتاویٰ بھی چھپے ہوئے ہیں اور عام طور پر ملتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند اور خدمتِ افتاء

انگریزی دورِ حکومت میں جب ۱۸۵۷ء کے بعد انگریز پوری قوت سے اپنے چنگل یہاں جما چکا تھا، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ (المتوفی ۱۲۹۷ھ) نے اپنے چند ساتھیوں اور عقیدت مندوں کے ساتھ مل کر ۱۵/محرم ۱۲۸۳ھ کو ایک دینی ادارہ کی ''مدرسہ اسلامی عربی'' کے نام سے داغ بیل ڈالی، جس نے تھوڑے ہی دنوں میں دارالعلوم (ایک اسلامی یونیورسٹی) کی حیثیت اختیار کرلی اور اس اسلامی و دینی یونیورسٹی میں جہاں دوسرے شعبہ جات قائم ہوئے ''دارالافتاء'' کا قیام بھی عمل میں آیا۔

ابتداء میں استفتاء بانیٔ دارالعلوم امام ربانی قاسم العلوم حضرت نانوتویؒ کی خدمتِ اقدس میں آتے رہے، اور پھر عالم ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ (المتوفی ۱۳۲۳ھ) کی خدمت بابرکت میں، حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتویؒ پر چوں کہ ولایت غالب تھی اس لیے آپ کی تاکید تھی کہ سوالات عارف باللہ حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں پیش کئے جائیں اس لیے کہ آپ فقیہ النفس عالم باعمل تھے۔

کچھ دنوں امام ربانی حضرت نانوتویؒ نے یہ خدمت افتاء اپنے استاذ زادے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ (المتوفی ۱۳۰۲ھ) سے بھی لی، خود امام ربانی خدمت افتاء سے عموماً احتراز فرماتے تھے۔

دارالافتاء کا قیام

عرصہ تک دارالعلوم دیوبند میں باضابطہ ''دارالافتاء'' قائم نہ ہوسکا، ۱۲۸۳ھ سے ۱۳۰۹ھ تک یہ کام دارالعلوم کے اساتذہ کرام ہی انجام دیتے رہے، ۱۳۰۱ھ میں مجلس شوریٰ نے ایک تجویز کے ذریعہ اس کام کے لیے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرسؒ کو بڑی حد تک اسباق سے فارغ کردیا، صرف چند اسباق آپ کے ذمہ رہنے دیے، جیسا کہ اس سنہ کی روداد صفحہ ۱۰۴ سے ظاہر ہے گویا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ صدر مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ مفتی بھی تھے، ۱۳۰۲ھ میں

آپ کا وصال ہوگیا، اس کے بعد یہ کام مختلف لوگوں سے لیا گیا، مگر یہ سب حضرات مدرسین ہی تھے، ۱۳۰۴ھ میں دارالافتاء کی ضرورت قیام کا اشتہار دے دیا گیا اور اس شعبہ کی اہمیت جتائی گئی، نیز اس سلسلہ میں کہا گیا تھا کہ اگر باضابطہ اس کا نظم ہوگیا تو ایک دن جدید ''عالم گیری'' کا وجود عمل میں آسکتا ہے لیکن ۱۳۰۹ھ تک باضابطہ اس کے قیام کی کوئی صورت پیدا نہ ہوسکی۔

۲۷/ربیع الاوّل ۱۳۰۹ھ کو قدوۃ السالکین حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ (م ۱۳۴۷ھ) دیوبندی میرٹھ مدرسہ سے بلا کر نائب مہتمم کے عہدہ پر فائز کئے گئے، مگر دوسرے ہی سال اراکین مجلس شوریٰ نے ۷/ ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ کو سرپرست مدرسہ ہذا حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں لکھا کہ مہتمم مدرسہ کو نائب کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے تحریر فرمایا جائے کہ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سے کیا کام لیا جائے، پھر خط ختم کرکے اخیر میں یہ بھی لکھا کہ مفتی مقرر نہ ہونے کی وجہ سے مستفتیوں کو جواب دیر میں ملتا ہے جس سے ان کا حرج ہوتا ہے(۱) اس کے جواب میں حضرت گنگوہیؒ کا یہ مکتوب مورخہ ۹/ ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ کو موصول ہوا:

''بندہ کے نزدیک مولوی عزیز الرحمٰن صاحب کو اہتمام سے جدا کرکے افتاء مدرسہ و اسباق طلبہ دیے جاویں، اور اعانت مدرسین کی کریں، اور لاریب جواب فتویٰ دیر میں ملنے سے بہ سبب عدم فرصتی مدرسین کے مدرسہ کو بدنامی ہے اور کام افتاء کا ایسا نہیں ہے کہ باوجود شغل درس کے اس کو کر سکے''، (نقل خط حضرت گنگوہیؒ از رجسٹر نقل تجاویز شوریٰ، ص:۱۰۲) اس والا نامہ کا ملنا تھا کہ دارالعلوم میں ''دارالافتاء'' قائم ہوگیا اور اس طرح حضرت مفتی صاحبؒ مسندِ افتاء پر فائز ہوگئے۔

۱۳۱۰ھ کی روداد صفحہ:۲ پر اس کی صراحت موجود ہے کہ مفتی صاحبؒ نیابت اہتمام سے علیحدہ کرکے خدمت افتاء اور شرح ملا جامی سے نیچے کے دو ایک سبق پر مقرر کر دیے گئے۔

مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ اور خدمتِ افتاء

۱۳۱۰ھ مسلسل رجب ۱۳۴۶ھ تک اس عہدۂ افتاء پر عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ فائز رہے، مگر اس طرح کہ ۱۳۳۲ھ تک آپ کو کوئی نقل نویس نہیں دیا گیا، گو آپ نے طلبہ

(۱) رجسٹر نقل تجاویز شوریٰ۔

سے ۱۳۲۹ھ سے ہی نقل فتاویٰ کا کام شروع کرادای تھا، یہی وجہ ہے کہ ۱۳۲۹ھ سے ۱۳۳۲ھ تک کے نقل فتاویٰ میں مختلف خط ملتے ہیں، اور بڑی حد تک ناصاف، ۱۳۳۳ھ میں آپ کے رفیق کار کی حیثیت سے مولانا قاضی مسعود احمد صاحب مدظلہٗ (۱) کا تقرر عمل میں آیا، جن کی ذمہ داری سوالات و جوابات کی نقل تھی، چنانچہ اس وقت سے رجسٹر صاف لکھے ہوئے ملتے ہیں، قاضی صاحب موصوف ۱۳۴۶ھ تک صرف نقل فتاویٰ کی خدمت انجام دیتے رہے۔

مختصر یہ کہ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ رجب ۱۳۴۶ھ تک تنہا مفتی کی حیثیت سے رہے، مگر اس چھتیس سالہ دور افتاء میں نقول صرف ۱۳۲۹ھ سے ملتے ہیں، اس سے پہلے اٹھارہ سال کے فتاویٰ کی نقلیں موجود نہیں ہیں۔

دارالعلوم سے متعلق دوسرے فتاویٰ

اس طرح یہ کہنا گو درست ہے کہ دارالعلوم کے فتاویٰ کی ابتداء ''فتاویٰ رشیدیہ'' سے ہوتی ہے اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ (م ۱۳۶۲ھ) نے بھی چوں کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی زیر تربیت ۱۳۰۱ھ سے پہلے دارالعلوم ہی میں افتاء کا کام شروع کردیا ہے، پھر آپ اسی دارالعلوم کے فرزند تھے، اور بعد میں سرپرست بھی رہے، اس لیے ''امداد الفتاویٰ'' بھی دراصل اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے اور یہ بھی اسی عظیم الشان دینی ادارہ کا فیضان ہے۔

اسی طرح فقیہ الامت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ (م ۱۳۷۲ھ) بھی دارالعلوم ہی کے تلمیذ رشید تھے، اور برابر مجلس شوریٰ کے رکن خصوصی بھی رہے، اس لیے آپ کی خدمت افتاء بھی اسی دارالعلوم کی ایک شاخ ہے، آپ کے فتاویٰ گو مرتب ہو کر اب تک شائع نہیں ہوئے ہیں، مگر ان کی تعداد بھی کافی ہوگی۔

لیکن دارالعلوم کے احاطہ میں بیٹھ کر یہاں کے شعبۂ دارالافتاء کی مہر سے جو فتاویٰ ملک و بیرون ملک میں بھیجے گئے، اس کی ابتداء رئیس المفتیین حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ سے ہوئی اور یہی فتاویٰ ''فتاویٰ دارالعلوم'' کے نام سے مشہور ہیں اور اس وقت یہی آپ کے سامنے پیش کئے جارہے ہیں

(۱) افسوس کہ انتقال ہو چکا ہے۔

ترتیب فتاوٰی

۲۳/ ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ کی مجلس انتظامیہ میں حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ نے اپنی ایک عرض داشت کے ساتھ ترتیب فتاوٰی کی تجویز پیش کی، مجلس کے بیدار دماغ اراکین نے اس کی منظوری دی اور یہ کام ۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۴ھ سے شروع کر دیا گیا(۱) مگر اس کے لیے مستقل آدمی نہیں رکھا گیا، بعد میں کام کی اہمیت محسوس کی گئی، اور ایک مستقل آدمی کا اس کام پر لگانا ضروری قرار دیا گیا، یہ بھی طے ہوا کہ فتاوٰی مدلل و مکمل آئیں، تاکہ وہ دارالعلوم کے شایانِ شان ہوں۔

۴/ ذی قعدہ ۱۳۷۶ھ کی مجلس عاملہ نے ایک تجویز کے ذریعہ یہ کام خاکسار کی طرف منتقل کر دیا، اور اس طرح وسطِ ذی قعدہ ۱۳۷۶ھ سے یہ اہم ذمہ داری خاکسار کو قبول کرنی پڑی۔ بحمد اللہ ۱۳۷۸ھ میں آکر سرسری ترتیب کا کام ۱۳۴۶ھ تک مکمل ہوگیا، جو عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ قدس سرہٗ کے دور افتاء کا آخری سال ہے۔ مستفتی حضرات کے نام کے اعتبار سے جو نمبرات ڈالے گئے ہیں، خاکسار کے زمانۂ ترتیب کی تعداد بتیس ہزار چھ سو اٹھائیس ہے، اور خاکسار سے پہلے دو تین سال تک اس کام کو جو دوسرے حضرات (۲) نے انجام دیا تھا ان کی تعداد کم و بیش پانچ ہزار ہے، دونوں کو ملانے کے بعد یہ تعداد کم و بیش اڑتیس ہزار ہو جاتی ہے، اس کا ماحصل یہ ہوا کہ ۱۳۲۹ھ سے لے کر رجب ۱۳۴۶ھ تک محفوظ رجسٹر کے مطابق اڑتیس ہزار افراد نے ''دارالافتاء'' میں سوالات بھیجے اور جوابات حاصل کئے، اور یہ صرف درج رجسٹر تعداد ہے، ان کے علاوہ کچھ حضرات ایسے بھی ہوں گے کہ عجلت کی وجہ سے ان کے فتاوٰی درج رجسٹر ہونے سے رہ گئے ہوں گے اور درمیان میں کچھ رجسٹر غائب بھی ہیں، یہ آپ بھی جانتے ہیں کہ ایک مستفتی کئی کئی سوالات اپنے کاغذ استفتاء میں لکھتے ہیں، اگر اوسطاً تین سوالات ہر مستفتی کے مان لیے جائیں تو اس طرح اصل مسائل

---

(۱) دیکھئے رجسٹر دارالافتاء نقول احکام ۱۳۷۴ھ۔

(۲) ان میں ہمارے نائب مفتی مولانا جمیل الرحمٰن صاحب سیوہاروی بھی ہیں، آپ نے ایک سال یہ خدمت انجام دی۔

کی تعداد تین گنی ہوکر سوالاکھ کے لگ بھگ ہوجاتی ہے، اور یہ تعداد صرف پندرہ سولہ سال کی ہے، حضرت مفتی صاحبؒ نے اس سے پہلے بھی اکیس بائیس سال خدمتِ افتاء انجام دی ہے، جس زمانہ کی نقلیں موجود نہیں ہیں، اگر اتنی ہی تعداد اس دور کی بھی فرض کرلی جائے اور یقیناً کم وبیش اسی قدر تعداد رہی ہوگی، تو اس طرح صرف حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے فتاویٰ کی تعداد کم وبیش ڈھائی تین لاکھ ہوجاتی ہے۔

ترتیب میں بعض ضروری امور کا لحاظ

درج رجسٹر فتاویٰ میں ایک بڑی مقدار ان فتاویٰ کی ہے، جن کی مکمل نقل موجود نہیں ہے، صرف یہ لکھ دیا گیا ہے کہ فلاں چیز سے متعلق سوالات آئے جن کے جوابات بھیجے گئے، پھر ترتیب کے وقت حسب ہدایت شوریٰ وہ مسائل حذف کردیے گئے، جو مکررات تھے، اس طرح زیرِ نظر مجموعے میں فتاویٰ کا بڑا حصہ نہ آسکا اور مکررات لانے کا کوئی خاص فائدہ بھی نہ تھا، البتہ اگر کسی مسئلہ کی نوعیت میں کوئی نمایاں فرق محسوس کیا گیا ہے اسے دوبارہ بھی لے لیا گیا ہے۔

نقول فتاویٰ تاریخ وار درج رجسٹر ہیں، ان میں کوئی ترتیب نہیں ہے، مرتب نے باب وفصل قائم کیا ہے، پہلے ہر کتاب الگ کی گئی، مثلاً: **کتاب الطّھارۃ ، کتاب الصّلاۃ ، کتاب الزّکاۃ ، کتاب الصّوم ، کتاب الحج ، کتاب النّکاح**، وغیرہ وغیرہ، پھر ہر کتاب میں مختلف ابواب قائم کیے گئے جیسے: **کتاب الطّھارۃ** میں ''**باب الوضوء**'' **باب الغسل ، باب المیاہ ، باب التّیمم** ، وغیرہ وغیرہ، پھر ہر باب میں فصلیں قائم کی گئیں، مثلاً: **باب الوضوء** میں مندرجہ ذیل فصلیں قائم کرنی پڑیں، فصل اوّل: فرائض وضو فصل ثانی: سنن وضو، فصل ثالث: مستحبات وضو، فصل رابع: مکروہات وضو، فصل خامس: نواقض وضو۔

اکثر مسائل ایسے تھے جن کا حوالہ درج نہیں تھا، مرتب نے حاشیہ پر ان تمام مسائل کے حوالہ جات نقل کئے، اور ہر حوالہ مع نام کتاب و باب وصفحہ نقل کیا، تاکہ رجوع کرنے میں کوئی دقّت پیش نہ آئے، کچھ مسائل ایسے تھے کہ ان میں حوالجات تو تھے مگر نام کتاب اور باب وصفحہ نہیں تھا، مرتب نے محنت کرکے یہ حوالہ جات ڈھونڈ کر نکالے اور مع باب ونمبر صفحہ حاشیہ پر درج کئے، اگر جواب میں

حدیث کا کوئی جملہ آ گیا ہے تو اسے بھی کتب حدیث میں تلاش کیا، اور حاشیہ پر اس کا حوالہ بھی درج کیا، یہی صورت قرآنی آیات کے سلسلہ میں اختیار کی گئی، ناقل کی غلطی سے اگر حوالہ کی عبارت میں کوئی غلطی رہ گئی تھی تو اصل سے ملا کر اس کی تصحیح کا فریضہ بھی انجام دیا گیا ہے، اسی طرح اگر کسی تاریخی واقعہ کا ذکر جواب میں آیا ہے تو اس کا حوالہ بھی درج کیا گیا ہے۔

ایمان وعقائد سے متعلق جو جوابات ہیں یا تفسیر وحدیث سے؛ ان کے لیے الگ الگ عنوانات قائم کئے گئے، اسی طرح بدعات ومحدثات کو ایک الگ باب میں جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے، سوالات کے ساتھ جو پتے، تاریخ اور نمبرات تھے حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم کے مشورے سے اصل کتاب میں وہ سب حذف کر دیے گئے کہ ان کی اب قطعاً ضرورت نہیں تھی، مسودے میں البتہ یہ ساری چیزیں رکھی گئی ہیں، تا کہ کبھی مقابلہ کی نوبت آئے تو آسانی سے یہ کام انجام پذیر ہو سکے، البتہ اب مکررات کے حذف کے بعد جو مسائل کتاب میں باقی رہ گئے ہیں، ان پر مسلسل نمبرات ڈال دیے گئے، تا کہ کتاب میں جتنے مسائل آسکیں ان کی تعداد معلوم ہو سکے۔

زیرنظر پہلی جلد کتاب الطّہارۃ ہے، ان میں مسائل کی تعداد نسبۃً کم ہے، اوّلاً عوام طہارت کے مسائل پوچھتے بھی کم ہیں، اور ان میں کوئی الجھاؤ بھی نہیں ہے، ثانیاً مکررات کی تعداد زیادہ تھی اور ان میں باہم کوئی خاص فرق بھی نہیں تھا، اس لیے وہ حذف کر دیے گئے، لیکن اگر سارے مسائل من وعن نقل ہو جاتے تو ایسی کئی جلدیں ہو جاتیں، البتہ کتاب الصّلاۃ میں مکررات کے حذف کے باوجود بھی مسائل کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان شاء اللہ وہ جلد کتاب الطّہارۃ سے کئی گنا زیادہ ضخامت کی حامل ہو گی۔

حضرت مفتی صاحبؒ کا طرزِ افتاء

یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ حضرت مفتی علام قدس سرہٗ ایک طرف عارف باللہ صاف باطن تھے، اور دوسری طرف علوم دینیہ فقہیہ میں رسوخ تامہ اور ملکۂ راسخہ کے مالک تھے، آپ کے دورِ افتاء کے کم وبیش سوا لاکھ مسائل جن کے جوابات آپ نے لکھے ہیں، انہیں خاکسار نے بار بار بہ غور پڑھا ہے اور مختلف نقطۂ نظر سے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ آپ کا اندازِ فکر سلجھا ہوا صاف ستھرا اور پختہ تھا

کہیں کسی مسئلہ میں آپ تذبذب کی راہ اختیار نہیں کرتے، بلکہ مسائل کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں، اور جو جوابات تحریر فرماتے ہیں وہ ہر پہلو سے ٹھوس اور مکمل ہیں، کمال یہ ہے کہ دماغ و حافظہ کبھی خیانت نہیں کرتا، ذہن جب جاتا ہے تو صحت ہی کی طرف، یہی وجہ ہے کہ جوابات بے جا طول اور تکلیف دہ اختصار سے پاک ہیں، انداز بیان سلیس اور جامع، معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی آسانی کے ساتھ آپ کا جواب سمجھ لیتا ہے، کسی کو کوئی الجھن پیش نہیں آتی۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کا کمال یہ ہے کہ عرف زمانہ سے کبھی صرف نظر نہیں کرتے، بلکہ اس پر گہری نظر رکھتے ہیں، اگر کسی مسئلہ کے دو مختلف مفتی بہ پہلو ہیں، تو ایسے موقعہ پر آپ سہل پہلو کو اختیار کرتے ہیں اور اسی پر فتویٰ دیتے ہیں، ایسی صورت ہرگز اختیار نہیں کرتے، جو عوام کے لیے مشکلات پیدا کرنے والی ہو، چناں چہ آپ دیکھیں گے کہ آپ نے کنویں کی پاکی کے سلسلہ میں تین سوڈول نکالنے والی صورت پر فتویٰ دیا ہے، اسی طرح غیر ممالک سے تجارت میں بینک کا سود جو مجبوراً ادا کرنا پڑتا ہے اور اس کے بغیر تجارت ممکن نہیں، اسے اصل قیمت میں داخل کر کے تجارت کی اجازت مرحمت فرمائی ہے، حرام قرار دے کر مسلمانوں کو اس طرح کی تجارت سے محروم نہیں کیا۔

اسی طرح ان کارخانوں میں جن کے اندر عام داخلہ کی اجازت نہیں ہوتی، جمعہ کی نماز کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں، دوسرے لوگوں کی طرح ''اذن عام'' کے پیش نظر عدم جواز کا فتویٰ نہیں دیتے، بلکہ ثابت کرتے ہیں کہ داخلہ ممنوع ہونے کی وجہ دوسری ہے، پھر جب تعدد جمعہ پر عمل ہے تو اذنِ عام کی شرط کی کوئی خاص اہمیت بھی نہیں رہ جاتی، اور شامی کی لمبی عبارت حوالہ میں درج کرتے ہیں۔

آپ یہ بھی دیکھیں گے کہ سوال پڑھ کر پہلے سائل کی حیثیت ذہن میں قائم کرتے ہیں اور پھر اسی کے مطابق جواب تحریر فرماتے ہیں، ایک ہی طرح کے متعدد سوالات میں آپ پڑھیں گے کہ کوئی مختصر ہے، جس میں صرف حکم بیان کر دیا گیا ہے، اور کوئی مفصل جس میں پوری علمی بحث ہے اور حدیث و فقہ کے متعدد حوالے، یہ فرق اس وجہ سے ہے کہ سائلین کے درجے مختلف ہیں، عوام کے لیے حکم بتا دینا ہی کافی ہے، مگر علماء کے لیے دلائل کا فراہم کرنا بھی ضروری ہے۔

اسی طرح فتویٰ ہمیشہ مفتی بہ قول پر دیا کرتے تھے، بڑے سے بڑا عالم بھی اس کے خلاف اپنا رجحان ظاہر کرتا ہے، تو اس کی پرواہ نہیں کرتے، جیسے تشہد میں ''اشارہ بالسبابہ'' کا مسئلہ، اس میں

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں عدم جواز لکھا ہے، مگر اسے آپ تسلیم نہیں کرتے، اور مجدد صاحب قدس سرہٗ کے قول کی توجیہ کرتے ہیں، یا بعض سوال میں کوئی مستفتی حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نام لے کر لکھتا ہے کہ انہوں نے ایسا لکھا ہے، آپ جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہم امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں، یا اسی طرح تراویح میں ابن الھمامؒ کے رجحان کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

اگر کوئی کسی حکم کی علت دریافت کرتا ہے اور وہ عوام میں سے ہے تو اسے صرف اتنا لکھ کر خاموش کر دیتے ہیں کہ خدا اور سول کا ایسا ہی حکم ہے(۱) لیکن اگر کوئی عالم پوچھتا ہے تو اسے علمی انداز میں حکم کی روح سمجھانے کی سعی کرتے ہیں۔

یہی حال حوالہ کا ہے کہ اگر وہ عام مشہور مسئلہ ہے یا کوئی عامی شخص پوچھتا ہے تو حوالہ نہیں درج کرتے، ورنہ جگہ جگہ حوالہ بھی درج کرتے ہیں، اکثر آپ کے پیش نظر درّ مختار اور شامی ہے۔ مرتب نے بھی اسی وجہ سے بہ کثرت انہیں کتابوں کا حوالہ دیا ہے، کیوں کہ اکثر جوابات میں لکھتے ہیں کہ درّ مختار یا شامی میں ایسا ہے۔

مرتب کا اعتراف کم علمی

اخیر میں اس قدر عرض کر دینا اور ضروری ہے کہ خاکسار مرتب نے اپنی محنت کی حد تک کوئی کوتاہی نہیں ہونے دی ہے، یوں اس کی کم مائیگی ظاہر ہے، حوالہ جات میں حتی الوسع صریح جزئیہ نقل کرنے کی جدو جہد کی گئی ہے، الا ماشاء اللہ

مرتب نے بہت کوشش کی کہ اس کے حوالہ جات پر کوئی دوسرا فقیہ نظر ڈال لے، تاکہ اگر کہیں کوئی خامی رہ گئی ہو تو اس کی اصلاح ہو جائے، مگر افسوس اس وقت یہ کام نہ ہوسکا، یوں بعض علماء دارالعلوم نے سرسری طور پر نظر ڈالی ہے۔

بہر حال جو لوگ اس سے استفادہ کریں انہیں اگر کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو مرتب فتاویٰ کو اس سے ضرور آگاہ فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے، مرتب بھی بہر حال انسان ہی ہے، اس لیے غلطیوں کا امکان ہے۔

---

(۱) اس طرح کے بعض جوابات کے نیچے مرتب نے علت کا اضافہ کر دیا ہے، تاکہ ناظرین مستفید ہوسکیں۔

الٰہ العالمین! تو خوب جانتا ہے، کہ تیرا یہ حقیر بندہ ان تمام اسلحہ سے خالی ہے، جن کی آج کی دنیا میں قدر و قیمت ہے، اور سچی بات تو یہ ہے کہ تیری ذات پر اعتماد و توکل کی پونجی کے سوا اس کے پاس کچھ ہے بھی نہیں، صرف اسی پونجی کے بھروسہ پر اس نے اتنے اہم کام کی ذمہ داری قبول کی ہے تیری امداد و اعانت نہ ہوتی تو اس کی اس خدمت میں کوتاہیوں اور خامیوں کے سوا کیا ہوتا۔

رب العالمین! تو نے جب محض اپنے فضل و کرم سے بغیر طلب اتنے عظیم الشان علمی کام پر لگا دیا ہے تو اس عظیم المرتبت فتاوٰی کی جو خدمت خاکسار سے متعلق ہے اسے بھی دارالعلوم جیسے ادارہ کی شایانِ شان بنادے، گو یہ درست ہے کہ مفتی ایک عارف باللہ بزرگ ہیں اور مرتب ایک سراپا گنہ گار انسان، مگر ذرہ میں آفتاب کی سی چمک تیری قدرت سے بعید نہیں۔

پروردگا عالم! یہ حقیر خدمت قبول فرمالے اور اسے ہمارے لیے زادِ آخرت اور فلاح دارین کا ذریعہ بنادے۔ آمِینْ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْن ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعلِیْمُ ۔

وَآخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن ۔ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن ۔

طالب دعاء

محمد ظفیر الدین غفرلہٗ

دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

۲۵/ رجب المرجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۳/ جنوری ۱۹۶۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الطّہارۃ

وضو کے مسائل

فرائضِ وضو کا بیان

سر کے مسح میں مقدارِ فرض کیا ہے؟

سوال: (۱) سر کے مسح میں مقدار فرض کیا ہے؟ مقدار ربع رأس کے، یا مقدار تین انگلی کے؟

(۵۹۷/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: علامہ شامی (۱) نے (کہا) (۲) کہ معتبر روایت: فرضیت مسح ربع رأس کی ہے۔

---

(۱) آپ کا نام محمد امین ہے، مگر مشہور ''ابن عابدین'' کے ساتھ ہیں، آپ کے حاشیہ کا نام **ردّ المحتار علی الدّرّ المختار شرح تنویر الأبصار** ہے، مگر عوام میں ''شامی'' کے نام سے مشہور ہے، حضرت مفتی علام نے جہاں لکھا ہے کہ شامی میں یہ ہے، یا علامہ شامی نے یہ لکھا ہے، اس سے مراد یہی **ردّ المحتار** اور اس کے مصنف ہیں، علامہ شامی نے ۱۲۵۲ھ میں انتقال کیا۔ ظفیر

(۲) مطبوعہ فتاوٰی میں (کہا) کی جگہ ''لکھا ہے'' تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاوٰی سے کی گئی ہے۔ ۱۲

كما قال في شرح قوله: (و مسح ربع الرّأس)...... و اعلم أنّ في مقدار فرض المسح روايات: أشهرها ما في المتن ، الثّانية مقدار النّاصية ، و اختارها القدوري ، و في الهداية: و هي الرّبع ، و التّحقيق أنّها أقلّ منه ، الثّالثة : مقدار ثلثة أصابع ، رواها هشام عن الإمام ـــــ إلى أن قال ـــــ و الحاصل أنّ المعتمد رواية الرّبع ، و عليها مشى المتأخّرون كابن الهمام و تلميذه ابن أمير حاج و صاحب النّهر و البحر و المقدسيّ و المصنّف و الشّرنبلالي و غيرهم(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۲۵)

گھنی اور ہلکی ڈاڑھی کا حکم

سوال: (۲) وضو میں ڈاڑھی کے واسطے علیحدہ تین دفعہ پانی لینا کب ضروری ہے اور کب نہیں؟ کیا گنجان ڈاڑھی اور ہلکی کا ایک حکم ہے؟ (۱۵۳۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: درمختار کا یہ مضمون ہے کہ جمیع لحیہ (پوری ڈاڑھی) کا غسل (دھونا) فرض ہے، لیکن لٹکی ہوئی کا دھونا اور مسح کرنا فرض نہیں ہے بلکہ سنت ہے، اور لحیہ خفیفہ (ہلکی ڈاڑھی) جس میں کہ جلد نظر آوے اس کے ماتحت کا دھونا ضروری ہے (۲) اور جس کا دھونا فرض ہے اس میں تثلیث (تین مرتبہ دھونا) سنت ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۲۶)

وضاحت: ڈاڑھی دو طرح کی ہوتی ہے: ہلکی اور گھنی، اگر ڈاڑھی ہلکی ہو یعنی بالوں کے نیچے کی کھال نظر آتی ہو تو اس صورت میں اندر کی کھال کا دھونا ضروری ہے، اور اگر ڈاڑھی گھنی ہو، یعنی

---

(۱) ردّ المحتار: ۱/۱۹۱-۱۹۲، كتاب الطّهارة . (مطبوعہ: دارالکتاب دیوبند)

(۲) و غسل جميع اللّحية فرض يعني عمليًّا أيضًا إلخ . ثمّ لا خلاف أنّ المسترسل لا يجب غسله ولا مسحه بل يُسَنُّ وأنّ الخفيفة الّتي ترى بَشَرَتُها ، يجب غسل ما تحتها إلخ . (الدّر المختار مع ردّ المحتار: ۱/۱۹۳-۱۹۴، كتاب الطّهارة، مطلب في معنى الاشتقاق وتقسيمه إلى ثلاثة أقسام) ظفیر

(۳) و تكرار الغسل إلى الثّلاث سنة أيضًا لمواظبته عليه الصّلاة و السّلام عليه إلخ . (غنية المستملي، ص:۲۳، باب في كيفية استيعاب مسح الرّأس) ظفیر

بالوں کے اندر کی کھال نظر نہ آتی ہو تو جتنے بال دائرۂ وجہ میں داخل ہیں ان کا دھونا فرض ہے، اور جو بال دائرۂ وجہ سے خارج ہیں ان کا دھونا فرض نہیں، نہ ان کا مسح ضروری ہے، البتہ ڈاڑھی کا خلال کرنا ادب ہے۔

اور شرح وقایہ میں جو مسئلہ بیان کیا ہے کہ چوتھائی ڈاڑھی کا مسح فرض ہے(1) یہ مفتی بہ قول نہیں، حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے امداد الفتاویٰ میں شامی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ڈاڑھی کے جو بال چہرے کی حد کے اندر ہیں ان کا دھونا فرض ہے، اور لٹکے ہوئے بالوں کا دھونا فرض نہیں، اولیٰ ہے(2) (امداد الفتاویٰ: 1/31، بحوالہ تحفۃ الالمعی: 1/255) محمد امین پالن پوری

سوال: (3) وضو میں گھنی ڈاڑھی کے بالوں کا دھونا فرض ہے یا مستحب؟ اور جڑوں میں پانی پہنچانا ضروری ہے یا فقط بالوں کا مسح کرلیا جاوے؟ (286/1340ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: و غسل جميع اللّحية فرض، يعني عمليًّا أيضًا على المذهب الصّحيح المفتىٰ به المرجوع إليه، و ما عدا هذه الرّواية مرجوع عنه كما في البدائع إلخ (الدّرّ المختار). قوله: (و ما عدا هذه الرّواية) أي من رواية مسح الكلّ أو الرّبع أو الثّلث أو ما يلاقي البَشرة أو غسل الرّبع أو الثّلث إلخ(3) (شامی)

پس معلوم ہوا کہ تمام ڈاڑھی کا دھونا وضو میں فرض ہے، یعنی سوائے مسترسل کے، اور اندر پانی پہنچانا اور خلال کرنا سنت ہے(4) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (1/126-127)

---

(1) ففرض الوضوء .... مسحُ رُبع الرّأس واللّحية. (شرح الوقاية: 1/51-55، كتاب الطّهارة، تحقيق الكعب)

(2) مطبوعہ فتاویٰ میں بین القوسین جو وضاحت کی گئی ہے، اس سے مسئلہ واضح نہیں ہوتا، اس لیے ہم نے یہ وضاحت کی ہے۔

(3) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: 1/193، كتاب الطّهارة، مطلب في معنى الاشتقاق و تقسيمه إلىٰ ثلاثة أقسام.

(4) پس معلوم ہوا سے یہاں تک جو عبارت ہے اس کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے، اور مطبوعہ فتاویٰ میں جو عبارت اور درّ مختار کا حوالہ ہے، وہ مفتی ظفیر الدین صاحب کا بڑھایا ہوا ہے۔12

وضاحت: ڈاڑھی گھنی ہوتو جتنے بال دائرۂ وجہ میں داخل ہیں ان کا دھونا فرض ہے، اور جو بال دائرۂ وجہ سے خارج ہیں اُن کا دھونا فرض نہیں، اولیٰ ہے، اور جو ڈاڑھی گھنی ہے اس کا خلال کرنا امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک سنت ہے، اور امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ادب ہے، ہدایہ میں ہے: **و قيل : هو سنّة عند أبي يوسف ، جائز عند أبي حنيفة و محمّد لأنّ السّنّة إكمال الفرضِ في محلّهٖ ، و الدّاخلُ ليسَ بمحلّ الفرضِ .**

(الهداية: ۱/۱۹، كتاب الطّهارات) محمد امین پالن پوری

ننگے پاؤں پر مسح کرنا جائز نہیں، دھونا ضروری ہے

سوال: (۴) شیعہ کہتے ہیں کہ وضو میں پاؤں کا دھونا نہیں بلکہ مسح ہے، اس کا کیا جواب ہے؟
(۲۰۴۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: وضو اور تیمّم دونوں منصوص حکم ہیں، ہر ایک کی تشریح قرآن شریف میں مذکور ہے (۱) اس میں قیاساتِ عقلیہ کو (۲) گنجائش نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۲۷)

وضاحت: اہل السنہ والجماعہ کے نزدیک وضو میں جس طرح چہرہ اور دونوں ہاتھوں کا دھونا ضروری اور فرض ہے، اسی طرح ننگے پیروں کا دھونا بھی ضروری اور فرض ہے، مسح کرنا جائز نہیں، اور شیعہ کہتے ہیں کہ وضو میں صرف چہرہ اور ہاتھوں کا دھونا ضروری ہے، سر اور ننگے پیروں پر مسح کرنا فرض ہے، اور ﴿وَاَرْجُلِكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ میں جو کسرہ اور جر والی قراءت ہے اس سے استدلال کرتے ہیں۔

لیکن شیعوں کا کسرہ والی قراءت سے مسح پر استدلال کرنا درست نہیں، کیوں کہ اس صورت میں ﴿اِلَى

(۱) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۶)

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں 'کو' کے بعد 'کوئی' ہے، لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں لفظ 'کوئی' نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے اس کو حذف کردیا ہے۔ ۱۲

الْكَعْبَيْنِ﴾ کی قید بے معنی ہوجائے گی، کیوں کہ مسح تین انگلیوں کے بہ قدر ہوتا ہے، انگلیوں کو کھینچ کر ٹخنوں تک لے جانا ضروری نہیں۔

نیز کسی حدیث سے نبی کریم ﷺ کا یا کسی صحابی کا وضو میں ننگے پیروں پر مسح کرنا ثابت نہیں ہے (۱) بلکہ ایک مرتبہ لوگ مکہ سے مدینہ کی طرف سفر کر رہے تھے، راستہ میں عصر کی نماز کا وقت آ گیا، لوگ ایک پانی پر پہنچے اور چوں کہ نماز میں دیر ہو رہی تھی؛ اس لیے صحابہ نے جلدی جلدی وضو کیا، چنانچہ بعض کی ایڑیاں خشک رہ گئیں۔ نبی کریم ﷺ نے پکار کر دو یا تین مرتبہ فرمایا: ويلٌ للأعقابِ من النّار: وضو میں خشک رہ جانے والی ایڑیوں کے لیے جہنم کی وعید ہے (۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیروں کا وظیفہ غسل ہے مسح نہیں، کیوں کہ مسح پیروں کے اوپر کیا جاتا ہے ایڑیوں اور تلووں پر نہیں کیا جاتا، پس ان کے خشک رہ جانے پر وعید سنانے کے کوئی معنی نہیں۔ محمد امین پالن پوری

سوال: (۵) آیا وضو میں پیر کا مسح فرض ہے اور دھونا سنت ہے؟ یہ إزالة الخفاء، ص: ۴۵۹ میں ہے۔ یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۸۸۱ھ)

الجواب: وضو میں پیروں کا دھونا فرض ہے، اور نصِ قطعی: ﴿وَاَرْجُلَكُمْ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۶) سے ثابت ہے۔ مسح اس صورت میں ہے کہ پیروں میں موزے (خفّین) پہنے ہوں۔ بشرائطه المذكورة في كتب الفقه (۳) إزالة الخفاء کو دیکھا گیا اس میں یہ مضمون کہیں نظر نہیں آیا،

---

(۱) عن عطاء ما علمت أنّ أحدًا من أصحاب رسول اللّٰه صلّى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلّم مسح على القدمين، فهٰذا إجماع من الصّحابة على وجوب الغسل، وهو يؤيّده الأحاديث الصّحيحة، فلا عبرة بمن جوّز المسح على القدمين من الشّيعة ومن شذّ. (غنية المستملي ص: ۱۵، كتاب الطّهارة، فرائض الوضوء)

(۲) عن عبدِ اللّٰهِ ابنِ عَمرٍو قالَ: تخلّفَ النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم عنّا في سفرةٍ، فأدركنا و قد أرْهَقْنَا العَصرَ، فجعلنَا نتوضّأُ ونمسحُ علىٰ أرْجُلِنَا، فنادىٰ بأعلىٰ صوته: "وَيْلٌ لِلأعْقَابِ مِنَ النَّارِ" مَرّتين أو ثلاثًا. (صحيح البخاري: ۱/ ۲۸، كتاب الوضوء، باب غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ، و لا يمسحُ علَى القَدمينِ)

(۳) شرطُ مسحِهِ ثلاثةُ أُمورٍ: الأوّلُ: كونُهُ سَاتِرَ......القدمِ معَ الكعبِ...... والثّاني: كونُهُ مشغولاً بالرِّجلِ...... والثّالثُ: كونُهُ ممّا يُمكِنُ مُتابعةُ المشيِ المعتادِ فيه فَرْسَخًا فأكثرَ إلخ ==

آپ نے جس صفحہ کا حوالہ دیا ہے اس صفحہ تک کتاب مذکور کے دونوں مقصد نہیں پہنچے، کیونکہ مقصدِ اوّل کے کل صفحات: ۳۳۶ ہیں، اور مقصدِ ثانی کے کل صفحات: ۲۸۴ ہیں، شاید آپ نے ترجمہ دیکھا ہو اصل کتاب جو فارسی میں ہے نہیں دیکھی (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۱۲۷-۱۲۸)
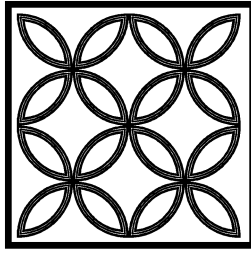
== — إلی أن قال: — أو جَوربیهِ ...... الثّخینینِ بحیثُ یمشي فرسخًا ، و یَثْبُتُ علَی السّاقِ بنفسِهٖ و لا یُری ما تحتَهُ و لا یَشِفُّ إلخ . (ردّ المحتار: ۱/ ۳۸۵-۳۹۵، کتاب الطّهارة ، الباب الثّالث: باب المسح علی الخفّین)

(۱) إزالة الخفاء میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ نے دونوں پیروں کے دھونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع نقل فرمایا ہے، البتہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ مسح کے قائل تھے، لیکن وہ خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے، بلکہ دونوں پیروں کو دھوتے تھے۔

عن عبد الرّحمن بن أبي لیلٰی قال : اجتمع أصحابُ رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم في غسل القدمینِ ، و عن الحَکَمِ قال : مضتِ السّنّة من رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم والمسلمینَ بغسل القدمینِ ، و عن أنس رضي اللّٰه عنه قال : نزل القرآنُ بالمسحِ والسّنّةُ بالغَسلِ ، قلتُ : خالفهم ابن عبّاسٍ رضي اللّٰه عنهما ، فقال بالمسحِ و کان عملهٗ علی الغسلِ ، عن ابن عبّاسٍ قال : أبَی النّاسُ إلّا الغَسلَ و لا أجدُ في کتاب اللّٰه إلّا المسحَ ، و عن ابن عبّاس رضي اللّٰه عنهما قال : الوضوء غَسلتانِ و مسحتانِ ، و عن ابن عبّاس رضي اللّٰه عنهما قال : افترض اللّٰه غسلتینِ و مسحتینِ ، ألا تری أنّه ذکر التّیمّمَ فجعل مکانَ الغسلتین مسحتینِ و ترک المسحتینِ . (إزالة الخفاء، ص:۱۷۵، المقصد الأوّل)

سننِ وضو کا بیان

وضو میں ہاتھ تین مرتبہ سے زائد نہیں دھونے چاہئیں

سوال: (۶) وضو میں دونوں ہاتھ ایک مرتبہ پہلے دھوتے ہیں پھر تین مرتبہ پانی بہاتے ہیں درست ہے یا کہ تین ہی مرتبہ پانی بہانا چاہیے اور دھونا نہیں چاہیے؟ یعنی چوتھی مرتبہ ہو گیا ہے کیونکہ تین مرتبہ سے زیادہ منع ہے۔ (۱۲۳۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: تین مرتبہ دھونا چاہیے یہی سنت ہے[۱] باقی تر کرنے کے لیے ایک بار ہاتھ پھیرنا اس میں کچھ حرج نہیں ہے، بلکہ اچھا ہے تاکہ تین مرتبہ پوری طرح پانی بہہ جاوے۔ فقط (۱/ ۱۲۸)

ہاتھ دھوتے وقت پانی انگلیوں کی طرف سے بہائے یا کہنی کی طرف سے؟

سوال: (۷) زید کہتا ہے کہ وضو میں غسلِ یدین کی ابتدا اصابع سے کرے کہ مرفق کی طرف پانی جاوے۔ جیسا کہ قرآن میں: ﴿اِلَى الْمَرَافِقِ﴾ ہے، اور عمر کہتا ہے کہ حدیث میں: **إدرار الماء علی المرفق** آیا ہے، لہٰذا مرفق پر پانی ڈالے کہ اصابع کی طرف جاوے **یبدء من الأصابع** آیا ہے، یا **من المرفق** آیا ہے؟ (۳۴۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: دونوں طرح درست ہے، لیکن احادیث سے مرفق سے اصابع کی طرف پانی آنا معلوم ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۳۳)

---

(۱) و يُسَنُّ تثليثُ الغسلِ فمن زادَ أو نقص فقد تعدّى و ظلمَ كما ورد في السّنّة إلّا لضرورةٍ (مراقي الفلاح) و في الطّحطاوي: بأن زاد لِطمانينة قلبهِ عند الشّكّ فلا بأسَ بهِ. (حاشية الطّحطاوي و مراقي الفلاح، ص: ۷۱-۷۲، كتاب الطّهارة، فصل في سنن الوضوء)

سوال: (۸) بعض شخص بائیں ہاتھ پر پانی کہنی کی طرف سے بہاتے ہیں یہ درست ہے یا مکروہ یا بدعت؟ (۱۲۳۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۱۲۸)

سوال: (۹) وضو میں انگلیوں سے پانی کہنیوں تک لے جائے یا کہنیوں سے انگلیوں کی طرف گرے؟ (۵۵۰/۱۳۴۳ھ)

الجواب: احادیث سے زیادہ راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ کہنیوں سے انگلیوں کی طرف کو پانی گرے، باقی جائز دونوں طرح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۱۳۲-۱۳۳)

استدراک: مذکورہ بالا تینوں جوابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجیب قدس سرہٗ کی رائے یہ ہے کہ ہاتھوں کے دھونے میں ابتداء کہنیوں کی طرف سے کرنی چاہیے، مگر اکثر فقہاء اور مفسرین نے تصریح فرمائی ہے کہ ہاتھوں اور پیروں کو دھونے میں انگلیوں کی طرف سے ابتداء کرنا سنت اور مستحب ہے، فتاویٰ عالم گیری میں ہے: **و من السّنن : البداء ة من رؤوس الأصابع في اليدين والرّجلين كذا في فتح القدير . وهٰكذا في المحيط . (الفتاوٰى الهندية: ۱/ ۸، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل في الوضوء ، الفصل الثّالث في المستحبّات)**

اور شامی میں ہے: **و البدء بأعلى الوجه و أطراف الأصابع ، و مقدم الرّأس ، لكن قدّمنا أنّ الأخيرين سنّة .**

(ردّ المحتار : ۱/ ۲۲۳، كتاب الطّهارة ، مطلب في تيمّم مندوبات الوضوء)

اور امام رازی کی تفسیر کبیر میں ہے: **المسئلةُ الثّالثةُ و الثّلاثونَ : السُّنّةُ أن يصبَّ الماءَ علَى الكفِّ بحيثُ يسيلُ الماءُ مِنَ الكفِّ إلَى المرافِقِ ، فإنْ صبَّ الماءَ علَى المِرفقِ حتّى سالَ الماءُ إلَى الكفِّ ، فقال بعضُهم : هٰذا لا يجوزُ ؛ لأنّهُ تعالٰى قال : ﴿وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ﴾ فجعلَ المرافقَ غايةَ الغَسلِ ، فجعلهُ مبدأً الغَسلِ خلاف الآيةِ ، فوجبَ أن لا يجوزَ . و قال جمهورُ الفقهاءِ : أنّهُ لا يخلُّ بصحّةِ الوضوءِ إلّا أنّهُ يكونُ تركًا لِلسّنّةِ .**

(مفاتيح الغيب للرّازي: ۳/ ۵۴۵، تفسير سورة المائدة ، رقم الآية: ۶)

اور حضرت مجیبؒ نے جن احادیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے، اُن سے مراد شاید حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، جس کو بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے، اور وہ یہ ہے: عن جابر بنِ عبد اللّٰه رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلّى الله عليه وسلّم إذا توضّأ أدارَ الماءَ علىٰ مرفقيهِ . (السّنن الكبرىٰ للبيهقيّ: ۱/۹۳، كتاب الطّهارة ، باب إدخال المرفقين في الوضوء ، المطبوعة: دار الكتب العلمية ، بيروت ، لبنان)

لیکن یہ روایت ضعیف ہے، تفسیر مظہری میں ہے: و روي أيضًا من حديث جابرٍ كان رسول الله صلّى الله عليه وسلّم إذا توضّأ أدارَ الماءَ علىٰ مرفقيهِ ، لكن إسنادهُ ضعيف . (تفسير المظهري ، تفسير سورة المائدة)

اور اس سے پہلے تفسیر مظہری میں دارقطنی کی ایک حدیث نقل کی گئی ہے جو 'حسن' ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضوء میں ہاتھ دھوتے تھے تو انگلیوں کی طرف سے ابتداء فرماتے تھے۔ روى الدّار قطني بإسنادٍ حسنٍ مِن حديث عثمانَ في الوضوءِ ، فغسل يديه إلى المرفقين حتّى مسّ أطرافَ العضدَينِ . محمد امین پالن پوری

انگلیوں میں خلال کس وقت کرنا چاہیے؟

سوال: (۱۰) خلال انگلیوں میں وقت وضوء کے کرتے ہیں، وہ دھوتے وقت چاہیے یا بعد دھونے کے؟ (۱۲۳۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: دھوتے وقت کرے یا بعد میں ہر طرح درست ہے (مگر بہتر یہ ہے کہ تین مرتبہ دھونے کے بعد خلال کرے (۱) محمد امین) (۱/ ۱۲۸)

(۱) و تخليل الأصابع ؛ اليدين بالتّشبيك و الرّجلين بخنصر يده اليُسرى (الدّرّ المختار) وفيه عن الظّهيريّة: أنّ التّخليل إنّما يكون بعد التّثليث لأنّه سنّة التّثليث. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۱۴، كتاب الطّهارة، مطلب في منافع السّواك)

وضو کرتے وقت کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۱) وضو کے اندر اگر کوئی شخص مُنہ میں یا ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا تو وضو ہو گیا یا نہیں؟ (۴۲۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: وضو ہو گیا، مگر ترکِ سنت ہوا[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۲۹)

وضو اور غسل کے لیے کتنا پانی لینا چاہیے؟

سوال: (۱۲) وضو اور غسل کے بارے میں پانی کی مقدار[۲] مد یا صاع وغیرہ[۲] وارد ہے، اس سے کمی یا زیادتی جائز ہے یا نہیں؟ (۸۶۵/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: مد اور صاع جو وضو اور غسل میں وارد ہے[۳] وہ تحدید نہیں ہے[۴] (اس لیے کمی،

---

(۱) وضو کرتے وقت کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں سنت مؤکدہ ہیں؛ اس لیے اگر کوئی شخص جان بوجھ کر ترک کرے اور اس کو عادت بنالے تو گناہ گار ہوگا، ورنہ نہیں، شامی میں ہے: (وهما سنّتان مؤكّدتان) فلو تركهما أثِمَ على الصّحيح سراج ، قال في الحلية : لعلّه محمول على ما إذا جعل التّركَ عادةً له من غير عذرٍ .

(ردّ المحتار على الدّرّ المختار: ۱/۲۱۲، كتاب الطّهارة، مطلب في منافع السّواك)

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں 'مقدار' کے بعد' کے لیے' اور 'وغیرہ' کے بعد 'جو' ہے، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے ۱۲

(۳) عن سفينةَ : أنّ النّبيّ صلّى اللّه عليه وسلّم كا نَ يتوضّأ بالمُدِّ ، و يَغتسلُ بالصّا عِ .

(جامع التّرمذي: ۱/۱۸، أبواب الطّهارة ، باب الوُضوء بالمُدِّ)

حضرت سفینہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد پانی سے وضو اور ایک صاع پانی سے غسل کیا کرتے تھے ——— 'صاع': چار مد کا ہوتا ہے، یعنی تین کلو ایک سو اڑتالیس گرام کا، اور 'مد': سات سو ستاسی گرام کا ہوتا ہے۔ محمد امین پالن پوری

(۴) لما في الحلية أنّه نَقل غيرُ واحدٍ إجماعَ المسلمين على أنّ ما يجزيءُ في الوضوء و الغسلِ غيرُ مقدّر بمقدار . و ما في ظاهر الرّواية من أنّ أدنىٰ ما يكفى في الغسل صاعٌ ، و في الوضوءِ مُدٌّ للحديث المتّفق عليه إلخ ليس بتقدير لازم، بل هو بيان أدنىٰ القدر المسنون اهـ قال في البحر: حتّى إنّ من أسبغ بدون ذلك أجزأه ، و إن لم يَكْفِهِ زاد عليه ، لأن طباعَ النّاس و أحوالَهم مختلفةٌ ، كذا في البدائع . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار : ۱/۲۶۳-۲۶۴، كتاب الطّهارة ، مطلب في تحرير الصّاع و المدّ و الرِّطل) ظفیر

زیادتی جائز ہے۔ظفیر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲۹/۱)

سوال:(۱۳) وضو کے لیے کتنا پانی لینا چاہیے؟ پانچ سیر پانی لینا جائز ہے یا نہیں؟
(۱۸۲۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: وضو ایک مد پانی سے ہوسکتا ہے۔حدیث شریف میں ایسا ہی آیا ہے(۱) غایت یہ کہ دوڈیڑھ مد یعنی سواسیر، ڈیڑھ سیر پانی ہو، اوراسراف کرنا وضو میں مکروہ ہے(۲) فقط (۱۳۳/۱)

سوال:(۱۴) مقدار پانی برائے غسل ووضو کیا ہے؟ (۹۸۵/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک صاع پانی سے سوا صاع تک غسل فرماتے تھے، اور ایک مد سے وضو فرماتے تھے؛ یعنی ادنی مقدار کفایت کی یہ ہے (۳)

اور شامی نے حلیہ سے نقل کیا ہے کہ اس میں کچھ تحدید شرعی نہیں ہے جس قدر پانی سے وضو اور غسل ہوسکے درست ہے، لیکن اسراف نہ ہو(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۵۹/۱-۱۶۰)

سرکاری نہر سے وضو وغسل کرنا جائز ہے

سوال:(۱۵) آج کل جو سرکاری نہر بہ غرض آب پاشی جاری ہیں، اگر ان نہروں میں بلا اجازت

---

(۱) عن أنس رضي اللّٰه عنه قال: كان النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم يتوضّأ بالمُدّ و يغتسل بالصّاع إلى خمسة أمداد ، متّفق عليه . (مشكاة المصابيح، ص:۴۸، كتاب الطّهارة ، باب الغسل ، الفصل الأوّل)ظفیر

(۲) وضو وغسل میں اسراف یعنی ضرورت سے زیادہ پانی خرچ کرنا مکروہ ہے۔مسند احمد اور ابن ماجہ میں یہ روایت ہے: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وضو کررہے تھے، نبی ﷺ کا وہاں سے گذر ہوا، آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ وضو میں اسراف کررہے ہیں تو آپ ﷺ نے تنبیہ کی اور فرمایا:

اے سعد! یہ فضول خرچی کیوں کررہے ہو؟ حضرت سعد نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا وضو میں بھی اسراف ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اگر چہ تم بہتی ندی پر ہو۔(مشکاۃ، حدیث:۴۲۷، باب سنن الوضوء) اس کے علاوہ بھی صحیح حدیثوں سے اسراف کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔(تحفۃ الالمعی:۱/ ۲۸۸، أبواب الطّهارة ، بابُ كَرَاهِيّةِ الإسْرَافِ في الوُضُوْءِ) محمد امین پالن پوری

(۳) حوالے پہلے گزر چکے۔۱۲

سرکار یا ملازم سرکاری کے وضو وغسل کرلے تو جائز ہے یا ناجائز؟ (۱۶۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: وضو اور غسل وغیرہ کے لیے اس نہر سے پانی لینا درست ہے[1] فقط (۱/۱۷۷)

کانسے اور پیتل کے لوٹے سے وضو کرنا جائز ہے

سوال: (۱۶) کانسے[2] یا پیتل کے لوٹے سے وضو کرنا کیسا ہے؟ (۶۲۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: درست ہے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۲۹)

کسی مجبوری کی وجہ سے وضو میں کلی نہ کرنا درست ہے

سوال: (۱۷) ایک شخص اگر کلی کرتا ہے تو اس کے مُنہ سے خون نکلتا ہے، کچھ عرصہ کے بعد بند ہوجاتا ہے تب وہ وضو ختم کرتا ہے، چونکہ کلی کرنے سے وضو ٹوٹنے کا اندیشہ ہے، اس لیے اگر وہ کلی نہ کرے اور نماز پڑھے تو درست ہے یا نہیں؟ (۳۵۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ایسی حالت میں کلی نہ کرنا درست ہے، بدون کلی کے نماز صحیح ہے[4] فقط (۱/۱۲۹)

---

(۱) و لهم أن يأخذوا الماء منه للوضوء و غسل الثّياب في الصّحيح . (الهداية: ۴/۴۸۶، كتاب إحياء الموات ، فصول في مسائل الشّرب)

(۲) کانسا: ایک قسم کی دھات۔ (فیروز اللغات)

(۳) و يكره الأكل في نُحاسٍ أو صُفرٍ، و الأفضل الخَزَفُ . (الدّرّ المختار) و في الجوهرة : و أمّا الآنية من غير الفضّة و الذّهب فلا بأس بالأكل و الشّرب فيها ، و الانتفاع بها كالحديد و الصُّفر ، و النُّحاسِ و الرَّصاصِ و الخَشبِ و الطّينِ اهـ فتنبّه . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۹/۴۱۷ ، أوائل كتاب الحظر و الإباحة) ظفیر

(۴) و غسل الفم ...... بمياهٍ ، و هما سنّتان مؤكّدتان (الدّرّ المختار) فلو تركهما أثم على الصّحيح . سراج . قال في الحلية: لعلّه محمول على ما إذا جَعلَ التَّركَ عادةً له من غير عذر. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۱۲، كتاب الطّهارة ، مطلب في منافع السّواك) ظفیر

روزے میں مسواک کس وقت کی جائے؟

سوال: (۱۸) مسواک کس وقت کرنی چاہیے قبل دوپہر یا بعد؟ چونکہ مسواک سے بو زائل ہوجاتی ہے، وہ حق تعالیٰ کو پسند ہے۔ (۲۲۵۹/۱۳۴۰ھ)

الجواب: حنفیہ کے نزدیک رمضان شریف میں بھی ہر ایک وضو میں مسواک مستحب ہے (۱) روزے میں بعد زوال کے ظہر اور عصر میں بھی مستحب ہے کیونکہ وہ خلوف جو حق تعالیٰ کو پسند ہے (۲) بعد مسواک کے بھی رہتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۳۰)

سر پر مسح کرنے کا مسنون طریقہ

سوال: (۱۹) ایک ہاتھ سے مسح کرنا کیسا ہے؟ (۲۶۲۰/۱۳۴۲ھ)

الجواب: مسح میں طریقۂ سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے کرے (۳) اگر ایک ہاتھ سے

---

(۱) و لا بأس بالسّواك الرّطب بالغداة و العشيّ للصّائم ، لقوله صلّى اللّٰه عليه وسلّم : "خير خلال الصّائم السّواك" من غير فصل . و قال الشّافعيّ : يكره بالعشيّ لما فيه من إزالة الأثر المحمود ؛ و هو الخلوف ، فشابه دم الشّهيد . قلنا : هو أثر العبادة ، و الأليق بهِ الإخفاء ، بخلاف دم الشّهيد ، لأنّه أثر الظّلم . (هداية:۱/۲۲۱، كتاب الصّوم ، باب ما يجب القضاء) ظفير

(۲) عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه يقولُ : قالَ رسولُ اللّٰهِ صلّى اللّٰهُ عليهِ وسلّمَ: ......و الّذي نفسُ محمّدٍ بيدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصّائمِ أَطْيَبُ عندَ اللّٰهِ مِن ريحِ المِسكِ . الحديث .
(صحيح البخاري:۱/۲۵۵، كتاب الصّوم ، باب: هل يقول إنّي صائم إذا شُتِمَ؟)

(۳) و منها : مسح كلِّ الرّأس مرّةً ...... و الأظهر أنّه يضع كفّيه و أصابعه على مقدّم رأسهٖ و يمدّهما إلى قَفَاه على وجهٍ يَستوعِبُ جميعَ الرّأس . (الفتاوىٰ الهندية:۱/۷، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل في الوضوء ، الفصل الثّاني في سنن الوضوء)

و مسح كلّ رأسهٖ مرّة مستوعبةً ، فلو تركه و داوم عليه أثِمَ (الدّرّ المختار) و الأظهر أن يضع كفّيه و أصَابِعَه على مقدّم رأسهٖ و يمدّهما إلى القَفَا على وجهٍ يَستوعِبُ جميعَ الرّأس . ثمّ يمسح أُذُنَيْهِ بأصبعيه اهـ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار:۱/۲۱۸، كتاب الطّهارة، مطلب في تصريف قولهم مَعزيًّا)

کرلے گا تو مسح ادا ہوجائے گا، مگر طریقۂ سنت کے موافق نہ ہوگا (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۳۰)

---

(۱) آنحضرت ﷺ دونوں ہاتھوں سے پورے سر کا مسح کرتے تھے، یہی آپ کی سنت مستمرہ تھی، اور تمام ائمہ کے نزدیک استیعاب افضل ہے، زندگی میں ایک دو بار آپ نے سر کے بعض حصہ کا بھی مسح کیا ہے، مگر وہ آیت کی تفسیر اور مسئلہ کی وضاحت کے لیے تھا، اصل سنت دونوں ہاتھوں سے پورے سر کا مسح کرنا ہے، اور بعض احناف کی جو عادت ہے کہ ہمیشہ یا اکثر سر کے کچھ حصہ کا مسح کرتے ہیں، اور بعض شوافع کی جو عادت ہے کہ ایک ہاتھ سے مسح کرتے ہیں، یہ ٹھیک نہیں، لوگوں کو چاہیے کہ سنت پر عمل کریں، اور ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے پورے سر کا مسح کریں۔

اور منیۃ المصلی جس کی شرح کبیری ہے اس میں محیط کے حوالہ سے مسح کا طریقہ یہ لکھا ہے کہ دونوں ہاتھ بھگا کر خنصر، بنصر اور وسطیٰ تین انگلیوں کو سر کے اگلے حصہ پر رکھے (انگشت شہادت) اور انگوٹھا اور ہتھیلی الگ رکھے، پھر انگلیوں کو کھینچ کر گدی تک لے جائے، پھر ہتھیلی سے سر کی دونوں جانبوں کا مسح کرتا ہوا ہاتھوں کو آگے لائے، پھر شہادت کی انگلیوں سے کانوں کے اندر کا اور انگوٹھوں سے کانوں کے پیچھے کا مسح کرے —— علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ یہ طریقہ کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

مسح کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ سارے ہاتھ سر کے اگلے حصے پر رکھے اور سر کو گھیرتا ہوا پیچھے لے جائے، پھر پیچھے سے آگے لے آئے اور شہادت کی انگلیوں سے کانوں کے اندر کا اور انگوٹھوں سے کانوں کے پچھلے حصہ کا مسح کرے اور یہ خیال کہ اس طرح کرنے سے ہاتھ، انگلیاں اور انگوٹھے مستعمل ہوجائیں گے، اس کا کبیری اور فتح القدیر میں یہ جواب دیا ہے کہ ہاتھ جب تک ایک عضو پر چلتا رہے گا مستعمل نہیں ہوگا، جیسے ہاتھ دھوتے ہیں تو پانی ہتھیلی سے کہنی تک چلتا ہے پھر گرتا ہے، یہ پانی ہاتھ سے علیحدہ ہونے کے بعد مستعمل ہوگا، جب تک عضو پر چلتا رہے گا مستعمل نہیں ہوگا۔ یہی حکم مسح میں بھی ہے۔ اور کان چوں کہ سر کا جز ہیں اس لیے ان کے حق میں بھی انگلیاں اور انگوٹھے مستعمل نہیں ہوں گے، ہاں! خفین پر مسح کرنے کے لیے نیا پانی لینا ہوگا، کیوں کہ وہ دوسرا عضو ہے۔ (تحفۃ الألمعی: ۱/۲۵۷-۲۵۸، أبواب الطّهارة ، باب ما جاء في مسح الرّأسِ أنّه يبدأ بمقدَّم الرّأسِ إلٰی مؤخَّرِه)

شامی میں ہے: قال الزّيلعيّ و تكلّموا في كيفيةِ المسحِ ، و الأظهرُ أن يضعَ كفّيهِ و أصَابِعَهُ علٰى مقدّم رأسهِ و يمُدّهُما إلَى القَفَا علٰى وجهٍ يَستوعِبُ جميعَ الرّأسِ . ثمّ يمسحُ أُذُنَيْهِ بأصبَعَيْهِ اهـ ، و ما قيل مِن أنّه يُجافي المُسبّحتينِ و الإبهامينِ ليمسحَ بهما الأذنينِ ، والكفّينِ لِيَمسَحَ بهمَا جانبي الرّأسِ خَشيةَ الاستعمالِ ، فقال في الفتح: لا أصلَ لهُ في السّنّةِ ، لأنّ الاستعمالَ لا يثبتُ قبل الانفصال ؛ والأذنانِ من الرّأسِ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۱۸-۲۱۹، كتاب الطّهارة ، مطلب في تصريف قولهم مَعزيًّا) محمد امین پالن پوری

مسواک کی مقدار کیا ہے؟

سوال: (۲۰) مسواک کی مقدار کیا ہے؟ (۲۰۴۶/۱۳۳۹ھ)

الجواب: درّ مختار میں ہے کہ مسواک کی مقدار میں ایک بالشت ہونا مستحب ہے، لیکن ظاہر ہے کہ دراصل اس کی کچھ تحدید نہیں ہے، جس قدر بھی کارآمد ہو سکے کافی ہے، البتہ علماء نے ابتداءً ایک بالشت ہونا پسندیدہ کہا ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۳۰)

جماعت ہو رہی ہو تب بھی کامل وضو کرے

سوال: (۲۱) جماعت قریب ختم ہے، تو فرائض وضو ادا کر کے شریک ہونا بہتر ہے یا تمام سنن کو ادا کر کے تنہا نماز پڑھے؟ (۱۳۱۴/۱۳۴۲ھ)

الجواب: سنن وضو کا پورا کرنا ضروری ہے اگرچہ جماعت ختم ہو جائے (۲) فقط (۱/۱۳۱)

---

(۱) ثمّ المستحبّ أن يكون السّواكُ من شجرة إلخ و أن يكون طول شبرٍ في غلظ الخنصر .
(غنية المستملي في شرح منية المصلّي المعروف بالحلبي الكبيري، ص:۲۹، في بيان فضيلة المسواك)

و السّـواك إلخ و كونه ليّنًا مستويًّا بلا عقدٍ في غلظ الخنصر ، و طولِ شبرٍ إلخ و لا يزاد على الشّبر إلخ (الدّرّ المختار) قوله: (طول شبر) الـظّـاهر أنّه في ابتداء استعمالهٖ ، فلا يضرّ نـقصه بعد ذلك بالقطع منه لتسويته ، تأمّل . و هل المراد شبر المستعمل أو المعتاد؟ الظّاهر الثّاني ، لأنّه محمل الإطلاق غالبًا . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۰۹-۲۱۱، كتاب الطّهارة ، قبيل مطلب في منافع السّواك)

اس سے معلوم ہوا کہ بالشت سے کم ہو تو جائز ہے، بالشت سے زیادہ لمبی ہونا اچھا نہیں۔ واللہ اعلم ظفیر

(۲) عـن عبـد الـلّـه بن عمرو رضي اللّٰه عنه قال: رَجَعْنَا مَعَ رسولِ اللّٰه صلّى اللّٰه عليه و سلّم مـن مـكّةَ إلـى الـمـديـنـةِ ، حتّى إذا كـنّا بماءٍ بالطّريقِ ، تَعَجَّلَ قَومٌ عندَ العصرِ ، فتوضّئُوا وهُم عُـجّـالٌ، فـانتهيـنـا إليهـم ، وأعقابُهُم تَلُوْحُ لم يَمُسَّهَا الماءُ ، فقال رسولُ اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: ويلٌ للأعقابِ مِن النّار ، أسبِغوا الوضوءَ ، رواه مسلم.

(مشكاة المصابيح، ص:۴۶، كتاب الطّهارة ، باب سنن الوضوء ، الفصل الأوّل)

(أسبِغوا الوضوءَ): بضمّ الواو أي أتمّوه بإتيان جميع فرائضهٖ وسننهٖ ، أو أكملوا واجباته (مرقاة المفاتيح: ۲/۱۰۲، كتاب الطّهارة ، باب سنن الوضوء، رقم الحديث: ۳۹۸) ظفير

مستحبات وآدابِ وضو

وضو کے بعد رومال سے ہاتھ مُنہ پوچھنا جائز ہے

سوال: (۲۲) وضو کر کے رومال سے بدن سکھا نا درست ہے یا نہیں؟ اور بعض کہتے ہیں کہ جب ریش (ڈاڑھی) کا پانی زمین پر گرتا ہے تو فرشتوں کو اٹھانے میں تکلیف ہوتی ہے یہ کہاں تک صحیح ہے؟ (۲۰۹۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اعضائے وضو کو رومال سے پونچھنا مستحب اور آداب میں سے ہے۔ درمختار میں ہے: **و من الآداب تَعَاهُدُ مُوْقَيْهِ وَ كَعْبَيْهِ إلخ و التَّمَسُّحُ بمنديلٍ إلخ** [۱] اور شامی نے اس میں زیادہ تفصیل کی ہے [۲] خلاصہ یہ ہے کہ رومال سے پوچھنا مکروہ نہیں ہے، بلکہ جائز ہے، اور مُنہ کا پوچھنا بھی درست ہے، اور ریش کا بھی، اور اگر نہ پونچھا جائے تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے، اور یہ قول کہ ریش کا پانی گرنے سے فرشتوں کو اُس کو اٹھانے کی تکلیف ہوتی ہے، بے اصل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۳۱-۱۳۲)

---

(۱) الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲۳۰-۲۳۱، كتاب الطّهارة، مطلب في التّمسّح بمنديل.

(۲) و إنّما وقع الخلاف في الكراهة، ففي الخانية: ولا بأس به للمتوضّي والمغتسل، روى عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: أنّه كان يفعله، ومنهم من كره ذلك، ومنهم من كرهه للمتوضيء دون المغتسل، والصّحيح ما قلنا، إلّا أنّه ينبغي أن لا يُبَالِغَ ولا يستقصىَ، فيبقىٰ أثرُ الوضوء على أعضائه. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۳۱، كتاب الطّهارة، مطلب في التّمسح بمنديل) ظفير

ایک ہاتھ سے وضو کرنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۳) ایک ہاتھ سے وضو کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۱۰۳/۱۳۳۹ھ)

الجواب: درست ہے مگر خلافِ سنت ہے، بلاضرورت ایسا نہ کرنا چاہیے[1] فقط (۱۳۲/۱)

وضو میں چہرہ دونوں ہاتھوں سے دھونا چاہیے

سوال: (۲۴) شستنِ وجہ در وضو بہ دو دست باید یا بہ یک دست؟ (۲۵۴/۱۳۳۹ھ)

الجواب: شستنِ وجہ در وضو بہ دو دست باید اگر عذرے نباشد۔ کما يظهر من قوله: و مستحبّه إلخ التّيامن في اليدين و الرّجلين و لو مسحًا لا الأذنين و الخدّين إلخ (الدّرّ المختار) قوله: (لا الأذنين) أي فيمسحهما معًا إن أمكنه إلخ (شامي)، قوله: (التّيامن) أي البداء ة باليمين إلخ[2] (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۲/۱)

ترجمہ سوال: (۲۴) وضو میں چہرہ دونوں ہاتھوں سے دھونا چاہیے یا ایک ہاتھ سے؟

الجواب: وضو میں چہرہ دونوں ہاتھوں سے دھونا چاہیے، اگر کوئی عذر نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) قال ابن عبّاس: دخل عليّ عليٌّ رضي اللّٰه عنهم و قد أهراق الماءَ ، فدعا بوضوء بنحوهٖ. وفيه: ثمّ تمضمض واستنثر، ثمّ أدخل يديه في الإناء جميعًا، فأخذ بهما حفنةً من ماءٍ فضرب بها على وجههٖ ، الحديث. (جمع الفوائد من جامع الأصول و مجمع الزّوائد: ۲۴۱/۱، كتاب الطّهارة ، صفة الوضوء، رقم الحديث: ۴۳۵، المطبوعة: مجمع الشّيخ ، سهارنفور) ظفیر

(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۲۲۱/۱-۲۲۲، كتاب الطّهارة ، مطلب: ترك المندوب هل يكره تنزيهًا إلخ .

و قال ابن عبّاس رضي اللّٰه عنهما : أتحبّون أن أريكم كيف كان رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم يتوضّأ ؟ فدعا بإناءٍ فيه ماء ، فاغترف غرفةً بيدهٖ اليمنٰى ، فتمضمض و استنشق ، ثمّ أخذ أخرى ، فجمع بها يديه ، ثمّ غسل وجهه إلخ . (جمع الفوائد: ۲۴۶/۱، كتاب الطّهارة، صفة الوضوء ، المطبوعة : مجمع الشّيخ ، سهارنفور) ظفیر

گردن پر مسح کرنے کا طریقہ

سوال: (۲۵) گردن پر مسح کرنے کے وقت جو انگلیاں کھینچ لیتے ہیں یہ فعل کیسا ہے؟
(۱۲۲۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: گردن کا مسح انگلیوں کی پشت کو کھینچ کر جیسا کہ معروف ہے درست ہے (۱) (۱۳۲/۱)

اگر تالاب نزدیک ہو تو تالاب پر جا کر وضو کرنا ضروری نہیں

سوال: (۲۶) اگر تالاب پاس ہو تو اُس صورت میں ہر وقت تالاب (پر) (۲) جا کر وضو کرنا چاہیے یا نہ؟ (۲۶۰۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: خواہ تالاب میں کرے، یا گھڑے کے پانی سے سب درست ہے۔ فقط (۳۴۶/۱)
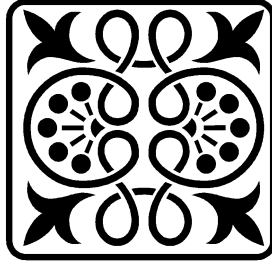
(۱) و مستحبه ...... التّيامن إلخ و مسح الرّقبة بظهر يديه . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲۲۱-۲۲۲، كتاب الطّهارة ، مطلب: ترك المندوب هل يكره تنزيهًا إلخ) ظفیر

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (پر) کی جگہ 'میں' تھا، رجسٹر نقول فتاویٰ سے تصحیح کی گئی ہے۔ ۱۲

نواقضِ وضو کا بیان

خروجِ ریاح کے مریض کا سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا

سوال: (۲۷) اگر کسی کو خروج ریاح کا مرض ہو تو اس کے حق میں نوم ناقض وضو ہے یا نہیں؟(۱)
(۹۵۴/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: انفلاتِ ریح والے کی نوم ناقض وضو ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں، شامی نے کہا (کہ صحیح یہ ہے) کہ ناقض وضو نہیں الخ(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۳۳-۱۳۴)

وضو کرتے ہوئے ریح کو دبا لے تو وضو ہو جائے گا

سوال: (۲۸) اگر کوئی آدمی وضو کر رہا ہے یا نماز پڑھ رہا ہے اور ہوا نکلنے لگی اس نے روک لیا

---

(۱) سوال کی عبارت رجسٹر میں نہیں ہے، مفتی ظفیر الدین صاحب کی بڑھائی ہوئی ہے، اور جواب میں قوسین کے درمیان جو عبارت ہے اس کا رجسٹر سے اضافہ کیا گیا ہے، مطبوعہ فتاویٰ میں نہیں ہے۔۱۲

(۲) و ينقضه ...... نوم (الدّرّ المختار) و أقول : ينبغي أن يكون عَينُه ناقضًا اتّفاقًا في مَن فيه انفلات ريحٍ ، إذ مالا يخلو عنه النّائم ، لو تحقّق وجودُه لم ينقض ، فالمتوهَّم أولٰى ، نهر .

قلتُ: فيه نظر، والأحسن ما في فتاوٰی ابن الشّلبي ، حيث قال: سُئِلْتُ عن شخص بهٖ انفلات ريح ، هل ينقض وضوءُ ه بالنّوم؟ فأجبتُ بعدم النّقْض ، بناءً على ما هو الصّحيح من أنّ النّومَ نفسَه ليس بناقض ، وإنّما النّاقض ما يخرج ، ومن ذهب إلى أنّ النّومَ نفسَه ناقض لزمه النّقضُ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۴۲-۲۴۳، كتاب الطّهارة، مطلب نومُ مَن بهٖ انفلات ريحٍ غير ناقض) ظفیر

تو وضو باقی رہا اور نماز ہوئی یا نہ؟ (۱۳۴۳/۱۵۴۳ھ)

الجواب: اگر ریح کو روک لیا اور خارج نہ ہونے دیا تو وضو باقی ہے اور نماز صحیح ہے(۱) (درّ مختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۴۵-۱۴۶)

خروجِ ریح سے استنجاء ضروری نہیں؛ اس کی وجہ

سوال: (۲۹) ریح کے خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، بلا طہارت دوبارہ وضو جائز ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ (۱۳۴۷-۴۶/۳۵۷ھ)

الجواب: استنجاء وطہارت کی ضرورت خروجِ ریح میں اس وجہ سے نہیں ہے کہ بدن ملوّث نجاست سے نہیں ہوتا، خروج ریح صرف حکمی نجاست ہے، اور اس کو حدث اصغر کہتے ہیں، اس میں صرف وضو کافی ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۴۶)

---

(۱) مگر ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے، شامی میں ہے: قوله: (و صلاتُهُ مع مدافعةِ الأخبثينِ إلخ) أي البولِ و الغائطِ . قال في الخزائن : سواء كان بعد شروعهِ أو قبلهُ ، فإن شغلهُ قطعها إن لم يخف فوتَ الوقتِ ، و إن أتمّها أثمَ لما رواه أبو داؤد : " لا يحلّ لأحدٍ يُؤمنُ باللّٰهِ و اليومِ الآخرِ أن يُصَلِّيَ وهوَ حاقِنٌ حتّى يَتخفّفَ" أي مدافعُ البولِ، ومثله الحاقبُ: أي مدافعُ الغائطِ والحازق: أي مدافعُهما ، و قيل مدافعُ الرّيحِ اهـ . و ما ذكره من الإثمِ صرّح بهٖ في شرح المنية ، وقال : لأدائها مع الكراهة التّحريميّةِ. (ردّ المحتار على الدّرّ المختار: ۲/۳۵۱-۳۵۲، كتاب الصّلاة ، باب ما يفسد الصّلاة ما يكره فيها ، مطلب في الخشوع) *محمد امین پالن پوری*

(۲) و قيل: سببها (أي سبب وجوب الطّهارة) الحدث في الحكميّة ، وهو وصفٌ شرعيٌّ يحُلُّ في الأعضاء يزيل الطّهارة. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۱۷۵، كتاب الطّهارة، مطلب في اعتبارات المركّب التّامّ)

و ينقضه خروج ...... نجس إلخ وخروج غير نجس مثل ريح (الدّرّ المختار) قوله : (مثل ريح) فإنّها تنقض، لأنّها مُنْبَعِثَةٌ عن محلّ النّجاسة ، لا لأنّ عينَها نجسةٌ ، لأنّ الصّحيح أنّ عينَها طاهرةٌ ، حتّى لو لَبِس سراويلَ مبتلّةً أو ابتلّ من أليتيه المَوضِعُ الّذِي تَمُرُّ بهٖ الرّيحُ ، فخرج الرّيحُ لا يتنجّسُ إلخ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۳۴-۲۳۷، كتاب الطّهارة، مطلب: نواقض الوضوء)

معلوم ہوا کہ خود ریح نجس نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے طہارت کی ضرورت پیش آئے۔ ظفیر

جس ریح میں آواز اور بد بو نہ ہو، اس سے وضوٹوٹتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۰) جس ریح میں آواز اور بد بو نہ ہو وہ وضو کو توڑتی ہے یا نہیں؟ اگر ایسی صورت ہر رکعت میں پیش آئے تو کیا کرنا چاہیے؟ اور ایسے عذر والے کو امامت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۷۱۱/۴۲-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اگر یقین خروجِ ریح کا ہو، خواہ آواز ہو یا نہ، اور وہ شخص معذور نہ ہو تو وضو پھر کرنا چاہیے، اور اگر محض شبہ ہو اور اختلاج سا ہو تو وضو نہیں گیا نماز صحیح ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۱۴۸)

آنکھ دُکھنے میں جو پانی نکلتا ہے وہ ناقض وضو ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۱) عام کتبِ فقہ میں مرقوم ہے کہ آنکھ اٹھی ہو، یا اس میں کوئی ضرب لگنے سے، یا مٹی وغیرہ پڑ جانے سے، یا آنکھ میں درد پیدا ہو جانے سے، یعنی ہمہ صورتوں میں جب درد پیدا ہونے سے پانی جاوے گا تو وہ نجس ہے، اور ناقضِ وضو ہے، اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کا فتویٰ فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم (ص: ۲۷) پر عدم ناقض وضو مرقوم ہے: ''آنکھ دکھنے میں جو پانی نکلتا ہے پاک ہے، اگرچہ بعض نے ناپاک کہہ دیا ہے، لیکن تحقیق کے خلاف ہے'' (۲)

(۶۳۹/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: آنکھ دکھنے میں جو پانی نکلتا ہے، اس میں تحقیقی قول وہی ہے جو حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ نے ارقام فرمایا ہے (۲) اس مسئلہ کی بحث درمختار اور شامی میں اس طرح کی ہے کہ صاحبِ درمختار نے یہ لکھا ہے: وہ پانی نجس اور ناقض وضو ہے، عبارت اس کی یہ ہے: فَدَمعُ

(۱) و ینقضه خروج نجس إلخ و خروج غیر نجس مثل ریح إلخ من دبر إلخ حتّی لو خرج ریح من الدّبر ، و هو یعلم أنّه لم یکن من الأعلٰی ، فهو اختلاج فلا ینقض. (الدّرّ المختار علی ردّ المحتار: ۱/ ۲۳۷، کتاب الطّهارة ، مطلب : نواقض الوضوء) ظفیر

(۲) فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۸۳، کتاب: طہارت کے مسائل، مطبوعہ: جسیم بک ڈپو دہلی۔

مَنْ بِعينِهٖ رَمَدٌ أو عَمَشٌ نَاقِضٌ إلخ (۱) اس پر علامہ شامی نے امام ابن ہمام رحمہ اللہ کی تحقیق یہ نقل کی ہے کہ ایسی صورت میں وضو کا امر استحباباً ہے وجوبًا نہیں ہے، جیسا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے، پس معلوم ہوا کہ وہ پانی ناقض وضو نہیں ہے۔ عبارت شامی کی یہ ہے: قولہ: (ناقض إلخ) قال في المنية: وعن محمّدٍ رحمه الله إذا كان في عينيه رمدٌ وتسيلُ الدّموعُ منها إلخ (امرُهٗ بالوضوء لوقت كلّ صلاة ، لأنّي أخاف أن يكون ما يسيل منها صديدًا فيكون صَاحِبَ العذر أهـ) (۲) اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ امام ابن ہمام رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ وہ ناقض وضو نہیں، اور یہ موافق قواعد شرعیہ کے ہے، یہی راجح ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱/۱۳۴-۱۳۵)

وضاحت: بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں، مشہور قول یہ ہے کہ دُکھتی آنکھ سے جو پانی نکلتا ہے وہ ہر حال میں ناپاک ہے، اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، مگر راجح قول یہ ہے کہ دُکھتی آنکھ سے جو پانی نکلتا ہے جب تک متغیر نہ ہو مثلاً اس میں سرخی وغیرہ نہ ہو بلکہ صاف ہو تو وہ پانی پاک ہے، اس سے وضو نہیں ٹوٹتا فتاویٰ رشیدیہ کی عبارت کا یہی مطلب ہے، جیسا کہ اگلے سوال کے جواب سے واضح ہوتا ہے۔ محمد امین پالن پوری

سوال: (۳۲) بہشتی زیور حصہ اوّل نواقضِ وضو کے ذیل میں لکھا ہے کہ ''اگر آنکھیں دُکھتی ہوں اور کھٹکتی ہوں تو پانی بہنے اور آنسو نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور اگر آنکھیں نہ دُکھتی ہوں نہ اس میں

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۵۱، كتاب الطّهارة، مطلب في ندب المراعات الخلاف إذا لم يرتكب مكروهَ مذهبه .

واضح رہے کہ قوسین کے درمیان جو عبارت ہے وہ مفتی ظفیر الدین نے بڑھائی ہے۔ ۱۲

(۲) قال في الفتح : وهٰذا التّعليل يقتضي أنّه أمرُ استحبابٍ ، فإنّ الشّكّ والاحتمال لا يوجب الحكم بالنّقض ، إذ اليقين لا يزول بالشّكّ ، نعم إذا علم بأخبار الأطبّاء أو بعلاماتٍ تَغلِب ظنَّ المبتلٰى يجب إلخ. وقد استدرك في البحر على ما في الفتح بقوله لكن صرح في السّراج بأنّه صاحب عذر ، فكان الأمر للإيجاب اهـ و يشهد له قول المجتبٰى : ينتقض وضوءه .

(ردّ المحتار: ۱/۲۵۱، كتاب الطّهارة، مطلب في ندب المراعات الخلاف إذا لم يرتكب إلخ)

کچھ کھٹک ہوتو آنسو نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا''(۱) آگے چل کر بہ طور قاعدۂ کلیہ درج ہے کہ جس چیز کے نکلنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے وہ چیز نجس ہوتی ہے، ایسی صورت میں جب بچوں کی آنکھیں دُکھتی ہیں اوران کی آنکھوں کا پانی اکثر ماں وغیرہ کے کپڑوں کو تر کر دیتا ہے؛ کیا اس کپڑے سے بغیر دھوئے نماز جائز ہے یا نہیں؟ (۲۹۲۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس مسئلہ میں ایک قول یہ ہے جو بہشتی زیور میں منقول ہے(۱) اور قاعدۂ مذکورہ بھی صحیح ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ آنکھیں دکھنے والے کی آنکھ سے جو پانی نکلے وہ ناقضِ وضو نہیں ہے، اوراس صورت میں وہ نجس بھی نہ ہوگا؛ حسب قاعدۂ مذکورہ۔ شامی میں منیہ سے منقول ہے: **و عن محمّدٍ رحمه الله إذا كان في عينيه رمدٌ و تسيل الدّموعُ منها إلخ ، امرُهُ بالوضوء لوقت كلّ صلاة، لأنّي أخاف أن يكون ما يسيل منها صديدًا فيكون صَاحِبَ العذر اهـ ، قال في الفتح: و هٰذا التّعليل يقتضي أنّه أمرُ استحبابٍ ، فإنّ الشّكّ والاحتمال لا يوجب الحكم بالنّقض، إذ اليقين لا يزول بالشّكّ إلخ** (۲) (شامی) پس اس تحقیق کی بناء پر وہ پانی جو دکھتی آنکھ سے نکلے جب تک متغیر نہ ہو؛ مثلاً اس میں سرخی وغیرہ نہ ہو، بلکہ صاف پانی ہو تو وہ ناقض وضو نہ ہوگا اور نجس بھی نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۴۳-۱۴۴)

سرمہ کی تیزی یا سلائی کی چوٹ سے جو پانی آنکھ سے نکلتا ہے وہ ناقضِ وضو نہیں

سوال: (۳۳) سرمہ کی تیزی یا سلائی کی چوٹ سے جو پانی آنکھ سے نکلتا ہے وہ ناقض وضو ہے یا نہ؟ (۱۳۲۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) بہشتی زیور اختری، حصہ: ۱/۵۱، وضو کو توڑنے والی چیزوں کا بیان، مسئلہ نمبر: ۱۳، واضح رہے کہ یہاں بہشتی زیور کی جو عبارت آئی ہے اس کی تصحیح بہشتی زیور سے کی گئی ہے، جب کہ مطبوعہ فتاویٰ میں یہ عبارت کچھ بدلی ہوئی ہے۔

(۲) **ردّ المحتار على الدّرّ المختار**: ۱/۲۵۱، **كتاب الطّهارة ، مطلب في ندبِ المراعاتِ إلخ .**

الجواب: ناقض وضو نہیں ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۳۶)

درد کی وجہ سے آنکھ سے جو پانی نکلتا ہے وہ ناقضِ وضو ہے

سوال: (۳۴) آنکھوں سے جو پانی درد کے ساتھ برآمد ہو وہ ناقض وضو ہے یا نہیں؟
(۱۳۳۹/۱۲۳۴ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: و إن خرج بہ أي بوجعٍ نقضَ إلخ (۲) یعنی درد کے ساتھ (زخم کی وجہ سے) آنکھوں سے پانی نکلنا ناقض وضو ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۴۱)

اِحلیل میں رکھی ہوئی روئی باہر کی جانب سے تر ہوگئی تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں

سوال: (۳۵) ایک شخص اِحلیل میں احتیاطاً کئی تہہ روئی کی رکھتا ہے، اور وہ روئی پیشاب میں تر ہے، اگر باہر کی جانب سیلابی معلوم ہو تو وضو رہے گا یا نہیں؟ اور اس روئی میں مقدار درہم کا لحاظ ہوگا یا نہیں بہ اعتبار طول وعرض کے؟ (۸۹۸/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: اگر تری باہر کی سطح پر آجاوے گی تو وضو ٹوٹے گا، اور اگر باہر تری نہ آئی تو وضو باقی ہے اور نماز صحیح ہے، اور اس میں مقدار درہم کا لحاظ نہیں ہے(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۳۹-۱۴۰)

---

(۱) كما لا ينقض لو خرج من أذنِه ونحوها كعينِه وثديِه قَيْحٌ ونحوُه كصديد وماءِ سُرّة وعينٍ لابوجع، و إن خرج بہ أي بوجع نقض، لأنّه دليل الجُرح، فدمعُ مَن بعينِه رَمَدٌ أو عَمَشٌ ناقضٌ، فإن استمرّ صار ذا عذرٍ (درّمختار) قوله: (لابوجعٍ) تقييد لعدم النّقض بخروج ذلك إلخ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۵۰-۲۵۱، كتاب الطّهارة، مطلب في ندب المراعات الخلاف إذا لم يرتكب مكروهَ مذهبه) ظفیر

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱/۲۵۰-۲۵۱، كتاب الطّهارة، مطلب في ندب المراعات إلخ

(۳) كما ينقضُ لَوْحَشَا إحْلِيْلَهُ بِقُطْنَةٍ، وابتلّ الطّرفُ الظّاهرُ، هذا لو القطنةُ عاليةٌ أو محاذيةٌ لِرأسِ الإحليل و إن متسفِّلَةً عنه لا ينقض، و كذا الحكم في الدّبر و الفرجِ الدّاخل، و إن ابتلّ الطّرفُ الدّاخل لا ينقض ولوسقطتْ فإن رَطْبَةً انتقض، وإلّا لا. (الدّرّ المختار على الرّدّ: ۱/۲۵۲، كتاب الطّهارة، مطلب في ندب المراعات الخلاف إذا لم يرتكب مكروهَ مذهبه) ظفیر

سوال: (۳۶) متوضی نے بہ خوف قطرہ احلیل میں پنبہ (روئی) دیا، بعدہٗ نماز میں یا خارج صلاۃ قطرہ کا نزول مثانہ سے ہوا، مگر بہ وجہ پنبہ بیرون نہیں نکلا؛ تو اس صورت میں وضو باطل ہے یا نہیں؟ (۲۵۸۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر مثانہ سے قطرہ خارج ہوا، اور باہر نہیں نکلا، اور روئی کے باہر کے حصہ پر کوئی اثر تری کا نہیں آیا؛ تو وضو نہیں ٹوٹا، اور اگر روئی کے بیرونی حصہ پر اثر تری کا آ گیا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ **كذا في الدّرّ المختار** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۸/۱)

سوال: (۳۷) زید کو مرضِ سلسل البول ہے، اس کی وجہ سے وہ احلیل میں کرسف رکھتا ہے، اور کرسف سوراخ میں اس قدر اندر رہتا ہے کہ باہر سے نظر نہیں آتا، ایسی صورت میں زید ہر نماز کے وقت وضو کرے یا جس وقت قطرہ کرسف سے تجاوز کر کے باہر آ جائے اس وقت وضوء جدید کرے؟ اور وہ بلا وضو تلاوت کر سکتا ہے یا نہ؟ (۲۰۵۳/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس صورت میں جس وقت قطرہ کرسف سے تجاوز کر کے باہر آ جاوے اس وقت وضو ٹوٹے گا (۱) اور مسِ مصحف کے لیے وضو شرط ہے، اور حفظ پڑھنے کے لیے وضو شرط نہیں ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۹۹/۱)

قطرہ جب تک سوراخ کے اندر ہے وضو نہیں ٹوٹے گا

سوال: (۳۸) خطیب کو خطبہ پڑھتے وقت شک ہوا کہ مجھ کو قطرہ اتر آیا، بعد خطبہ اس نے

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) لا تصحّ أي لا تَحِلُّ لِيَعُمَّ قراءةَ الْقُرانِ للجُنبِ (الدّرّ المختار) قَيَّدَ بالجُنبِ، لأنّ قرأة المحدِثِ تَحلُّ بدون الطّهارةِ. (ردّ المحتار: ۳۶۹/۱، كتاب الطّهار، باب التّيمّم، قبل مطلب: فاقد الطّهورين)

و لا تكره قراءة القرآن للمحدِث ظاهرًا أي على ظهر لسانه بالإجماع.

(غنية المستملي في شرح منية المصلّي، ص: ۵۲، فصل في الاغتسال وسببه) ظفیر

آلۂ تناسل کو ہاتھ سے چھوا تو کچھ تری معلوم نہیں ہوئی، تو اس نے وضو نہیں کیا، اور اسی شک کی حالت میں نماز جمعہ پڑھادی، بعد نماز جمعہ اس نے آلۂ تناسل کو دبایا اور تھن کی طرح سے دوہا؛ تو ذرا سی تری معلوم ہوئی تو اب لوگوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۴۶۷ھ)

الجواب: اس صورت میں امام کی اور مقتدیوں کی نماز ہوگئی کیونکہ شبہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہاں تو قطرہ کے باہر آنے کا شبہ بھی نہیں ہے، کیونکہ اس نے ہاتھ سے دیکھ لیا کہ تری نہ تھی، اور بعد میں جب کہ دبانے سے تری باہر نکلی تو اس سے معلوم ہوا کہ قطرہ اوپر ہی رک رہا تھا، اور یہ قاعدہ ہے کہ قطرہ جب تک باہر ظاہر نہ ہو، اس وقت تک وضو نہیں جاتا۔ کما في الدّرّ المختار: **ثُمّ المراد بالخروج من السّبيلين مجرّد الظّهورِ إلخ** (۱) و فيه أيضًا: **و إن ابتلّ الطّرف الدّاخل لا ينقض إلخ** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۹/۱)

سوال: (۳۹) جس شخص کو قطرہ آتا ہے اگر سوراخ کے اندر قطرہ نظر آتا ہو تو وضو باقی رہے گا یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۶۶۳ھ)

الجواب: وضو باقی رہے گا جب تک باہر کی طرف یعنی مُنہ پر ظاہر نہ ہوگا وضو نہ ٹوٹے گا۔ (۱۳۵/۱)

گھٹنا اور ستر کھلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا

سوال: (۴۰) مشہور ہے کہ گھٹنا کھلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور کون کون عورت (ستر) کے کھلنے سے وضو ٹوٹتا ہے؟ (۱۳۳۳-۳۲/۶۶۳ھ)

الجواب: یہ مشہور غلط ہے، کسی عورت (ستر) کے کھلنے سے وضو نہیں جاتا ہے (۳) (۱۳۵/۱)

سوال: (۴۱) ستر کھلنے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۶۳۱ھ)

الجواب: نہیں ٹوٹتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۴۳/۱)

---

(۱) الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۲۳۶/۱، كتاب الطّهارة، مطلب: نواقض الوضوء.

(۲) الدّرّ المختار على الرّدّ: ۲۵۲/۱، كتاب الطّهارة، مطلب في ندب المراعات الخلاف إلخ

(۳) ستر کا کھلنا نواقض وضو میں داخل نہیں ہے، کیوں کہ ستر کا چھپانا وضو کے لیے شرط نہیں ہے۔ ۱۲ ظفیر

گھٹنا اور ران وضو میں کھل جائے تو وضو ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۴۲) اگر وضو میں بلا عذر زانو کھول دے اور ران تک کپڑا رکھے تو وضو ہوگا یا نہیں؟ (۱۴۶۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: في الشّامي: فالرّكبة من العورة إلخ (۱) پس معلوم ہوا کہ رکبۃ عورت (گھٹنا ستر) ہے، ستر (چھپانا) اس کا نماز میں ضروری ہے، اور وضو میں کھلنا اس کا موجب فساد وضو نہیں ہے، كما هو ظاهر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۳۷)

ستر کو دیکھنے یا چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا

سوال: (۴۳) ستر کو دیکھنے یا ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ (۱۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: وضو نہیں ٹوٹتا (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۳۵)

سوال: (۴۴) عورت غلیظہ (یعنی شرم گاہ) کو مس کرنے سے تجدیدِ وضو کی ضرورت ہے یا اسی وضو سے نماز صحیح ہے؟ (۲۰۳۱/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس صورت میں تجدیدِ وضو کی ضرورت نہیں ہے اور اس وضو سے نماز صحیح ہے (۲) (۱/۱۴۶)

سوال: (۴۵) باوضو شخص نے ایک برہنہ شخص کی شرم گاہ کو دیکھ لیا، دیکھتے ہی نظر نیچی کرلی، تو اس کا وضو ٹوٹا یا نہیں؟ اسی طرح اگر باوضو نے اپنی شرم گاہ کو دیکھ لیا تو اس کا وضو ٹوٹا یا نہیں؟ (۸۶۰/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: دونوں صورتوں میں وضو اس کا نہیں ٹوٹا (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۵۰)

---

(۱) ردّ المحتار مع الدّرّ: ۲/۷۰، كتاب الصّلاة، باب شروط الصّلاة، مطلب في ستر العورة .

(۲) لا ينقضهُ مسّ ذكرٍ لكن يَغسِل يدَهُ نَدبًا و امرأةٍ وأمردَ إلخ .

(الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲۴۹، كتاب الطّهارة، مطلب نوم الأنبياء غير ناقض)

مَسُّ ذَكرِهِ أو ذَكَرِ غيرِهِ ليس بحدثٍ عندنا كذا في الزّاد . (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۱۳، كتاب الطّهارة ، قبيل الباب الثّاني في الغسل، الفصل الخامس في نواقض الوضوء) ظفير

عورت پر شہوت سے نظر ڈالنا ناقضِ وضو نہیں

سوال: (۴۶) جو شخص باوضو ہو، اور اس کی نظر شہوت سے کسی عورت پر پڑ جاوے تو اس کا وضو رہے گا یا نہیں؟ (۱۶۰۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: نظر بالشہوۃ سے اگر خروج مذی وغیرہ نہ ہوا تو وضو نہیں ٹوٹتا (۱) فقط واللہ اعلم (۱/۱۴۰)

مباشرتِ فاحشہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

سوال: (۴۷) میاں بیوی بہ حالتِ وضو ایک دوسرے کے جسم پر مس کریں تو وضو قائم رہتا ہے یا نہیں؟ کپڑا بھی حائل نہ ہو۔ (۳۷۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: مباشرتِ فاحشہ جو بہ تماس الفرجین بلا حائل کے ہو ناقض وضو ہے (۲) (۱/۱۳۹)

وضاحت: مباشرتِ فاحشہ یعنی شہوت کی حالت میں شرم گاہ سے شرم گاہ ملانا اس طرح کہ درمیان میں کپڑا وغیرہ نہ ہو، اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، خواہ مذی نکلے یا نہ نکلے۔ محمد امین پالن پوری

نابالغہ کے ساتھ وطی کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۸) علم الفقہ (۱/۸۸، مصنفہ مولانا عبدالشکور لکھنوی) میں ہے: اگر کسے با نابالغ بافعل ناجائز یعنی لواطت کرد، مذی و منی از و خارج نہ شد، ازاں وضو نہ شکند، بشرطیکہ آں نابالغ

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) وينقضه خروج نجس إلخ ومباشرةٌ فاحشةٌ بتماسّ الفرجين ولو بين المرأتين والرّجلين مع الانتشار للجانبين ؛ المباشِر والمباشَر و لو بلا بَلَلٍ على المعتمد . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲۳۴-۲۳۹، كتاب الطّهارة ، مطلب: نواقض الوضوء) ظفير

بایں قدر صغیر باشد کہ وقت دخول مشترک حصہ و خاص حصہ آں بہ صورت واحد گردد(۱) ایں مسئلہ صحیح است یا نہ؟(۲۴۸۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: جواب مسئلہ مذکورہ ہمیں است کہ از علم الفقہ نقل کردہ شدہ۔ کما في الدّرّ المختار: و لا عندَ وطءِ بهيمةٍ أو ميتةٍ أو صغيرةٍ غيرِ مشتهاةٍ، بأن تصيرَ مفضاةً بالوطءِ، و إن غابتِ الحَشَفَةُ ، و لا ينتقضُ الوضوءُ ، فلا يلزمُ إلّا غَسلُ الذَّكرِ إلخ(۲) فقط واللہ اعلم (۱/۱۴۴-۱۴۵)

سوال و جواب کی وضاحت: علم الفقہ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی رحمہ اللہ کی کتاب ہے اور اردو میں ہے، اور معتبر کتاب ہے، اس میں یہ مسئلہ ہے: ''اگر نابالغ کے ساتھ یہ فعل (یعنی جماع) کیا جائے تب بھی بغیر مذی یا منی کے نکلے ہوئے وضو نہ جائے گا، بہ شرطیکہ وہ نابالغ ایسا نابالغ ہو کہ اس کے ساتھ کرنے میں مشترکہ حصہ کے مل جانے کا خوف ہو۔'' (علم الفقہ حصہ اوّل، ص:۱۰۱، وضو جن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا، مسئلہ:۲۳، مطبوعہ: کتب خانہ نعیمیہ دیو بند)

سائل نے اس مسئلہ کے بارے میں پوچھا ہے کہ یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں؟

یہ مسئلہ صحیح ہے، اور درّ مختار کی اس عبارت سے ماخوذ ہے:

و لا عند وطء بهيمةٍ أو ميتةٍ أو صغيرةٍ غيرِ مشتهاةٍ إلخ (ترجمہ): اور غسل واجب نہیں ہوتا چوپایہ یا مردہ عورت یا ایسی نابالغ لڑکی کے ساتھ جماع کرنے سے جو جماع کے قابل نہیں، یعنی وہ اتنی چھوٹی ہے کہ اس کے ساتھ جماع کرنے میں مشترک حصہ (دُبر) کے مل جانے کا خوف ہے، اگرچہ حشفہ غائب ہو جائے، اور نہ وضو ٹوٹتا ہے، پس سوائے ذکر دھونے کے کوئی چیز واجب نہیں ہوگی۔ (ترجمہ پورا ہوا)

لیکن وضو اس وقت نہیں ٹوٹے گا، جب مذی یا منی نہ نکلی ہو، مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے، عام طور پر مذی نکل جاتی ہے، اس لیے اگر ذرا سی بھی مذی نکلے گی تو وضو ٹوٹ جائے گا، اور منی نکلے گی تو غسل واجب ہو جائے گا۔

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں 'خاص حصہ' کے بعد 'ملصق...... گردد' ہے لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں 'آں بہ صورت واحد گردد' ہے، اس لیے ہم نے اس کی رجسٹر نقول فتاویٰ سے تصحیح کی ہے۔۱۲

(۲) الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲۷۳، كتاب الطّهارة ، قبيل مطلب في رطوبة الفرج .

رہا یہ سوال کہ مباشرتِ فاحشہ سے وضوٹوٹ جاتا ہے، اور مذکورہ صورت میں مباشرتِ فاحشہ کا تحقّق ہو چکا ہے، پھر وضو کیوں نہیں ٹوٹا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مباشرتِ فاحشہ سے وضو اس وقت ٹوٹتا ہے جب دونوں قابلِ شہوت ہوں، یہاں جس کے ساتھ جماع کیا جا رہا ہے وہ قابلِ شہوت نہیں، اس لیے جب تک مذی یا منی نہیں نکلے گی وضو نہیں ٹوٹے گا، شامی میں ہے: **و يؤخذ من هذا أنّ المباشرةَ الفاحشةَ النّاقضةَ للوضوءِ لا بُدّ أن تكونَ بينَ مشتهيينِ كما قدّمناه. (ردّ المحتار: ۱/۲۷۳، كتاب الطّهارة، قبيل مطلب في رطوبة الفرج)** محمد امین پالن پوری

کونسی نیند ناقضِ وضو ہے؟

سوال: (۴۹) مطلق نوم ناقضِ وضو ہے یا کسی خاص حالت میں؟ (۴۷۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: نوم جو ناقض وضو ہے وہ ہے جو لیٹ کر ہو، بیٹھے ہوئے اگر سو جاوے یا سجدہ میں تو وضو نہیں ٹوٹتا (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۱۳۵)

چت لیٹنے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۰) کیا چت لیٹنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ (۲۹۱۶/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: وضو نہیں ٹوٹتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۴۴)

وضاحت: صرف چت لیٹنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، کیوں کہ بلا نوم لیٹنا ناقضِ وضو نہیں، ہاں چت لیٹ کر سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ **و ينقضهُ حكمًا نومٌ يُزيل مُسْكَتَه أي قُوَّتَه الماسكةَ، بحيث تزول مَقعدتُهُ من الأرض و هو نوم على أحد جَنبيه أو وركَيْهِ أوقَفاه أو وجهِهِ. (الدّرّ المختار مع الشّامي: ۱/۲۴۲، كتاب الطّهارة)** محمد امین پالن پوری

---

(۱) **وينقضهُ حكمًا نومٌ يُزيل مُسْكَتَه أي قُوَّتَه الماسكةَ، بحيث تزول مَقعدتُهُ من الأرض وهو نوم على أحد جَنبيه أو وركَيْهِ أوقَفاه أو وجهِهِ (الدّرّ المختار) أنّ النّوم في الصّلاة قائمًا أو قاعدًا أوساجدًا لا يكون حدثًا سواء غلبه النّومُ أو تعمّده إلخ. (الدّرّ المختار والشّامي: ۱/۲۴۲-۲۴۳، كتاب الطّهارة، مطلب: لفظ حيث موضوع للمكان و يستعار لجهة الشّيء)** ظفیر

چارزانو بیٹھ کر سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا

سوال: (۵۱) چارزانو سو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ (۱۴۱۸/۱۳۴۰ھ)

الجواب: نہیں ٹوٹتا (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۴۳)

بیٹھ کر مراقبہ کرنے کی حالت میں سونا ناقضِ وضو نہیں

سوال: (۵۲) بہ حالتِ مراقبہ یا وِردِ اَوراد اگر استغراق ہو جائے یا غلبۂ نوم ہو اور کسی چیز سے سہارا دے کر نہ بیٹھے تو اس صورت میں تجدیدِ وضو کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ (۲۰۳۱/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس صورت میں تجدیدِ وضو کی ضرورت نہیں ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۴۶)

منہ وغیرہ دھونے کے بعد دانتوں سے خون نکلتا ہے تو دوبارہ وضو کرنا ضروری ہے

سوال: (۵۳) ایک شخص وضو کرتے وقت اگر مسواک کرتا ہے تو مُنہ وغیرہ دھونے کے بعد تک اس کے دانتوں سے خون آتا رہتا ہے، آیا وہ وضو دوبارہ کرے یا نہ؟ (۱۱۸۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) و إن نـامَ متـربّـعًا لا يَنقُضُ الوُضوءُ ، و كذا لو نامَ مُتورِّكًا ، بأن يبسُطَ قَدمَيهِ من جانبٍ و يُـلـصِقَ أَلْيَتَيْهِ بالأرض ، كذا في الخلاصة . (الـفتاوىٰ الهندية: ۱/۱۲، كتـاب الطّهارة ، الباب الأوّل في الوضوء ، الفصل الخامس في نواقض الوضوء) ظفیر

(۲) وَلو نام قاعدًا يتمايلُ فسقط ، إن انتبه حين سقط فلا نقضَ ، بهٖ يفتى ، كناعس يَفهم أكثرَ ما قيل عنده (الدّرّ المختار) قوله: (كناعس) أي إذا كـان غيرَ متمكّن إلخ . وفي الخانية : النّعاس لا ينقض الوضوء . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۴۵، كتاب الطّهارة، قبيل مطلب نوم الأنبياء غير ناقض)

و إن نامَ متربّعًا لا يَنقُضُ الوُضوءُ . (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۱۲، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل في الوضوء، الفصل الخامس في نواقض الوضوء) ظفیر

الجواب: ایسی حالت میں وضو دوبارہ کرنا چاہیے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۳۶)

خون نکلنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے اس کا ثبوت

سوال: (۵۴) کہتے ہیں کہ خون نکلنے اور بہنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، یہ حدیث سے ثابت ہے، اور مذہبِ امام اعظمؒ میں وضوٹوٹ جاتا ہے، اس کا استدلال کہاں سے ثابت ہے؟ (۱۳۳۸/۳۳۲ھ)

الجواب: اس کا استدلال آیت: ﴿اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا﴾ (سورۂ انعام، آیت: ۱۴۵) سے ہے۔ (۱/۱۳۸)

وضاحت: یہ کہنا درست نہیں کہ حدیث سے ثابت ہے کہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، بلکہ حدیث سے جو بات ثابت ہے وہ یہ ہے کہ خون نکلنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مـن أصابَهُ قَيءٌ أو رُعافٌ أو قَلْسٌ أو مذْيٌ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضّأْ ثمّ لْيَبْنِ عَلٰى صلاتِهٖ وهوَ في ذلك لا يتكلّم جس کو نماز کے اندر قئے ہوجائے یا نکسیر پھوٹ جائے یا پانی کی پلٹی ہو یا مذی نکل آئے تو اس کو نماز سے پھر جانا چاہیے، اور وضو کر کے بناء کرے بہ شرطیکہ اس نے بات چیت نہ کی ہو، یعنی کوئی نماز کے منافی کام نہ کیا ہو (ابن ماجہ، ص: ۸۵، باب ما جاء في البناء على الصّلاة) یہ حدیث ناطق ہے کہ قئے اور خون ناقض وضو ہیں، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرنے کا حکم دیا۔ (تحفۃ الالمعی: ۱/۳۴۵)

یہ مسئلہ آیت پاک ﴿اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنَ الْغَآئِطِ﴾ (نساء، آیت: ۴۳/ مائدہ، آیت: ۶) سے متعلق ہے، اس آیت کی تنقیح میں اختلاف ہوا ہے۔ ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں: اس سے مَا خَرَجَ مِنَ السَّبِيْلَيْنِ مراد ہے، کیوں کہ بیت الخلاء میں سبیلین ہی سے ناپاکی نکلتی ہے، اور احناف سبیلین کی تخصیص نہیں کرتے۔ وہ ہر اس ناپاکی کو جو انسان کے بدن سے نکلے آیت کا مصداق قرار دیتے ہیں، لہٰذا سبیلین سے ناپاکی نکلے یا بدن سے خون یا پیپ نکلے یا منہ بھر کر قئے ہو، سب صورتوں میں وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سبیلین کے علاوہ سے جو ناپاکی نکلتی ہے وہ ناقض وضو نہیں۔

---

(۱) و ينقضه دم مائع من جوف أو فم، غلب على بزاق حكمًا للغالب، أو ساواه احتياطًا إلخ (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲۴۰، كتاب الطّهارة، مطلب: نواقض الوضوء) ظفیر

اور آیت: اَوْ دَمًا مَسْفُوْحًا سے استدلال اس طرح ہوسکتا ہے، کہ امام اعظم کے نزدیک بدن سے نجاست کا نکلنا ناقض وضو ہے، اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ دم مسفوح (بہنے والا خون) ناپاک ہے اس لیے خون نکلنے اور بہنے سے امام اعظم کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ محمد امین پالن پوری

جو رطوبت و مواد سائل نہیں وہ ناقض وضو نہیں اور نجس بھی نہیں ہے

سوال: (۵۵) داد ہو یا ناسور یا آبلہ یا زخم جو کچھ اس میں سے خارج ہوگا، اس کی دو حالت ہیں: (۱): یا دبایا جاوے۔ (۲): یا خود نکلے، ہر دو حالت میں اگر قوّتِ سیلان نہیں ہے تو ناقض وضو ہے یا نہیں؟ اور خاص امر استفسار طلب یہ ہے کہ جب قوّتِ سیلان نہیں ہے، اور جگہ نہ چھوڑے جیسے بعض اقسام داد میں رطوبت اوپر رہتی ہے، یا گاہے گاہے نکل کر وہیں رہتی ہے، یہ رطوبت اگر خود نکلی ہو تو ناقض وضو ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی ہاتھ یا کپڑے کو لگ جاوے تو وضو رہے گا یا نہیں؟ اور وہ کپڑا یا ہاتھ نجس ہوگا یا نہ؟ (۵۱۵/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: مدارِ نقضِ وضو سیلان پر ہے، اگرچہ بالقوّۃ ہو۔ لِما قالوا: لو مَسَحَ الدّمَ کُلّما خَرج ولو ترکه لسَالَ نقض وإلّا لا إلخ(۱) (درمختار) اور خارج اور مخرج برابر ہیں یعنی خود نکلنے والا اور دبا کر نکلنے والا برابر ہیں۔ والمُخرَجُ والخارجُ سیّانِ إلخ(۲) (درمختار) پس جب کہ سیلان نہ پایا گیا نہ بالفعل نہ بالقوّۃ، تو وضو نہ ٹوٹے گی، اور وہ رطوبت جو غیر سائل زخم کے مُنہ پر ہے نجس بھی نہیں ہے۔ لأنّه ما لیسَ بِحَدَثٍ لیسَ بِنَجَسٍ، کما صرّح به الفقهاء (۳) یعنی جس رطوبت سے وضو نہیں ٹوٹتا وہ ناپاک نہیں ہے، پس زخم کے اوپر کپڑا لگنے سے جو رطوبت کپڑے کو لگ جائے، اس سے کپڑا بھی ناپاک نہ ہوگا۔

(۱) الدّرّ المختار علی ردّ المحتار: ۱/ ۲۳۶، کتاب الطّهارة، مطلب: نواقض الوضوء .
(۲) تنویر الأبصار مع ردّ المحتار علی الدّرّ المختار: ۱/ ۲۳۸، مطلب: نواقض الوضوء .
(۳) تنویر الأبصار مع ردّ المحتار علی الدّرّ المختار: ۱/ ۲۴۲، کتاب الطّهارة، مطلب في حکمِ کَيِّ الحِمَّصَةِ .

{ مکرر آنکہ آج بعد لکھنے جواب کے جناب کا دوسرا کارڈ بھی پہنچا، جواب وہی ہے جو عرض کیا گیا یعنی جو مواد سائل نہیں ہے، اور بالقوۃ بھی وہ سائل نہیں ہے یعنی ایسا نہیں ہے کہ اگر اس کو چھوڑا جاوے اور نہ پوچھا جاوے تو بہہ جائے تو وہ ناقض وضو نہیں ہے اور نجس بھی نہیں ہے، پس یہ دیکھ لیا جاوے کہ اس مواد میں قوتِ سیلان ہے یا نہیں، یعنی اگر اس کو اس کے حال پر چھوڑا جاوے اور پونچھا نہ جاوے یا وہ کپڑے کو نہ لگے تو آیا بہے گا یا نہیں، اگر گمان یہ ہو کہ بدون پونچھنے کے جمع ہو کر وہ بہہ جاوے گا تو وضو ٹوٹ جاوے گا، اور نجس بھی ہوگا، اور اگر نہ بہے گا تو وضو نہ ٹوٹے گا، اور نجس بھی نہیں ہے } (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۴۹)

ناک سے آنے والا بستہ خون ناقضِ وضو نہیں

سوال: (۵۶) اکثر زکام میں بلغم میں یا فضلۂ ناک میں بستہ خون کا ریشہ آجاتا ہے، یہ بستہ خون ناقض وضو ہے یا نہیں؟ (۲۳۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: بستہ خون جو ناک وغیرہ سے آوے ناقض وضو نہیں ہے (۲) فقط واللہ اعلم (۱/۱۵۰)

بواسیر کے زخم سے جو رطوبت باہر نہ آئے وہ ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۷) بواسیر کی پھنسی بعد مواد نکلنے کے مثل داد کے ہو جائے، اور ان کے اندر رطوبت ہو مگر سائل نہ ہو، البتہ اٹھتے بیٹھتے کپڑے کو لگتی ہو تو اس صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے یا نہیں؟ (۱۸۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) اس پیراگراف کی پوری عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے بڑھائی گئی ہے، مطبوعہ فتاویٰ میں نہیں ہے۔۱۲

(۲) وأمّا العلق النّازل من الرّأس فغير ناقض. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲۳۹، كتاب الطّهارة، مطلب: نواقض الوضوء)

الرّجل إذا استنشر، فخرج من أنفه عَلَقٌ قَدْرَ الْعَدَسَةِ لا ينقُضُ الوُضُوءَ، كذا في الخلاصة. (الفتاوىٰ الهنديّة: ۱/۱۱، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل في الوضوء، الفصل الخامس في نواقض الوضوء) ظفیر

الجواب: جو رطوبت زخم سے باہر نہ بہے اور سائل نہ ہو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ **كذا في كتب الفقه** (۱) اور کپڑا بھی ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ قاعدہ کلیہ فقہاء لکھتے ہیں: **ما ليس بِحدَثٍ ليس بِنَجسٍ** (۲) پس جو صورت آپ نے تحریر فرمائی ہے اس میں نہ وضو ٹوٹتا ہے نہ کپڑا ناپاک ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۳۶-۱۳۷)

زخم کے دبنے سے جو مواد نکلے وہ ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۸) زخم ایسے موقع پر ہے کہ نشست و برخاست سے دبتا ہے جو رطوبت دبنے کی وجہ سے نکلے وہ ناقض وضو ہوگی یا نہ؟ قصداً دبانے یا بلا قصد دبنے میں کچھ فرق ہے یا نہ؟

(۲۲۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: دبنے یا دبانے سے اگر رطوبت سائلہ نکلے جو کہ موقع زخم سے باہر بہہ جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور اگر نکل کر زخم میں ہی رہے تو وضو نہیں ٹوٹتا، الغرض بلا قصد دب جانا یا قصداً دبانا برابر ہے، اگر خود دب کر بہنے والی رطوبت باہر نکل آئے جو دبا کر نکالی جائے، اور وہ بہے زخم سے باہر تک تو وضو ٹوٹ جاوے گا (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۳۷)

---

(۱) **عشرة أشياء لا تنقض الوضوء منها ؛ ظهور دمٍ لم يسل عن محلّهٖ ، لأنّهٗ لا ينجس جامدًا و لا مائعًا على الصّحيح ، فلا يكون ناقضًا . (مراقي الفلاح شروح نور الإيضاح مع حاشية الطّحطاوي ، ص:۹۳ ، كتاب الطّهارة ، فصل : عشرة أشياء لا تنقض الوضوء)**

(۲) **تنوير الأبصار مع ردّ المحتار على الدّرّ المختار: ۲۴۲/۱، كتاب الطّهارة ، مطلب في حكمِ كَيِّ الحِمَّصَةِ .**

(۳) **و ينقض الوضوء نجاسة سائلة من غيرهما أي السّبيلين ...... و في غير السّبيلين بتجاوز النّجاسة إلٰى محلّ يطلب تطهيره (مراقي الفلاح) و في حاشية الطّحطاوي : و المراد أن تتجاوزه ، و لو بالعصر . (حاشية الطّحطاوي و مراقي الفلاح ، ص:۸۷)**

و المُخْرَجُ بعصرٍ والخارجُ بنفسهٖ سيان في حكم النّقض على المختار كما في البزّازية، قال : لأنّ في الإخراج خروجًا فصار كالفصد . و في الفتح عن الكافي : أنّه الأصحّ واعتمده القهستانيّ . و في القنية و جامع الفتاوٰى: أنّه الأشبه ، و معناه أنّه الأشبه بالمنصوص روايةً والرّاجح درايةً ، فيكون الفتوٰى عليه . (الدّرّ المختار مع الشّامي: ۲۳۸/۱، كتاب الطّهارة ، مطلب في نواقض الوضوء)

زخم دبانے سے رطوبت نکلے تو اس سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

سوال: (۵۹) اگر زخم کے دبانے کی وجہ سے سیلان ہو تو وضو ٹوٹ جاوے گا یا نہ؟
(۴۲/۷-۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: سیلان کسی وجہ سے بھی ہو خواہ خود دبنے سے یا دبانے سے ہر حال وضو نہ رہے گا (۱)
(۱/۳۱۸-۳۱۹)

جو رطوبت بہتی نہیں وہ ناقض وضو نہیں

سوال: (۶۰) اگر کسی کے بدن میں زخم ہو، اور اس سے رطوبت جاری نہ ہو تو ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟ (۴۲/۷-۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: وہ رطوبت جب تک سائل نہ ہوگی ناقضِ وضو نہیں ہے (۲) فقط (۱/۳۱۷-۳۱۸)

نہ بہنے والی رطوبت کپڑے کو لگ جائے تو کپڑا ناپاک نہیں ہوگا

سوال: (۶۱) اس رطوبت سے کپڑا ناپاک ہوگا یا نہ؟ (۴۲/۷-۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: کپڑا اس رطوبت سے ناپاک نہ ہوگا؛ کیونکہ یہ قاعدۂ مسلمہ ہے کہ جس سے وضو نہیں جاتا وہ نجس بھی نہیں ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۱۷-۳۱۸)

---

(۱) وَالمُخرَجُ بِعَصْرٍ والخارجُ بنفسهٖ سيّان في حكم النّقض على المختار كما في البزّازيّة إلخ (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲۳۸، كتاب الطّهارة، مطلب: نواقض الوضوء) ظفير

(۲) و إن قشرتْ نفطَةٌ و سالَ منها ماءٌ أو صديدٌ أو غيره ، إن سال عن رأس الجرح نقض و إن لم يسَلْ لَا ينقض . (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۱۱، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل في الوضوء ، الفصل الخامس في نواقض الوضوء)

(۳) و كلُّ ما ليسَ بحَدَثٍ أصلاً ...... كقيءٍ قليلٍ ودمٍ لو تُركَ لم يَسِلْ، ليسَ بنَجَسٍ عندَ الثّاني وهو الصّحيحُ رِفقًا بأصحابِ القروح . (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱/۲۴۲، كتاب الطّهارة، مطلب في حكمِ كَيِّ الحِمَّصَةِ)

نہ بہنے والی رطوبت ایک درہم سے زیادہ کپڑے کو لگ جائے تب بھی کپڑا ناپاک نہیں ہوگا، البتہ وہ کپڑا پانی میں گرے گا تو پانی ناپاک ہوجائے گا

سوال: (۶۲) اگر کپڑا نجس نہیں ہوا تو مقدارِ درہم سے ناپاک ہوگا یا نہ؟ (۲۴۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جب کہ معلوم ہوا کہ وہ نجس نہیں ہے تو مقدارِ درہم ہو یا زیادہ اس سے کپڑا نجس نہ ہوگا، امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اگر پانی میں گرے تو پانی ناپاک ہوجاوے گا، اور اگر کپڑے کو لگے تو ناپاک نہ ہوگا۔ درمختار میں جوہرہ سے منقول ہے کہ بہنے والی چیزوں میں امام محمد علیہ الرحمہ کے قول پر فتویٰ ہے، اور کپڑے اور بدن پر امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول پر فتویٰ ہے؛ یعنی کپڑا اور بدن ناپاک نہ ہوگا، بخلاف مائعات مثل پانی وغیرہ کے کہ وہ ناپاک ہوجاوے گا، بناءً علیہ اگر وہ کپڑا پانی میں گر جاوے تو پانی ناپاک ہوجاوے گا(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۱۸/۱)

عورت کی چھاتی سے دودھ نکلنا ناقضِ وضو نہیں

سوال: (۶۳) عورت کا دودھ پستان سے نکلنا ناقض وضو ہے یا نہیں؟ (۱۹۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ناقض وضو نہیں و ینقضه خروج کل خارج نجس .... منه (۲) پس جو (چیز) (۳) نجس نہیں خروج اس کا ناقض وضو نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۶/۱)

(۱) و كلُّ ما ليسَ بِحَدَثٍ أصلاً ...... كقيءٍ قليلٍ و دمٍ لو تُرِكَ لم يَسِلْ ، ليسَ بنَجسٍ عندَ الثّاني وهو الصّحيحُ رِفقًا بأصحابِ القروح ، خلافًا لمحمّدٍ ، و في الجوهرةِ يُفتىٰ بقولِ محمّدٍ: لو المصابُ مائعًا (الدّرّ المختار) أي كالماءِ ونحوِهِ أمّا في الثّيابِ والأبدان ، فيُفتى بقولِ أبي يوسفَ ۔ (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۲۴۲/۱ كتاب الطّهارة ، مطلب في حكمِ كَيِّ الحِمَّصَةِ)

(۲) الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۲۳۴/۱، كتاب الطّهارة، مطلب: نواقض الوضوء .

(۳) 'چیز' کا اضافہ مفتی ظفیر الدین صاحب نے کیا ہے، رجسٹر میں نہیں ہے۔۱۲

بچے کا حالتِ نماز میں دودھ پینا

سوال: (۶۴)......(الف) زنے نماز خواند، و پسرش آمدہ در تشہد شیر نوشید، ضرورتِ تجدید نماز و تجدیدِ وضو واجب گردد یا نہ؟

(ب) زنے وضو نمود فرزندش را شیر نوشانید، تجدیدِ وضو واجب گردد یا نہ؟ (۱۰۷۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف - ب) دریں صورت وضو منقوض نہ شود لعدم خروج النجس، و نماز فاسد شود لحصول الإرضاع. كذا في الدّرّ المختار. قال في الدّرّ المختار في مفسدات الصّلاة: أو مصّ ثديها ثلاثًا إلخ. وقال في ردّ المحتار: وفي المحيط: إن خرج اللّبنُ فسدتْ، لأنّه يكون إرضاعًا، و إلّا فلا، ولم يقيّدْه بعددٍ، وصحّحه في المعراج. حلية وبحر (۱)

وجواب سوال دوم ہم ازیں ظاہر شد کہ وضوآں زن منقوض نہ شود لعدم خروج النجس۔ كذا في كتب الفقه (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۴۰/۱)

ترجمہ سوال: (۶۴)......(الف) ایک عورت نماز پڑھ رہی تھی کہ اس کے بچے نے آکر تشہّد میں دودھ پی لیا، تو نماز اور وضو کی تجدید واجب ہے یا نہیں؟

(ب) ایک عورت نے وضو کر کے اپنے بچے کو دودھ پلایا، تو دوبارہ وضو کرنا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: (الف - ب) اس صورت میں ناپاکی کے نہ نکلنے کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹا، اور ارضاع کے پائے جانے کی وجہ سے نماز فاسد ہوگئی، جیسا کہ درّ مختار اور ردالمحتار میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

اور سوال دوم کا جواب اس (جواب اوّل) سے ظاہر ہے کہ اس عورت کا وضو ناپاکی کے نہ نکلنے کی وجہ سے نہیں ٹوٹا، جیسا کہ کتبِ فقہ میں مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۳۳۶/۲، كتاب الصّلاة، الباب السّادس ما يفسد الصّلاة وما يكره فيها. مطلب في المشي في الصّلاة.

(۲) وَ ينقضه خروج كلّ خارج نجس ...... منه إلخ. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۲۵۰/۱، كتاب الطّهارة، مطلب في ندب مراعاة الخلاف إذا لم يرتكب مكروه مذهبه)

دودھ نجس نہیں ہے، لہٰذا اس کا نکلنا ناقضِ وضو نہیں۔ واللہ اعلم۔ ظفیر

نماز جنازہ کے لیے جو وضو کیا ہے اس سے دوسری فرض نمازیں ادا کرنا درست ہے

سوال: (۶۵) نماز جنازہ جس وضو سے ادا کی جائے، اس سے دوسری فرض نمازیں ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟(۱) (۳۳/۲۵۱-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جس وضو سے نماز جنازہ ادا کی جاوے، اس وضو سے دوسری نماز فرض پڑھ سکتے ہیں(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۳۷)

سوال: (۶۶) حنفی جنازہ کی نماز کے لیے وضو کرے تو اس سے فرض وقتی یا قضا پڑھ سکتا ہے؟ (۳۳۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جنازہ کی نماز کے لیے جو وضو کیا جاوے اس سے فرض وقتی و قضا نماز پڑھنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۵۰)

اثنائے وضو میں حدث ہو جائے تو پھر شروع سے وضو کرنا ضروری ہے

سوال: (۶۷) ما قولكم رحمكم اللّٰهُ في أنّه رجلٌ يتوضّأ و قد أحدث في أثناء الوضوء مثلاً أحدث بعدَ غسلِ اليدينِ و قبلَ المسحِ و غسلِ الرِّجلين ؛ فهل يجب عليه استيناف الوضوء أم لا ؟ (۱۸۵۱/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: يجب عليه استيناف الوضوءِ ، لأنّ الحدثَ منافٍ للطّهارةِ و خروج الرّيح ناقضٌ للطّهارةِ الحاصلةِ ، فإنّ النّواقضَ كما تُنقض الطّهارةَ الكاملةَ تُنقض الطّهارةَ النّاقصة أيضًا، أو نقول: إنّ المتوضّيَ لما غَسَلَ اليدينِ فقد حَصَلَ طهارةُ اليدينِ و هٰكذا

(۱) اس سوال کی عبارت رجسٹر میں نہیں ہے۔ مفتی ظفیر الدین صاحب نے بڑھائی ہے۔۱۲

(۲) وضو طہارت مطلقہ ہے؛ اس لیے خواہ نماز جنازہ کے لیے وضو کیا ہو، خواہ قرآن کریم کی تلاوت یا کسی اور مقصد کے لیے کیا ہو، اس سے فرض وغیرہ نمازیں ادا کرنا درست ہے۔ محمد امین پالن پوری

إلی آخره ، فلمّا عَرَضَ النّاقضُ أبطل ماسبقه من الطّهارة ، فلذا یجب علیه الاستیناف (۱)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۴۱)

ترجمہ سوال: (۶۷) کیا فرماتے ہیں آپ حضرات اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی وضو کر رہا تھا اور اسے اثنائے وضو میں حدث ہوا؛ مثلاً دونوں ہاتھ دھونے کے بعد سر پر مسح کرنے اور دونوں پیر دھونے سے پہلے حدث ہوا؛ تو کیا اس پر از سر نو وضو کرنا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: اس پر از سر نو وضو کرنا واجب ہے، کیوں کہ حدث طہارت کے منافی ہے، اور خروج ریح حاصل شدہ طہارت کے لیے ناقض ہے، اس لیے کہ نواقضِ وضو جس طرح طہارتِ کاملہ کے لیے ناقضِ وضو ہیں طہارتِ ناقصہ کے لیے بھی ناقضِ وضو ہیں، یا ہم یہ کہیں گے کہ جب وضو کرنے والے نے دونوں ہاتھ دھوئے تو دونوں ہاتھ پاک ہوئے، اور اسی طرح آخر وضو تک، پس جب (اثنائے وضو میں) ناقضِ وضو پیش آیا تو اس نے پہلے سے حاصل شدہ پاکی کو باطل کر دیا، اس لیے اس پر از سرِ نو وضو کرنا واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۶۸) جس کا وضو نصف یا ثلث تک ہو چکا، یا فقط پاؤں دھونا باقی ہے، پس اس کو حدث ہوا، کیا از سر نو وضو کرنا پڑے گا، یا باقی عضو کو دھونا کافی ہوگا؟ (۲۱۲۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: از سر نو وضو کرنا لازم ہے۔ **لأنّ الطّهارةَ فرض بعد الحدث إذا قام إلی الصّلاة کما قال تعالٰی : ﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا الأیة﴾ أي و أنتم محدثون .** فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۴۲)

مرض کی وجہ سے دوا پر پانی بہالینا کافی ہے

سوال: (۶۹) ایک شخص کے ہاتھ پاؤں پھٹے، اس نے موم پگھلا کر لگایا، اور وضو کر کے نماز پڑھ لی تو اس کی وضو اور نماز ہوئی یا نہیں؟ (۸۹۵/۱۳۳۹ھ)

---

(۱) لو ضربَ یدیهِ فقبلَ أن یمسحَ أحدثَ لا یجوزُ المسحُ بتلكَ الضّربةِ کما لو أحدثَ في الوضوءِ بعدَ غَسلِ بعض الأعضاءِ . (الفتاویٰ الهندیّة: ۱/۲۶، کتاب الطّهارة، الباب الرّابع في التّیمّم ، الفصل الأوّل في أمورٍ لا بدّ منها في التّیمّم)

الجواب: اس کی وضو اور نماز ہوگئی(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۴۱/۱)

وضو کے بعد استنجاء پاک کرنے سے وضو باقی رہتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۰) بعد وضو اگر یاد آوے کہ چھوٹا یا بڑا استنجاء پاک کرنا ہے تو پاک کرنے کے بعد وضو سابقہ باقی رہ سکتا ہے یا جدید وضو کی ضرورت ہے؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: بہتر یہ ہے کہ پھر وضو کرے تاکہ اختلاف سے نکل جاوے(۲) فقط (۱۴۲/۱)

وضاحت: وضو کے بعد استنجاء پاک کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، باقی رہتا ہے، مگر امام شافعیؒ کے نزدیک مس ذکر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اس لیے استنجاء پاک کرنے کے بعد دوبارہ وضو کر لینا بہتر ہے۔ محمد امین پالن پوری

بلغم کے نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا

سوال: (۷۱) شخصے از مدت چار سال بعارضہ سُرفہ مبتلا است، پس بخروج بلغم کہ ہیچ خون دراں نیست، وضو شکستہ میشود یا نہ؟ (۱۸۶۳/۱۳۳۹ھ)

---

(۱) في أعضائه شُقَاقٌ غَسَلَهُ إن قَدرَ ، و إلاّ مسحهُ ، وإلاّ تركهُ ولوبيده ، ولا يقْدِرعلى الماء تيمّمَ (الدّرّ المختار) و لوكان في رجله فجعل فيه الدّواءَ يكفيه إمرارالماء فوقه ، ولا يكفيه المسحُ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۱۹۵، كتاب الطّهارة، قبيل مطلب في السّنّة وتعريفها)

کبیری میں صراحت ہے کہ اگر پانی پہنچانا نقصان دہ نہ ہو تو اس طرح وضو جائز نہ ہوگا، ہاں اگر پانی پہنچانے میں نقصان ہو تو البتہ جائز ہے۔ **و إذا كان برجله شُقَاقٌ ، فجعل فيه الشّحم أو المرهم ، إن كان لا يضرّه إيصال الماء لا يجوز غسله و وضوءه ، و إن كان يضرّه يجوز ، إذا أمرّ الماءَ على ظاهر ذلك . (غنية المستملي ،** ص:۴۳، **فرائض الغسل)** ظفیر

(۲) لا ينقضهُ مسّ ذكرٍ لكن يَغسِل يدَهُ نَدبًا وامرأةٍ وأمردَ إلخ ، لكن يندب للخروج من الخلاف لاسيّما للإمام إلخ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲۴۹-۲۵۰، كتاب الطّهارة، مطلب نوم الأنبياء غير ناقض) ظفیر

الجواب: ازخروج بلغم مذکور وضو نمی شکند۔ کما هو مصرّح به في كتب الفقه(۱) فقط (۱۴۲/۱)

ترجمہ سوال: (۷۱) ایک شخص چار سال کی مدت سے سُرفہ (کھانسی) کے عارضہ میں مبتلا ہے، پس بلغم کا نکلنا جب کہ اس میں خون بالکل نہیں ہوتا ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟

الجواب: سوال میں مذکور بلغم کے نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غسل جنابت کے وقت جو وضو کیا جاتا ہے اسی وضو سے نماز پڑھنا

سوال: (۷۲) غسل جنابت کے لیے جو وضو کیا جاتا ہے اسی وضو سے نماز جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۴۰/۱۳۳۹ھ)

الجواب: جائز ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۴۲/۱)

برہنہ غسل کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور اسی وضو سے نماز پڑھنا درست ہے

سوال: (۷۳) بعض لوگ کہتے ہیں کہ چھپے ہوئے غسل خانہ میں برہنہ غسل کرنے سے غسل کی وضو رہ سکتی ہے، اور بلا چھپے غسل خانہ میں وضو نہیں رہتی؛ یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: وضو دونوں حالت میں باقی رہے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۴۴/۱)

سوال: (۷۴) اگر وضو کر کے برہنہ غسل کرے غسل خانہ یا صحن میں، تو اس وضو سے نماز

---

(۱) لا ينقضه قيء من بلغم على المعتمد أصلاً. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۴۰/۱، كتاب الطّهارة، مطلب: نواقض الوضوء) ظفیر

(۲) عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم لا يتوضّأ بعد الغسل رواه التّرمذي. (مشكاة المصابيح، ص: ۴۸، كتاب الطّهارة، باب الغسل، الفصل الثّاني)

(لا يتوضّأ بعد الغسل): أي اكتفاء بوضوئه الأوّل في الغسل، وهو سنّة.

(مرقاة المفاتيح: ۱۳۶/۲، رقم الحديث: ۴۴۵) ظفیر

پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۲۱۳/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر برہنہ غسل کیا تو اس سے نماز پڑھ سکتا ہے، ستر عورت الگ فرض ہے جب غیر تنہائی میں غسل کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۱۵۰)

شک سے وضو نہیں ٹوٹتا

سوال: (۷۵) ایک شخص کو اکثر بعد وضو کے شک ہوتا ہے کہ ریح نکلی یا نہیں؟ اور کبھی اس کو خروج ریح کا احساس نہیں ہوتا؛ تو اس کو کیا کرنا چاہیے؟ کیا اس سے وضو ٹوٹ جائے گا؟

(۶۱۶/ ۱۳۴۰ھ)

الجواب: شک سے وضو نہیں ٹوٹتا (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۱۴۳)

شک کی صورت میں وضو کر لیوے تو اچھا ہے

سوال: (۷۶) کسی شخص کا وضو ہے وہ کھیلنے گیا، بعد کھیل کے اسے اچھی طرح معلوم نہیں ہے اور خیال نہیں ہے کہ میرا وضو ہے؛ کیا اس کو دوسرا وضو کرنا چاہیے؟ (۱۹۴/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر یہ اچھی طرح یاد ہے کہ وضو ہے تو نماز پڑھ لے، وضوئے جدید کی کچھ

---

(۱) عن عبّادِ بنِ تميمٍ ، عن عمّه ، أنّه شكى إلى رسول اللّه صلّى اللّه عليه وسلّمَ الرّجلَ الّذي يُخيّلُ إليهِ أنّه يجدُ الشّيءَ في الصّلاةِ ؟ فقال: لا ينفتل —— أو : لا ينصرف —— حتّى يَسمعَ صوتًا أو يجدَ ريحًا . (البخاري:۱/ ۲۵، كتاب الوضوء ، باب لا يتوضّأ مِن الشّكّ حتّى يستيقنَ)

ترجمہ: عباد بن تمیم اپنے چچا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کا حال بیان کیا جسے وہم ہوتا ہے کہ اس نے نماز میں کوئی چیز پائی، یعنی جسے نماز پڑھتے ہوئے ہوا نکلنے کا شک ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نماز سے نہ لوٹے تا آنکہ آواز سنے یا بدبو محسوس کرے، یعنی جب تک ہوا نکلنے کا یقین نہ ہو نماز نہ چھوڑے۔

و من شكّ في الحدث فهو على وضوءه. (الفتاوى الهندية:۱/ ۱۳، كتاب الطّهارة، الباب الثّاني في الغسل، الفصل الأوّل في فرائضه)

ضرورت نہیں (۱) اور اگر کرلیوے تو اچھا ہے، اور ثواب زیادہ ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۴۹-۱۵۰)

حقہ پینے سے وضو نہیں ٹوٹتا

سوال: (۷۷) حقہ پینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ (۱۵۵۳/۱۳۴۰ھ)

الجواب: حقہ پینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۴۳)

نواقضِ وضو اور موجباتِ غسل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثل تمام امت کے ہیں، مگر انبیاء کی نوم ناقض وضو نہیں

سوال: (۷۸) زید کہتا ہے کہ فضلات یعنی بول وبراز وریم (پیپ) وخون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طاہر تھے، آپ کے حق میں ناقض وضو وغسل کچھ نہ تھے، آپ کا وضو وغسل تعلیمًا للأمّة تھا، عمر اس کے مخالف ہے۔ (۹۰۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: شامی میں منقول ہے: كما في الشّامي : صحّح بعض أئمّة الشّافعيّة طهارةَ بولهٖ صلّى اللّٰه عليه وسلّم وسائرِ فضلاته ، وبهٖ قال أبوحنيفة ، كما نقله في المواهب اللّدنية عن شرح البخاريّ للعينيّ إلخ (۳) وأيضًا فيه من نواقض الوضوء عن القهستانيّ : لا نقض من الأنبياء عليهم الصّلاة والسّلام ، ومقتضاه التّعميم في كلّ النّواقض ، لكن نقل عن شرح الشّفاء لملاّ علي قاري الإجماعَ على أنّه صلّى اللّٰه عليه وسلّم في نواقض

(۱) ولو أيقنَ بالطّهارة ، وشكَّ بالحدثِ أو بالعكس ، أخذ باليقين . (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار : ۱/۲۵۴، كتاب الطّهارة ، قبيل مطلب في أبحاث الغسل)

(۲) جواب صحیح ہے، مگر سوال میں ہے کہ بعد کھیل کے اسے اچھی طرح معلوم نہیں ہے اور خیال نہیں ہے کہ میرا وضو ہے، پس ایسی صورت میں حدیث میں ہے: دع ما يريبك إلٰى ما لا يريبك. (صحيح البخاري) لہٰذا اچھی طرح وضو یاد نہ ہونے کی صورت میں نیا وضو کر کے نماز پڑھنی چاہیے۔ سعید احمد پالن پوری

(۳) الشّامي : ۱/۴۵۳، كتاب الطّهارة ، باب الأنجاس ، مطلب في طهارة بولهٖ صلّى اللّٰه عليه وسلّم .

الوضوء کالأمّة ، إلّاما صحّ من استثناء النّوم اھ (۱) ان روایات سے معلوم ہوا کہ راجح قول بول وبراز ودیگر فضلات آنحضرت ﷺ کے بارے میں طہارت کا ہے(۲) اور نواقض وضو وموجبات غسل میں آنحضرت ﷺ مثل تمام امت کے ہیں اور اس پر اجماع ہے، مگر نوم میں کہ نوم سے آپ کا وضو نہ ٹوٹتا تھا اور یہ جملہ انبیاء علیہم السلام کے لیے ہے کہ نومِ انبیاءِ کرام علیہم السلام ناقض وضو نہیں ہے۔ کذا في الدّرّ المختار (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۱۴۵)

کیا رسول اللہ ﷺ کے بول و براز پاک تھے؟

سوال: (۷۹) ایک مولوی صاحب نے وعظ میں ایک روایت بیان فرمائی کہ حضرت حفصہ بنت حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ کا قارورہ پی لیا، کیا یہ صحیح ہے؟ اور یہ کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا بول و براز پاک تھا؛ کیا یہ صحیح ہے؟ (۲۲۶۰/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: یہ روایت احقر کی نظر سے کہیں نہیں گذری، اور نہ اس کی صحت وضعف کا کچھ حال معلوم ہے البتہ طہارتِ بول و براز آنحضرت ﷺ کی تصریح مواہب لدنیہ وغیرہ میں منقول ہے (۴) کما في

---

(۱) ردّ المحتار: ۲/ ۲۴۶، کتاب الطّهارة ، مطلب : نوم الأنبياء غير ناقض .

(۲) امداد الفتاویٰ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے فضلات کی طہارت کا دعوی بلا دلیل ہے، تفصیل کے لیے دیکھیں فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۱۸، صفحہ ۲۳۱، کا دوسرا حاشیہ۔

(۳) وَالْعَتَهُ لَا يَنْقُضُ كَنَوْمِ الأنبياءِ عليهمُ الصّلاةُ والسّلامُ. (الدّرّ المختار على ردّالمحتار: ۲/ ۲۴۵، کتاب الطّهارة ، مطلب : نوم الأنبياء غير ناقض) ظفیر

(۴) جامع الترمذی کی شرح تحفۃ الالمعی میں ہے:

فائدہ: یہاں ایک اشکال ہے۔ نبی ﷺ کے فضلات کی طہارت کی متعدد علماء نے صراحت کی ہے، آپ ﷺ کا پیشاب وغیرہ پاک تھا، کتب فقہ میں اس کی صراحت ہے (شامی: ۱/ ۲۳۳، باب الأنجاس) پھر نبی ﷺ کی منی کھرچنے کی روایات سے طہارت پر اور دھونے کی روایات سے عدم طہارت پر استدلال کیسے ہوسکتا ہے؟ مگر کسی نے اس بحث میں یہ اشکال نہیں کیا، پس یا تو فضلات کی طہارت کا مسئلہ مبنی بر محبت ہے یا اس مسئلہ میں تقریب نا تمام ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی: ۱/ ۳۸۹، کتاب الطّهارة، عنوان: کپڑے پر منی لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ فائدہ: ۴)

ردّ المحتار: صحّح بعض أئمّة الشّافعيّة طهارةَ بولهٖ صلّی اللّٰه عليه وسلّم وسائرِ فضلاته وبهٖ قال أبوحنيفة، كما نقله في المواهب اللّدنية عن شرح البخاريّ للعينيّ إلخ(۱) فقط (۳۳۱/۱)

وضواور غسل میں جو جگہ خشک رہ گئی ہے اس پر پانی بہانا ضروری ہے، صرف تر ہاتھ پھیرنا کافی نہیں

سوال: (۸۰) وضو کی صحت کے لیے تقاطر شرط ہے، اور یہ مسئلہ ہے کہ اگر لمعہ (۲) رہ جائے تو صرف تر کرنا کافی ہوتا ہے، پس اتنے عضو میں تقاطر نہ ہوا، اس بناء پر وضو نہ ہونا چاہیے ایسے ہی غسل ہے۔ (۱۲۲۴/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: ایک عضو میں نقل بلہ وضو میں درست لکھا ہے، اور غسل میں تمام بدن میں نقل بلہ صحیح ہے اور تقاطر کو اس میں شرط کیا ہے۔ وصحّ نقلُ بِلَّةِ عضوٍ إلی عضوٍ اٰخرَ فيه بشرط التّقاطر، قوله: (بشرط التّقاطر) صرّح بهٖ في فتح القدير، وقوله: (إلی عضو اٰخر إلخ) مفاده أنّه لو اتّحد العضوُ صحّ في الوضوء أيضًا (۳) اور شرطِ تقاطر سے معلوم ہوا کہ اس میں (یعنی وضو میں) بھی تقاطر شرط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۱/۱)

وضاحت: عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وضو کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ فلاں جگہ خشک رہ گئی ہے تو تر ہاتھ پھیر لینا کافی ہے، سائل کے ذہن میں بھی یہی بات ہے، اس لیے اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ وضو کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ فلاں جگہ خشک رہ گئی ہے تو تر ہاتھ پھیرنا کافی نہیں، پانی بہانا ضروری ہے، بہشتی زیور میں ہے: وضو کرتے وقت ایڑی پر یا کسی اور جگہ پانی نہیں پہنچا، اور جب پورا وضو ہو چکا تب معلوم ہوا کہ فلانی جگہ سوکھی ہے تو وہاں پر فقط ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں ہے، بلکہ پانی بہانا چاہیے۔ (اختری بہشتی زیور حصہ اوّل، ص: ۴۸، مسئلہ: ۳۲) محمد امین پالن پوری

---

(۱) الشّامي: ۴۵۳/۱، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس.

(۲) لُمْعَه: وضو یا غسل میں خشک رہ جانے والی جگہ، جہاں پانی نہ پہنچے۔ (القاموس الوحید)

(۳) الدّرّالمختار والشّامي: ۲۶۵/۱، كتاب الطّهارة، مطلب في تحرير الصّاع والمُدّ والرّطل.

جن اعضاء کا دھونا فرض ہے ان کا کوئی حصہ خشک رہ گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۸۱) دورانِ وضو میں اگر کوئی حصہ کسی عضو کا خشک رہ جائے، اور اس پر پانی نہ پہنچے تو یہ وضو درست ہے یا نہیں؟ اور اگر دھلنے اور تر ہوجانے کے بعد خود بہ خود خشک ہوجائے تو کیا اس پر دوبارہ پانی پہنچانا ضروری ہے یا نہیں؟ (۵۶۱/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں وضو درست نہیں ہے، ضروری ہے کہ جس حصۂ عضو پر پانی نہیں پہنچا اور وہ خشک رہ گیا، اس پر پانی بہادے پھر وضو صحیح ہوجاوے گا (۱) اور اگر کوئی عضو یا حصہ دھلنے اور تر ہونے کے بعد خشک ہوگیا تو اس سے وضو میں کچھ خلل نہیں آیا، وضو صحیح ہے (۲) فقط واللہ اعلم (۱/ ۱۴۷)

وضو مکمل کرنے سے پہلے اعضاء کو خشک کرنا

سوال: (۸۲) جو شخص بلا عذر یا بہ وجہِ عذر مرض فالج اپنے ہر ایک عضو کو مکمل طور پر دھوکر قبل اختتام وضو، دھلے ہوئے اعضاء کو کسی کپڑے سے پوچھ لیتا ہے، اور قبل اختتام وضو اس کے بعض اعضاء خشک ہوجاتے ہیں، آیا ایسے شخص کا وضو کامل متصور ہوگا یا ناقص؟ اور ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ایسی وضو سے نماز ہوگی یا نہیں؟ (۵۶۱/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: عذر کی وجہ سے ایسا کرنا جائز بلا کراہت ہے، اور وضو اس کا کامل ہے، اور اس سے نماز درست ہے، اور بلا عذر ایسا کرنا البتہ خلافِ سنت ہے، نماز پھر بھی اس وضو سے صحیح ہے۔

---

(۱) إن بقيَ من موضعِ الوُضُوْءِ قدرُ رأس إبرةٍ أو لزِقَ بأصل ظفرهِ طينٌ يابسٌ أو رطبٌ لم يجُز (الفتاوىٰ الهنديّة: ۱/۴، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل في الوضوء، الفصل الأوّل في فرائض الوضوء) ظفیر

(۲) و مِنها المُوالاةُ ، و هيَ التّتَابُعُ ، وَحَدُّهُ: أن لا يَجُفَّ الماءُ على العُضْوِ قبل أن يَغسِلَ ما بَعْدهُ في زمانٍ معتدلٍ ، و لا اعتبار بشدّة الحرِّ والرّياحِ و لا شدّةِ البردِ ، و يُعتبر أيضًا استِوَاءُ حالةِ المُتوضِّيءِ كذا في الجوهرة النّيّرة. (الفتاوىٰ الهنديّة: ۱/۸، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل في الوضوء، الفصل الثّاني في سنن الوضوء) ظفیر

كذا في الدّرّ المختار (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۱۴۷)

نماز جنازہ میں قہقہہ مار کر ہنسنے سے نماز ٹوٹتی ہے وضو نہیں ٹوٹتا، اس کی کیا وجہ ہے؟

سوال: (۸۳) اگر باوضو شخص خارج نماز سے قہقہہ مار کر ہنسے تو وضو نہیں ٹوٹتا، اور اگر نماز میں قہقہہ مار کر ہنسے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور نماز جنازہ میں قہقہہ مار کر ہنسنے سے نماز ٹوٹتی ہے وضو نہیں ٹوٹتا؛ اس کی کیا وجہ؟ اور اس میں کیا حکمت ہے؟ (۲۵۰/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: قیاس عقلی یہ ہے کہ قہقہہ سے وضو بالکل نہ ٹوٹے، لیکن رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوگیا کہ آپ نے ایک شخص کو قہقہہ کرنے کی وجہ سے اعادۂ وضو و نماز کا حکم فرمایا (۲) اس لیے اس حکم کا ماننا مسلمان پر ضروری ہوگیا، اگرچہ اس کی ناقص فہم میں اس کی حکمت نہ آئے، لیکن چونکہ یہ حکم قیاس ظاہری کے خلاف ہے، اس لیے جس موقع پر وارد ہوا ہے اسی پر رکھا جائے گا، دوسرے مواقع پر نقض وضو کا حکم نہ دیا جاوے گا، اگرچہ ان میں قہقہہ کرنا بہ نسبت اس کے زیادہ قبیح ہو؛ مثلاً نماز جنازہ میں قہقہہ کرنا، یہی قاعدہ ہے اصول کا کہ جو حکم قیاسی نہیں ہوتا اس کو اپنے موقع سے متجاوز نہیں کرتے (۳) (۱/ ۱۴۸)

---

(۱) و الولاءُ …… غَسْلُ الْمُتأخِّرِ أو مَسْحِهِ قَبْلَ جَفَافِ الأوّل بلاَ عُذرٍ ، حتّى لو فَنِيَ ماؤُه فمضٰى لِطلبِهٖ لا بأس بهٖ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲۲۰، كتاب الطّهارة، مطلب في تصريف قولهم مَعزِيًّا) ظفیر

(۲) عن أبي المليح عن أبيه رضي الله عنه قال : كنّا نصلّي خلفَ رسول اللّٰهِ صلّى الله عليهِ وسلّمَ ، فجاء رجلٌ ضرير البصر، فتردّى في حفرة كانت في المسجد ، فضحك ناس من خلفه ، فأمر رسول الله صلّى الله عليه وسلّم من ضحك أن يعيد الوضوء والصّلاة . (سنن الدّار قطني: ۱/۵۹، كتاب الطّهارة ، أحاديث القهقهة في الصّلاة و عللها ، المطبوعة: المطبع الفاروقي ، الدّهلي)

(۳) المعاني النّاقضةُ للوضوء إلخ: القهقهةُ في صلاةٍ ذاتِ ركوعٍ وسجودٍ ، والقياس أنّها لا تنقض…… و لنا قوله عليه السّلام إلخ و بمثلهٖ يُترك القياسُ والأثرُ ورد في صلاةٍ مطلقةٍ ، فيقتصرُ عليها. (الهداية: ۱/ ۲۶-۲۷، كتاب الطّهارات، فصل في نواقض الوضوء) فلا يتعدّى إلى صلاة الجنازة و سجدة التّلاوة و صلاة الصّبيّ . (الهداية: ۱/ ۲۷، حاشیہ نمبر: ۲) ظفیر

غسل کے مسائل

فرائضِ غسل کا بیان

غسل میں کلی کرنا فرض ہے، اور غیر صائم کے لیے غرغرہ کرنا سنت ہے

سوال: (۸۴) غسل میں کلی فرض ہے یا غرارہ؟ زید کہتا ہے کہ غسل میں غرارہ فرض ہے، عمر کہتا ہے کہ کلی فرض ہے؟ (۱۳۴۱/۲۵۶ھ)

الجواب: غسل میں کلی کرنا فرض ہے، اس طرح کہ تمام مُنہ میں پانی پہنچ جاوے، اور غرغرہ کرنا سنت ہے غیر صائم کے لیے، جیسا کہ درمختار میں ہے: **وَ غَسْلُ الْفَمِ أي اسْتِيْعَابُهُ إلخ وَالْمُبَالَغَةُ ...... بالْغَرْغَرَةِ ومُجَاوَزَةِ المَارِنِ لغيرِ الصّائمِ لاحتمال الفساد**(۱) فقط (۱/۱۵۱)

روزہ کی حالت میں غرغرہ نہ کرے

سوال: (۸۵) روزہ میں اگر نہانے کی ضرورت ہو تو غرغرہ کرے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۲۲۲۷ھ)

الجواب: غرغرہ نہ کرے صرف کلی اچھی طرح کرلے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۵۵)

---

(۱) **الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۱۲، كتاب الطّهارة، مطلب في منافع السّواك .**

غسل کے فرائض کے سلسلہ میں صاحب درمختار کے الفاظ یہ ہیں: **و فرضُ الغسلِ إلخ غَسلُ كُلِّ فَمِهِ وَيَكْفِي الشُّرْبُ عَبًّا ، لأنّ المجَّ ليس بشرطٍ في الأصحّ (درّمختار) عبّر عن المضمضة والاستنشاق بالغسل لإفادة الاستيعاب أو للاختصار كما قدّمه في الوُضوء . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۵۴-۲۵۵، كتاب الطّهارة ، مطلب في أبحاث الغسل)** ظفیر

کھانے سے پہلے جو غرارہ کرلیا وہ کافی ہے

سوال: (۸۶) ایک شخص کو احتلام ہوا، اس نے غرارہ(۱) کر کے کھانا کھالیا تو ابتداء میں غرارہ کرنے سے فرض ادا ہو گیا یا نہ؟ (۱۳۴۱/۱۰۲۳ھ)

الجواب: وہ غرارہ جو کھانے سے پہلے کرلیا کافی ہو گیا(۲) اگر دوبارہ وقتِ غسل کے غرارہ نہ کرے تو کچھ حرج نہیں ہے، اور غرارہ غسل میں فرض نہیں ہے بلکہ سنت ہے، اگر غرارہ نہ کرے مُنہ بھر کلی کرلے تب بھی کافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۵۲/۱)

غسل سے پہلے وضو کرتے وقت جو کلی وغیرہ کی ہے وہ کافی ہے

سوال: (۸۷) غسل جنابت میں جو تین فرض ہیں: کلی کرنا، ناک میں پانی دینا، تمام بدن پر پانی بہانا، تو اوّل کے دو فرضوں کو وضو کے ساتھ کرلینا کافی ہے یا دوبارہ کرنا چاہیے؟ (۱۳۴۰/۲۹۰۳ھ)

الجواب: غسل سے پہلے جو وضو کیا جاوے اسی میں کلی، غرارہ اور ناک میں پانی دینا کافی ہے، فرض ادا ہوجاتا ہے، دوبارہ کلی کرنے اور ناک میں پانی دینے کی ضرورت نہیں ہے(۲) فقط (۱۵۴/۱)

کوّا جو زبان سے پرے ہے غسل میں اس کو دھونا فرض نہیں

سوال: (۸۸) جو کوّا(۳) زبان سے پرے ہے، وہ غسل میں ظاہر کا حکم رکھتا ہے یا اندر کا؟ اور مُنہ کے ظاہر کا حکم کہاں تک ہے جس کا دھونا فرض ہے؟ (۱۳۴۱/۶۱۹ھ)

الجواب: غسل میں مُنہ کے اندر اس حد تک دھونا فرض ہے جو کہ وضو میں مسنون ہے، جس کو کلی یعنی مضمضہ کہتے ہیں، اور مُنہ اٹھا کر غرارہ کرنا یہ سنت ہے فرض نہیں ہے۔ **كما في الدّرّ المختار:**

---

(۱) غرارہ: حلق میں پانی ڈال کر اور اندر سے ہوا نکال کر گلے کو صاف کرنا۔ (فیروز اللغات)

(۲) الجُنُبُ إذَا شَرِبَ الْمَاءَ ولم يَمُجَّهُ لم يَضُرَّهُ، ويُجزيهِ عن المضمضة إذا أصاب جميع فَمِهِ. (الفتاوى الهندية: ۱۳/۱، كتاب الطّهارة، الباب الثّاني في الغسل، الفصل الأوّل في فرائضه) ظفیر

(۳) کوّا: گوشت کا وہ چھوٹا سا لوتھڑا جو آدمی کے حلق میں ہوتا ہے۔ (فیروز اللغات)

وسُنَنُهُ كسننِ الوضوءِ (۱) پس کوّا جو زبان سے پرے ہے اس کو دھونا غسل میں فرض نہیں ہے، فرض اس قدر ہے جس پر اطلاق مضمضہ کا آتا ہے؛ یعنی جب کہ پانی مُنہ میں کلی کے لیے لیویں تو جہاں تک سر جھکائے ہوئے بدون غرارہ کے پانی پہنچ سکے وہ فرض ہے، الغرض کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا جو کہ وضو میں سنت ہے غسل میں فرض ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۵۱-۱۵۲)

غسل میں صرف ایک مرتبہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے؛ باقی سنت ہیں

سوال: (۸۹) غسل میں غرغرہ اور ناک میں پانی ڈالنا کے مرتبہ فرض ہے؟

(۴۲۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: ایک ایک مضمضہ واستنشاق فرض ہے اور باقی سنت ہیں (۳) فقط (۱/۱۵۲)

غسل میں پورے بدن کا دھونا فرض ہے، اس کے بغیر غسل نہیں ہوتا

سوال: (۹۰) زوجاتِ کشمیر رواج مقرر نمودہ اند کہ در غسل جنابت اندام زیر ناف بشویند، وبالائے ناف نشویند؛ ایں غسل جائز است یا نہ؟ (۱۱۶۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲٦۰، كتاب الطّهارة، مطلب: سنن الغسل .

(۲) وفرض الغسل إلخ غسل كلّ فمه إلخ وأنفهٖ حتّٰى ما تحت الدَّرَنِ وباقي بدنهٖ (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲۵۴-۲۵۵، كتاب الطّهارة ، مطلب في أبحاث الغسل)

وحدّ المضمضةِ: استيعابُ الماءِ جميعَ الفم، وحدّ الاستنشاق: أن يصل الماءُ إلى المارن كذا في الخلاصة . (الفتاوىٰ الهندية: ۱/٦، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل في الوضوء، الفصل الثّاني في سنن الوضوء) ظفیر

(۳) وفرض الغسل إلخ غسل كُلِّ فَمِهٖ ، وَيَكْفِي الشُّرْبُ عَبًّا، لأنّ المجَّ ليس بشرطٍ في الأصحّ (الدّرّ المختار على الرّدّ: ۱/۲۵۴-۲۵۵، كتاب الطّهارة ، مطلب في أبحاث الغسل)

وَسُنَنُهُ كسُننِ الوُضُوء سوى التّرتيب إلخ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲٦۰-۲٦۱ كتاب الطّهارة ، مطلب: سنن الغسل) ظفیر

الجواب: در غسلِ جنابت شستنِ تمام بدن ورسانیدن آب بہمہ اعضاء وتمام اندام ضرور است بدون آں غسل جائز نباشد(1) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (152/1)

ترجمہ سوال: (90) کشمیر کی عورتوں میں رواج ہے کہ وہ غسلِ جنابت میں بھی صرف ناف کے نیچے کا حصہ دھوتی ہیں، اور اوپر کا حصہ نہیں دھوتیں؛ اس طرح غسل جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جنابت کے غسل میں پورے بدن کا دھونا اور سب اعضاء اور پورے بدن کو پانی پہچانا ضروری ہے، اس کے بغیر غسل درست نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عورت کے لیے غسل جنابت میں چوٹی کھولنا ضروری نہیں

سوال: (91) بہ حالتِ جنابت کس وقت میں عورت گلے سے نہا سکتی ہے، سنا ہے کہ بہ خیال بگڑنے سنگار کے گلے سے نہا سکتی ہے؟ (1422/32-1333ھ)

الجواب: مسئلہ یہ نہیں ہے، بلکہ ضروری ہے کہ سر پر سے پانی ڈالے اور تمام بدن پر پانی بہاوے، صرف عورت کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر اس کے سر کے بالوں کی مینڈھیاں گندھی ہوں تو اُن کا کھولنا ضروری نہیں، بلکہ جڑوں میں بالوں کی پانی پہنچا دینا کافی ہے؛ یعنی اس طرح کرے کہ سر پر پانی ڈال کر بالوں کو ہاتھ سے دباوے کہ پانی جڑوں میں پہنچ جاوے(2) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (153/1)

سوال: (92) جب کہ مرد کو بعد وطی کے غسل تمام بدن کا اور سر کے بال جڑ تک تر کرنے ضروری ہیں، تو عورت کو جب کہ اس کے سر کے بال بہت لمبے اور گندھے ہوئے ہیں کیا کرنا چاہیے؟ (776/1338ھ)

---

(1) وفرضُ الغسلِ : المضمضةُ والاستنشاقُ وغسلُ سائرِ البدنِ .
(الهداية: 29/1، كتاب الطّهارات ، فصل في الغسل) ظفیر

(2) وليس على المرأةِ أن تَنقُضَ ضفائرَها في الغُسلِ إذا بلغَ الماءُ أصولَ الشّعرِ . (الهداية: 30/1، كتاب الطّهارات ، فصل في الغسل) ظفیر

عن أمّ سلمةَ رضي اللّه عنها قالتْ : قلتُ : يا رسولَ اللّهِ ! إنّي امرأةٌ أشُدُّ ضَفْرَ رأسي أفَأنْقُضُهُ لغسلِ الجنابةِ ؟ قال: لا، إنّما يكفيكِ أن تَحْثِيَ على رأسِكِ ثلاثَ حَثَيَاتٍ ثمّ تُفِيْضِيْنَ عليكِ الماءَ فتطهُرِينَ. (الصّحيح لمسلمٍ: 149/1-150، كتاب الحيض، بابُ حكمِ ضفائرِ المُغْتَسِلَةِ)

الجواب: عورت کے سر کے بال اگر گندھے ہوئے ہیں، اور مینڈھیاں گندھی ہوئی ہیں تو ان کو کھولنا اور تمام بالوں کا تر کرنا غسل میں ضروری نہیں ہے، بلکہ بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچا دینا کافی ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ سر پر پانی ڈال کر بالوں کو دباوے کہ جڑ میں پانی پہنچ جاوے، اور اگر بال کھلے ہوئے ہیں تو تمام بالوں کا تر کرنا ضروری ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۵۶-۱۵۷)

تالاب میں ہندوؤں کے ساتھ نہانا

سوال: (۹۳) تالاب میں نہاتے ہیں جہاں بہت سے ہندو لوگوں کے ساتھ نہانا ہوتا ہے، اور اُن کے بدن اور کپڑے کی چھینٹیں بھی لگتی ہیں؛ اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۲۸۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں غسل جائز ہے ناپاکی کا وہم نہ کرنا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم (۱/۱۵۳)

غسل جنابت میں کیا حکمت ہے؟

سوال: (۹۴) ایک ہندو نے اعتراضاً مجھ سے کہا کہ اہلِ اسلام اندھادھند عبادت کرتے ہیں اور تحقیق سے کوئی واسطہ نہیں؛ مثلاً منی کے انزال سے لازم نہیں آتا کہ تمام جسم کا غسل کیا جائے بلکہ صرف عضوِ تناسل کی تطہیر سے انسان پاک ہوجاتا ہے، اگر تمام بدن ناپاک ہوجاتا ہے تو کس طرح؟ (۱۱۴۲/۱۳۴۰ھ)

---

(۱) وَكفٰى بلُّ أصلِ ضفيرتِها أي شَعْر المرأة المَضفورِ للحرَج ، أمّا المنقوضُ فيفرض غسلُ كلّه اتّفاقًا ، ولو لم يَبتلَّ أصلُها يَجبُ نقضُها مطلقًا هو الصّحيح ، ولو ضرَّها غسلُ رأسِها تركتْه (درّمختار) قوله: (اتّفاقًا) كذا في شرح المنية، و فيه نظرٌ لأنّ في المسئلة ثلاثةُ أقوالٍ كما في البحر والحلية. الأوّل: الاكتفاء بالوصول إلى الأصول ولو منقوضًا، و ظاهر الذّخيرة أنّه ظاهر المذهب، و يدلّ عليه ظاهر الأحاديث الواردة في هذا الباب. الثّاني: التّفصيل المذكور ومشٰى عليه جماعةٌ ، منهم صاحب المحيط والبدائع والكافي . الثّالث: وجوب بلِّ الذّوائبِ مع العصر ، و صُحِّحَ ، و تمام تحقيق هذه الأقوال في الحلية ، و مالَ فيها آخرًا إلى ترجيح القول الثّاني ، و هو ظاهرُ المتون . (الدّرّ المختار و رّدّ المحتار: ۱/ ۲۵۷-۲۵۸، كتاب الطّهارة مطلب في أبحاث الغسل) ظفیر

الجواب: یہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں (۱) ہیں کہ ان کو ہر ایک اہلِ اسلام بھی نہیں پہچانتا چہ جائیکہ (کافر)(۲) پس اس بحث میں نہ پڑنا چاہیے، اور زبانی تو کچھ اس کے متعلق کہا بھی جاسکتا ہے، تحریر میں اس تفصیل کو لانے کی فرصت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۵۳-۱۵۴)

(۱) خروجِ منی سے غسل یعنی پورے بدن کا دھونا اس لیے ضروری ہے کہ منی پورے بدن سے نکلتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں منی کو سُلالہ (نچوڑ) کہا ہے، اور شریعت نے منی نکلنے پر غسل واجب کیا ہے، اس میں بہت حکمتیں اور گونا گوں خوبیاں ہیں، مثلاً جب بدن سے منی نکلتی ہے تو بدن میں سستی اور طبیعت میں گرانی پیدا ہوجاتی ہے، غسل کرنے سے وہ سستی اور گرانی دور ہوجاتی ہے، اور بدن کی ضائع شدہ قوت لوٹ آتی ہے، نیز جب سلیم الفطرت انسان کو جنابت لاحق ہوتی ہے تو وہ اپنے نفس میں ایک خاص قسم کا انقباض اور ظلمت کی کیفیت محسوس کرتا ہے، اور جب غسل کرلیتا ہے، اور اچھے صاف ستھرے کپڑے پہن لیتا ہے اور خوشبو لگا لیتا ہے تو انقباض وظلمت کی وہ کیفیت زائل ہوجاتی ہے، اور اس کے بجائے اپنی طبیعت میں انشراح وانبساط اور سرور وفرحت کی کیفیت محسوس کرتا ہے، اور یہ بات روح اور بدن کے لیے بے حد نفع بخش ہے، اور غسل نہ کرنا روح وبدن دونوں کے لیے مضر ہے، علامہ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ اعلام الموقعین میں ارقام فرماتے ہیں:

أمّا المسئلةُ الأولیٰ: و هي إيجابُ الشّارعِ صلّى الله عليه وآلهٖ وسلّم الغسلُ من المني دونَ البول ، فهٰذا من أعظمِ مَحاسنِ الشّريعةِ ، و ما اشتملتْ عليه من الرّحمةِ و الحكمةِ والمَصلحةِ ، فإنّ المنيَّ يخرُج من جميع البدن ، و لهٰذا سمَّاهُ اللّٰهُ سبحانَهٗ "سُلَالَةً" ، لأنّه يَسيلُ من جميعِ البدن إلخ ، و أمّا البولُ فإنّما هو فضلةُ الطّعامِ و الشّرابِ المستحيلةِ في المعدةِ و المثانةِ ، فتأثّر البدنِ بخروجِ المنيّ أعظمُ مِن تأثّرهٖ بخروجِ البول ، و أيضًا فإنّ الاغتسالَ من خروجِ المنيّ من أنفع شيءٍ للبدنِ و القلبِ و الرّوحِ بجميع الأرواح القائمة بالبدن ، فإنّها تَقوىٰ بالاغتسالِ ، و الغسلُ يَخلُفُ عليه ما تَحَلَّلَ منه بخروجِ المنيّ، و هٰذا أمرٌ يُعرفُ بالحِسّ ، و أيضًا: فإنّ الجنابةَ تُوجبُ ثِقلاً و كَسَلاً ، والغسل يُحدث لهُ نَشاطًا و خِفّةً ، ولهٰذا قال أبو ذرٍ رضي اللّٰه عنه : لَمّا أغتسلُ من الجنابة كأنّما ألقيتُ عنّي جَبَلًا إلخ . وقد صرّح أفاضلُ الأطبّاءِ بأنّ الاغتسالَ بعدَ الجماع يُعيدُ إلى البدن قُوّتَه ، ويخلُفُ عليه ما تَحَلَّلَ منهُ ، وأنّه من أنفعِ شيءٍ للبدنِ والرّوحِ ، وتركُهُ مُضِرٌّ. (إعلام الموقعين عن ربّ العالمين: ۱/۱۷۰ ، مباحث تتعلّق بالفرائض ، الفرق بين المنيّ و البول في إيجاب الغسل ، المطبوعة: أشرف المطابع دهلي)

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں 'کافر' کے بجائے 'ہندو' ہے، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

جنابت کی وجہ سے غسل کیوں ضروری ہے؟

سوال: (۹۵) آدمی حلال ہے یا حرام؟ اگر حلال ہے تو اس کو پاک ہونے کی کوئی ضرورت نہیں وہ خود پاک ہے؟ اور اگر حرام ہے تو حرام کی نماز کیوں جائز؟ (۳۵۰/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: آدمی جنابت وغیرہ کی وجہ سے ناپاک ہوجاتا ہے، اور غسل کرنے سے پاک ہوجاتا ہے پس غسل کرے تا کہ نماز صحیح ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۵۸-۱۵۹)

حالتِ جنابت میں دنیوی کام کرنا اور عورت کا بچے کو دودھ پلانا جائز ہے

سوال: (۹۶) بہ حالتِ جنابت کارہائے دنیوی سرانجام دینے کیسے ہیں؟ جنبی عورت اپنے بچے کو دودھ پلاسکتی ہے یا نہیں؟ (۱۴۱۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: درست ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (اضافہ از رجسٹر نقول فتاویٰ)

ناپاک پانی سے اگر کوئی غسل کرے گا تو جنابت سے نہ نکلے گا

سوال: (۹۷) نجس پانی سے غسل جائز نہیں، اگر جائز ہے تو کس وقت میں؟ اور نجس پانی سے اگر غسل کرے تو مسجد میں داخل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور قرآن شریف پڑھ سکتا ہے کہ نہیں؟ (۱۱۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: نجس پانی سے غسل واجب نہیں اور وہ غسل معتبر نہ ہوگا، یعنی جنابت سے نہ نکلے گا، پس مسجد میں داخل ہونا اور قرآن شریف پڑھنا اس کو درست نہیں۔ درمختار میں ہے: **یَرفعُ الحدثَ مطلقًا بماءٍ مطلقٍ . قال في الشّامي : فخرج الماءُ المقیّدُ والماءُ المتنجِّسُ**

---

(۱) واتّفقوا علی طھارۃ عرق الجنب و الحائض ، و فیه دلیلٌ علیٰ جواز تاخیر الاغتسال للجنب و أن یسعٰی في حوائجه . (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: ۱۴۱/۲، کتاب الطّھارۃ ، باب مخالطۃ الجنب ، الفصل الأوّل ، رقم الحدیث: ۴۵۱)

قوله: (وما یباح لهٗ) أي للجنب من الأکل والشّرب والنّوم وغیرھا (مرقاۃ المفاتیح: ۱۴۰/۲ کتاب الطّھارۃ)

والماءُ المستعمَلُ إلخ[۱] (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۷۷)

ڈاڑھ کے سوراخ میں چھالی اٹک جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۹۸) ڈاڑھ کے درمیانی سوراخ میں اگر چھالی اٹک جائے تو بغیر نکالے غسلِ جنابت درست ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۳۱۴ھ)

الجواب: صحیح ہے[۲] اگر آسانی سے نکل سکتا ہو تو نکال دینا چاہیے[۳] فقط (۱/۱۵۴)

مُنہ میں سپاری وغیرہ کا ٹکڑا ہو تو نکالے بغیر غسل ہوجاتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۹۹) اگر کسی کے مُنہ میں پان کا ریزہ یا سپاری کا ٹکڑا ہو اور وضو غسل کے وقت اس کو نہ نکالے تو وضو اور غسل درست ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۲۸۰۶ھ)

الجواب: نماز ہوجاتی ہے[۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۵۷)

دانتوں میں لگی ہوئی میخیں مانع غسل ہیں یا نہیں؟

سوال: (۱۰۰) جو شخص اپنے دانتوں میں چاندی یا سونے کی میخیں جڑوا لیتے ہیں، آیا غسل کے

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۸۹، کتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المیاه .

(۲) یہ حکم اس وقت ہے جب چھالی کا ٹکڑا نکالے بغیر دانتوں کے بیچ میں پانی پہنچ جاتا ہو، اگر نکالے بغیر پانی نہیں پہنچتا تو غسل صحیح نہ ہوگا، جیسا کہ بہشتی زیور میں ہے: اگر دانتوں کے بیچ میں ڈلی کا دُھرا (یعنی چھالی کا ٹکڑا) پھنس گیا تو اس کو خلال سے نکال ڈالے، اگر اس کی وجہ سے دانتوں کے بیچ میں پانی نہ پہنچے گا تو غسل نہ ہوگا۔
(اختری بہشتی زیور، حصہ: ۱/ ۵۸، غسل کا بیان، مسئلہ: ۱۸) محمد امین پالن پوری

(۳) ولو كان سِنُّهُ مُجوَّفًا ، فبقيَ فيه أو بين أسنانهٖ طعامٌ ، أو دَرَنٌ رَطْبٌ في أنفهٖ ، تمّ غُسْلُهُ على الأصحّ كذا في الزّاهديّ . والاحتياطُ أن يُخرِجَ الطَّعامَ عن تَجْوِيْفِهٖ ، و يُجرِيَ المَاءَ عليه هٰكذا في فتح القدير . (الفتاوىٰ الهنديّة: ۱/۱۳، كتاب الطّهارة، الباب الثّاني في الغسل، الفصل الأوّل في فرائضه) ظفیر

(۴) تفصیل اور حوالہ سابقہ جواب کے حواشی میں ملاحظہ فرمائیں۔

وقت وہاں پانی نہ پہنچنے کی وجہ سے ان کا غسل صحیح ہو جائے گا یا جنابت باقی رہے گی؟ (۱۱۵۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اگر پانی اندر پہنچ جائے تو غسل صحیح ہے، اور اگر پانی اندر نہ پہنچے تو شارحِ منیہ کی تحقیق یہ ہے کہ غسل صحیح نہ ہوگا، لہٰذا بلاضرورت میخیں نہ لگانی چاہئیں۔ و قيل : إن صلبًا منع و هو الأصحّ إلخ (۱) (درمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۵۴-۱۵۵)

سوال: (۱۰۱) {مکرر متعلق استفتاء نمبر: ۱۱۵۲ مندرجہ رجسٹر ہذا (۱۳۴۳ھ)} (۲) اگر دانتوں کی کیلوں کو اوپر سے رگڑ الیوے، آیا جو سوراخوں میں کیل کا سرا گھستا ہے وہ تو نکل نہیں سکتا، آیا اس طرح سے غسل درست ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۴۷۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جو حصہ کیل کا دانت کے اندر داخل ہے، اور وہ نہیں نکل سکتا وہ مانعِ غسل نہ ہوگا، اور غسل ہو جاوے گا بہ وجہ مجبوری کے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۵۷)

غسل میں مصنوعی دانت نکالنا ضروری نہیں

سوال: (۱۰۲) جو لوگ عارضی دانت لگوالیا کرتے ہیں آیا غسل کے وقت ان کا اتارنا ضروری ہے، یا بدون اتارنے کے ان کا غسل درست ہوگا؟ (۱۱۵۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اُن کو نکالنے کی ضرورت نہیں ہے غسل ہو جائے گا، اور اگر علیحدہ کر کے غسل کرے تو یہ احوط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۵۵)

دانتوں میں بندھے تار مانعِ غسل نہیں

سوال: (۱۰۳) بعض فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر دانتوں کو چاندی کے تار سے بہ وجہ ملنے کے

---

(۱) الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲۵۹. كتاب الطّهارة ، مطلب في أبحاث الغسل .

(۲) قوسین کے درمیان جو عبارت ہے، وہ رجسٹر سے بڑھائی گئی ہے۔

(۳) وَالصَّرَّامُ وَالصَّبَّاغُ ما في ظُفُرِهِمَا يَمنعُ تَمامَ الإغتسالِ، وقيل: كلُّ ذلك يُجزيهم للحرجِ و الضّرورة ، و مواضِعُ الضّرورةِ مُسْتَثْنَاةٌ عن قواعِدِ الشّرعِ ، كذا في الظّهيريّةِ . (الفتاوىٰ الهنديّة: ۱/۱۳، كتاب الطّهارة ، الباب الثّاني في الغسل ، الفصل الأوّل في فرائضه) ظفیر

باندھ لیا جائے تو جائز ہے، اس صورت میں بھی اگر تار کے نیچے پانی نہ پہنچے گا تو غسل درست ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۱۵۲ھ)

الجواب: اگر دانتوں کے ہلنے کی وجہ سے چاندی سونے کا تار باندھا تو اس (صورت) میں غسل صحیح ہے، کیوں کہ یہ بہ وجہ ضرورت کے ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۵۴)

جو دانت تار سے جمایا گیا ہے اس کے نیچے پانی پہنچانا ضروری نہیں

سوال: (۱۰۴) ایک شخص کا دانت گر گیا جس کو اٹھا کر اسی جگہ کسی تار یا دھاگے سے جما دیا ہے اس صورت میں غسلِ جنابت میں تو کچھ حرج نہیں ہے؟ (۵۷/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ٹوٹے ہوئے دانت کو خواہ تار سے باندھے یا دھاگے سے، غسل میں کچھ حرج نہ ہوگا، غسل میں مضمضہ کر لینا کافی ہے، دانتوں کی جڑ میں پانی پہچانا مقصود اور ضروری نہیں ہے، اور جس امر میں حرج ہو وہ شرعاً معاف ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۵۶)

جو شخص نامردی کی وجہ سے طلا استعمال کرتا ہے اور ڈاکٹر پانی سے بالکل منع کرتا ہے، وہ استنجاء اور غسل کیے بغیر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۰۵) کوئی شخص مرض مستی کی وجہ سے طلائے نامردی استعمال کرتا ہے، اور پانی لگانے سے طبیب منع کرتا ہے، بلکہ شراب سے عضو تناسل کو دھلواتا ہے، اس صورت میں وہ استنجاء کرنے اور حالت احتلام میں غسل کرنے سے مجبور ہے، وہ نماز کس طرح ادا کرے؟

(۱۶۱۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

الجواب: دوا کرنا حرام اور نجس چیز کے ساتھ اس وقت درست ہے کہ طبیب مسلم حاذق یہ کہے کہ اس دوا میں شفاء ہے، اور اس کا بدل دوائے حلال سے نہ ہو سکے۔ **قالَ في النّهايةِ و في التّهذيبِ: يجوزُ للعليلِ شُرْبُ البولِ و الدّمِ و الميتةِ للتّداوي ، إذا أخبرَهُ طبيبٌ مسلمٌ أنَّ فيهِ شفاءَهُ ، و لم يجِدْ مِن المُباحِ ما يَقومُ مقامَهُ إلخ** (۱) پس اگر شرط مذکور پائی جاوے، تو استعمال شراب کا بہ غرض صحت درست ہے، اور نماز بھی اس حالت میں درست ہے، ورنہ درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۹۳-۲۹۴)

صحبت کرنے کے بعد غسل کرنے سے پہلے پیشاب کرنا ضروری نہیں

سوال: (۱۰۶) سنا ہے کہ صحبت کرنے کے بعد جب تک پیشاب نہ کرے گا پاک نہ ہوگا؟ (۲۸۰/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: یہ غلط مشہور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۵۶)

غسل کرتے وقت دیوار پر پانی کے جو قطرے گرتے ہیں اس سے غسل میں کچھ خرابی نہیں آتی

سوال: (۱۰۷) غسل کرتے وقت جو چھینٹیں غسل خانہ کی دیوار پر پڑتی ہیں، اس سے غسل میں کچھ نقصان ہوتا ہے یا نہیں؟ (۱۷۲۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: غسل ہو گیا کچھ خرابی نہیں رہی، وہم نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۵۷-۱۵۸)

---

(۱) **ردّ المحتار على الدّرّ المختار: ۳۷۰/۷، كتاب البيوع ، الباب العاشر : باب المتفرّقات ، مطلب في التّداوي بالمحرّم.**

حالتِ جنابت میں ناخن کاٹنا اور بال دور کرنا درست ہے

سوال: (۱۰۸) حالتِ جنابت میں ناخن کاٹنا اور زیر ناف یا اور کسی مقام کے بال دور کرنا کیسا ہے؟ (۳۵۷/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (اضافہ از رجسٹر نقول فتاویٰ)
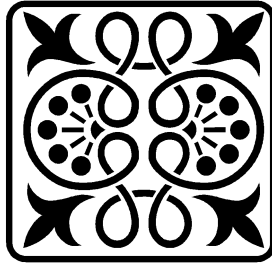
(۱) و قال عطاءٌ : يَحتجِمُ الجنبُ ، و يُقلِّمُ أظفارَهُ ، و يَحلِقُ رأسَهُ و إن لم يتوضّأْ. (صحيح البخاري:۱/۴۲، كتاب الغسلِ ، باب الجنبُ يخرجُ و يمشي في السّوقِ و غيرهِ)

و اتّفقوا علىٰ طهارة عرق الجنب و الحائضِ ، و فيه دليلٌ علىٰ جواز تاخير الاغتسال للجنب و أن يسعىٰ في حوائجهٖ. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۲/۱۴۱، كتاب الطّهارة ، باب مخالطة الجنب ، الفصل الأوّل ، رقم الحديث: ۴۵۱)

اور بعض کتابوں میں جنابت کی حالت میں ناخن کاٹنے اور بال دور کرنے کو مکروہ لکھا ہے، اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے۔ محمد امین پالن پوری

سننِ غسل کا بیان

غسل کا مسنون طریقہ

سوال: (۱۰۹) غسل کا طریقہ موافق شریعت جو ہو مطلع فرما کر مشکور وممنون فرمائیں۔

(۱۳۳۰/۲۹-۳۵۰ھ)

الجواب: طریقۂ غسل جنابت وغیرہ کا یہ ہے کہ اوّل ہاتھوں کو دھوئے، اور بدن پر اگر نجاست ہو اُس کو دور کرے، پھر پورا وضو کرے، پھر تمام بدن پر تین بار پانی بہاوے، اس طرح کے اوّل داہنے مونڈھے پر، پھر بائیں مونڈھے پر، پھر سر پر تین بار پانی بہاوے، اور شارح (منیہ) نے فرمایا کہ اوّل سر پر تین بار پانی ڈالے، پھر باقی بدن پر تین بار پانی بہاوے، الغرض تمام بدن پر تین دفعہ پانی بہاوے تاکہ غسل بہ طریقۂ سنت ادا ہو جاوے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۵۸)

---

(۱) وَ سنّة الغسل أن يقدّم الوضوءَ عليه كوضوء الصّلاةِ إلخ ، وأن يزيلَ النّجاسةَ الحقيقيّةَ كالمنيّ ونحوهٖ عن بدنهٖ إن كانت إلخ ، ثمّ يصيب الماءَ على رأسهٖ وسائر جسدهٖ ثلاثًا لما في الصّحيحين من حديث ابن عبّاس رضي اللّٰه عنهما قال: قالت ميمونة رضي اللّٰه عنها: وضعتُ للنّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم غسلاً ، فسترتهٗ بثوبٍ ، فصبّ على يديه ، فغسلهما ثمّ أدخل يمينه في الإناء ، فأفرغ بها على فرجهٖ ثمّ غسَله بشمالهٖ ، ثمّ ضرب بشمالهٖ الأرضَ ، فدلكها دلكًا شديدًا ، ثمّ غسَلها فمضمض واستنشق وغسلَ وجههٗ وذراعيه ، ثمّ أفرغ على رأسهٖ ثلاث حثيات ملأَ كفّيه ، ثمّ غسل سائر جسدهٖ ، ثمّ تنحّى فغسل قدميه ، فناولتُه ثوبًا ، فلم يأخذه ، فانطلق وهو ينفض يديه . ==

غسلِ جنابت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۱۰) غسل جنابت یا احتلام کے وقت شروع میں بسم اللہ وغیرہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ (۲۰۹۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: ہر غسل کے لیے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے(۱) بسم اللہ پڑھنی چاہیے(۲)
(۱۵۹/۱)

غسل میں نیت بھول گیا تو غسل ہوگیا

سوال: (۱۱۱) عمر کو غسل کی حاجت ہے، اس نے تمام شرائط ادا کیے، لیکن نیت غسل کی بھول گیا ہے، کپڑے پہننے کے بعد یاد آنے پر کہتا ہے کہ میرا غسل درست ہوا، عمر کا قول صحیح ہے یا نہ؟
(۱۰۲۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: قولِ عمر صحیح ہے، اس صورت میں غسل ہوگیا کیونکہ وضو اور غسل میں ہمارے نزدیک

== ثمّ كيفية الصّبّ ، قال شمس الأئمّة الحلوانيّ : يفيض على منكبهِ الأيمنِ ثلاثًا ، ثمّ الأيسر ثلاثًا ، ثمّ على رأسهِ وسائر جسدهِ ، وقيل : يبدأ بالأيمن ، ثمّ بالرّأس ، ثمّ بالأيسر وهو ظاهر المتن والهداية وغيرها وظاهر الحديث . (غنية المستملي في شرح منية المصلّي ، ص:۴۴، فرائض الغسل) ظفیر

(۱) مگر برہنہ ہونے کی حالت میں نہ پڑھے، جیسا کہ شامی میں ہے: و يُستحبُّ أن لا يتكلّمَ بكلامٍ مطلقًا ، أمّا كلامُ النّاس فلكراهتهِ حالَ الكشفِ ، و أمّا الدّعاءُ فلأنّه في مصبِّ المستعملِ ومحلِّ الأقذارِ والأوحالِ . (ردّ المحتار: ۲۶۱/۱، كتاب الطّهارة ، مطلب: سنن الغسل)

(۲) وَسُنَنُهُ كسُننِ الوُضُوءِ سوى التّرتيبِ ، وآدابُهُ كآدابهِ (الدّرّالمختار) قوله: (كسنن الوضوء) أي من البداءةِ بالنّيّةِ و التّسميةِ و السّواكِ و التّخليلِ و الدّلكِ و الولاءِ . (الدّرّ المختار على ردّالمحتار: ۲۶۰/۱-۲۶۱، كتاب الطّهارة ، مطلب: سنن الغسل) ظفیر

نیت فرض نہیں ہے؛ سنت ہے(۱) اور ترکِ سنت سے صحت میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ کذا في کتب الفقه(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۵۹)
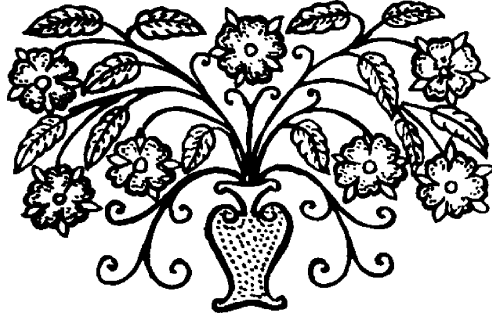
(۱) و النّية سنّة لتحصيل الثّوابِ لأنّ المأمورَ بهٖ ليس إلّا غسلاً ، و مسحًا في الآية ، و لم يعلّمه النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم للأعرابي مع جهلهٖ . (مراقي الفلاح مع حاشية الطّحطاوي ص:۷۳، كتاب الطّهارة ، فصل في سنن الوضوء)

(۲) و إنّما تسنُّ النّيّة في الوضوءِ ليكون عبادة ، فإنّهٗ بدونها لا يسمّٰى عبادة مأمورًا بها كما يأتي و إن صحّت به الصّلاة . (ردّ المحتار: ۱/۲۰۰، كتاب الطّهارة ، مطلب: الفرق بين الطّاعة والقربة والعبادة)

مستحبات وآدابِ غسل

اگر غسل خانہ کی دیواریں بڑی ہوں اور چھت نہ ہوتو برہنہ ہوکر غسل کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۱۲) جس غسل خانہ کی دیواریں بڑی ہیں اور چھت پٹی ہوئی نہیں تو اس میں برہنہ غسل کرے یا نہیں؟ (۲۲۴/۲۴-۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: جب کہ غسل خانہ کی دیواریں بڑی بڑی ہوں کہ بے پردگی (۱) نہیں ہے، تو اس میں برہنہ ہوکر نہانا درست ہے، اگر چہ چھت پٹی ہوئی نہ ہو، مگر اولیٰ یہ ہے کہ ننگا ہوکر نہ نہائے، الا بضرورۃ (۲) (کتبہ: رشید احمد عفی عنہ) (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۶۰)

---

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں بے پردگی کے بعد ''کہیں سے'' ہے یہ جملہ مفتی ظفیر الدین صاحب نے بڑھایا ہے، رجسٹر میں نہیں ہے، اور مطلب اس کے بغیر واضح ہے، اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔۱۲

(۲) **و يستحبّ أن يغتسل بمكان لا يراه فيه أحد لا يحلّ له النّظر لعورته ...... و قيل : يجوز أن يتجرّد للغسل وحده . (مراقي الفلاح مع حاشية الطّحطاوي، ص:۱۰٦، كتاب الطّهارة ، فصل في سنن الغسل)**

(۳) ''کتبہ: رشید احمد عفی عنہ'' مطبوعہ فتاویٰ میں نہیں ہے، رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ اور یہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ نہیں ہیں، بلکہ کوئی ناقل فتاویٰ ہے، رجسٹر نقول فتاویٰ سنہ ۲۹-۱۳۳۰ھ کے پہلے صفحہ پر یہ نوٹ درج ہے: ''رشید احمد صاحب جن کے دستخط اکثر فتاویٰ پر ہیں کوئی ناقل فتاویٰ ہے''۔۱۲

جہاں آدمی ہوں وہاں ننگے ہوکر نہانا درست نہیں

سوال: (۱۱۳) میدان میں یا ندی وتالاب پر برہنہ غسل کرنا درست ہے، یا تہبند باندھ کر؟ اور تہبند گھٹنوں سے اونچا ہو یا نیچا؟ اور ران دیکھنے سے غسل میں کچھ خلل آتا ہے یا نہ؟ اور غسل کے وضو سے نماز جائز ہے یا نہ؟ (۱۰۳۱/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: تنہا مکان میں برہنہ بھی غسل کرنا درست ہے (۱) اور جہاں آدمی ہوں وہاں گھٹنوں سے نیچا تہبند باندھ کر غسل کرے (۲) اور ران وغیرہ دیکھنے سے غسل میں کچھ خلل نہیں آتا اور غسل کے وضو سے نماز درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۶۱)

غسل فرض ہو اور پردہ کی جگہ نہ ہو تو مرد کا مردوں کے سامنے اور عورت کا عورتوں کے سامنے غسل کرنا واجب ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۱۴) 'بہشتی گوہر' میں لکھا ہے کہ اگر کسی پر غسل فرض ہو، اور پردہ کی جگہ نہیں تو ایسی حالت میں مرد کو مرد کے سامنے، اور عورت کو عورتوں کے سامنے غسل کرنا واجب ہے (۳) زید کہتا ہے کہ لفظ واجب اصل عربی عبارت میں نہ ہوگا۔ بکر کہتا ہے کہ یہ ترجمہ بالکل درست ہے آپ فیصلہ فرمادیں؟ (۱۴۳۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

---

(۱) وَ قيل: يجوز أن يتجرّد للغسل وتجرّد (؟) زوجته للجماع أيضًا إذا كان البيت صغيرًا .
(غنية المستملي في شرح منية المصلّي، ص:۴۵، فرائض الغسل) ظفير

(۲) و لا يجوز كشف العورة عند من لا يجوز نظره إليها . (غنية المستملي، ص:۴۵)

و هي ـــــ أي العورة ـــــ للرّجل ما تحتَ سُرّته إلى ما تحتَ رُكبته (درّمختار) فالرُّكبة من العورة .... لحديث عليّ رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: "الرُّكبة من العورة" . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار : ۲/۷۰، كتاب الصّلاة ، باب شروط الصّلاة ، مطلب في ستر العورة) ظفير

(۳) 'بہشتی گوہر' مولفہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ، ص:۳۳، مسئلہ: ۷، مطبوعہ: مکتبۃ البشریٰ، کراچی، پاکستان۔

الجواب: یہ مسئلہ صحیح ہے، درمختار میں ایسا ہی ہے، عبارت عربی کی یہ ہے: **عليه غُسلٌ وثَمَّة رجالٌ لا يَدعُهُ وإن رأوه، والمرأة بين رجالٍ أو رجالٍ ونساءٍ تؤخّرُهُ، لابينَ نساءٍ فقط** (۱) اس کا ترجمہ اور مطلب وہی ہے جو مولانا نے لکھا ہے، زید کو جب کہ عربی عبارت کے مفہوم کے سمجھنے کی استعداد نہیں تو اس کو اعتراض نہ کرنا چاہیے، **لا يدعه** کا ترجمہ لفظی تو یہ ہے کہ وہ مرد غسل کو نہ چھوڑے، مگر مطلب اس کا یہ ہے کہ غسل واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۶۹-۱۷۰)

بند مکان میں ننگے ہوکر نہانا درست ہے

سوال: (۱۱۵) بند مکان میں بلاتہبند غسل کرنا درست ہے یا نہ؟ (۱۰۳۱/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: ایسے موقع میں برہنہ غسل درست ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۶۱)
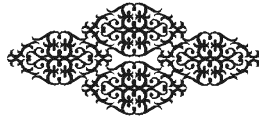
(۱) مگر علامہ شامی نے شرح منیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مذکورہ صورت میں ننگے ہوکر نہانا درست نہیں۔ **قوله: (لا يدعه وإن رأوه) عزاه في القنية إلى الوَبَريِّ، قال في شرح المنية: و هو غير مسلّمٍ، لأنّ ترك المنهيّ مقدّمٌ على فعل المأمورِ، وللغسل خَلَفٌ وهو التّيمّم، فلا يجوز كشف العورة لأجلهٖ عند من لا يجوز نظرهُ إليها، بخلاف الختان، و تمامه فيه. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۵۹، كتاب الطّهارة، مطلب في أبحاث الغسل)**

اور شرح منیہ میں ہے: **فإن أريد بقولهٖ: "و إن رأوه وبقول الآخر و ما ثمّه سُتْرَةٌ" رؤيته ما سوى العورة فلا كلام، و إن أريد العورة كما قال البزّازيّ: كَشفَ إزَارهُ في الحمّام لغسلهٖ وعصرهٖ لايأثم لعدم إمكان تطهيرهٖ بدونهٖ، و الإثم على النّاظر غير مسلّم، لأنّ ترك المنهيّ مقدّم على فعل المأمور إلخ. (غنية المستملي، ص: ۴۵، فرائض الغسل)** محمد امین پالن پوری

(۲) **وَ قيل: يجوز أن يتجرّد للغسل. (غنية المستملي في شرح المنية، ص: ۴۵، فرائض الغسل)**

موجباتِ غسل کا بیان

کپڑے پہن کر وطی کرنے سے غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۱٦) مرد کا حشفہ عورت کے عضو مخصوص میں داخل ہونے سے غسل فرض ہوتا ہے، خواہ منی نکلے یا نہ نکلے، اگر دونوں کپڑے پہنے ہوں اور مندرجہ بالا صورت پیش آئے تو دونوں پر غسل فرض ہے یا نہیں؟ (۹۴۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس صورت میں بھی احوط یہ ہے کہ (دونوں) غسل کریں، درمختار میں ہے: **والأحوط الوجوب إلخ** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱٦۲)

کپڑا لپیٹ کر جماع کرنے سے غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۱۷) عضوِ تناسل پر کپڑا موٹا لپیٹ کر جماع کرنے سے غسل کیوں واجب نہیں ہوتا؟ اور یہ فعل شنیع جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۵۸/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اصل یہ ہے کہ فقہاء بعض مسائل اُس باب کے لکھتے ہیں جن سے اُس باب کا تعلق

---

(۱) أولجَ حشفتَهُ أو قدرَها ملفوفةً بخِرقةٍ، إن وجد لذّةَ الجماعِ وجب الغسل وإلاّ لا على الأصحّ، و الأحوطُ الوجوبُ (درّمختار) أي وجوب الغسل في الوجهين. بحروسراج. (الدّرّ المختار مع الشّامي: ۱/۲۷۱، کتاب الطّهارة، مطلب في تحرير الصّاع والمدّ والرّطل) ظفیر

(ہے)(۱)اور دوسرے احکام اُس کے وہاں نہیں لکھتے، یہ امور کسی عالم سے زبانی معلوم کر لیے جاویں، پس مسئلۂ وجوبِ غسل میں اس سے بحث نہیں (فرماتے)(۱) کہ یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ جیسا کہ غسل کے احکام میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ أحد السّبیلین میں غیبوبتِ حشفہ سے غسل واجب ہوجاتا ہے، اوراس موقع پر یہ تصریح نہیں فرماتے کہ یہ فعل إیلاج أحد السّبیلین جائز ہے یا ناجائز؟ یہ حکم دوسرے باب میں لکھا گیا ہے کہ ایلاج فی الدّبر حرام ہے، اسی طرح خرقہ (کپڑے) کے ساتھ جماع کرنے کے بارے میں اس باب میں صرف وجوبِ غسل وعدم وجوبِ غسل کا حکم لکھنا مقصود ہے، اس کے جواز کا حکم لکھنا مقصود نہیں ہے، اس کا حکم دوسری جگہ ہے جو کہ اس باب سے متعلق نہیں ہے۔

اورعدم وجوبِ غسل خاص اس صورت میں ہے کہ خرقۂ ملفوفہ غلیظ ہو کہ حرارت ولذت معلوم نہ ہو، اور خرقۂ رقیق میں جس میں لذتِ جماع حاصل ہو مجرد دخول سے غسل واجب ہے، اور انزال کے ساتھ بہ اتفاق غسل واجب ہے، اور خرقۂ غلیظ (کے) (۱) ہونے کی صورت میں بھی احوط یہ ہے کہ غسل کیا جاوے۔ درمختار کی عبارت یہ ہے: **أولَجَ حشفتَه أو قدرَها ملفوفةً بخرقةٍ، إن وجدَ لذّةَ الجماعِ (درّمختار) أي بأن كانت الخرقةُ رقيقةً بحيث يجد حرارةَ الفرجِ واللّذّةِ(شامي) وجب الغسلُ، وإلّا لا على الأصحّ، والأحوط الوجوب إلخ (درّمختار).** **قوله: (و إلّا لا) أي مالم يُنزل.** اور (**والأحوطُ الوجوبُ**) کی شرح میں شامی میں لکھا ہے: **وبهٖ قالت الأئمّةُ الثّلاثةُ إلخ: و هو ظاهر حديث: "إذا التقى الختانان و غابت الحشفة وجب الغسل إلخ"**(۲) (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۶۳-۱۶۴)

سپاری کا کچھ حصہ داخل کرنے سے انزال ہوجائے تو عورت پر غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۱۸) اگر مرد کے پیشاب کے مقام کی سپاری کا پاؤ یا نصف یا تہائی حصہ فرج میں

(۱) اس جواب میں قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں وہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے بڑھائے گئے ہیں ۱۲

(۲) **الدّرّ المختار و الشّامي: ۱/۲۷۱، كتاب الطّهارة، مطلب في تحرير الصّاع و المدّ والرّطل.**

داخل ہوجاوے، اور جوش کے ساتھ منی نکل کر فرج میں داخل ہوجاوے، اس صورت میں عورت پر بھی غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ (۲۵۰/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: عورت پر غسل واجب نہیں (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۶۲-۱۶۳)

جاگتے ہوئے منی نکلے تب بھی غسل کرنا واجب ہے

سوال: (۱۱۹) اگر جاگتے میں منی نکل جائے تو غسل کرنا چاہیے یا نہیں؟ (۱۷۲۶/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: منی اگرچہ جاگتے میں نکلے تب بھی غسل کرنا واجب ہے (۲) فقط واللہ اعلم (۱/۱۶۲)

جماع کے بعد فوراً غسل کرنا ضروری نہیں

سوال: (۱۲۰) بعض حضرات بعد از جماع فوراً غسل کا حکم دیتے ہیں جس میں احتمال بیماری وغیرہ کا ہے؛ کیا شرعی حکم ایسا ہی ہے؟ (۹۴۹/ ۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ بہتر ہے لیکن اگر کچھ تاخیر کرے تو کچھ حرج اور گناہ نہیں ہے (۳) فقط (۱/۱۶۲)

---

(۱) کیوں کہ عورت کو انزال نہیں ہوا، نہ التقاء ختانین ہوا ہے، التقاء ختانین اس وقت ہوتا ہے جب پورا حشفہ داخل ہو۔ و فرض الغسل إلخ عند إيلاج حشفة ، هي ما فوق الختان إلخ أو إيلاج قدرها من مقطوعها ولو لم يبقَ منه قدرُها ، قال في الأشباه: لم يتعلّق به حكم ، ولم أره. (درّمختار) قوله: (هي ما فوق الختان) كذا في القاموس ، وزاد الزّيلعيّ: من رأس الذّكر. وفي حاشية نوح آفندي: هي رأس الذّكر إلى الختان إلخ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/ ۲۶۷-۲۶۸، كتاب الطّهارة، مطلب في تحرير الصّاع والمدّ والرّطل) محمد امین پالن پوری

(۲) و فرض الغسل عند خروج مني من العضو. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/ ۲۶۵، كتاب الطّهارة ، مطلب في تحرير الصّاع و المدّ و الرّطل) ظفیر

(۳) عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: ذكر عمر بن الخطّاب رضي الله عنه لرسول الله صلّى الله عليه وسلّم أنّه تصيبه الجنابةُ من اللّيل ، فقال له رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: توضّأ واغسل ذكرك ، ثمّ نَم ، متّفق عليه . (مشكاة المصابيح ، ص:۴۹، كتاب الطّهارة، باب مخالطة الجنب وما يباح له ، الفصل الأوّل) ظفیر

احتلام کو روک لیا جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۲۱) مجھ کو چند روز سے بدخوابی زیادہ ہوتی ہے، اور ساتھ ہی عادت بھی ہوگئی ہے کہ احتلام کو روک لیتا ہوں بعض مرتبہ تو قطرہ وغیرہ کچھ نہیں نکلتا، اور بعض وقت ایک آدھ قطرہ نکل آتا ہے، مجھ کو بعض وقت یہ شبہ ہوتا ہے کہ قطرہ کود کر شہوت کے ساتھ نکلا، اور بعض وقت کود کر شہوت کے ساتھ نہ نکلنے کا یقین ہوتا ہے، قطرہ بعض مرتبہ چونّی کے برابر، بعض مرتبہ ذرا بڑا، بعض مرتبہ چھوٹا ہوتا ہے، بعض مرتبہ یہ بھی ہوتا ہے کہ احتلام کو روک دینے کے بعد بلا شہوت بھی ایک دو قطرہ آجاتا ہے ایسی حالت میں غسل فرض ہوجاتا ہے یا نہیں؟ (۳۹۷/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: جس صورت میں قطرہ آدھ قطرہ نکلنے کا یقین ہو، اس صورت میں غسل واجب ہوجاتا ہے، اور جس صورت میں خروج قطرہ وغیرہ کا بالکل نہ ہو اس صورت میں غسل واجب نہیں ہوتا، اور احتلام کو روک لینے کے بعد بلا شہوت اگر کوئی قطرہ نکل آوے؛ تو امام ابو یوسفؒ اس میں غسل کو واجب نہیں فرماتے، اور امام ابو حنفیہ وامام محمدؒ غسل کو واجب فرماتے ہیں، اور یہی احوط ہے[۱] فقط (۱/۱۶۳)

عورت کو شہوت سے منی نکلے تو غسل فرض ہے

سوال: (۱۲۲) عورتوں کو اگر شہوت سے منی نکلے مانند مردوں کے تو ان پر غسل فرض ہے یا نہیں؟ (۴۲۳/ ۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: غسل فرض ہے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۶۴-۱۶۵)

---

(۱) وفُرض الغسلُ عند خروج منيّ إلخ منفصلٍ عن مَقرِّهِ بشهوة ...... لأنّه (أي الدّفق) ليس بشرطٍ عندهما خلافًا للثّاني ، و لذا قال : و إن لم يخرج من رأس الذّكر بها، و شَرطَهُ أبويوسف ، و بقوله يفتىٰ إلخ (درّمختار) و لا سِيَّما قد ذكروا أنّ قوله قياس، و قولَهما استحسانٌ وأنّه الأحوطُ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار : ۱/۲۶۵-۲۶۶، كتاب الطّهارة ، مطلب في تحرير الصّاع والمدّ والرّطل) ظفیر

(۲) وَالمعاني الموجبةُ للغسل : إنزالُ المنيّ على وجهِ الدَّفْق والشّهوة من الرّجل والمرأة حالةَ النّوم و اليقظة . (الهداية: ۱/۳۱، كتاب الطّهارات ، فصل في الغسل) ظفیر

عورت کو احتلام ہو تو غسل فرض ہے

سوال: (۱۲۳) عورتوں کو اگر احتلام ہو تو غسل فرض ہے یا نہیں؟ (۴۲۳/ ۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: غسل فرض ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۱۶۵)

عورت کی پیشاب گاہ میں انگلی داخل کرنے سے غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۲۴)...... (الف) مرد نے قصداً عورت کی پیشاب گاہ میں انگلی کردی، اس حالت میں عورت کو غسل واجب ہوا یا نہیں؟

(ب) ایک عورت اگر دوسری عورت کے جسم میں دوا پہنچانے یا کوئی خرابی اندرونی دیکھنے کو ہاتھ یا انگلی کرے، یا خواہ مخواہ ہی کرے، تو غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: (الف - ب) اس میں غسل واجب نہیں ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۱۶۵)

---

(۱) عن أمّ سلمةَ أمّ المؤمنينَ رضي الله عنها ، أنّها قالتْ : جآء ت أمُّ سُليمٍ امرأةُ أبي طلحةَ إلى رسول اللّهِ صلّى الله عليهِ وسلّم ، فقالت: يا رسولَ اللّهِ ! إنّ اللّهَ لَا يستحْييْ مِن الحقّ ، هلْ علَى المرأةِ مِن غُسلٍ إذا هِيَ احتلمتْ ؟ فقال رسول الله صلّى الله عليهِ وسلّم : " نَعَمْ إذا رأَتِ المَاءَ". (صحيح البخاري: ۱/ ۴۲، كتاب الغسل ، باب إذا احتلمتْ المرأةُ)

ترجمہ: ام سلیم جو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ حق بات سے شرم نہیں کرتے، کیا عورت پر بھی غسل ہے جب اسے بدخوابی ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں! جب وہ پانی دیکھے"۔ یعنی بیدار ہونے کے بعد کپڑے پر منی کی تری دیکھے تو اس پر بھی غسل واجب ہے۔

(۲) ولا عند إدخال أصبع ونحوه كذكرِ غيرآدمي وذكر خنثى وميّتٍ وصبيٍّ لا يشتهي ، وما يصنع من نحو خشب في الدّبر أو القُبل على المختار. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/ ۲۷۲-۲۷۳، كتاب الطّهارة ، قبيل مطلب في رطوبة الفرج)

==

دایہ دوا لگانے کے لیے شرم گاہ میں انگلی داخل کرے تو غسل واجب نہیں ہوتا

سوال: (۱۲۵) اگر ادخالِ اصبع (انگلی) یا اصبعین دو تین مرتبہ دایہ بہ غرض دوا لگانے کے کرے؛ تو مدخولہ پر غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ (۹۹۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس سے غسل واجب نہیں ہوتا(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۶۷)

عورت بغیر شہوت کے اپنی انگلی شرم گاہ میں ڈالے تو اس سے نہ غسل واجب ہوتا ہے اور نہ روزہ ٹوٹتا ہے

سوال: (۱۲۶) عورت اگر بغیر شہوت کے فرج میں انگلی ڈالے تو اس پر غسل آوے گا یا نہیں؟ اور حالتِ روزہ میں ایسا کرنے سے روزہ میں کچھ فرق آوے گا یا نہیں؟ (۱۵۰۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: نہیں (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۶۸)

= = اگر کوئی عورت شدت شہوت کی وجہ سے منی نکالنے کے ارادے سے شرم گاہ (قُبل) میں انگلی کرے تو غسل واجب ہوگا۔ و في وجوب الغسل بإدخال الأصبع في القبل أو الدّبر خلافٌ ، والأولٰى أن يجب في القبل إذا قصد الاستمناءَ لغلبة الشّهوة ، لأنّ الشّهوة فيهنّ غالبة ، فيُقام السّببُ مقامَ المسبّبِ ، وهو الإنزال ، دون الدّبر لعدمها. (غنية المستملي، ص:۴۰، قبيل فرائض الغسل) ظفیر

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) بغیر شہوت کے شرم گاہ میں انگلی داخل کرنے سے غسل واجب نہیں ہوتا، اس کا حوالہ پہلے گزر چکا اور روزہ اس وقت نہیں ٹوٹتا جب انگلی خشک ہو، اگر انگلی بھیگی ہوئی ہوگی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ أو أدخل أصبعه اليابسةَ فيه أي دبرِهِ أو فرجِها إلخ لم يُفْطِر. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۳/۳۲۹-۳۳۳، كتاب الصّوم، باب ما يُفسد الصّومَ و ما لا يُفسدهُ)

قوله: (و لو مبتلّة فسد) لبقاء شيءٍ من البلّة في الدّاخل ، و هٰذا لو أدخل الأصبع إلى موضع الحُقنة . (ردّ المحتار: ۳/۳۲۹ ، كتاب الصّوم) = =

نابالغ لڑکا بالغہ سے یا بالغ مرد نابالغہ سے جماع کرے تو غسل کس پر ہے؟

سوال: (۱۲۷) اگر نابالغ لڑکا بالغہ سے، یا بالغ مرد نابالغہ سے جماع کرے، تو غسل کس پر واجب ہوگا؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: عورت بالغہ پر غسل واجب ہوگا ــــــ اگر لڑکا اس قابل ہے کہ جماع کرسکتا ہے، قریب البلوغ ہے، اور اس کو شہوت ہوتی ہے تو اس پر غسل واجب ہے ــــ علی ہذا القیاس اگر جماع کرے بالغ مرد نابالغہ سے تو مرد پر غسل واجب ہے ــــــ اگر لڑکی مراہقہ قریب البلوغ ہے، اور اس کو شہوت ہوتی ہے تو اس پر بھی غسل واجب ہے، یہ مسئلے منية المصلّي اور ہدایہ، قدوری میں ہیں (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۶۵-۱۶۶)

نابالغہ لڑکی سے وطی کی گئی تو اس پر غسل فرض نہیں مگر غسل کر لینا اچھا ہے

سوال: (۱۲۸) نابالغہ لڑکی سے زنا کیا گیا تو اس پر غسل فرض ہے یا نہ؟ (۵۵۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: نابالغہ پر غسل فرض نہیں ہے مگر غسل کر لینا اچھا ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۶۷)

= = ولو أدخل أصبعهٗ في إسته أو المرأة في فرجها لا يفسد و هو المختار ، إلّا إذا كانت مبتلّةً بالماء أو الدّهن فحينئذٍ يفسد . (الفتاوٰى الهنديّة :۱/۲۰۴، كتاب الصّوم ، الباب الرّابع : فيما يفسد و ما لا يفسد) محمد امین پالن پوری

(۱) صبيٌّ ابنُ عشرٍ جامعَ امرأتَهُ البالغةَ ، عليها الغسلُ لوجود مُواراةِ الحَشَفَةِ بعدَ توجّه الخطاب، ولا غسلَ على الغلام لانعدام الخطاب، إلّا أنّه يؤمربهٖ تخلّقًا، كما يؤمر بالوضوء والصّلاة ولوكان الزّوجُ بالغًا والزّوجةُ صغيرةً تشتهي، فالجوابُ على العكسِ. (غنية المستملي، ص:۴۰ قبيل فرائض الغسل) نیز اگلے جواب کا حاشیہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) و عند إيلاج حشفةٍ ...... آدمي إلخ في أحد سبيلي آدميّ حيّ يجامَع مثلُهٗ ...... عليهما أي الفاعلِ والمفعولِ لو كانا مكلّفين ، ولو أحدُهما مكلّفًا فعليه فقط ، دون المراهق ، لكن يُمنع من الصّلاة حتّٰى يغتسلَ ، ويُؤمَر بهٖ ابن عشرٍ تأديبًا (درّمختار) وفي القنية: قال محمّدؒ: وطيَ صبيّةً يجامَعُ مثلُها يُستحبّ لها أن تَغتسِلَ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۶۷-۲۶۸، كتاب الطّهارة ، مطلب في تحرير الصّاع والمدّ والرّطل) ظفیر

پیشاب کر کے غسل کرنے کے بعد منی نکلے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۲۹) اگر کسی کی منی رقیق ہو اور وہ بعد پیشاب کرنے کے غسل کرے، اور پھر بقیہ منی نکل آوے تو پھر غسل واجب ہوگا یا نہ؟ (۳۲/۱۴۳۸-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس بارے میں شامی میں یہ تفصیل کی ہے کہ بعد بول کے اگر انتشار باقی رہے، اور اسی انتشار کی حالت میں بقیہ منی نکلے تو غسل دوبارہ لازم ہے، اور اگر انتشار نہیں رہا تو غسل واجب نہیں، اور وجوبِ غسل کے لیے انفصال بہ شہوت شرط ہے، اگر چہ خروج بہ شہوت نہ ہو، مگر مواقع ضرورت میں خروج بہ شہوت پر فتویٰ ہے، جو قول ہے (امام)[1] ابو یوسف کا، پس ماسوائے ضرورت کے انفصال بہ شہوت پر فتویٰ ہے۔ کذا في الدّرّ المختار و الشّامي و غیرهما[2] فقط (۱/۱۶۶)

دھات (ودی) سے غسل واجب نہیں

سوال: (۱۳۰) اگر کسی کو دھات[3] آوے تو اس پر غسل واجب ہے کہ نہیں؟
(۲۰۸۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) قوسین کے درمیان جو لفظ ہے وہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے بڑھایا گیا ہے۔

(۲) و في الخانیة: خرج منيّ بعدَ البولِ ، و ذَکَرُہٗ منتشر لزمه الغسلُ. قال في البحر: و محلّه إن وجد الشّهوةَ (درّمختار) قَوْلُہٗ: (ومَحلُّہٗ) أي ما في الخانیّة . قال في البحر: ویدُلّ علیه تعلیلُہٗ في التّجنیسِ ، بأنّ في حالةِ الانتشارِ وجد الخروج والإنفصال جمیعًا علی وجه الدّفْقِ و الشّهوةِ اهـ . و عبارة المحیط کما في الحلیَةِ : رجلٌ بال فخرج من ذَکَرہ مَنِيٌّ ، إن کان منتشرًا فعلیه الغسلُ ، لأنّ ذلك دلالةُ خروجهٖ عن شهوةٍ.

لأنّه ـــــ أي الدّفْق ـــــ لیس بشرط عندهما خلافًا للثّاني ، ولذا قال: وإن لم یخرج من رأس الذّکر بها ـــــ أي بشهوة ـــــ وشَرَطَہٗ أبویوسف ، وبقوله یفتٰی في ضیفٍ خاف رِیْبَةً أو استحٰی إلخ . وبقول أبي یوسف نأخذُ ، لأنّه أیسرُ علی المسلمین ، قُلت: ولا سیّما في الشّتاء والسّفَرِ. (درّمختار) فینبغي الإِفْتَاءُ بقولهٖ في مواضِعِ الضّرورةِ فقط. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۶۶-۲۶۷، کتاب الطّهارة، مطلب في تحریر الصّاع والمدّ والرّطل) ظفیر

(۳) دھات: پیشاب کے ساتھ خارج ہونے والا سفید مادہ۔ (فیروز اللغات)

الجواب: دھات سے غسل واجب نہیں ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۶۶)

ہم بستری کے بعد عورت حائضہ ہوگئی تو حیض سے پاک ہوکر غسل کرے

سوال: (۱۳۱) ایک شخص اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا، صبح کو اس کی بیوی حائضہ ہوگئی تو اس کی بیوی پر غسلِ جنابت فرض ہے یا نہیں؟ (۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: غسلِ جنابت اس پر فرض نہیں رہا، حیض سے پاک ہوکر غسل کرے(۲) فقط (۱/۱۶۷)

زنا اور اغلام وغیرہ سے بھی غسل واجب ہے

سوال: (۱۳۲) اغلام اور زنا، رنڈی بازی وغیرہ کا غسل واجب ہے یا مستحب؟

(۸۷۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس حالت میں غسل واجب ہے(۳) اور جو گناہ کبیرہ اس فعل شنیع سے ہوا اس سے توبہ کرے، اور جنابت خواہ فعل حلال سے ہو خواہ حرام سے غسل کا طریق ایک ہی ہے۔ فقط (۱/۱۶۷)

---

(۱) لا —— أي لایفرض الغسل —— عند مذيّ أو وديّ بل الوُضُوء منه ومن البول جمیعًا علی الظّاهر. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۷۲، کتاب الطّهارة، قبیل مطلب في رطوبة الفرج) ظفیر

(۲) فروع: إن أجنبت المرأة ثمّ أدرکها الحیض، فإن شاء ت اغتسلت و إن شاء ت أخّر حتّی تطهرَ، و کذا الحائض إذا احتلمت أو جُومعت فهي بالخیارِ. (غنیة المستملي في شرح منیة المصلّي: ص:۴۹، بحث فرائض الغسل)

(۳) و فُرض الغسل عند خروج منيٍّ إلخ، وعند إیلاج حشفةٍ: هي ما فوق الختان إلخ أو إیلاجِ قدرِها من مقطوعها إلخ في أحد سبیلي آدميٍّ حيٍّ یُجامَعُ مثلُهٗ علیهما أي الفاعلِ والمفعولِ لو کانا مکلَّفینِ. (الدّرّ المختار علی ردّ المحتار: ۱/۲۶۵-۲۶۸، کتاب الطّهارة، مطلب في تحریر الصّاع والمدّ والرّطل) ظفیر

نیند سے اٹھ کر عضو پر تری دیکھی اور یقین ہے کہ وہ منی نہیں تو غسل واجب نہیں ہے

سوال: (۱۳۳) ایک شخص نیند سے اٹھ کر احلیل ذکر میں تری دیکھتا ہے، اس کو یقین ہے کہ احتلام نہیں ہوا، یا اس کو احتلام یاد نہیں اور یہ مذی کی تری ہے، اور اثر منی کا بدن اور کپڑے پر مطلقًا نہیں ہے، اس صورت میں غسل واجب ہے یا نہیں؟ (۸۵۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس صورت میں غسل واجب نہیں ہے۔ منیہ میں بھی مطلقًا اس صورت میں غسل کو واجب نہیں کیا؛ جیسا کہ اس کی عبارت: إن كان ذكرُه منتشرًا قبل النّوم (۱) سے اس کی تفصیل کی ہے، جس صورت میں وجوبِ غسل فرمایا ہے وہ وجوب احتیاطًا فرمایا ہے، چنانچہ کبیری کی عبارت جو علیحدہ پرچے پر منقول ہے، اس میں صاف ہے کہ وجوبِ غسل کی اس میں کوئی دلیل نہیں ہے (۱) اور پھر دلائل عدم وجوب غسل بیان فرمائے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۶۸)

خواب میں کسی عورت سے جماع کیا مگر انزال نہ ہوا تھا کہ جاگ گیا اور پیشاب کے وقت سفید قطرات آئے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۳۴)......(الف) زید نے خواب میں کسی عورت سے جماع کیا، مگر ابھی انزال نہ ہوا تھا کہ زید بیدار ہوا، جب پیشاب کرنے لگا تو قبل از بول چند قطرہ رقیق سفید ذکر سے خارج ہوئے؛ آیا زید پر غسل واجب ہے یا نہیں؟

(ب) عمر کو مرضِ سرعتِ انزال یعنی رقتِ منی لاحق ہے، اگر وہ کسی قسم کا خیال یا تصور کرے یا

---

(۱) و إن استيقظ فوجد في إحليله بللاً ، لا يدري أ منيٌّ هو أ مذيٌّ؟ ولم يتذكّر حُلمًا ، ينظُر إن كان ذكره منتشرًا قبل النّوم فلاغسل عليه، لأنّ الانتشار سببٌ لخروج المذيّ فيحمل عليه ، وإن كان ذكره قبل النّوم ساكنًا فعليه الغسل ، للاحتياط المذكور في الخلاصة إلخ . (غنية المستملي، ص:۳۸، فصل في الاغتسال وسببه) ظفیر

خواب میں یا بیداری میں اس کا ذکر منتشر ہوجائے؛ تو ذکر سے چند قطرۂ رقیق سفید نکل آتے ہیں، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بغیر تصور و انتشار قبل از بول چند قطرۂ رقیق سفید خارج ہوتے ہیں، ان تمام حالتوں میں غسل واجب ہے یا نہیں؟ (۱۵۴۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف - ب) ظاہر یہ ہے کہ ان سب صورتوں میں جو کچھ قطرات سفید نکلے، وہ مذی ہے، جیسا کہ تعریفِ مذی: ماءٌ رقیقٌ أبیضُ یخرجُ عند الشّهوةِ لا بها [۱] (شامی) اس پر صادق آتی ہے، لہٰذا اس پر غسل واجب نہیں ہے، اور اگر احتیاطًا (غسل) [۲] کر لیوے تو اچھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۶۹)

کئی بار ہم بستری کرنے کے بعد ایک غسل کافی ہے

سوال: (۱۳۵) جس شخص نے ایک شب میں کئی بار جماع کیا ہو، وہ اگر صرف صبح کو ایک ہی غسل کرے تو کافی ہوگا یا نہیں؟ (۱۷۸۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: ایک غسل کافی ہے [۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۷۰)

حالتِ جنابت میں جزدان کے ساتھ قرآن چھونا جائز ہے

سوال: (۱۳۶) حالتِ جنابت میں قرآن شریف کو جزدان کے ساتھ چھو سکتے ہیں یا نہیں؟ اور بے وضو قرآن شریف اور درود شریف پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جزدان کے ساتھ جنبی قرآن شریف کو چھو سکتا ہے [۴] اور بے وضو کو پڑھنا قرآن

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۷۲، کتاب الطّهارة، قبیل مطلب في رطوبة الفرج.

(۲) قوسین کے درمیان جو لفظ ہے وہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔۱۲

(۳) عن أنس رضي الله عنه قال: کان النّبيّ صلّی الله علیه وسلّم یطوف علی نساءه بغسلٍ واحدٍ. رواه مسلم. (مشکاة المصابیح، ص: ۴۹، کتاب الطّهارة، باب مخالطة الجنب و ما یباح له، الفصل الأوّل) ظفیر

(۴) ولا یجوز لهم أي للجنب والحائض والنّفساء مسُّ المصحفِ إلّا بغلافه، وکذا کلّ ما فیه آیةٌ تامّةٌ من لوحٍ أو درهمٍ ونحو ذلك لقوله تعالیٰ: ﴿لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ (الواقعة: ۷۹) (غنیة المستملي، ص: ۵۱، قبل فصل في التیمّم) ظفیر

(شریف) (۱) اور درود شریف کا درست ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۷۰)

ذِکر ہر حالت میں جائز ہے

سوال: (۱۳۷) ایک شخص بلا لحاظ پاکی و ناپاکی کے ہر وقت اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے، یا اللہ، یارحمان، یارحیم، یا کریم پڑھا کرتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور ثواب ہوتا ہے یا نہیں؟

(۱۵۵۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یا اللہ، یارحمان، یارحیم، یا کریم اٹھتے بیٹھتے پڑھنا اور اس کی عادت کر لینا جائز بلکہ عمدہ اور اولیٰ ہے، اور پڑھنے والے کے لیے اجر وثواب ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ، اور وضو سے ہو تو اچھا ہے، اور زیادہ ثواب ہے، اور بے وضو بھی درست ہے اور اس میں بھی ثواب ہے (۳) فقط واللہ اعلم (۱/۱۷۱)
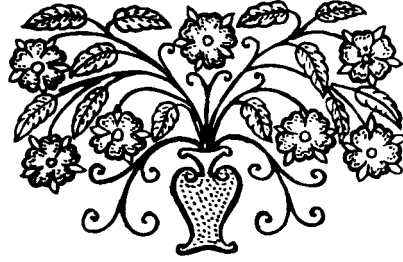
(۱) قوسین کے درمیان جو لفظ ہے وہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔۱۲

(۲) و لا تکره قراءة القرآن لِلمُحدِثِ ظاهرًا أي علیٰ ظهر لسانهٖ حفظًا بالإجماع. (غنية المستملي، ص:۵۲، قبل فصل في التيمّم)

فالوضوءُ لمطلق الذِّكر مندوبٌ وتركُهٗ خلافُ الأولیٰ. (الدّرّ المختار علی ردّالمحتار: ۱/۲۸۳، كتاب الطّهارة، مطلب يُطلَق الدّعاءُ علی ما يشملُ الثّناء) ظفیر

(۳) ولا بأسَ لحائض وجنب بقراءة أدعية ومسّها وحملها وذكر اللّٰه تعالیٰ (الدّرّ المختار) قال الشّامي: قوله: (لا بأس) يشير إلیٰ أن وضوء الجنب لهٰذه الأشياء مستحبّ كوضوء المحدث. (الشّامي: ۱/۴۲۴، كتاب الطّهارة، باب الحيض، مطلب: لو أفتیٰ مفتٍ بشيء إلخ)

پانی کے مسائل

پانی کی پاکی ناپاکی کا مسئلہ

سوال: (۱۳۸) (کچھ لوگ کہتے ہیں) پانی سب پاک ہے، کوئی نجس چیز پڑ جاوے لیکن مزہ اور رنگ نہ بدلے۔ قلتین کی حدیث پیش کرتے ہیں ماء جاری کی قید نہیں لگاتے۔ (۱۳۳۸/۳۳۲ھ)

الجواب: پانی کی بحث اور قلتین کی تحقیق کتاب ''ایضاح الادلہ'' (۱) میں مفصل ہے اس سے سب شبہات حل ہو جائیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۲/۱)

وضاحت: اس مسئلہ کو ترمذی شریف کے شارح اور دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث وصدر المدرسین حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم نے بہت اچھے انداز میں سمجھایا ہے، اس سے تمام شبہات حل ہو جاتے ہیں، آپ فرماتے ہیں: پانی میں ناپاکی گر جائے تو وہ ناپاک ہوتا ہے یا نہیں؟ اور ناپاک ہوتا ہے تو کب ہوتا ہے؟ یہ معرکۃ الآراء مسئلہ ہے، اس لیے تین مرحلوں میں بیان کیا جاتا ہے:

مذاہبِ فقہاء: اصحابِ ظواہر یعنی غیر مقلدین کہتے ہیں کہ پانی کی ذات پاک ہے اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرسکتی، خواہ پانی تھوڑا ہو یا زیادہ، اور خواہ ناپاکی گرنے سے اوصاف میں تغیر آئے

---

(۱) ایضاح الادلہ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی قدس سرہٗ کی معرکۃ الآراء کتاب ہے، اور ادلۂ کاملہ کی شرح ہے، ان دونوں کتابوں کو شیخ الہند اکیڈمی نے حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری کی تشریح و تعلیق کے ساتھ جدید انداز میں شائع کیا ہے۔ مکتبہ دارالعلوم دیوبند سے ان کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ محمد امین پالن پوری

یا نہ آئے۔ ہر حال میں پانی پاک ہے۔

تمام فقہاء ومحدثین کے نزدیک قلیل پانی میں ناپاکی گرنے سے پانی ناپاک ہوجاتا ہے اور کثیر پانی جب تک کوئی وصف نہ بدلے ناپاک نہیں ہوتا، پھر قلیل وکثیر کی تعیین میں اختلاف ہے۔

(الف) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تھوڑا یا زیادہ ہونا امر اضافی ہے، اگر پانی میں ناپاکی کا اثر ظاہر ہوجاتا ہے تو پانی ناپاکی کی بہ نسبت قلیل ہے اور وہ ناپاک ہوجائے گا اور اگر ناپاکی کا اثر ظاہر نہیں ہوتا تو وہ ناپاکی کی بہ نسبت کثیر ہے، پس وہ ناپاک نہیں ہوگا۔ مثلاً: ایک لوٹے میں پیشاب کے دو تین قطرے گر جائیں تو اس کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوگا۔ پس امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک وہ پانی پاک ہے، غرض ان کے نزدیک **ظهور الأثر و عدمُه** پر مدار ہے۔

(ب) اور امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک قلیل وکثیر کا مدار قلتین پر ہے، **قلّة**: کے معنی ہیں مٹکا، **قلّ الشیئ**: کے معنی ہیں اٹھانا، جس مٹکے میں پانی بھر کر سر پر اٹھا کر لایا جاتا ہے وہ مٹکا مراد ہے، دو مٹکے یا زیادہ کثیر پانی ہے وہ ناپاکی گرنے سے اس وقت ناپاک ہوگا جب اس کا کوئی وصف بدلے اور دو مٹکوں سے کم پانی قلیل ہے اس میں ناپاکی گرنے سے پانی ناپاک ہوجائے گا خواہ کوئی وصف بدلے یا نہ بدلے۔

(ج) اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قلیل وکثیر کا مدار پانی کے پھیلاؤ پر ہے۔ اگر پانی کا پھیلاؤ اتنا ہے کہ ایک طرف کی حرکت کا اثر دوسری طرف نہیں پہنچتا تو وہ کثیر ہے اور حرکت دوسری طرف پہنچتی ہے تو وہ قلیل ہے، امام اعظم کے مسلک کے لیے تعبیر ہے۔ **خُلوص الأثر و عدمُه**: ایک طرف کے اثر کا دوسری طرف پہنچنا یا نہ پہنچنا۔ پھر چوں کہ اس کا (سمجھنا) عوام کے لیے مشکل تھا تو طلبہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے اس کی تعیین چاہی۔ آپ نے فرمایا: **كصحن مسجدي هذا**: جس مسجد میں وہ سبق پڑھا رہے تھے اس کے صحن کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: میری اس مسجد کے صحن کے بہ قدر پانی کا پھیلاؤ ہو تو وہ کثیر پانی ہے۔ طلبہ نے اس صحن کی پیمائش کی تو متعدد اقوال پیدا ہوگئے، ہشت در ہشت، دہ در دہ، دوازدہ در دوازدہ، یعنی ہر کنارہ آٹھ ہاتھ یا دس ہاتھ یا بارہ ہاتھ کا ہو۔ ایک ہاتھ ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے۔ بعد کے مفتیوں نے درمیانی قول دہ در دہ فتویٰ کے لیے متعین کردیا۔ مگر یہ اصل مذہب نہیں۔ اصل مذہب **ظهور الأثر و عدمُه** ہے۔

پانی کی پاکی ناپاکی سے متعلق روایات:

۱- باب: ۱۹ میں یہ حدیث گذری ہے کہ جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں نہ ڈالے، کیوں کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے کہاں رات گذاری ہے۔ امام مالکؒ اس حدیث کو باب نظافت سے قرار دیتے ہیں، مگر دیگر ائمہ اس حدیث کا تعلق پانی کی طہارت ونجاست سے مانتے ہیں۔

۲- باب: ۶۸ میں یہ روایت آرہی ہے کہ اگر کتا کسی برتن میں مُنہ ڈال دے تو اس کو سات مرتبہ دھویا جائے حالاں کہ کتّے کے مُنہ ڈالنے سے مظروف کے اوصاف میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، اس کے باوجود پانی ناپاک ہوجائے گا۔ اور امام مالک کے نزدیک کتّے کا جھوٹا پاک ہے اور برتن دھونے کا حکم تعبدی ہے۔ یعنی غیر معقول المعنی ہے۔

۳- بُضاعه نامی کنویں کی روایت ہے، بُضاعه ایک جاہلی عورت کا نام ہے، یہ کنواں اس کے نام سے مشہور تھا۔ بیر بضاعہ مدینہ کی نشیبی جانب میں واقع تھا، جب بارش ہوتی تھی تو شہر کا پانی اس پر سے گذرتا تھا اور ہر طرح کی گندگیاں اس میں پڑتی تھیں، پھر جب اس سے باغات کی سینچائی شروع ہوتی تھی تو اس کا پانی پینے کے لیے اور استعمال کے لیے لوگ لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ نبی ﷺ اس کنویں کے پانی سے وضو فرما رہے تھے کسی نے سوال کیا کہ آپ بیر بضاعہ کے پانی سے وضو فرماتے ہیں؟ یا پوچھنے والے نے مسئلہ پوچھا کہ ہم بیر بضاعہ کے پانی سے وضو کر سکتے ہیں جب کہ اس میں حیض کے چیتھڑے، کتّوں کے گوشت اور بدبودار چیزیں ڈالی جاتی ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: إنّ الماءَ طَهورٌ لا يُنَجِّسه شيءٌ: بے شک پانی پاک کرنے والا ہے کوئی چیز اس کو ناپاک نہیں کرتی۔ یہ روایت باب: ۴۹ میں آرہی ہے۔

۴- قلّتین کی روایت ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی ﷺ سے اس پانی کے بارے میں پوچھا گیا جو چٹیل زمین میں ہوتا ہے اور جس پر درندے اور پالتو چوپائے باری باری آتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: إذا كان الماءُ قلّتين لم يحمل الخبث: جب پانی دو مٹکے ہو تو وہ ناپاکی کو نہیں اٹھاتا۔ یہ حدیث باب: ۵۰ میں آرہی ہے۔

۵- نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: لا یبولنّ أحدُکم في الماء الدّائم ثمّ یتوَضّأ منه : ہرگز تم میں سے کوئی ہمیشہ رہنے والے پانی میں پیشاب نہ کرے، پھر وہ اس سے وضو کرے یہ حدیث باب: ۵۱ میں آرہی ہے۔

۶- سمندر کی روایت ہے، کسی نے نبی ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ہم سمندر کا سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا پانی لے جاتے ہیں، پس اگر ہم اس سے وضو کریں تو پیاسے مریں گے۔ پس کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کرسکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ھو الطّھور ماءُ ہ الحِلُّ میتتُه: سمندر ہی کا پانی پاک کرنے والا ہے اس کا مردار حلال ہے۔

۷- غدیر (تالاب) کی روایت ہے، حضرت جابر یا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے، ہم ایک ایسے تالاب پر پہنچے جس میں مردار پڑا ہوا تھا، پس ہم بھی رک گئے اور لوگ بھی رک گئے۔ یہاں تک کہ نبی ﷺ تشریف لے آئے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہے! پانی کیوں نہیں پیتے؟ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ مردار ہے، آپ نے فرمایا: استَقوا فإنّ الماءَ لا ینجسه شيء : پانی پیو، پس بے شک پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ چنانچہ ہم نے پیا اور سیراب ہوئے۔ یہ روایت امام طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار کے پہلے باب میں روایت کی ہے اور یہ روایت ابن ماجہ میں بھی حدیث نمبر: ۵۲۰ پر ہے۔

یہ وہ روایات ہیں جن پر پانی کی پاکی ناپاکی کا مدار ہے، ان کے علاوہ جو روایات ہیں وہ انہیں کے ہم معنی ہیں۔

مجتہدین کے استدلالات:

۱- اصحابِ ظواہر نے صرف بیر بضاعہ والی حدیث لی ہے، ان کے نزدیک الماء میں ال طبیعت (جنس) کا یا استغراق کا ہے، یعنی پانی کی ماہیت یا اس کی تمام اقسام پاک ہیں، پاک کرنے والی ہیں، کوئی بھی چیز پانی کو ناپاک نہیں کرسکتی، خواہ پانی تھوڑا ہو یا زیادہ، گرنے والی ناپاکی تھوڑی ہو یا زیادہ، کوئی وصف بدلے یا نہ بدلے، ہر حال میں پانی پاک ہے۔ باقی تمام حدیثوں سے انہوں نے صرف نظر کرلی ہے، اور ان کا یہی طریقہ ہے، ان کو مطلب کی حدیث ہی نظر آتی ہے، دوسری حدیثیں

ان کو نظر نہیں آتیں۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے ایضاح الادلہ میں ان کی اچھی گرفت کی ہے کہ ان سے پوچھو انسان کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟ وہ ضرور کہیں گے کہ ناپاک ہے، ان سے پوچھو کہ پیشاب کی اصل بھی پانی ہے ایک طرف سے پیا دوسری طرف سے نکلا، درمیان میں ناپاک کیسے ہوگیا؟

۲- امام مالک رحمہ اللہ نے بھی بیر بضاعہ والی حدیث لی ہے، مگر اس اضافہ کے ساتھ جو ابن ماجہ میں ہے، ابن ماجہ (حدیث: ۵۲۱) ہے: **إنّ الماءَ لا ینجّسه شيء إلّا ما غَلَبَ علی رِیحِه وطعمه و لونه**: پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی، مگر وہ چیز جو پانی کی بو اور مزے اور رنگ پر غالب آجائے۔

اس حدیث کو رشدین بن سعد حضرت ابو امامہ سے روایت کرتے ہیں اور یہ راوی ضعیف ہے، غرض امام مالکؒ بھی **الماء** میں ال استغراق کا لیتے ہیں اور پانی کی تمام اقسام کو پاک کہتے ہیں، البتہ اگر پانی کے اوصاف میں تبدیلی آجائے تو اس کو ناپاک کہتے ہیں۔

اورحدیث **إذا استیقظ** اورحدیث **لا یبولنّ** کو باب نظافت سے قرار دیتے ہیں، اور سور کلب والی روایت کو امر تعبدی کہتے ہیں، اور غدیر والی روایت ان کے سامنے نہیں ہے، اور قلتین کی روایت کو ضعیف قرار دیتے ہیں، کیوں کہ اس روایت کو ابن عمر سے ان کے صاحبزادے عبید اللہ روایت کرتے ہیں، ابن عمر کی ساری روایات کو نقل کرنے والے ان کے صاحبزادے سالم اور ان کے مولیٰ نافع روایت نہیں کرتے۔ یہ دلیل ہے کہ دال میں کالا ہے، اور اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہیں جو مدلس ہیں۔ اور بہ صیغۂ **عن** روایت کرتے ہیں، پھر ان کے استاذ کے نام میں سخت اختلاف ہے، اس لیے امام مالک اس حدیث کو قابل استدلال نہیں مانتے۔

۳- امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک قلتین والی روایت قابل استدلال ہے، وہ اس کو قلیل و کثیر کے درمیان حد فاصل مانتے ہیں اور غدیر والی روایت ان کے سامنے نہیں ہے، اور حدیث: **إذا استیقظ** اورحدیث سور کلب کی وجہ سے فرماتے ہیں کہ تھوڑے پانی میں اگر ناپاکی گر جائے تو پانی ناپاک ہوجائے گا اگرچہ کوئی وصف نہ بدلے، اور کثیر پانی میں جیسے سمندر کے پانی میں کوئی ناپاکی گرے تو جب تک پانی کا کوئی وصف نہ بدلے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

اور حدیث بیر بضاعہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ الماء میں ال عہدی ہے۔ اور معہود بیر بضاعہ ہے۔ اور حدیث میں مسئلے کا بیان نہیں ہے، بلکہ خلجان کا دفعیہ ہے۔ برسات میں اس کنویں میں ہر طرح کی گندگی پڑتی تھی پھر جب اس سے باغوں کی سینچائی شروع ہوتی تھی تو اگر چہ سارا پانی نکل جاتا تھا مگر اس کی تہہ میں بیٹھی ہوئی ناپاکیاں نہیں نکالی جاتی تھیں، اس لیے لوگوں کو شبہ ہوا اور انہوں نے سوال کیا، آپ نے جواب دیا کہ اس طرح کے خیالات سے بیر بضاعہ کا پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ کنوؤں کے احکام برتنوں سے مختلف ہیں، کنویں کا نہ تو سارا ناپاک پانی پاک پانی سے علیحدہ کر کے نکالا جاسکتا ہے نہ اس کی دیواریں دھوئی جاسکتی ہیں۔ پس اس کی کیچ نکالنا بھی ضروری نہیں۔ احکام بہ قدر وسعت ہی دیئے جاتے ہیں۔

۴۔ احناف نے مسئلے کا مدار غدیر والی روایت پر رکھا ہے۔ اس سے یہ قاعدہ بنایا ہے کہ اگر پانی کا پھیلاؤ اتنا ہے کہ ایک طرف گری ہوئی ناپاکی کا اثر دوسری طرف نہیں پہنچتا تو وہ پاکی کثیر ہے ورنہ قلیل ہے۔

اور حدیث إذا استیقظ اور حدیث سور کلب اور حدیث لا یبولنّ کا مطلب احناف بھی وہی لیتے ہیں جو شافعیہ اور حنابلہ نے لیا ہے کہ تھوڑے پانی میں ناپاکی گرنے سے پانی ناپاک ہوجائے گا، چاہے کوئی وصف نہ بدلے اور کثیر پانی ناپاک نہیں ہوگا جب تک اوصاف میں تبدیلی نہ آئے، جیسے سمندر کا پانی۔

اور قلتین کی روایت کو وہ ماء جاری پر محمول کرتے ہیں، وہ برتنوں، مٹکوں اور چھوٹے گڈھوں کے پانی کے بارے میں نہیں ہے۔ حدیث قلتین کی یہ توجیہ صاحب مذہب سے منقول ہے۔ معارف السنن میں یہ واقعہ ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ نے اپنے شاگرد امام ابو یوسفؒ سے اس حدیث کا مطلب پوچھا انہوں نے مختلف توجیہات کیں۔ امام اعظم نے کوئی توجیہ قبول نہ کی، شاگرد نے عرض کیا: حضرت! آپ اس کا مطلب بیان فرمائیں، امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''یہ حدیث ماء جاری کے بارے میں ہے'' امام ابو یوسف کو یہ توجیہ اتنی پسند آئی کہ انہوں نے استاذ کا ماتھا چوم لیا۔

اور امام اعظم رحمہ اللہ نے اس حدیث کا جو مطلب سمجھا ہے اس کے قرائن خود حدیث ہی میں ہیں اور سب سے بڑا قرینہ وہ سوال ہے جس کے جواب میں یہ حدیث فرمائی گئی ہے۔ سائل نے اس پانی

کے بارے میں دریافت کیا ہے جو چٹیل زمین میں ہوتا ہے، جس پر دن میں جنگل میں چرنے والے پالتو جانور پانی پینے کے لیے آتے ہیں، اور پانی پیتے ہوئے پیشاب بھی کرتے ہیں، گوبر بھی کرتے ہیں، اور رات میں درندے اس پر پانی پینے کے لیے آتے ہیں اور ان کا جھوٹا ناپاک ہے، ظاہر ہے ایسا پانی مٹکوں، برتنوں اور ٹنکیوں کا نہیں ہوتا، یہ کوئی خاص پانی ہے جس کے بارے میں پوچھا گیا ہے۔ یہ پانی چشموں اور آبشاروں کا ہے جو پہاڑی علاقہ میں پائی جاتی ہیں، زمین میں سے جو پانی پھوٹتا ہے وہ چشمہ کہلاتا ہے اور اوپر سے جو پانی ٹپکتا ہے اس کو آبشار کہتے ہیں۔ ہمالیہ کے پہاڑوں میں ایسے چشمے اور آبشاریں بہت ہیں وہی پانی جمع ہوکر اور آگے چل کر گنگا جمنا بنتی ہیں۔

اور عرب میں چوں کہ بارش کم ہوتی ہے اس لیے یہ چشمے اور آبشاریں ہمیشہ نہیں چلتیں، ایک وقت تک چلتی ہیں پھر خشک ہوجاتی ہیں، پھر جب بارش ہوتی ہے تو دوبارہ پانی پھوٹ نکلتا ہے یا اوپر سے ٹپکنے لگتا ہے، جہاں پانی ٹپکتا ہے یا جہاں سے پانی نکلتا ہے وہاں چھوٹے بڑے گڑھے بن جاتے ہیں، اور جب وہ بھر جاتے ہیں تو بہنے لگتے ہیں۔ اب اگر ان میں کوئی ناپاکی گرے گی تو پانی کی سطح پر نہیں ٹھہرے گی پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہہ جائے گی، اس لیے وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا، نبی ﷺ نے یہی جواب عنایت فرمایا ہے کہ جب پانی دو مٹکوں کو پہنچے یعنی پانی نکلنا شروع ہو یا ٹپکنے لگے اور گڑھا بھر کر بہنے لگے اور اس کا اندازہ دو مٹکوں سے کیا ہے کہ جب پانی دو مٹکے ہوجاتا ہے تو ضرور بہنے لگتا ہے۔ غرض دوسرا قرینہ لفظ بَلَغَ ہے۔ پس وہ پانی ناپاکی کو نہیں اٹھاتا۔ یعنی ناپاکی اس کی سطح پر نہیں ٹھہرتی۔ پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہہ جاتی ہے۔ پس تیسرا قرینہ لم یحمل ہے۔ یہ سب داخلی قرائن ہیں، یہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ قلتین کی روایت چشموں اور آبشاروں کے بارے میں ہے، یعنی ماء جاری کے بارے میں ہے۔

اور ماء جاری کا یہی حکم ہے، اس میں ناپاکی گرے گی تو پانی ناپاک نہیں ہوگا، نہ جہاں ناپاکی گری ہے اور نہ آگے، جب تک بہتے پانی میں ناپاکی نظر نہ آئے، اسی لیے ماء دائم میں پیشاب کرنے سے منع کیا، معلوم ہوا کہ اگر ماء جاری ہو تو اس میں پیشاب کرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

اور اگر کوئی سوال کرے کہ یہ کیا ضروری ہے کہ ہر چشمے یا آبشار کا گڑھا دو مٹکوں کے بہ قدر ہو؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں، اسی لیے ایک حدیث میں إذا كان الماءُ قلّتين أو ثلاثًا آیا ہے۔

اور ایک حدیث میں أربعین قُلۃً آیا ہے۔ یہ اختلاف علاقوں کے اعتبار سے ہے، کہیں چشمے اور آبشاریں بڑی ہوتی ہیں اور کہیں بہت بڑی ہوتیں ہیں اور کہیں چھوٹی ہوتی ہیں، ان کے اعتبار سے یہ مختلف تقدیریں ہیں۔ اور عوامی سہولت کے لیے ایسی تقدیر ضروری ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے مقام رَی کے کنوؤں کا جائزہ لے کر دوسو تا تین سوڈول پانی کا اندازہ ٹھہرایا تھا جس کو بعد میں مفتیوں نے دُنیا کے تمام کنوؤں میں مفتی بہ قول قرار دے دیا؛ یہ صحیح نہیں۔ ہر علاقے کے کنوؤں کا اندازہ الگ ٹھہرایا جائے گا اور یہ مفتی کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ اندازہ مقرر کردے، جیسے رمضان کے ختم پر دارالافتاء صدقۃ الفطر کی رقم طے کر کے شہر میں اعلان کرتا ہے، کیوں کہ ہر شخص آدھے صاع گیہوں کی قیمت طے نہیں کرسکتا۔

اور حنفیہ کی اس توجیہ سے اس سوال کا جواب بھی نکل آیا کہ یہ حدیث دورِاوّل میں عام کیوں نہیں ہوئی؟ اور ابن عمر کے راوی سالم اور نافع اس حدیث کو کیوں روایت نہیں کرتے؟ جواب یہ نکلا کہ یہ حدیث عام پانی کے بارے میں نہیں ہے، مخصوص پانی کے بارے میں ہے۔ اور عرب کے پہاڑ عام طور پر خشک ہیں، چشمے اور آبشاریں کہیں مخصوص جگہوں میں پائی جاتی ہیں۔ پس چوں کہ یہ حدیث عام پانیوں کے بارے میں نہیں تھی اس لیے یہ حدیث مشہور نہیں ہوئی، اس زمانہ میں حدیث کی کتابیں نہیں تھیں، لوگ ضرورت کی باتیں پوچھتے تھے اور صحابہ اس کا جواب دیتے تھے۔ اور کسی نے ان چشموں اور آبشاروں کا حکم دریافت نہیں کیا، اس لیے نہ یہ حدیث عام صحابہ جانتے تھے نہ اس کو عام طور پر بیان کرنے کی نوبت آتی تھی، اس لیے اس حدیث کی عام شہرت نہیں ہوئی، اسی طرح ابن عمر نے بھی اتفاقاً یہ حدیث بیان کی ہے۔ جب اس علاقے کے کسی آدمی نے ان کا حکم دریافت کیا ہے اس وقت سالم اور نافع نہیں ہوں گے، عام طور پر ابن عمر یہ حدیث بیان نہیں کرتے تھے، اس لیے وہ دونوں اس حدیث سے واقف نہیں تھے۔ واللہ اعلم

(تحفۃ الالمعی: ۱/ ۲۹۹-۳۰۴، کتاب الطّھارۃ، باب: ۴۹، پانی کی پاکی ناپاکی کا بیان)

دَہ دردَہ سے کم پانی نجاست گرنے سے ناپاک ہوجاتا ہے

سوال: (۱۳۹) مثلاً قصبہ گودھرا میں بہ وجہ شدید خشک سالی کے تالاب وغیرہ خشک ہوگئے

(گازروں)(۱) کو کپڑا دھونے کی سخت دشواری ہے، ایسی حالت میں انہوں نے (ایک ندی کے قریب) پانچ پانچ گز جھیرا (گڑھا) کھود کر کپڑے دھونے شروع کیے، اور جس وقت کپڑے سفید ہوگئے تب وہ پانی نکال ڈالا، اور دوسرا پانی بھرلیا، پھر وہی کپڑے اس پانی میں پاک کرلیے، اس پانی میں ہر قسم کے کپڑے صاف ہوتے ہیں۔ اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ یہ پانی پاک ہے یا نہیں؟ اور اس طرح سے یہ کپڑے پاک ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور اس پانی کے دھلے ہوئے کپڑوں سے جو نماز پڑھی ہے اس کا اعادہ کرنا ہوگا یا نہیں؟ (۳۳۷/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: (بے شک ماء قلیل راکد) جو دَہ دردَہ سے کم ہو نجاست کے واقع ہونے سے ناپاک ہوجاتا ہے (۲) نجس کپڑا اس میں پاک نہ ہوگا، اور اگر ناپاک کپڑا اس میں ڈالا جائے گا تو پانی نجس ہوجائے گا، دوسرے کپڑے نجس، اور خود وہ کپڑا نجس اس سے پاک نہ ہوگا (مگر) پچھلی نمازیں جو اس پانی میں دھلے ہوئے کپڑوں سے پڑھی گئیں، جب تک (یقیناً یہ نہ معلوم ہو) (۳) کہ ناپاک کپڑا اسی پانی میں ڈالا گیا ہے، اور اس کے بعد ان نمازیوں کا کپڑا اس ناپاک پانی میں گرا ہے، اس وقت تک اعادہ ان پچھلی نمازوں کا لازم نہیں ہے، الغرض چونکہ یہ تحقیق اور یقین دشوار ہے، اس لیے پچھلی نمازوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے، البتہ آئندہ کو احتیاط رکھنا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم (۱۷۲/۱-۱۷۳)

لید، گوبر سے کھانا پکانا اور پانی گرم کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۴۰) اگر پانی وضو کے لیے حیوانات مثل بکری، گائے، بھینس، گھوڑا، اونٹ یا آدمی کے گوبر و پاخانہ پر جلا کر گرم کیا جاوے یا روٹی پکائی جاوے؛ تو وہ پانی گرم کرکے وضو و غسل کے لیے

---

(۱) گازروں: گازر کی جمع ہے: کپڑے دھونے والا، دھوبی۔ (فیروز اللغات)

(۲) وكلّ ماء (قليل) وقعت النّجاسة فيه لم يجز الوضوءُ به، قليلاً كانت النّجاسةُ أو كثيرًا. (الهداية: ۳۵/۱، كتاب الطّهارات، باب الماء الّذي يجوز به الوضوء ومالا يجوز به) ظفیر

أمّا القليل فينجس و إن لم يتغيّر. (الدّرّ المختار مع الرّدّ: ۲۹۶/۱، كتاب الطّهارة، باب المياه، مطلب: حكم سائر المائعات كالماء في الأصحّ)

(۳) سوال و جواب میں قوسین کے درمیان جتنے الفاظ ہیں ان کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

کام میں لانے کے لیے کیا حکم رکھتا ہے؟ اور روٹی کیا حکم رکھتی ہے؟(۱)(۵۰۲/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اس پانی سے وضو غسل درست ہے، وہ پانی پاک ہے، اور روٹی بھی پاک ہے، کھانا اس کا درست ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۳/۱)

حوض میں غسلِ جنابت وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کتا یا خنزیر گر کر مر جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۴۱) حوض کے اندر غسل جنابت یا حیض ونفاس درست ہے یا نہیں؟ اور اگر حوض میں خنزیر یا کتا گر کر مر جاوے تو پانی اس کا پاک ہے یا ناپاک؟ (۴۲۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: دَہ دردَہ حوض کے اندر یہ سب امور درست ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۳/۱)

وضاحت: جو حوض دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہو یعنی دوسو پچیس (۲۲۵) اسکوائر فٹ ہو وہ نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا، اس لیے اگر اس میں ایسی نجاست گری ہے جو نظر نہیں آتی جیسے پیشاب تو ہر طرف سے وضو وغیرہ کرنا درست ہے، اور اگر ایسی نجاست گری ہے جو نظر آتی ہے جیسے کتّا وغیرہ مرا ہوا پڑا ہے تو دوسری جانب سے وضو وغیرہ کرے، جہاں نجاست پڑی ہے وہاں وضو وغیرہ نہ کرے۔ بدائع الصنائع میں ہے:

ثمّ النّجاسةُ إذا وقعت في الحوض الكبير كيف يتوضّأ منه ؟ فنقول: النّجاسة لا تخلوا إمّا أن تكونَ مرئيّةً أو غير مرئيّةٍ ، فإن كانت مرئيّةً كالجيفةِ و نحوها ذكر في ظاهر الرّواية أنّه لا يتوضّأ من الجانبِ الّذي وقعت فيه النّجاسة و لكن يتوضّأ من الجانب الآخر …… ففي غير المرئيّة أنّه يتوضّأ من أيّ جانبٍ كان ، كما قالوا جميعًا في الماءِ الجاري و هو الأصحّ ؛ لأنّ غير المرئيّة لا يستقرّ في مكانٍ واحدٍ بل ينتقل لكونهٖ مائعًا

---

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں سوال وجواب کے الفاظ بدلے ہوئے ہیں، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۲) **لا يكون نجسًا رَمَاد قَذَر ، و إلّا لزم نجاسةُ الخُبزِ في سائر الأمصار (الدّرّ المختار) المراد بهٖ العَذِرَةُ والرَّوْثُ. (الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۴۶۳/۱، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس مطلب: العرقيّ الّذي يستقطر من درديّ الخمر نجس حرام إلخ)** ظفیر

سيّالاً بطبعه فلم نستيقن من نجاسة في الجانب الّذي يتوضّأ منه فلا نحكم بنجاسته بالشّكّ على الأصل المعهود أنّ اليقينّ لا يزول بالشّكّ بخلاف المرئيّة . (بدائع الصّنائع: ۱/۲۲۱، كتاب الطّهارة ، أحكام المياه ، الحوض الكبير) محمد امین پالن پوری

غسل جنابت کے وقت مستعمل پانی کے کچھ قطرے برتن یا حوض میں گریں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۴۲) اگر کوئی شخص جنابت کا غسل کرے، یا عورت حیض و نفاس کا، اور قطریں برتن کے بیچ میں گریں تو پانی کا کیا حکم ہے؟ (۴۲۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں پانی پاک ہے(۱) اور قلیل مستعمل، کثیر غیر مستعمل کو مستعمل نہیں بناتا (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۷۳-۱۷۴)

سوال: (۱۴۳) بعد طہارت مقام نجس وضو کے غسل کرتے وقت جو چھینٹ غسل کے گھڑے کے پانی میں پڑے، اس سے پانی ناپاک ہوتا ہے یا نہیں؟ (۲۰۹۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس میں احتیاط کرنی چاہیے، تھوڑی بہت چھینٹوں سے وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا (۳) فقط (۱/۱۶۰-۱۶۱)

---

(۱) جنب اغتسل فانتضح من غسله شيء في إنائه ، لم يفسد عليه الماء . أمّا إذا كان يسيل منه سيلانًا أفسده . (الفتاویٰ الهنديّة: ۱/۲۳، كتاب الطّهارة، الباب الثّالث في المياه، الفصل الثّاني في ما لا يجوز به التّوضؤ)

(۲) كَمُسْتَعْمَلٍ فَبِالأَجْزَاءِ ، فإنّ المطلقَ أكثرُ من النّصفِ جَازَ التّطهيرُ بالكُلِّ ، و إلّا لاَ ، (درّمختار) أي و إن لم يكن المطلق أكثرَ بأنْ كان أقلَّ أو مساويًا لا يجوز. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار : ۱/۲۹۲-۲۹۳، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل : باب المياه ، مطلب في مسئلة الوضوء من الفَسَاقِي)

(۳) وانتِضاحُ غُسالَةٍ لا تَظهرُ مواقعُ قَطْرِهَا في الإناء عَفْوٌ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱/ ۴۶۱، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، مطلب: العِرقيّ الّذي يستقطر من دُرديّ الخمر نجس حرام ، بخلاف النّوشادر)

سوال: (۱۴۴) اگر کوئی حوضِ مسجد کے قریب غسل کرے، اور چھینٹ غسل کی حوض میں پڑے تو پانی حوض کا ناپاک تو نہ ہوگا؟ (۲۰۹۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: حوض کا پانی پاک ہے، اس میں کوئی فرق نہیں ہوتا (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۶۵)

نجاست گرنے سے اگر پانی کا کوئی وصف بدل جائے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے

سوال: (۱۴۵) پانی میں اگر بو ہو یا رنگ اور مزہ بدل جائے تو پاک ہے یا ناپاک؟ (۱۲۲۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: نجاست سے اگر پانی کا مزہ یا بو یا رنگ یا ان میں سے دو یا تینوں بدل جاویں تو وہ ناپاک ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۷۴)

دَہ در دَہ سے کم پانی جس میں ظاہری نجاست نہ ہو پاک ہے

سوال: (۱۴۶) پانی میں اگر نجاست ظاہری نہ ہو، اور پانی دَہ در دَہ بھی نہ ہو، اور گہرائی بھی زیادہ نہ ہو، جیسے جنگل میں ڈوک (۳) ہوتے ہیں تو پانی پاک یا ناپاک ہوگا؟ (۱۲۲۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: پاک ہے (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۷۴)

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) إنّ الغديرَ العظيمَ كالجاري لايتنجّس إلّا بالتّغيّر من غير فصل، هٰكذا في فتح القدير. (الفتاویٰ الهندية: ۱/۱۸، كتاب الطّهارة، الباب الثّالث في المياه، الفصل الأوّل في ما يجوز به التّوضؤ)

و بتغيُّر أحد أوصافه من لون أو طَعمٍ أو ريحٍ يَنجُسُ الكثيرُ و لو جاريًا إجماعًا و أمّا القليلُ فينجُس، و إن لم يتغيّر. (الدّرّ المختار على ردّالمحتار: ۱/۲۹۶، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب حكم سائر المائعات كالماء في الأصحّ) ظفیر

(۳) ڈوک: بڑا سا گہرا گڑھا۔ (فیروز اللغات)

(۴) لا (أي لا ينجس) لو تغيّر بطول مكثٍ، فلو عُلم نَتْنُهُ بنجاسةٍ لم يجُزْ، ولو شكّ فالأصلُ الطّهارةُ. (الدّرّ المختار على ردّالمحتار: ۱/۲۹۷، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب حكم سائر المائعات كالماء في الأصحّ) ظفیر

چھوٹے حوض میں ناپاک کپڑا دھونے سے پاک ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۴۷) جس حوض کا طول وعرض عموماً چار اور تین گز ہوتا ہے اور گہرائی تقریباً دو گز ہوتی ہے، بسا اوقات اس سے چھوٹے حوض بھی ہوتے ہیں، کسی کسی جگہ دو حوض بھی ساتھ ساتھ ہوتے ہیں پہلے ایک میں کپڑے کو دھو کر دوسرے میں صفائی کی غرض سے ڈال کر نچوڑ لیتے ہیں، لیکن چونکہ اکثر کپڑے نجس اور پلید ہوتے ہیں، اوران کی چھینٹیں اڑ کر دوسرے حوض میں بھی جا پڑتی ہیں، اس لیے احتمال ہے کہ تمام پانی شرعاً پلید ہوجاتا ہو، اور ایسے حوض میں کپڑا دھونے سے پاک ہوجاتا ہے یا نہیں؟ (۹۲۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: حنفیہ کے مذہب کے موافق چھوٹا حوض جو دہ دردہ نہ ہو نجاست گرنے سے ناپاک ہوجاتا ہے (۱) لہٰذا موافق مذہب حنفیہ کے جس چھوٹے حوض میں نجس کپڑا دھویا گیا اس سے کپڑا پاک نہ ہوگا، لیکن عموم بلوٰی اور احتراز ممکن نہ ہونے کی صورت میں امام مالکؒ وغیرہ کے مذہب (۲) کو پیش نظر رکھتے ہوئے طہارت پر فتوٰی دیا جاسکتا ہے، جیسا کہ پانی کے بارے میں امام مالکؒ کے ہی مذہب کے موافق اکثر عمل درآمد ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۹۲/۱)

---

(۱) سُئِلَ عَنْ فِسْقِيَّةٍ صغيرةٍ إلخ أمّا إذا وقعت فيها نجاسة تنجّست لصِغرِها. (ردّ المحتار: ۱/۲۹۳، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب في مسئلة الوضوء من الفَسَاقِيِ)

(۲) أمّا القليل فينجُس و إن لم يتغيّر خلافًا لمالكؒ (الدّرّ المختار)، فإنّ ما هو قليلٌ عندنا لا ينجُس عنده ما لم يتغيّر، و القليل عندهٗ ما تغيّر، و الكثير بخلافه. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۹۶-۲۹۷، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب حكم سائر المائعات كالماء في الأصحّ)

(۳) اس جواب کے بارے میں ہم نے حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم (صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) سے دریافت کیا کہ پانی کے بارے میں ہمارے دارالافتاء کا کیا فتوٰی ہے؟ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے جو جواب دیا وہ درج ذیل ہے: ==

مسجد کے حوض کا طول وعرض کتنا ہونا چاہیے؟

سوال: (۱۴۸)......(الف) حوض مسجد برائے وضو کتنا لمبا اور کتنا چوڑا اور کتنا گہرا ہونا چاہیے؟
(ب) اس مسئلۂ حوض میں کوئی حدیث بھی آئی ہے یا نہیں؟
(ج) ائمۂ اربعہ میں اس بارے میں کیا اختلاف ہے؟ (۱۶۰۱/۱۳۴۲ھ)

الجواب: (الف - ج) امام شافعی اور مالک (وغیرہ) (۱) کے نزدیک تو اس بارے میں بہت وسعت ہے، وہ تو چھوٹے سے حوض کے پانی کو بھی پاک کہتے ہیں، اور وضو وغسل کو اس سے جائز فرماتے ہیں، البتہ امام اعظمؒ نے اس بارے میں زیادہ احتیاط فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ وہ حوض دَہ در دَہ سے کم نہ ہو، یعنی دس گز چوڑا اور دس گز لمبا ہو اور گز شرعی مراد ہے، جو آج کل کے گز سے دس گرہ کے قریب ہوتا ہے (۲) پس اگر ساڑھے چھ گز یا سات گز عرض وطول حوض کا ہوگا تو وہ دَہ در دَہ ہے، اس سے وضو وغسل سب جائز ہے، اور اس کو صدر الشریعۃ نے حدیث: مَنْ حَفَرَ بِئْرًا فَلَهُ حَوْلَهَا أَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا سے ثابت کیا ہے (۳) بہر حال! یہ امر متفق علیہ ہے کہ اس قدر بڑا حوض سب ائمہ کے

== الجواب وباللہ التوفیق: ہمارے دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے یہی فتویٰ دیا جاتا ہے کہ ماءِ قلیل یعنی جو پانی دہ در دہ نہ ہو اس میں نجس کپڑا دھونے سے وہ پاک نہ ہوگا۔ آگے 'لیکن' سے جو بات حضرت امام مالک کے مذہب کے پیش نظر کپڑے کے پاک ہونے پر فتویٰ دینے کی لکھی گئی ہے وہ جمہور فقہاء کے خلاف ہے، غیر کے مذہب پر فتویٰ دینے کی نہ تو یہاں ضرورت ہے نہ ہی اس کے تمام شرائط پائے جاتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: محمود حسن غفرلہٗ بلند شہری — الجواب صحیح: محمد نعمان سیتاپوری

(۱) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا ہے۔ ۱۲

(۲) شرعی گز کی مقدار میں اختلاف ہے، تفصیل کے لیے اگلے جوابات کے استدراک ملاحظہ فرمائیں۔ محمد امین

(۳) و لا بماءٍ راكدٍ وقع فيه نجسٌ إلّا إذا كان عشرة أذرعٍ في عشرةِ أذرعٍ ، و لا ينحسر أرضه بالغُرَفِ ، فحكمه حكم الماء الجاري إلخ و إنّما قدّر به بناء على قوله عليه السّلام : "مَنْ حَفَرَ بِئْرًا فَلَهُ حَوْلَهَا أَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا". (شرح الوقاية: ۱/۸۰-۸۱، كتاب الطّهارة، ما لا يجوز به الوضوء وما يجوز به/حكم حوض العشر في العشر) ==

نزدیک پاک ہے، بلکہ دیگر ائمہ تو اس سے کم کو بھی پاک فرماتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم (۱/ ۱۸۷-۱۸۸)

آبِ کثیر اور شرعی گز کی مقدار

سوال: (۱۴۹) مالا بدمنہ میں آبِ کثیر کی مقدار یہ لکھی ہے: جو حوض ۱۰ گز طول ۱۰ گز عرض و ایک گز عمق میں ہو، اس کا پانی آبِ کثیر کا حکم رکھتا ہے، اس میں وضو جائز ہے۔ **و عند المتأخّرین** اس پر فتویٰ ہے۔ لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر کسی حوض کا طول وعرض صرف آٹھ گز ہے یا کچھ کم و بیش ہے اور گہرائی میں اس قدر زیادہ ہے کہ اس میں اسی قدر پانی کی مقدار ہوجاتی ہے جو دہ دردہ میں ہوتی ہے تو اس کا حکم آبِ کثیر کا ہوگا (یا نہیں؟)(۱) اور اس میں وضو و غسل جنابت جائز ہوگا کہ نہیں؟ اور یہ کہ گز شرعی کی مقدار بہ حساب فٹ وانچ کس قدر ہونی چاہیے؟ (۱۲۶۴/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: طول وعرض دس گز ہونا موافق فتویٰ فقہاء متاخرین کے ضروری ہے، گہرائی کا زیادہ ہونا کچھ مفید نہیں ہے، گہرائی خواہ کتنی ہی ہو زیادہ یا کم اس کا اعتبار نہیں ہے، طول وعرض دس گز ہونا ضروری ہے، اور گز شرعی کی مقدار گز مروجہ بزازان سے دیکھی گئی ہے، تقریبًا دس ساڑھے دس گرہ کا ہوتا ہے، جو قریب دو فٹ کے ہوگا قدرے کم۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۱۹۳)

استدراک: شرعی گز کی مقدار میں اختلاف ہے، راجح قول یہ ہے کہ شرعی گز: چھ قبضات یعنی چوبیس (۲۴) انگل یعنی آٹھ گرہ کا ہوتا ہے، اور ایک گرہ سوا دو انچ کی ہوتی ہے، اس لیے راجح قول کے اعتبار سے شرعی گز اٹھارہ انچ یعنی ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے، اور شرعی حوض پندرہ فٹ لمبا اور پندرہ فٹ چوڑا یعنی دو سو پچیس (۲۲۵) اسکوائر فٹ کا ہوتا ہے، **و المعتبر ذراع الکرباس کذا في الظّهیریّة و علیه الفتوی کذا في الهدایة ، و هو ذراع العامّة ستّ قبضات أربعٌ**

= = هذا الحدیث أخرجه أحمد من حدیث أبي هریرة ، وابن ماجة و الطّبرانيّ من حدیث عبد اللّٰه بن المغفّل إلخ. (عمدة الرّعایة حاشیة شرح وقایة: ۱/ ۸۱، رقم الحاشیة: ۷) ظفیر

عن عبد اللّٰه بن المغفل رضي اللّٰه عنه أن النبيَّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم "مَنْ حَفَرَ بِیْرًا فَلَهٗ أَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا عَطَنًا لِمَاشِیَتِهٖ". (سنن ابن ماجة، ص: ۱۷۹، أبواب الأحکام، باب حریم البیر)

(۱) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔

وعشرون أصبعًا كذا في التّبيين[1] محمد امین پالن پوری

گول حوض کا قُطر کتنا ہونا چاہیے؟

سوال: (۱۵۰)......(الف) وضو کرنے کے لیے دائرہ کی شکل کے حوض کا قطر (۲) کم از کم کتنے فٹ ہونا چاہیے؟

(ب) کیا پندرہ فٹ اندرونی قطر کے حوض پر جواز حوض دَہ دردَہ کا اطلاق نہیں ہوسکتا؟

(ج) حوض کا عمق کس قدر رہنا چاہیے؟ (۱۹۶۷/۱۳۴۲ھ)

الجواب: (الف - ج) درمختار میں ہے کہ حوض مدوّر میں دور چھتیس (۳۶) ذراع، اور قطر گیارہ (۱۱) ذراع اور ایک بٹا پانچ (۱/۵) ذراع کافی ہے، یعنی سوا گیارہ ذراع کے قریب قطر ہونے سے حوض دَہ دردَہ ہوجاتا ہے، اور ذراع: سات قبضہ کا ہے جو کہ آج کل کے گز سے تقریبًا دس گرہ کا ہوتا ہے، پس آج کل کے گز کے حساب سے قطر حوض مدوّر کا تقریبًا ساڑھے سات گز ہونا چاہیے، جو کہ غالبًا اکیس (۲۱) فٹ تقریبًا ہوگا اور عمق کی کچھ تحدید نہیں ہے۔ **إذ المعتمدُ عدمُ اعتبار العمقِ وحدهُ**[3] (درمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۸/۱-۱۸۹)

استدراک: شرعی گز کی مقدار میں اختلاف ہے، شامی میں ہے: **والمختار: ذراع الكرباس وهو سبع قبضات فقط**[4] اور عالم گیری میں ہے: **والمعتبر ذراع الكرباس ...... و هو**

(۱) الفتاویٰ الهنديّة: ۱/۱۸، كتاب الطّهارة، الباب الثّالث في المياه، الفصل الأوّل في ما يجوز به التّوضّؤ، النّوع الثّاني: الماء الرّاكد.

(۲) قُطر: وہ خط مستقیم جو دائرے کے مرکز سے گزرتا ہوا دونوں طرف محیط تک چلا جائے، یہ دائرے کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ (فیروز اللغات)

(۳) الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۳۱۰، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب في مقدار الذّراع و تعيينه.

(۴) الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۳۰۹، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب في مقدار الذّراع و تعيينه.

ذراع العامّة : ستّ قبضات: أربعٌ و عشرون أصبعًا كذا في التّبيين (۱)

اور ہمارے اکابر کی رائیں بھی مختلف ہیں: تعلیم الاسلام کے حاشیہ میں ہے کہ شرعی گز تقریبًا نو گرہ کا ہوتا ہے (۳/۴۰) نیز کفایت المفتی میں ہے: شرعی گز نمبری گز سے ساڑھے آٹھ گرہ کا ہوتا ہے (۲/ ۲۴۸، جواب نمبر: ۲۹۰) اور حضرت مجیب قدس سرہٗ کے نزدیک شرعی گز تقریبًا دس گرہ کا ہوتا ہے اور راجح قول یہ ہے کہ شرعی گز آٹھ گرہ کا ہوتا ہے، اور ایک گرہ سوا دو انچ کی ہوتی ہے، اس لیے راجح قول کے اعتبار سے شرعی گز اٹھارہ انچ یعنی ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے، اور علامہ شامی اور حضرت مجیب کی صراحت کے مطابق گول حوض کا قُطر گیارہ گز اور ایک بٹا پانچ (۱/۵ ۱۱) گز کا ہوتا ہے، اس لیے راجح قول کے اعتبار سے گول حوض کا قُطر سولہ فٹ اور چار بٹا پانچ (۴/۵ ۱۶) فٹ کا ہوگا، یعنی تقریبًا سوا دو انچ کم سترہ (۱۷) فٹ کا ہوگا (وفي المدوّرِ بستّةٍ و ثلاثينَ) أي بأن يكونَ دَورُهُ سِتّةً و ثلاثينَ ذِراعًا و قُطْرُهُ أحدَ عشرَ ذِراعًا و خُمْسَ ذِراعٍ ، و مِساحَتُهُ أنْ تَضرِبَ نصفَ القُطرِ و هو خَمسةٌ و نصفٌ و عُشْرٌ في نِصفِ الدَّورِ و هو ثَمانيةَ عَشَرَ يكونُ مِائةَ ذِراعٍ و أربعةَ أخماسِ ذراعٍ اهـ . سراج . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار : ۱/۳۰۵، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل : باب المياه ، مطلب: لو أدخل الماءَ من أعلى الحوض إلخ) محمد امین پالن پوری

دَہ دردَہ پانی کی گہرائی کتنی ہونی چاہیے؟

سوال: (۱۵۱) دَہ دردَہ پانی کی کس قدر عمق اور گہرائی ہونی چاہیے؟ (۱۲۲۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: عمق اور گہرائی کی کچھ تحدید نہیں ہے، ہدایہ میں کہا کہ اس قدر گہرا ہونا کافی ہے کہ چلو میں لینے سے زمین نہ (کھل جاوے) (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۷۴-۱۷۵)

(۱) الفتاوی الهنديّة: ۱/۱۸، كتاب الطّهارة، الباب الثّالث في المياه، الفصل الأوّل في ما يجوز به التّوضّؤ ، النّوع الثّاني : الماء الرّاكد .

(۲) والمعتبر في العمق أن يكون بحالٍ لا ينحسِرُ بالاغتراف، هوالصّحيحُ . (الهداية: ۱/۳۷، كتاب الطّهارات ، باب الماء الّذي يجوز به الوضوء و ما لا يجوز به)

نوٹ: قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔

دَہ دردَہ حوض جس میں ایک ہاتھ پانی تھا اس کو ناپاک کنویں سے پانی نکال کر بھر دیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۵۲) ......(الف) حوض دَہ دردَہ میں پانی ایک ہاتھ یا اس سے زائد ہو، اگر ایسی حالت میں ناپاک کنویں سے پانی نکال کر اس حوض کو بھر دیا جاوے تو پاک ہے یا ناپاک؟

(ب) اگر اس قیاس سے کہ حوض دَہ دردَہ دریا کے حکم میں ہے، نجس شئے کے پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا عمل کیا تو کیا کیا جاوے؟ (۳۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف - ب) پاک رہے گا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۹۰)

---

(۱) فتاویٰ رحیمیہ میں ہے:

سوال: ہمارے یہاں ایک دہ دردہ حوض ہے اور اس حوض میں پانی کنویں سے آتا ہے، اب حوض میں جس کنویں کا پانی آتا ہے ایک مردہ پھولا ہوا چوہا پایا گیا تو کنویں کا پانی تو تین دن سے ناپاک شمار ہوگا، لیکن حوض کے پانی کے بارے میں اختلاف ہے، ایک مفتی صاحب شامی کی عبارت: **و كذا يجوز براكد كثير (كذلك) أي وقع فيه نجس لم يُرَ أثره و لو في موضع وقوع المرئيّة به يُفتى بحر (الدّرّ المختار) قوله: (أي وقع فيه نجس إلخ) شمل ما لو كان النّجس غالبًا و لذا قال في الخلاصة: الماء النّجس إذا دخل الحوض الكبير لا ينجّس الحوض و إن كان الماء النّجس غالبًا على ماء الحوض لأنّه كلّما اتّصل الماءُ بالحوض صار ماء الحوض غالبًا عليه اهـ**

(شامي: ۱/۱۷۶، باب المياه)

ایسے ہی فتاویٰ دارالعلوم کی عبارت: ''سوال: حوض دہ دردہ میں پانی ایک ہاتھ یا اس سے زائد ہو اگر ایسی حالت میں ناپاک کنویں میں سے پانی نکال کر حوض کو بھر دیا جائے تو پاک ہے یا ناپاک؟ الجواب: پاک رہے گا''۔

اور ایسے ہی آپ کے فتاویٰ رحیمیہ میں بھی اسی قسم کے تالاب کے بارے میں مسئلہ ہے، الغرض ان مذکورہ عبارتوں سے ایک مفتی صاحب حوض کی طہارت کے قائل ہیں اور دوسرے مفتی صاحب عدم طہارت کے قائل ہیں لہٰذا آپ کی ذات ستودہ صفات سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ آپ جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا ==

ناپاک حوض بھر کر بہہ جاوے تو پاک ہوجاتا ہے

سوال: (۱۵۳) ایک حوض جس کا عمق بہ قد آدمی ہے، اور دَہ دردَہ سے ایک فٹ کم ہے، اور نلکا اس پر لگا ہوا ہے، دو وقت اس میں پڑتا ہے، اور بھر کر جاری ہوجاتا ہے، اگر یہ حوض ناپاک ہوجائے تو نلکے کا پانی پڑنے کی وجہ سے اگر جاری ہوجائے تو شرعاً وہ پاک ہوجائے گا یا نہیں؟ (۱۹۶/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: وہ حوض جاری ہونے سے پاک ہوجاوے گا (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۶۷)

ماءِ نجس حوض کبیر کو نجس نہیں کرتا —— اور ناپاک پانی بہہ کر جمع ہوجائے تو پاک ہوجاتا ہے

سوال: (۱۵۴) ...... (الف) میں نے پانی کے مسئلہ کے بارے میں جو تحقیق کی اس کا مجھ کو صاف خلاصہ نہیں ملا، آپ نے لکھا ہے کہ دَہ دردَہ پانی میں ناپاکی گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا، جب تک اس میں کوئی صفت نہ بدلے، لیکن میں نے یہ جواب نہیں منگایا، بلکہ یہ لکھا تھا کہ پہلے ہی سے ناپاکی ہو اور اس میں ناپاک پانی بھی جائے اور پاک بھی، ان سے بھرنے کے بعد کوئی صفت نہیں

= = **الجواب:** حوض میں پانی نہ ہو، اگر ہو تو شرعی مقدار سے کم ہو تو ناپاک کنویں کے پانی کے شامل ہونے سے حوض ناپاک شمار ہوگا، اور اگر دہ در دہ حوض میں بہ قدر مقدارِ شرعی پانی موجود تھا اس کے بعد اس میں ناپاک پانی ملا ہے اور ناپاک پانی کے ملنے سے اوصافِ ثلاثہ (رنگ، مزہ، بو) میں سے کوئی وصف نہ بدلا ہو تو وہ حوض پاک ہے بلا تأمل وضو درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۸/ ۹۱-۹۲)

(فتاویٰ رحیمیہ: ۲/ ۳۳۲، کتاب الطّھارۃ، پاک اور ناپاک پانیوں کا بیان، سوال نمبر: ۲۵۷)

(۱) ثمّ المختار طهارة المتنجّس بمجرّد جَرَيَانِهِ ، وكذا البئر وحوض الحمام (درّمختار) أي بأن يدخل من جانبٍ ويخرج من آخرَ حالَ دخولِهِ وإن قلّ الخارجُ إلخ ، ولا يلزمُ أن يكون الحوض ممتلئًا في أوّل وقت الدّخول ، لأنّهُ إذا كان ناقصًا فدخلهُ الماءُ حتّى امتلأ وخرج بعضُهُ طهُرَ أيضًا، كما لو كان ابتداءً ممتلئًا ماءً نجسًا (الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۱/ ۳۰۷-۳۰۸ كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل : باب المياه ، مطلب : يطهُرُ الحوضُ بمجرّد الجريان) ظفیر

رہی تو یہ پانی کیسا ہے؟ مثلاً ایک دَہ دردَہ حوض میں قلیل پانی تھا کہ چلو بھرنے سے زمین کھل جاتی تھی، اتنا پانی بھرا تھا کہ اس میں ناپاکی گرگئی، اب بہ وجہ قلیل پانی کے ناپاکی گرنے سے ہی ناپاک ہوگیا، پھر اس میں پانی آیا، اب دَہ دردَہ کی مقدار بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوگیا، اوراس میں ناپاکی کی کوئی صفت بھی نہیں ہے، بلکہ پہلے ہی سے اس میں کوئی صفت نہ تھی، اورناپاک پانی میں پاک آیا ہے، اور وہ دَہ دردَہ ہوگیا تو وہ پاک ہے یا ناپاک؟

(ب) ایک کنواں ناپاک ہوا اس میں سے پانی نکالا، وہ پانی دس گز بہہ کر کے وہاں جمع ہوا وہ پاک ہے یا نہ؟ (۲۴۶۸/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف - ب) درمختار میں ہے: **ثمّ المختار طهارة المتنجّس بمجرّد جَرَيَانِهٖ وكذا البئر و حوض الحمام إلخ** [(۱)] (باب المياه) **و في ردّ المحتار للشّامي: (۱/۱۲۶) وكذا أيّده سيّدي عبد الغني بما في عمدة المفتي من أنّ الماءَ الجاريَ يطهّر بعضُهٗ بعضًا، و بما في الفتح وغيره من أنّ الماءَ النّجسَ إذا دخل على ماء الحوضِ الكبيرِ لا ينجّسهٗ، ولو كان غالبًا على ماء الحوض إلخ** [(۲)] اس ثانی روایت سے مسئلہ اولی کا جواب واضح ہوگیا کہ ماءِ نجس حوضِ کبیر کو نجس نہیں کرتا، اور پہلے سے نجس ہونا حوض وتالاب کا بلاتغیر نجاست کے مسلم نہیں ہے۔

اور روایتِ اولیٰ سے مسئلہ ثانیہ کا جواب واضح ہوگیا (کہ وہ پانی پاک ہے) [(۳)] اور فقہاء نے پانی کے بارے میں سہولت کو اختیار فرمایا ہے، اورعموم بلویٰ کا لحاظ کیا ہے۔ **قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾** (سورۂ حج، آیت: ۷۸) اور فقہ کا قاعدہ ہے: **المشقّة تجلب التّيسير** [(۴)] **أو اليقينُ لا يزولُ بالشّكّ (ردّ المحتار: ۱/۲۵۱، كتاب الطّهارة)** الغرض پانی کے

---

(۱) حوالہ کی تخریج سابقہ جواب کے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں ۱۲۔

(۲) **ردّ المحتار: ۱/۳۰۰، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب: الأصحّ أنّه لا يشترط في الجريان المددُ.**

(۳) قوسین کے درمیان والی عبارت مفتی ظفیر الدین صاحب کی اضافہ کی ہوئی ہے۔

(۴) **شرح الحموي على الأشباه و النّظائر: ۱/۲۲۶، الفنّ الأوّل: القواعد الكلّيّة، القاعدة الرّابعة، ط: زكريا بك دبو، ديوبند.**

معاملہ میں وہم اور شک کو دخل نہ دینا چاہیے جب کسی تالاب یا حوض میں پانی صاف ہے اور متغیر بالنجاست نہیں ہے تو اس کو پاک ہی سمجھنا چاہیے، وہم نہ کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۷۹-۱۸۱)

گندہ تالاب برسات کے زمانے میں بھر گیا تو وہ پاک ہے یا ناپاک؟

سوال: (۱۵۵) ہمارے گاؤں کا تالاب بارش کے پانی سے بھر گیا ہے، مگر اس کے بھرنے کی کیفیت یہ ہے کہ وہ تالاب بڑا ہے، اور اس میں ناپاکی بھری ہوئی ہے، پیشاب و پاخانہ آدمیوں و جانوروں کا، پھر زیادہ بارش سے کھیتوں کا پاک پانی بھی اس تالاب میں گیا، مگر تالاب بھر کر باہر نہیں نکلا، اور اب اس تالاب میں کوئی ناپاکی کی صفت نہیں ہے، بلکہ پانی صاف ہے؛ آیا یہ پانی پاک ہے یا نہیں؟ اور اس سے وضو اور غسل درست ہے یا نہیں؟ (۲۳۱۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مسئلہ یہ ہے جیسا کہ جملہ کتبِ فقہ میں مذکور ہے کہ زیادہ پانی —— جیسا کہ حوض دَہ دردَہ کا یا ایسی مقدار کے تالاب کا —— نجاست کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا، جب تک کہ اس میں صفاتِ نجاست میں سے کوئی ایک صفت نہ آجائے اور وصف اس کا بدل نہ جائے، پس جب کہ اس تالاب کا پانی صاف ہے، اور اثر نجاست کا اس میں کچھ نہیں معلوم ہوتا تو وہ پانی پاک ہے، وضو اور غسل اس سے درست ہے۔ كما في الدّرّ المختار: وكذا يجوز براكدٍ كثيرٍ كذلك أي وقع فيه نجسٌ لم يُرَ أثرهُ إلخ ، أي من طَعمٍ أو لون أو ريح[1] (شامی) فقط واللہ اعلم (۱/۱۷۹)

سوال: (۱۵۶) ایک کثیر مقدار کا بڑا وسیع تالاب ہے جو بارش کے موسم میں بھر جاتا ہے، اور گرمی کے موسم میں خشک ہوجاتا ہے؛ تو لوگ اس میں پیشاب پاخانہ کرتے ہیں، اور جانوروں کا گوبر پیشاب وغیرہ گرتا ہے جس سے سارا تالاب پلید ہوجاتا ہے، اور وہ تالاب گاؤں سے قریب ہے جب مینہ برستا ہے تو سارا پانی تالاب میں جاتا ہے، اور کھیتوں کا پاک پانی بھی جاتا ہے، لیکن تالاب میں کوئی اثر نجاست کا بھی معلوم نہیں ہوتا، اور ایک صفت بھی بدلی ہوئی معلوم نہیں ہوتی، تو پانی اس تالاب کا پاک ہے یا نہیں؟ اور وضو وغیرہ اس سے درست ہے یا نہیں؟ (۲۵۳۳/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) الدّرّ والشّامي: ۱/۳۰۲، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه ، مطلب: لو أدخل الماءَ من أعلى الحوض ، و خرج من أسفلهٖ فليس بجارٍ .

الجواب: درمختار میں ہے: وکذا یجوز براکدٍ کثیرٍ کذلك أي وقع فیه نجسٌ لم یُرَ أثرُهٗ ولو في موضع وقوع المرئیّة إلخ ، اور ردّ المحتار میں ہے: قوله: (أي وقع فیه نجس) شمل ما لو کان النّجسُ غالبًا ، و لذا قال في الخلاصة : الماء النّجسُ إذا دخلَ الحوضَ الکبیرَ لا ینجّس الحوضَ ، و إن کان الماء النّجسُ غالبًا علی ماءِ الحوضِ إلخ (۱)

اوراسی موضع پر علامہ شامی نے آخر میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

و یشهد له ما في سنن ابن ماجة عن جابر رضي اللّٰه عنه قال: انتهیتُ إلی غدیرٍ، فإذا فیه حمارٌ میّتٌ ، فَکَفَفْنَا عنه ، حتّی انتهٰی إلینا رسول اللّٰه صلّی اللّٰهُ علیه وسلّمَ ، فقال: إنّ الماءَ لا ینجّسهٗ شيءٌ فاستقینا و أروینا و حملنا إلخ(۱)(شامی: ۱/ ۱۲۸)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ تالاب مذکور کے پانی کو پاک ہی سمجھنا چاہیے، اور وضو وغیرہ اس سے درست ہے۔

اور پانی کے بارے میں جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے سہولتیں فرمائی ہیں، اور فقہاء نے اس میں عموم بلویٰ کا لحاظ فرمایا ہے، اور وسعت فرمائی ہے، ایسا ہی رکھنا چاہیے، لوگوں پر تنگی نہ کرنی چاہیے، خود اپنا اختیار ہے احتیاط کرلیوے، لیکن عمومًا نجاست کا حکم نہ دیوے، ورنہ تمام تالابوں کو بعد پر ہونے کے بھی نجس کہا جاوے، اور اس میں جو کچھ دشواریاں اور دقتیں اور حرج ہے وہ ظاہر ہے، حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (سورۂ حج، آیت: ۷۸) فقط (۱/ ۱۸۱-۱۸۲)

سوال: (۱۵۷) ایک تالاب آبادی سے ملحق ہونے کی وجہ سے گندہ رہتا ہے، بارش ہونے پر اس میں پانی بھر گیا ہے؛ تو وہ پاک ہے یا نہیں؟ (۴۳۰/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر پلیدی کے گرنے کی وجہ سے اس میں بدبو نہیں ہے تو وہ پاک ہے، دَہ در دَہ

(۱) الدّرّ و الشّامي: ۱/ ۳۰۲-۳۰۳، کتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المیاه .

ہونے پر پانی پاک رہتا ہے، مگر جب کہ تغیرِ اوصاف بہ سبب نجاست کے ہوجاوے(۱)(۱/۳۰۱-۳۰۲)

سوال: (۱۵۸) ایک تالاب طولاً وعرضاً دس، بارہ بیگہ میں ہے، اور سالانہ خشک ہوجاتا ہے، اورنجاساتِ قصبہ کا مخزن، اور اَہالیانِ قرب و جوار کا سنڈاس (بیت الخلاء) ہے، اب ابتدائی بارش میں کچھ پانی اس میں نجاست سے گھل مل کر جمع ہوا، پھر اس پر وقتاً فوقتاً بارش ہوئی، یہاں تک کہ یہ (بہ) لب ہوگیا (بھر گیا) بہا نہیں؛ آیا قبل بہہ جانے کے یہ تالاب پاک ہے یا بعد (اُبل جانے)(۲) کے اس کو حکم پاکی کا ہوگا؟ (۱۶۶۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: قال في الدّرّ المختار: و كذا يجوز براكدٍ كثيرٍ كذلك أي وقع فيه نجس لـم يـر أثـره ، و لو في موضع وقوع المرئيّة به يفتى ، بحر (۳) پس معلوم ہوا کہ پانی تالاب مذکور کا قبل اُبلنے کے اور بعد اُبلنے کے (ہر) (۲) حال پاک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۳۴)

جس تالاب میں گندہ پانی جمع ہوتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟

سوال: (۱۵۹) ایک جھیرے (تالاب) میں پانی برساتی ونہری آتا ہے، اور برسات میں تمام شہر کا گندہ پانی بھی اس میں جاتا ہے، اس پانی میں کپڑا دھونا اور وضو اس سے کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۲۳۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: وہ پانی پاک ہے وضو کرنا اور کپڑے دھونا اس سے درست ہے(۴) فقط (۱/۱۷۵)

---

(۱) إنّ الـغـديـرَ الـعـظـيمَ كالجاري لا يتنجّس إلّا بالتّغيّر من غير فصل ، هٰكذا في فتح القدير . (الفتاوىٰ الهنديّة : ۱/۱۸، كتاب الطّهارة ، الباب الثّالث في المياه ، الفصل الأوّل في ما يجوز بهِ التّوضؤ)

نوٹ: مطبوعہ فتاویٰ میں یہاں ہندیہ کی جو عربی عبارت ہے وہ رجسٹر نقول فتاویٰ میں نہیں ہے، اس لیے ہم نے اس کو حذف کردیا ہے۔۱۲

(۲) سوال وجواب میں قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔

(۳) سابقہ حواشی میں حوالہ کی تخریج ملاحظہ فرمائیں۔

(۴) اس کی مزید تفصیل اگلے جواب میں آرہی ہے۔

سوال: (۱۶۰) ایک تالاب کے گرد لوگ پاخانہ پھرتے ہیں، اس میں وہی پانی جمع ہوتا ہے، تو وہ پانی پاک ہے یا نہیں؟ (۷۸/۷۷/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جب کہ وہ تالاب دَہ دردَہ ہے، یا اس سے زیادہ ہے، اور نجاست کی بو وغیرہ اس میں پائی نہیں جاتی تو وہ شرعاً پاک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۴۸)

سوال: (۱۶۱) اکثر گاؤں کے قریب گڑھے کھودے ہوئے ہوتے ہیں، اس میں برسات کے موسم میں تمام گاؤں کا غلیظ پانی آ کر جمع ہوجاتا ہے، اور اتنا پانی نہیں ہوتا ہے کہ جو بہہ کر اِدھر اُدھر نکل جایا کرے، لیکن ہوتے وہ بڑے ہیں، کیا وہ ماء جاری کے حکم میں ہیں، اوران میں وضو وغسل جائز ہے کہ نہیں؟ (۱۳۴/۳۴/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: وہ پانی پاک ہے اور وضو وغسل اس میں درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۱۷۶)

بڑا تالاب جس میں جانور بیٹھ کر نہاتے ہیں اس کا پانی پاک ہے یا ناپاک؟

سوال: (۱۶۲) ایک تالاب بستی کے کنارے پر ہے، جس میں پانی بستی کا ہی زیادہ تر آتا ہے، مویشی وغیرہ کثرت سے (ہیں) وہ اس میں (بیٹھے نہاتے) (۱) ہیں، غرض صفائی کا انتظام نہیں ہوسکتا ہے، ایسے تالاب کا پانی پاک ہے؟ (۲۰۲۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: پاک ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۱۱)

تالاب میں کتا مر کر سوج جائے تو پانی پاک ہے یا ناپاک؟

سوال: (۱۶۳) ایک کچا تالاب جس میں پانی دو کنال (۳) ہے، ایک کنال جگہ میں پانی کی

---

(۱) قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) الغديرُ العظيمُ الّذي لا يتحرّك أحدُ طرفَيهِ بتحريكِ الطّرفِ الآخرِ . إذا وقعت نجاسة في أحد جانبَيهِ ، جاز الوضوءُ من الجانبِ الآخرِ. (هداية: ۱/ ۳٦، كتاب الطّهارات، باب الماء الّذي يجوز بهٖ الوضوء و ما لا يجوز بهٖ) ظفیر

(۳) کنال: بیگہ کا چوتھا حصہ۔ (فیروز اللغات)

گہرائی دو فٹ، اور دوسرے کنال میں تین فٹ ہے، بلکہ کچھ زیادہ، زیادہ پانی کی طرف ایک باؤلا کتّا داخل ہوا، اور مر گیا، چند گھنٹہ اس پانی میں رہا، پھر نکال لیا گیا، مگر سوج گیا، لوگ پانی کا استعمال نہیں کرتے، یہ پانی پاک ہے یا نہیں؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: اگر یہ تالاب جس کی گہرائی دو اور تین فٹ بتلائی گئی ہے، پیمائش میں دس ہاتھ چوڑا، اور دس ہاتھ لانبا ہو، یعنی دس ہاتھ مربع تو کتے کے اس میں مر جانے سے اور سوج جانے سے یہ تالاب اس وقت تک ناپاک نہ ہوگا، جب تک اس پانی میں اس مردار کی بدبو نہ آجائے، یا ذائقہ اور رنگ میں فرق نہ آجائے۔ کما في الدّرّ المختار: و كذا يجوز بِراكدٍ كثيرٍ كذلك أي وقع فيه نجسٌ لم يُرَ أثرهُ إلخ ، و في النّهر: وأنت خبير بأنّ اعتبارَ العَشْرِ أَضبطُ ، و لا سِيّما في حقّ مَن لا رَأْيَ لهُ(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۷۵-۱۷۶)

جس تالاب میں مقتولہ عورت کی لاش ڈالی گئی اس کے پانی میں بدبو نہیں تو پانی پاک ہے

سوال: (۱۶۴) ایک تالاب میں عورت مقتولہ کاٹ کر ڈالی گئی، اور کئی روز اس قدر بدبو آئی کہ کوئی آدمی اور جانور نزدیک پانی کے نہیں جاسکا تو اس صورت میں پانی تالاب کا ناپاک ہوگیا یا نہیں؟ (۱۴۲۴/۱۳۴۲ھ)

الجواب: جب کہ پانی اس تالاب کا کثیر ہے، یعنی دَہ دردَہ یا اس سے زیادہ ہے، اور اس پانی میں نعش مقتولہ سے بدبو نہیں ہوئی، اگر چہ خود اس نعش کی بدبو باہر تک ہو تو وہ بہ حالت مذکورہ ناپاک نہیں ہوا، درمختار میں ہے: و كذا يجوز بِراكدٍ كثيرٍ كذلك أي وقع فيه نجسٌ لم يُرَ أثرُهُ، ولو في موضع وقوع المرئيّة إلخ ، بِهِ يُفتىٰ إلخ (الدّرّ المختار) قوله: (لم ير أثره) أي من طَعمٍ

(۱) الدّرّ مع الشّامي: ۱/۳۰۲-۳۰۵، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل : باب المياه ، مطلب: لو أدخل الماءَ من أعلى الحوض ، و خرج من أسفله فليس بجارٍ .

أو لون أو ریح ، و هذا القید لا بدّ منه و إن لم یذکر في کثیر من المسائل الآتیة إلخ (۱) (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۶۰/۱)

بڑا تالاب جس کا پانی موسم گرما میں گندہ ہوجاتا ہے اور موسم برسات میں بھر جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۶۵) ایک جوہڑ (تالاب) متصل قصبہ ہے جس میں تین اطراف قصبہ کا پانی بارش میں جمع ہوجاتا ہے، طول اور عرض ۱۰۰ (سو) و ۶۰ (ساٹھ) گز ہے، عمق ۳ (تین) گز ہے، رنگ وبو میں کچھ فرق نہیں، البتہ خشک موسم میں جب پانی کم رہتا ہے تو رنگت پانی کی بدل جاتی ہے، اور بدبو بھی ہوجاتی ہے، وہ پانی پاک ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۳۴۵ھ)

الجواب: جس وقت تک اس تالاب کے پانی میں نجاست کی وجہ سے بدبو وغیرہ نہ ہو، اور صاف ہو اس وقت تک وہ پاک ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۳/۱-۱۸۴)

ناپاک تالاب بارش سے بھر گیا تو پاک ہوگیا

سوال: (۱۶۶) (ایک) (۲) تالاب میں ناپاک پانی موجود ہے، بارش ہوئی اور پانی پاک اوپر سے آیا، اور ناپاک (پانی) (۲) کو جو ایک کنارے تالاب کے تھا نکال کر دوسرے کنارے تک لے گیا، پھر بہ کثرت پانی سے بھر گیا، مگر کچھ حصہ پانی کا تالاب سے باہر نہیں نکلا؛ یہ پانی پاک ہے یا ناپاک؟ (۴۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: وہ پانی پاک ہوگیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۶/۱)

استنجاء کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا جائز ہے

سوال: (۱۶۷) استنجاء کے بعد جو پانی بچے اس سے وضو درست ہے یا نہ؟ (۵۲۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) الدرّ و الشّامي: ۳۰۲/۱-۳۰۳، کتاب الطّهارة ، الباب الأوّل : باب المیاه .

(۲) قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں وہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیے گئے ہے۔۱۲

الجواب: درست ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۸۶)

وضو کے بچے ہوئے پانی سے استنجاء کرنا درست ہے

سوال: (۱۶۸) وضو کے (بچے ہوئے)(۲) پانی سے استنجاء اور استنجاء کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا کیسا ہے؟ (۱۲۳۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۷۵)

غیر نمازی کے بھرے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے

سوال: (۱۶۹) جو مؤذن نماز نہ پڑھے، اس کے بھرے ہوئے پانی سے وضو کرنا درست ہے یا نہ؟ (۹۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس کے بھرے ہوئے پانی سے وضو درست ہے، اور وضو کرنے والوں کی نماز میں کچھ نقصان نہیں ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۷۶)

کوئی بدعتی پانی دے دے تو اس سے وضو درست ہے

سوال: (۱۷۰) عشرۂ محرم کو تعزیہ کے لیے مشکیں چھڑکواتے ہیں، اگر کوئی شخص یہ مشکیں پانی کی مسجد کے سقاوہ میں بھروادے، تو اس پانی سے وضو درست ہے، یا نہیں؟ (۲۸۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اس پانی سے وضو درست ہے اور چھڑکوانا اس کا تعزیہ کے لیے درست نہیں ہے۔ فقط (۱/۱۷۶)

---

(۱) کیوں کہ استنجاء کے بعد جو پانی بچا ہے وہ پاک ہے۔ محمد امین پالن پوری

(۲) قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں وہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیے گئے ہیں۔۱۲

(۳) بھرنے والے کا اعتبار نہیں خواہ کوئی بھی ہو، پاک پانی ہونا چاہیے۔ **وتجوز الطّهارةُ الحكميّةُ بماءٍ مطلقٍ إلخ طاهر. (غنية المستملي، ص:۷۷، أوائل فصل في بيان أحكام المياه)** ظفیر

جس نہر میں پاخانہ کی نالی کا پانی گرتا ہو اس کا پانی پاک ہے

سوال: (۱۷۱) قصبہ ہلدوانی میں ایک نہر جاری ہے، تمام لوگ اُسی کا پانی پیتے ہیں، لیکن اس نہر میں قصبہ کے چند مکانات کا پانی پاخانہ کا جاتا اور گرتا ہے؛ تو اس نہر کا پانی پینا چاہیے یا نہیں؟ (۱۰۳۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: پانی اس نہر کا پاک ہے پینا اور وضو کرنا اس سے درست ہے(۱) فقط (۱/۱۷۷)

بارش کے زمانے میں گلی کوچہ کا پانی کنویں میں گرے تو کنواں ناپاک ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۱۷۲) مکانوں اور گلی کوچوں کا پانی جو بارش میں پڑتا ہے، اور وہ بہہ کر اگر کسی کنویں میں گرے، تو کنواں ناپاک ہوگا یا نہیں؟ کتاب ''چشمۂ فیض'' میں گلی کوچہ کے پانی کو غلیظ اور نجس قرار نہیں دیا۔ (۴۸۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: بارش کا پانی جو گلی کوچہ میں بہہ کر آوے، اور سب نجاستوں کو بہا دیوے، بے شک وہ پاک ہے۔ كما بيّن في كتب الفقه(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۰۷)

بارش کا پانی جو نالیوں میں بہتا ہے اس سے وضو وغسل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۷۳) بارش کا پانی بہ وقت بارش سڑکوں کی نالیوں میں ایک گز چوڑائی اور نصف گز

---

(۱) و يجوز بجارٍ وقعتْ فيه نجاسةٌ ، و الجاري : هو ما يعدُّ جاريًا عُرفًا إلخ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲۹۸، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل : باب المياه ، مطلب في أنّ التّوضّي من الحوض أفضل رغمًا للمعتزلة إلخ) ظفیر

(۲) المطرُ ما دام يُمطِرُ فلَهُ حكمُ الجَرَيَانِ حتّى لو أصابَ العَذِرَاتِ علَى السّطحِ ، ثمّ أصاب ثَوبًا لا يَتنَجّسُ إلّا أن يَتغيّرَ . (الفتاویٰ الهندية: ۱/۱۷، كتاب الطّهارة، الباب الثّالث في المياه ، الفصل الأوّل فيما يجوز بِهِ التّوضؤُ) ظفیر

کی گہرائی سے گھٹنوں متواتر بہتا ہے جب کہ بارش دو تین گھنٹہ متواتر ہوتی ہے، ایسے پانی سے وضو اور غسل جائز ہے یا نہیں؟ (۲۷۹۸/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس حالت میں اُس پانی سے وضو غسل جائز ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۷۷)

حقہ کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۷۴) درصورت میسر نہ آنے پانی کے؛ حقہ کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۹۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اگر حقہ پاک ہے تو درست ہے۔ (كذا في الدرّ المختار)(۲) فقط (۱/۱۷۸)

قلیل پانی میں ہاتھ ڈال کر وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۷۵) زید می گوید آبے کہ بہ قدر نصفِ صاع یا زیادہ یا کم بود، وضو کردن از اں بہ ادخالِ اعضاء جائز است، بسیار کس را در حالت واحدہ نادانستہ نشود تساوی مستعمل بہ دلیلِ قولِ درمختار: ففي الفَساقي يجوز التوضّؤ ما لم يُعلم تساوي المستعمل (۳) وبدلیل تائید شامی ہمیں را، و ابوبکر می گوید جائز نیست از اں آب مذکور وضو کردن بدلیلِ قول شامی نزد قول درمختار: فرعٌ: اختلف في محدث انغمس في بئرٍ إلخ (الدّرّ المختار) لأنّه لو كان للاغتسال صار مُستعمَلاً اتّفاقًا إلخ (۴) وبدلیلِ قولِ شرح منیۃ در بابِ اَنجاس: لو أخذ الجنبُ الماءَ بفمهٖ ...... لا يبقٰى

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) لا لو تغيّر بطول مكثٍ ، فلو عُلم نَتْنُهٗ بنجاسةٍ لم يجُزْ. (الدّرّ المختار على ردّالمحتار: ۱/۲۹۷، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب: حكم سائر المائعات كالماء في الأصحّ) ظفیر

نوٹ: قوسین کے درمیان جو عبارت ہے وہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے بڑھائی گئی ہے۔۱۲

(۳) الدّرّالمختار على ردّ المحتار: ۱/۲۹۳، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب في مسئلة الوضوء من الفَسَاقِي .

(۴) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۳۱۵، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب : مسئلة البئر جحطٌ .

طَهورًا. قال قاضي خان: هو الصّحيح إلخ (۱) بعض می آرد در حق صبی فإن توضّأ به ناويًا ...... المختار: أنّه يصير مستعملاً (۱) دریں ہمہ اقوال قید تساوی نیست، وایں مفتی بہ است بہ رسم فتویٰ کہ لفظ اتفاق وصحیح ومختار است دریں چہ تواں دانست؟ (۱۱۱۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: درآں جا کہ قید تساوی نوشتہ است آں قول دیگر است، وحکم بہ استعمال کل ماء قول دیگر است، پس مبنیٰ قولین مختلف است، وصحیح ہمی است کہ اگر ماء مستعمل کم از نصف باشد وضو ازاں جائز است (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۷۸)

سوال وجواب کی وضاحت: زید کہتا ہے کہ قلیل پانی میں ہاتھ ڈال کر وضو کرنا جائز ہے، اور دلیل میں درّ مختار کی یہ عبارت پیش کرتا ہے: ففي الفَساقي يجوز التوضّؤ ما لم يُعلم تساوي المستعمل: وضو کرنا چھوٹے حوضوں میں جائز ہے، جب تک ماء مستعمل کا آب طہور کے مساوی ہونا معلوم نہ ہو، اور علامہ شامی نے اس کی تائید فرمائی ہے۔

اور ابو بکر کہتا ہے کہ مذکورہ پانی سے وضو کرنا جائز نہیں، کیوں کہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر محدث کنویں میں غوطہ لگائے نہانے کے قصد سے تو پانی ''بالاتفاق'' مستعمل ہو جاتا ہے، اور شارح منیہ نے لکھا ہے کہ اگر جنبی نے اپنے منہ سے پانی لیا تو پانی مطہر باقی نہیں رہے گا، قاضی خاں نے کہا: یہی ''صحیح'' ہے، اور بعض لوگوں نے بچے کے بارے میں یہ مسئلہ ذکر کیا ہے کہ اگر بچے نے مذکورہ پانی سے نیت کر کے وضو کیا تو ''مختار'' یہ ہے کہ وہ پانی مستعمل ہو جائے گا —— ان تمام اقوال میں تساوی کی قید نہیں ہے، اور لفظ اتفاق، صحیح اور مختار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی مفتی بہ قول ہے، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

الجواب: جس جگہ تساوی کی قید لکھی گئی ہے وہ قول دوسرا ہے، اور تمام پانی کے مستعمل ہونے کا

(۱) غنية المستملي في شرح منية المصلّي، ص:۱۳۳، فصل في الأنجاس.

(۲) كَمُسْتَعْمَلٍ فَبِالأجْزَاءِ، فإنّ المطلقَ أكثرُ من النّصفِ جَازَ التّطهيرُ بالكُلِّ، وإلاّ لاَ، (درّمختار) أي وإن لم يكن المطلق أكثرَ بأنْ كان أقلَّ أو مساويًا لا يجوز. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۹۲-۲۹۳، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب في مسئلة الوضوء من الفَسَاقِي) ظفیر

حکم دوسرا قول ہے، پس مبنیٰ دونوں قولوں کا مختلف ہے، اور صحیح یہی ہے کہ اگر ماء مستعمل نصف سے کم ہو تو اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مچھلی کی بیٹ سے حوض ناپاک نہیں ہوتا

سوال: (۱۷۶) إذا وَقَعَ فِي الحوضِ الكبيرِ خُرءُ السّمكِ علىٰ كثرةٍ، فيجوزُ التوضّئُ بِهِ أم لا؟ و هل يتنجّس منهُ الثّيابُ و الماءُ؟ (۲۲۱۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: لا يتنجّسُ منهُ الماءُ والثّوبُ و يجوزُ التوضّؤُ بالماءِ الّذي وقع فيهِ[1] فقط (۱۷۹/۱)

ترجمہ سوال: (۱۷۶) جب بڑے حوض میں مچھلی کی بیٹ کثرت سے گرے، تو اس حوض سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا اس کی بیٹ سے کپڑے اور پانی ناپاک ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب: اس سے پانی اور کپڑا ناپاک نہیں ہوتا ہے، اور وضو کرنا اس پانی سے جس میں مچھلی کی بیٹ گری ہے جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جاری حوض کا پانی پاک ہے

سوال: (۱۷۷) ہمارے قصبہ میں ایک چشمہ گرم مثل کنویں کے ہے، جو بہت گہرا ہے، لیکن پانی اوپر تک رہتا ہے، اس کے گرد تین (سمت میں)[2] پختہ حوض بنے ہوئے ہیں، جو کہ دہ دردہ سے کم ہیں، اور ان تینوں حوضوں میں اصلی چشمہ سے بہ ذریعہ موری جو کہ رات دن جاری رہتی ہے پانی آتا رہتا ہے، اور ان تینوں حوضوں سے بھی بہ ذریعہ دوسری موریوں کے ہر وقت پانی باہر نکلتا رہتا ہے، ان حوضوں میں ہر وقت تقریباً ایک گز گہرا پانی رہتا ہے اور لمبائی چوڑائی ہر ایک حوض کی مختلف ہے،

(۱) و يجوز رفع الحدث بما ذُكر، وإن مات فيه أي في الماء، ولو قليلاً غيرُ دمويٍّ إلخ مائيِّ مولد ...... كسمك . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۲۹۴/۱-۲۹۵، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل : باب المياه ، مطلب في مسئلة الوضوء من الفَسَاقِي) ظفیر

(۲) قوسین کے درمیان جو عبارت ہے وہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔

مگر چھوٹا حوض تقریبًا چار گز چوڑا پانچ گز لمبا ہے، ان تینوں حوضوں کا پانی نہانے اور پینے کے قابل ہے یا نہیں؟ (۲۷۰۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ان حوضوں کا پانی پاک ہے، اور جاری پانی کے حکم میں ہے، اور نہانے اور پینے کے قابل ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۹۱-۱۹۲)

حمّام میں گوبر گرنے کا شبہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۷۸) جب حمام میں سقے پانی ڈالتے ہیں تو مشک پر جو گوبر، گارا لگا ہوتا ہے وہ حمام میں جاتا ہے، ہم نے خود دیکھا ہے تو یہ پانی نجس ہے یا نہیں؟ اس سے وضو غسل درست ہے یا نہیں؟ (۸۷۰/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر کسی وقت دیکھ لیا جائے کہ نجاست حمام کے پانی میں ہے تو اس پانی سے وضو غسل نہ کرنا چاہیے، ہمیشہ کو ایسا وہم نہ کیا جاوے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۸۳)

ڈھینکلی کے پانی سے وضو جائز ہے

سوال: (۱۷۹) ڈھینکلی (۳) کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے یا نہ؟ (۹۲/۱۳۴۳ھ)

---

(۱) و ألحقوا بالجاري حوضَ الحمّام ، لو الماءُ نازلاً و الغُرَفُ متدارَكٌ ، كحوضٍ صغيرٍ يدخلُهُ الماءُ من جانبٍ و يخرج من آخر ، يجوز التّوضّي من كلّ الجوانب مطلقًا ، بهٖ يُفتىٰ (الدّرّ المختار) أي سواء كان أربعًا في أربعٍ أو أكثرَ إلخ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۳۰۱-۳۰۲، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل : باب المياه ، مطلب : لو أدخل الماء من أعلى الحوض وخرج من أسفلهٖ فليس بجارٍ) ظفیر

(۲) لو أدخل الصّبيّ يَدهُ في الإناءِ إن علم أنّها طاهرة بأن كان معه من يراقبهُ ، جاز التّوضّي بذلك الماء ، وإن علم أنّ فيها نجاسة لم يجز ، وإن حصل الشّكّ لا يتوضّأ به استحسانًا إلخ ولو توضّأ بهٖ جاز ، لأنّه لا يتنجّس بالشّكّ. (غنية المستملي، ص:۹۰، فصل في أحكام الحياض، قبيل فصل في المسح على الخفّين) ظفیر

(۳) ڈھینکلی: پانی کھینچنے کی لمبی لکڑی، آب کش۔ (فیروز اللغات)

الجواب: جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۴/۱)

جس پانی میں افیون، بھنگ اور چرس مل جائے اس سے وضو اور غسل درست ہے

سوال: (۱۸۰) افیون، بھنگ، چرس، تمبا کو پاک ہیں یا نجس؟ جس پانی میں یہ چیزیں مل جاویں اس پانی سے وضو اور غسل درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۶۸۱ھ)

الجواب: افیون اور بھنگ وغیرہ نجس نہیں ہیں، بلکہ ان کا کھانا پینا حرام ہے، اور تھوڑی مقدار بہ غرض تداوی کھانا پینا جائز ہے جو کہ حدِ سکر کو نہ پہنچے۔ کما في الشّامي : و لم يقل أحدٌ بنجاسةِ البنجِ و نحوهِ إلخ(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۴/۱)

جس پانی میں مسواک ڈال رکھی ہے اس سے وضو بلا کراہت درست ہے

سوال: (۱۸۱) اگر مسواک کو وضو کرنے کے بعد لوٹے میں ڈال دیں، اور منشا اس کا یہ ہو کہ مسواک تر ہو جاوے؛ تو اس پانی سے وضو کرنے میں کچھ کراہت تو نہیں ہے؟ (۶۱۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس پانی میں کچھ کراہت نہیں ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ مسواک پانی سے دھو کر نرم کر لی جائے، لوٹے میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۴/۱)

پانی میں پاک چیز مل جائے اور پانی مغلوب ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں؟

سوال: (۱۸۲) اگر پانی مطلق میں کوئی پاک شئے مل جاوے، اور اس پر غالب ہو جاوے، یعنی رنگ اور مزہ بدل دے؛ تو اس پانی سے وضو جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۵/۵۵ھ)

الجواب: پانی میں اگر پاک چیز مل کر پانی مغلوب ہو جاوے، اور نام پانی کا باقی نہ رہے،

---

(۱) ردّ المحتار: ۵۴/۶، کتاب الحدود، قبیل الباب الرّابع، باب حدّ القذف.

یا رنگ اور مزہ باقی نہ رہے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے، اور تفصیل اس کی درمختار کی اس عبارت میں ہے:
و لا بـمـاءٍ مـغـلـوبٍ بشيءٍ طاهرٍ ، الغلبةُ إمّا بكمالِ الامتزاجِ بتشرُّبِ نباتٍ أو بِطّبخٍ بما لايُـقـصـد بهِ التّنظيفُ إلخ . قوله: (بـمـا لا يُقصد بهِ التّنظيفُ) كـالمَرَقِ وماءِ الباقلّاء أي الـفُـولِ فـإنّـهُ يـصير مقيّدًا إلخ. و احتُرز عمّا إذا طَبخ فيه ما يَقصِدُ بهِ المبالغةَ في النّظافة كالأُشنانِ ونحوهِ ، فإنّه لا يضرّ ما لم يَغلِب عليه ، فيصير كالسّويقِ المَخلوطِ[1]

اور پھر درّ مختار میں ہے: (ما لم يزُل الاسمُ) أي فإذا زال الاسمُ لا يُعتبر في منع التّطهّر بهِ الثّخانةُ بل يضرّ ، و إن بقى على رِقّتِهِ وسَيَلانهِ[1]

پھر آگے لکھا ہے: و مثـلُـهُ الـزّعفرانُ إذا خالطَ الماءَ و صار بحيث يُصبغ بهِ ، فليس بماءٍ مطلقٍ[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۸۵)

تالاب کا پانی بدبودار ہو تو اس کا پینا اور وضو وغسل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۸۳) جہاں کنویں وغیرہ نہیں ہیں، اور پانی جوہڑ (تالاب) وغیرہ سے نہر یا بارش کا بدبودار میسر ہوتا ہے، اس کا پینا اور وضو وغسل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۸۲۱/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: پانی مذکور جب کہ وہ دَہ در دَہ یا اس سے زیادہ ہے، اور بہ ظاہر اس کا بدبودار ہونا نجاست کی وجہ سے نہیں ہے تو اس پانی سے غسل و وضو اور پینا درست ہے[2] فقط واللہ اعلم (۱/۱۸۵)

تازہ اور صاف پانی کے ہوتے ہوئے مٹکے کا بدبودار پانی پینا اور اس سے وضو کرنا درست ہے

سوال: (۱۸۴) جب ہر وقت تازہ اور صاف پانی مل سکتا ہو تو مٹکے کا بدبودار پانی پینا اور وضو

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۹۲، كتـاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه ، مطلب في حديث : " لا تُسمُّوا العِنَبَ الكَرْمَ ".

(۲) لالو تغيّر بطول مكثٍ، فلو عُلم نَتْنُهُ بنجاسةٍ لم يجُزْ، ولو شكّ فالأصلُ الطّهارةُ (الدّرّالمختار) قوله : (لا لوتغيّر) أي لاينجسُ لوتغيّر (الدّرّالمختار وردّالمحتار: ۱/۲۹۷، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل : باب المياه ، مطلب حكم سائر المائعات كالماء في الأصحّ) ظفیر

وغیرہ کرنا اُس سے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۱۱/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جب کہ پانی اُس کا پاک ہے، اور بدبو بہ سبب نجاست گرنے کے نہیں ہے تو وضو وشرب (پینا) اُس سے درست ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۸۶)

جو حوض دَہ در دَہ سے کم ہو اس سے وضو کرنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۸۵) یہاں سب لوگ شافعی ہیں، اسی وجہ سے اکثر مساجد میں حوضیں دَہ در دَہ نہیں ہیں، تو حنفی کو ان حوضوں سے وضو کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر شافعی کے پیچھے حنفی کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ (۲۴۱۲/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اُن حوضوں سے وضو کرنا درست ہے (۲) اور شافعی کے پیچھے نماز جائز ہے (۳) فقط (۱/۱۸۷)

---

(۱) أمّا القليلُ فينجُسُ وإن لم يتغيّر خلافًا لمالكٍ ، لا لو تغيّر بطول مكثٍ . (درّمختار) أي لا ينجُسُ لو تغيّر. (الدّرّ المختار و ردّالمحتار: ۱/۲۹۶-۲۹۷، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب حكم سائر المائعات كالماء في الأصحّ) ظفیر

(۲) یہ حکم اس وقت ہے جب مذکورہ حوضوں میں نجاست گرنے کا علم نہ ہو، اگر یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ ان میں نجاست گری ہے تو حنفی کو ان حوضوں سے وضو کرنا درست نہیں۔ محمد امین پالن پوری

(۳) اگر مقتدی کو معلوم ہے کہ امام فرائض وواجبات اور سنن میں ہمارے مذہب کی رعایت کرتا ہے تو بلا کراہت اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، اور اگر معلوم ہے کہ امام ان تین امور کی رعایت نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں، اور اگر معلوم نہیں کہ امام ان امور کی رعایت کرتا ہے یا نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے مگر مکروہ ہے، شامی میں ہے: إن علـم أنّه راعى في الفروض والواجبات والسّنن فلا كراهة و إن علم تركها في الثّلاثة لم يصحّ ، و إن لم يدر شيئًا كُرِه. (ردّ المحتار: ۲/۲۵۹، كتاب الصّلاة ، باب الإمامة ، مطلب في الاقتداء بشافعيّ ونحوهِ هل يكره أم لا؟) محمد امین پالن پوری

جس پائپ سے حوض میں پانی بھرا جاتا ہے اسی پائپ سے حوض میں بچا ہوا پانی نکالنا جائز ہے

سوال: (۱۸۶) اگر کسی وضو کے حوض کو بھرنے کے لیے ایک لوہے کا پائپ رہٹ (۱) سے لے کر حوض تک زمین میں دبایا جاوے، اور جب اس حوض کے پانی کو خارج کرنا مطلوب ہو تو اسی پائپ کے ذریعہ سے خارج کیا جائے جو حوض میں وضو کے بعد بچا ہو، تو اس میں کوئی شرعی عیب تو نہیں یعنی کراہت تو عائد نہیں ہوتی؟ (۱۳۴۲/۱۹۶۷ھ)

الجواب: وہ پانی پاک ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۹/۱)

جس حوض کے کھودتے وقت بوسیدہ ہڈی کا شک ہو، کیا کیا جائے؟

سوال: (۱۸۷) دریں دیار چاٹ گام مسجدے است، قریب از مدت دوصد وشصت وپنج (۲۶۵) سال بہ نام جامع مسجد جاری است، ودر اطراف صحن آن مسجد دیوارے سنگین پختہ است، گاہ گاہ چوں مصلیان در مسجد نگنجند در صحن ہم صف کنند، چند سال شد مسلمانان نصف صحن را از فرش سنگین وسقف پختہ شامل مسجد ساختہ اند، ومصلیان بہ آسانی نماز می گزارند، ودر جانبِ جنوب آن صحن حوضے کلاں ساختہ اند، بہ وقت کندیدن در تہ آن قدرے خاک ممیّز از جنس خاک یافتہ شد، بعضے گفتند استخوان رمیمہ است، بالآخر آن خاک بجائے دیگر در زیر خاک نہادہ شد، آیا دریں حوض وضو کردن درست است یانہ؟ وبر کسے کہ چنین کار عظیم برائے تائید دین کردہ است، طعن وتشنیع کردن بہ حقارت نظر کردن شرعاً چہ حکم دارد؟ (۱۳۴۳/۹۰۳ھ)

الجواب: وضو کردن ازاں حوض جائز است، واگر ثابت شود کہ آں خاک خاک عظام رمیمہ است تاہم بناء حوض درانجا صحیح است، وقبرستان موقوفہ بودن آں ازین قدر ثابت نمی شود، وبدظنی

---

(۱) وہ چرخ جس کے ذریعہ کنویں سے پانی نکالتے ہیں۔

(۲) اس لیے کہ حوض میں بچا ہوا پانی اُسی پائپ سے نکالنا بلا کراہت جائز ہے۔ محمد امین پالن پوری

کردن بر مسلم بانیٔ حوض حرام وناجائز است، وفعل بر وخیر مسلمے رامحمول برریاء وسمعہ کردن ازسوئے ظن بہ مسلم است کہ ازنصوص قطعیہ حرام است۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ (سورۂ حجرات،آیت:۱۲) و قال عليه الصّلاةُ و السَّلامُ: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ، وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى إلخ [۱] قال في الدّرّ المختار : كما جازَ زرعُه والبناءُ عليه إذَا بلى وصار تُرابًا. زيلعيّ [۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۸۹-۱۹۰)

ترجمہ سوال: (۱۸۷) چاٹ گام کے دیار میں ایک مسجد ہے، تقریبًا ۲۶۵ سال سے جامع مسجد کے نام سے آباد ہے، اور اس مسجد کے صحن کے اطراف میں ایک مضبوط پختہ دیوار ہے، کبھی کبھی جب نمازی مسجد میں زیادہ ہوتے ہیں تو صحن میں صفیں بچھا کر نماز پڑھتے ہیں، چند سال ہوئے مسلمانوں نے آدھے صحن کو پختہ فرش اور چھت ڈال کر مسجد میں شامل کرلیا ہے، تاکہ سب نمازی بہ سہولت نماز ادا کرسکیں، اور اس صحن کی جنوبی جانب میں ایک بڑا حوض بنایا تو کھدائی کے وقت اس کے نیچے سے کچھ مٹی نکلی جو عام مٹی سے الگ تھی، بعض لوگوں نے کہا کہ یہ بوسیدہ ہڈی ہے، بالآخر اس مٹی کو دوسری جگہ زیر زمین رکھ دیا، آیا اس حوض میں وضو کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص پر جس نے دین کی مضبوطی کے لیے کارِ عظیم انجام دیا ہے، طعن وتشنیع کرنا اور حقیر سمجھنا شرعًا کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب: اس حوض سے وضو کرنا جائز ہے، اور اگر یہ ثابت ہوجائے کہ وہ مٹی بوسیدہ ہڈی کی مٹی ہے تب بھی اس جگہ حوض بنانا صحیح ہے، اور اس جگہ کا اس قدر ہڈی ملنے سے موقوفہ قبرستان ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا، اور مسلمان پر جو حوض کا بانی ہے بدگمانی کرنا حرام اور ناجائز ہے، اور کسی مسلمان کے نیک اور بھلے فعل کو دکھاوے اور ریاء پر محمول کرنا مسلمان کے ساتھ بدظنی ہے جو نصوصِ قطعیہ سے حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن عمر بن الخطّاب رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم : اِنَّمَا الْاَعْمَالُ الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۱۱، قبيل كتاب الإيمان) ظفیر

(۲) الدّرّ المختار على ردّ المحتار : ۳/۱۳۶، كتاب الصّلاة ، الباب التّاسع عشر: باب صلاة الجنازة ، مطلب في دفن الميّت .

جو حوض دَہ در دَہ سے کم ہو اس میں بچہ پیشاب کر دے تو ناپاک ہو جاتا ہے

سوال: (۱۸۸) جو حوض عشر فی عشر (دَہ در دَہ) سے کم ہو، اور عمق اس کا چار پانچ بالشت ہو، اگر اس میں کوئی بچہ پیشاب کر دے، یا اور کوئی نجاست گر جائے تو وہ مذہبِ احناف میں پاک ہے یا نہ؟ (۱۴۰۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: موافق روایت عشر فی عشر کے جو کہ مختار اصحابِ متون و مرجح عند اہلِ الترجیح کصاحب الهداية و قاضی خاں وغیرہ ہے، حوض مذکور جو دَہ در دَہ سے کم ہے نجاست کے واقع ہونے سے ناپاک ہو جاوے گا، اور عمق کا اعتبار نہیں ہے (یعنی صرف گہرائی کا اعتبار نہیں) (۱) كما في الدّرّ المختار: إذ المعتمد عدم اعتبار العمق (۲) و في ردّ المحتار: و لا يخفى أنّ المتأخّرين الّذين أفتوا بالعشر كصاحب الهداية و قاضي خان و غيرهما من أهل التّرجيح، هُم أعلم بالمذهب منّا، فعلينا اتّباعهم إلخ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۹۰-۱۹۱)

ڈھکے ہوئے دَہ در دَہ حوض میں نجاست گر جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۸۹) اگر حوض دَہ در دَہ لانبا چوڑا ہووے، اور اوپر چاروں طرف سے ڈھکا ہوا ہووے، اور بیچ میں تھوڑا سا کھلا ہوا ہو تو اس حوض کے پانی سے وضو درست ہے یا نہیں؟ اور اگر ایسے حوض میں نجاست گر جائے تو وضو درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۲۲۸ھ)

---

(۱) قوسین کے درمیان جو عبارت ہے وہ مفتی ظفیر الدین صاحبؒ نے بڑھائی ہے۔

(۲) الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۳۱۰، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب في مقدار الذّراع و تعيينه.

نوٹ: العمق کے بعد ''وحدہ'' کا لفظ بھی ہے۔ ظفیر

(۳) ردّ المحتار: ۱/۳۰۵، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب لو أدخل الماءَ من أعلى الحوض و خرج من أسفله فليس بجارٍ.

الجواب: اس حوض کے پانی سے وضو درست ہے، اور اگر چھت اس حوض کی پانی سے ملی ہوئی نہیں ہے تو نجاست کے گرنے سے پانی اس کا پلید نہ ہوگا، اور وضو اس سے جائز ہے(۱) فقط (۱۹۱/۱)

شامی کی ایک عبارت کا مطلب

سوال: (۱۹۰) عبارت شامی مندرجہ ذیل کا کیا مطلب ہے: **بأن يدخلَ من جانبٍ ويخرجَ من آخرَ حالَ دخولِهِ و إن قلّ الخارجُ ، بحر . قال ابنُ الشِّحنة : لأنّهُ صار جاريًا حقيقةً ، وبِخروجِ بعضِهِ رُفِعَ الشّكُّ في بقاءِ النّجاسةِ إلخ**(۲) (۳۳/۴۹-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ عبارت شامی کی درمختار کے اس قول کے شرح میں ہے: **ثمّ المختار طهارة المتنجّس بمجرّد جَرَيَانِه . قوله: (بمجرّد جَرَيَانِهِ) أي بأن يدخلَ من جانبٍ و يخرجَ من آخرَ** (۲) مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر ایک طرف سے پانی داخل ہو اور دوسری طرف سے اسی وقت پانی نکلے، اگر چہ نکلنے والا قلیل ہو، ابن شحنہ فرماتے ہیں کہ وجہ پاک ہونے کی یہ ہے کہ وہ پانی جاری ہو گیا حقیقۃً، اور بعض ناپاک پانی کے نکل جانے سے بقائے نجاست میں شک ہو گیا، پس شک کے ساتھ نجاست کے بقاء کا حکم نہ کیا جاوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۸۶-۱۸۷)

---

(۱) **و لو جمدَ ماؤه فثقب ، إن الماء منفصلاً عن الجمد جاز ، لأنّه كالمسقّفِ ، و إن متّصلاً لا، لأنّه كالقصعة (الدّرّ المختار) و في ردّ المحتار قوله : (منفصلاًعن الجمد) أي متّسفّلاً عنه غير متّصلٍ به بحيث لو حرّك تحرّك . قوله: (و إن متّصلاً لا) أي لا يجوز الوضوء منه ، وهو قول نصير والإسكاف . و قال ابن المبارك و أبو حفص الكبير : لا بأس بهِ ، و هذا أوسع والأوّل أحوط (إلى قوله) و في الحلية أنّ هذا مبنيّ على نجاسة الماء المستعمل . (الدّرّ المختار وردّ المحتار: ۳۰۷/۱، كتاب الطّهارة، مطلب: لوأدخل الماءَ من أعلى الحوض فخرج من أسفلهِ فليس بجارٍ)**

حضرت تھانوی قدس سرہ نے مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: **قلتُ: المفتى بهِ طهارة الماء المستعمل فلم يبق خلاف فافهم** ، بناء بر روایت وتقریر بالا اس حوض سے وضو بلا تکلف جائز ہے، اگر چہ پانی نہ ہلتا ہو۔ (امداد الفتاویٰ: ۵۹/۱، کتاب الطّھارۃ، سوال نمبر: ۴۶) محمد امین پالن پوری

(۲) **الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۳۰۷/۱-۳۰۸، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل : باب المياه، مطلب: يطهُرُ الحوضُ بمجرّد الجَرَيان)**

کنویں کے احکام

کنویں میں مردہ جانور کا کوئی حصہ گر جائے تو پورا پانی نکالنا ضروری ہے

سوال: (۱۹۱) نیمۂ شارک مردہ غیر مذکاۃ یا بعد آں کہ از کل خود جدا شدہ و منقطع گشتہ است در چاہ افتاد، آیا جملہ آب آں چاہ کشیدہ شود یا مقدار شارک مردہ غیر منتفخہ و نیز مردماں بہ فتوٰی بعضے ملایاں بعد کشیدن سی (۳۰) دلو، آب ازاں چاہ می نوشند، وطعام آں پختہ می خورند حلال است یا حرام؟ بینوا توجروا۔ (۲۹/۲۹۵-۱۳۳۰ھ)

الجواب: درصورت مسئولہ کشیدن مقدار جملہ آب آں چاہ لازم است، وتاوقتیکہ مقدار مذکورہ کشیدہ نہ شود، نوشیدن ازاں آب وطعام بہ آں پختہ خوردن ناجائز وحرام است۔

قال مولانا السيّد أبو السّعود في حاشية المسكين معزيًا إلى الحمويّ: و قطعة الحيوان في الحكم كالحيوان المتفسّخ انتهى[1] وقال في ردّ المحتار: لو وقع ذنبُ فارةٍ يُنزح الماءُ كلُّهُ . بحر. و به ظهر أنّه لو جُرح الحيوانُ بلا تفسّخٍ ونحوه ، يُنزح الجميعُ كما في الفتح ، و إنّ قطعةً منه كتفسّخِهِ ، و لهذا قال في الخانية: قطعةٌ من لحمِ الميتةِ تُفسدُهُ . انتهى ما في الرّدّ[2] والمسئلةُ أظهرُ من الشّمسِ .

پس آں چہ بعض ملایاں فتوٰی دادہ اند کہ بعد از کشیدن سی دلو آبش طاہر است، و بہ استعمال آوردہ

---

(۱) یہ حوالہ ہمیں نہیں ملا۔

(۲) **ردّ المحتار: ۱/۳۲۷، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المياه، فصل في البئر .**

شودومحض ژاژخوائیدہ اندوعبث بعد پیمائیدہ۔ واللّٰهُ أعلمُ بالصّوابِ (و إليهِ المرجعُ و المآبُ ، حرّرهُ العاصي محمّد إبراهيم تجاوزَ عنهُ اللّٰهُ الكريمُ .

الجواب صحیح: بندہ عزیز الرحمان عفی عنہ) (۱)(۱/۱۹۳-۱۹۴)

ترجمہ سوال: (۱۹۱) مردہ غیر مذبوحہ مینا کا نصف حصہ یااس کا ایک ٹکڑا جدا اور منقطع ہوکر کنویں میں گرگیا، آیااس کنویں کا پورا پانی نکالنا ہوگا یا مردہ بغیر پھولی ہوئی مینا کے بہ قدر، اور نیز کچھ لوگ بعض مولویوں کے فتویٰ کے مطابق تیس (۳۰) ڈول پانی نکالنے کے بعداس کنویں کا پانی پیتے ہیں اوراس کے پانی سے پکایا ہوا کھانا کھاتے ہیں؛ یہ حلال ہے یا حرام؟

الجواب: صورت مسئولہ میں اس کنویں کا پورا پانی نکالنا ضروری ہے، جب تک پانی کی مذکورہ مقدار نہ نکالی جائے اس وقت تک اس کا پانی پینا اوراس کے پانی سے کھانا پکانا ناجائز اور حرام ہے۔

پس بعض مولویوں نے جوفتویٰ دیا ہے کہ تیس (۳۰) ڈول پانی نکالنے کے بعداس کا پانی پاک ہے اور استعمال میں لانا درست ہے، محض بکواس اور بیہودہ گوئی ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب

پاک کنویں کا پانی استعمال کرنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک درست ہے

سوال: (۱۹۲) امام ابوحنیفہ نے کنوؤں کا پانی استعمال کرنا جائز کیا ہے یا نہیں؟

(۲۱۵/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: جوکنواں بہ قاعدۂ شرعیہ پاک ہواس کا پانی کھانے اور پینے اوروضو ونماز کے لیے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے، تمام کتب فقہیہ میں مسائلِ (آبار) (۲) بیان ہوئے ہیں (۳) فقط (۱/۱۹۴)

---

(۱) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۲) قوسین کے درمیان جولفظ ہے وہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے بڑھایا ہے۔

(۳) يَرفعُ الحدَثَ مطلقًا بماءٍ مطلقٍ ، هو ما يتبادر عند الإطلاقِ ،كماءِ سماءٍ وأوديةٍ وعيونٍ وآبارٍ وبحارٍ. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲۸۹-۲۹۰، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المياه) ظفير

جنبی کنویں میں اترا، یا کنارے پر بیٹھ کر نہایا اور قطرے کنویں میں گرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۹۳) اگر کنویں میں جنبی شخص اترا، یا من (۱) پر بیٹھ کر نہایا اور قطرہ گرا تو پانی کا کیا حکم ہے؟ (۴۲۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اس صورت میں پانی کنویں کا طاہر غیر مطہر ہے (۲) کہ ماء مستعمل ہے۔ قال الشّامي : فعُلمَ أنّ المذهبَ المختارَ في هذه المسئلةِ أنّ الرّجلَ طاهرٌ ، والماءَ طاهرٌ غيرُ طَهورٍ إلخ (۳) اور قطرہ گرنے سے پانی چاہ کا ناپاک نہیں ہوتا (۴) فقط واللہ اعلم (۱/۱۹۴-۱۹۵)

ایک شخص غسل کی نیت سے کنویں میں داخل ہوا تو اُس کا پانی مستعمل ہوا یا نہیں؟

سوال: (۱۹۴) ایک شخص پاک کنویں میں گھسا یعنی بہ نیت غسل؛ تو کنویں کا پانی مستعمل ہوا، اور وضو وغسل اس سے جائز ہے یا نہیں؟ (۳۰۰/۱۳۴۲ھ)

---

(۱) مَن: کنویں کی مینڈھ۔ (فیروز اللغات)

(۲) یہ حکم اس وقت ہے جب جنبی کے جسم پر کوئی ظاہری ناپاکی نہ ہو، اگر اس کے جسم پر منی وغیرہ ہے اور کنویں میں اترا تو پانی ناپاک ہوجائے گا اور پورا پانی نکالنا پڑے گا۔ فلو كان على بدنهٖ أو ثوبهٖ نجاسة تَنجّس الماءُ اتّفاقًا . (ردّ المحتار: ۱/۳۱۵، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب : مسئلة البئر جحطْ) محمد امین پالن پوری

(۳) ردّ المحتار: ۱/۳۱۶، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب في أحكام الدّباغة.

(۴) جنب اغتسل فانتضحَ من غُسلِهٖ شيءٌ في إنائِهٖ لم يُفسدْ عليه الماءَ ، أمّا إذا كان يسيل منه سَيَلَانًا أفسدهٗ ، و كذا حوضُ الحمّامِ على قولِ محمّدٍ رحمه اللّٰهُ لا يُفسدهٗ ما لم يغلب عليه ؛ يعني لا يُخرجُهٗ من الطَّهوريّةِ كذا في الخلاصة . (الفتاوىٰ الهنديّة: ۱/۲۳، كتاب الطّهارة، الباب الثّالث في المياه ، الفصل الثّاني في ما لا يجوز بهٖ التّوضّؤ) ظفیر

الجواب: اس صورت میں پانی اس چاہ کا مستعمل ہوجاوے گا، شامی میں ہے: قوله: (لدلوٍ)...... و قيّد بِهِ ، لأنّهُ لو كان للاغتسالِ صار مُستعمَلاً اتّفاقًا إلخ (۱) (شامی) پس وضو اور غسل اس سے درست نہیں ہے (۲) مگر بعد نکالنے چالیس ڈول کے۔ کما في الدّرّ المختار: و أربعين في سِنّورٍ ودجاجةٍ مخلاّةٍ كآدميّ محدثٍ إلخ . وفي الشّامي: وقيل: أربعون عندهٗ، ومذهب محمّدٍ رحمه اللّٰه أنّهٗ يسلبُهُ الطّهوريَّة ، وهو الصّحيح عند الشّيخين ، فينزح منه عشرونَ ليصير طَهورًا إلخ (۳) پس اس روایت کی بناء پر بیس ڈول نکالنا کافی ہے، اس کے بعد وضو وغسل درست ہے، اور واضح ہو کہ جب کہ وہ شخص طاہر ہے؛ یعنی جنبی اور محدث نہیں ہے تو اگر محض تبرّد کے لیے غسل کرنے کنویں میں گھسا ہے؛ تو اس سے پانی مستعمل نہیں ہوا، اور وضو وغسل اس سے درست ہے (۴) البتہ اگر قربت یعنی ثواب کے لیے غسل کرنے گھسا ہے تو پھر پانی مستعمل ہوجاوے گا، اور جو حکم اوپر لکھا گیا ہے وہ مرتب ہوگا، کیونکہ قربت کے لیے غسل اور وضو کرنا بھی موجبِ استعمالِ ماء ہے۔ کما في الدّرّ المختار: أو بما استعملَ لأجل قُربةٍ أي ثوابٍ إلخ (۵) فقط واللہ اعلم (۱/ ۲۲۸-۲۲۹)

(۱) ردّ المحتار: ۱/ ۳۱۵، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب: مسئلة البئر جحط .

(۲) اتّفق أصحابُنا رحمهم اللّٰه أنّ الماءَ المستعملَ ليس بطَهورٍ ، حتّٰى لا يجوز التّوضّؤُ بِهٖ . (الفتاوٰی الهنديّة: ۱/ ۲۲، كتاب الطّهارة، الباب الثّالث في المياه ، الفصل الثّاني في ما لا يجوز بهِ التّوضّؤ) ظفیر

(۳) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/ ۳۲۹، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل : باب المياه ، فصل في البئر .

(۴) أو اغْتَسَلَ الطّاهِرُ للتّبرُّدِ لا يَصيرُ الماءُ مستعملاً . كذا في فتاوٰی قاضي خان. (الفتاوٰی الهنديّة: ۱/ ۲۳، كتاب الطّهارة ، الباب الثّالث في المياه ، الفصل الثّاني في ما لا يجوز بهِ التّوضّؤ) ظفیر

(۵) الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/ ۳۱۱، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مبحث الماء المستعمل .

کنویں میں پانی بہت ہو تو کنواں کس طرح پاک کیا جائے؟

سوال: (۱۹۵) پانی پت شہر میں (پہلے)(۱) چاہات کا پانی کم تھا، اور اب اس قدر زیادہ ہوگیا ہے کہ اگر کنواں ناپاک ہوجاتا ہے تو ڈیڑھ ہزار ڈول نکالنے پر بھی پانی نہیں ٹوٹتا، اس لیے سخت پریشانی ہوتی ہے، کوئی سہولت کا راستہ بتلایا جاوے۔ (۲۰۹۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: ہمارے حضراتِ اکابر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب وحضرت مولانا شیخ الہند قدس سرہما وغیرہما کا اس پر اتفاق ہے کہ دوسو سے تین سو تک ڈول نکالنے سے پانی چاہ کا پاک ہوجاتا ہے، اور بہ وجہ سہولت اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے، اور یہاں ہمیشہ اسی پر عمل درآمد رہا ہے، اور اب بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۲۲/۱)

وضاحت: نجاست کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوجائے، اور اس کا پورا پانی نکالنا ممکن ہو، تو پورا پانی نکالنا ضروری ہے خواہ پانی کم ہو یا زیادہ، اس صورت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اور اگر کنواں چشمہ والا ہو اور پورا پانی نکالنا دشوار ہو تو اس میں دو قول ہیں:

ایک قول جس میں لوگوں کے لیے آسانی ہے یہ ہے کہ دوسو سے تین سو ڈول پانی نکالنے سے کنواں پاک ہوجاتا ہے، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ کی یہی رائے ہے، اس لیے اس قسم کے تمام مسائل میں حضرت نے یہی فتویٰ دیا ہے کہ دوسو سے تین سو ڈول پانی نکالنا کافی ہے، اس سے کنواں پاک ہوجاتا ہے۔

دوسرا قول جس میں احتیاط ہے یہ ہے کہ کنویں میں کتنا پانی ہے اس کا دو تجربہ کار عادل آدمیوں سے اندازہ کرایا جائے، اور ان کے اندازے کے بہ قدر پانی نکالنا ضروری ہے، علی الاطلاق تین سو ڈول پانی نکالنا کافی نہیں، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہم اللہ، اور حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم کی یہی رائے ہے۔

---

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (پہلے) کی جگہ ''بہت'' تھا، رجسٹر نقول فتاویٰ سے تصحیح کی گئی ہے۔ ۱۲۔

فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:

سوال: چاہ میں جوتا گر جانے سے کس قدر پانی نکالا جاوے گا؟

جواب: اگر جوتا ناپاک ہے تو تمام پانی نکالے گا، اور اگر پاک ہے تو کچھ نہیں (۱)

اور امداد الفتاویٰ میں ہے: واقع میں علی الاطلاق تین سو ڈول کا فتویٰ مسلک ضعیف ہے، راجح یہی ہے کہ علت پر نظر کی جاوے، لیکن چوں کہ بعض کا فتویٰ علی الاطلاق ہے، عوام کی آسانی کے لیے مرجوح قول لے لینا بھی جائز ہے۔ کما صرّحوا بہ اس لیے زیادہ تنگی ضروری نہیں۔ فقط واللہ اعلم (۲)

نیز بہشتی زیور میں ہے: اگر کنویں میں اتنا بڑا سوت ہے کہ سب پانی نہیں نکل سکتا، جیسے جیسے پانی نکالتے ہیں ویسے ویسے اس میں سے اور نکلتا آتا ہے تو جتنا پانی اس میں اس وقت موجود ہے اندازہ کر کے اس قدر نکال ڈالیں (۳)

اور کفایت المفتی میں ہے: جب کہ پانی ٹوٹ نہ سکے تو موجودہ پانی نکال دینا کافی ہے، یعنی جتنا پانی موجود ہے وہ نکل جائے اور نیا پانی آتے رہنے کی وجہ سے نہ ٹوٹے تو مضائقہ نہیں۔ صرف تین سو ڈول نکالنا کافی نہیں ہے (۴)

نیز کفایت المفتی میں ہے:

سوال: مولانا الوری نے اپنی کتاب "رکن دین" میں لکھا ہے کہ جو کنواں سوت دار ہو کہ جس کا پانی کبھی ٹوٹتا نہ ہو اس کا تمام پانی نکالا جائے، جو عالم اس کا یہ فتویٰ دے کہ اس کا پانی دو سو سے تین سو ڈول تک نکالا جائے وہ بڑی غلطی پر ہے، کیوں کہ یہ فتویٰ امام محمد نے خاص کر بغداد کے کنوؤں کے بارے میں لکھا تھا بغداد کے کنوؤں میں عموماً دو سو سے تین سو ڈول تک پانی تھا، آیا مولانا الوری صاحب کا یہ حکم صحیح ہے یا نہیں؟

(۱) فتاویٰ رشدیہ، ص: ۲۸۷، کنویں کے احکام ومسائل، مطبوعہ جسیم بک ڈپو، دہلی۔

(۲) امداد الفتاویٰ: ۱/۷۰، کتاب الطّهارة ، فصل في البئر، سوال: ۶۲، مطبوعہ: زکریا بک ڈپو، دیوبند۔

(۳) بہشتی زیور اختری، حصہ اوّل، ص: ۶۳، کنویں کا بیان، مسئلہ: ۱۰۔

(۴) کفایت المفتی: ۲/ ۲۴۹، کتاب الطّهارة، حوض اور کنویں کے احکام، مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ، پاکستان جواب: ۲۹۳۔

جواب: صحیح یہی ہے کہ تمام پانی نکالا جائے، دوتین سوڈول نکالنا کافی نہیں ہے۔ واللہ اعلم (۱)

اور تحفۃ الالمعی میں ہے: امام محمد رحمہ اللہ نے مقام رَی کے کنوؤں کا جائزہ لے کر دوسو تا تین سو ڈول پانی کا اندازہ ٹھہرایا تھا، جس کو بعد میں مفتیوں نے دُنیا کے تمام کنوؤں میں مفتیٰ بہ قول قرار دے دیا، یہ صحیح نہیں، ہر علاقے کے کنوؤں کا اندازہ الگ ٹھہرایا جائے گا، اور یہ مفتی کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ اندازہ مقرر کردے، جیسے رمضان کے ختم پر دارالافتاء صدقۃ الفطر کی رقم طے کر کے شہر میں اعلان کرتا ہے کیوں کہ ہر شخص آدھے صاع گیہوں کی قیمت طے نہیں کرسکتا۔ (تحفۃ الالمعی: ۱/۳۰۴، کتاب الطّهارة)

و إذا وقعت نجاسة ...... في بئرٍ دونَ القدرِ الكثيرِ ...... ينزح كلّ مائها ...... و إن تعذّر نَزحُ كلِّها لكونها مَعينًا ، فبقدر ما فيها وقت ابتداءِ النّزحِ . قاله الحلبيّ ، يؤخذ ذلك بقول رجلين عدلينِ ، لهما بصارةٌ بالماءِ ، بهٖ يُفتىٰ ، وقيل: يُفتىٰ بمأتين إلى ثلاث مائةٍ ، و هٰذا أيسرُ و ذاك أحوطُ. (الدّرّ المختار: ۱/ ۳۲۶-۳۳۱)

قوله: (وقيل إلخ) جزم بهٖ في الكنز والملتقىٰ ، و هو مرويٌّ عن محمّد و عليه الفتوىٰ . خلاصة و تاترخانية عن النّصاب ، و هو المختار معراج عن العَتّابيّةِ، و جعلهٗ في العناية روايةً عن الإمام و هو المختارُ ، و الأيسرُ كما في الاختيار، و أفاد في النّهر أنّ المأتين و اجبتانِ و المائةَ الثّالثةَ مندوبةٌ ، فقد اختلف التّصحيحُ و الفتوىٰ . و ضُعِّف هذا القول في الحلية و تبعه في البحر بأنّه إذا كان الحكمُ الشّرعيُّ نَزحَ الجميعِ ، فالاقتصار علىٰ عددٍ مخصوصٍ يتوقّف على دليلٍ سمعيٍّ يفيدهٗ ، و أين ذلك؟ بل المأثورُ عن ابن عبّاس و ابن الزّبير خلافُهٗ ، حين أفْتيَا بنزح الماء كلِّهٖ حين ماتَ زنجيٌّ في بئر زمزمَ ، و أسانيدُ ذلك الأثرِ مع دفع ما أُورِد عليها مبسوطةٌ في البحر وغيرهٖ قال في النّهر : و كأنّ المشايخَ إنّما اختاروا ما عن محمّد لانضباطِهٖ كالعُشرِ تيسيرًا كما مرّ اهـ . قلتُ: لكن مرّ و يأتي أنّ مسائلَ الآبارِ مبنيّةٌ على اتّباع الآثارِ ، على أنّهم قالوا: إنّ محمّدًا أفتىٰ بما شاهدَ في آبارِ بغدادَ ، فإنّها كثيرةُ الماءِ ، و كذا ما رُوي عن الإمام من نزحِ مائةٍ في مثلِ

(۱) كفايت المفتى: ۲/۲۴۲، كتاب الطّهارة، حوض اور کنویں کے احکام، جواب: ۲۷۹۔

آبارِ الکوفةِ لقلّة مائها ، فیرجع إلی القولِ الأوّلِ ، لأنّه تقدیرُ ممّن لهٗ بَصارةٌ وخِبْرةٌ بالماء في تلك النّواحي ، لا لکون ذلك لازمًا في آبار کلّ جهةٍ . واللّٰه أعلم .

قوله : (و ذاك) أي ما في المتنِ أحوط للخروجِ عن الخلافِ و لموافقتهٖ للآثارِ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار : ۱/۳۳۰-۳۳۱، کتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المیاه، فصل في البئر)

علامہ شامی کی بحث کا حاصل بھی یہی ہے کہ علی الاطلاق تین سو ڈول کا فتوٰی مسلک ضعیف ہے، راجح یہی ہے کہ علت پر نظر کی جائے۔

اور صاحبِ بحر کی بھی یہی رائے ہے: قال في الاختیار: وما رُوي عن محمدٍ أیسرُ علی النّاس ، لٰکن لا یخفی ضُعفهٗ ، فإنّهٗ إذا کان الحکمُ الشّرعيُّ نزحَ جمیعِ الماءِ للحکم لنجاستهٖ ، فالقول بطهارة البئر بالاقتصار علی نزح عددٍ مخصوصٍ من الدّلاءِ یتوقّف علی سمعيّ یفیدُهٗ ، و أین ذلك ؟ بل المأثورُ عن ابن عباس و ابن الزّبیر رضي اللّٰه عنهم خلافُهٗ . (البحر الرّائق: ۱/۲۱۶-۲۱۷، کتاب الطّهارة)

آگے متعدد فتاویٰ اس سلسلہ میں آئیں گے، سب جگہ یہ وضاحت ملحوظ رکھی جائے۔ ۱۲ محمد امین

کنویں کی پاکی میں امام محمدؒ کے قول پر فتوٰی دینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۹۶) طہارتِ بئر میں امام محمد رحمہ اللہ کا فتوٰی جو تین سو ڈول کا ہے، اس کو اختیار کرنا اور اس پر فتوٰی دینا احناف کو درست ہے یا نہیں؟ (۸۲۸/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۸۵) پس جب کہ امام محمد رحمہ اللہ کے قول میں یسر (آسانی) ہے، اور فقہاء نے اس پر فتوٰی دیا ہے، تو بوجہِ یسر کے اس کو اختیار کرنا اور اس پر فتوٰی دینا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۱۰)

پیشاب کنویں میں ڈال دیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۹۷) ایک لڑکے نے برتن میں پیشاب کر کے کنویں میں ڈال دیا، کتنے ڈول

نکالنے سے کنواں پاک ہوگا؟ (۲/۷۷-۱۳۴۰ھ)

الجواب: اب تین سو ڈول پر فتویٰ ہے، تین سو ڈول نکالنے سے کنواں پاک اور پانی پاک ہوجاوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۱۵)

وضاحت: مفتی علاّم نے ایسر پر عمل کر کے تین سو ڈول پر فتویٰ دیا ہے، ورنہ اگر کنواں چشمہ والا نہیں ہے تو کل پانی نکالنا ضروری ہے، اور یہی احتیاط ہے، یا (اگر کنواں چشمہ والا ہے تو) دو ایسے ثقہ آدمی سے پانی کا اندازہ لگوا لیا جائے جن کو ان میں بصیرت حاصل ہو، اور اتنی مقدار میں پانی نکال دیا جائے۔ إذا وقعت نجاسةٌ ...... في بئر دونَ القدرِ الكثيرِ إلخ ، يُنزحُ كلُّ مائِها إلخ، وإن تعذّر نَزحُ كلِّها لكونها مَعِينًا ، فبقدر ما فيها وقت ابتداءِ النّزحِ قاله الحلبيّ ، يؤخذ ذلك بقول رجلينِ عدلينِ ، لهما بصارةٌ بالماءِ ، بهٖ يُفتىٰ ، و قيل : يُفتىٰ بمأتين إلى ثلاث مائةٍ ، وهٰذا أيسرُ وذاك أحوطُ (الدّرّ المختار) قوله: (ذاك أحوط) أي ما في المتن أحوط للخروج عن الخلاف ولموافقتِهٖ للآثار. (الدّرّ المختار وردّ المحتار :۱/۳۲۶-۳۳۱، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المياه، فصل في البئر) ظفیر الدینؒ

جو کنواں ایسا چشمہ دار نہیں کہ جتنا پانی نکالتے ہیں اتنا اور آجاتا ہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۹۸) اگر شرعاً کل پانی چاہ کا پاک ٹھہرا، اور چاہ بھی موافق اس تعریف کے إنّهم كُلَّما نزحُوا نَبَعَ منها مثلُ ما نزحُوا أو أكثرُ (۱) چشمہ دار نہیں ہے تو اس میں سے دو سو یا تین سو ڈول نکالنا موجبِ طہارت ہوگا یا نہیں؟ کیونکہ جس قول سے دو سو یا تین سو ڈول ماخوذ ہیں، اس کی تضعیف محققین نے کی ہے۔ جیسا کہ شامی وغیرہ میں منقول ہے۔ (۵۴۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: دو سو سے تین سو ڈول تک پانی نکالنا موجبِ طہارت ہے، اور اب اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے، سہولت کی وجہ سے اس کو اختیار کیا گیا ہے، اور جب کہ بہت سے فقہاء نے اس کو

(۱) ردّ المحتار: ۱/۳۳۰، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل : باب المياه ، فصل في البئر .

اختیار فرمایا ہے اور مختار وایسر فرمایا ہے، اور امام صاحب کی بھی ایک روایت لکھی ہے تو اس پر فتویٰ دینے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۳۵-۲۳۶)

جس کنویں میں کئی مردار جانور پڑے ہیں اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

سوال: (۱۹۹) ایک چاہ مدت چھ سات سال سے پلید ہے، جس میں کئی کتے اور کئی مردار جانور پڑے ہیں، اس میں پانی بہت ہے اس کے پاک کرنے کی کیا صورت ہے؟ (۲/۷/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اُس چاہ کی پاک کرنے کی صورت یہ ہے کہ اوّل اس میں جو مردار جانور وغیرہ پڑے ہیں وہ سب نکال دیئے جاویں، پھر اس کا تمام پانی نکال دیا جاوے، اور بہتر ہو کہ اس کا گارا بھی نکالا جاوے جس قدر نکل سکے، پھر جو پانی اس میں آوے گا وہ پاک ہوگا، اور گارا نکالنا طہارت کے لیے ضروری نہیں ہے، البتہ صفائی کی وجہ سے بہتر ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۱۶)

جو کنواں پندرہ سولہ سال سے بیکار پڑا ہے اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

سوال: (۲۰۰) ایک کنواں جس میں ۴۰ یا ۵۰ ہاتھ پانی ہے، پندرہ سولہ سال سے بے کار پڑا ہے، اور ایسے موقع پر ہے کہ چرس (۲) نہیں چل سکتا، لہٰذا اس کی صفائی اور پاکی کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ (۳۱۴/۱۳۴۵ھ)

---

(۱) إذا وقعتْ نجاسةٌ إلخ في بئر دون القدر الكثير إلخ يُنزحُ كلُّ مائِها الّذي كان فيها وقتَ الوقوعِ بعد إخراجِهِ إلخ (الدّرّ المختار) قوله :(يُنزحُ كلُّ مائِها) أي دون الطّين لورود الآثار بنزح الماء . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار : ۱/۳۲۶-۳۲۷، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل : باب المياه ، فصلٌ في البئر)

(۲) چرس (چَ،رَ،سْ): چمڑے کا بڑا ڈول۔ (فیروزاللغات)

الجواب: کنویں کے پاک ہونے کا مسئلہ تو یہ ہے کہ اگر کنویں میں کوئی نجاست گرے تو اس نجاست کے نکالنے کے بعد اس میں سے تین سو ڈول پانی اگر نکال دیا جاوے تو وہ کنواں پاک ہوجاتا ہے، لیکن اگر وہ کنواں ایسا ویران پڑا ہوا ہے کہ اس میں لوگ نجاستیں وغیرہ ہر قسم کی ڈال دیتے ہیں، اور وہ نجاستیں نکلی نہیں ہیں تو پھر اس کے تمام پانی موجودہ کو نکال دیا جاوے، اور اگر مٹی، گارا بھی نکل سکے تو بہتر ہے ورنہ خیر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۲۴/۱)

چشمہ دار کنویں کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

سوال: (۲۰۱) ایک چاہ چشمہ دار ہے جتنا پانی نکالتے ہیں اتنا ہی آجاتا ہے (اس چاہ میں)[۱] پلیدی گر کر نجس ہوگیا تو کل پانی نکالا جائے یا کیا؟ (۵۶۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اوّل اس نجاست کو چاہ سے نکال لیا جاوے (جس میں تمام پانی نکالنے کا حکم ہو اگر کوئی جانور مرا ہو تو اس کو نکال لیا جاوے)[۱] اس کے بعد تین سو ڈول اس چاہ سے نکال دیئے جاویں، باقی پانی پاک ہوجاوے گا، فتویٰ اسی پر ہے، تمام پانی نکالنے کی ضرورت نہیں ہے، اور متفرق ڈولوں کا نکالنا بھی درست ہے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۰۳/۱)

کنویں میں ناپاک بھنگی گر کر مر گیا تو کنواں کس طرح پاک ہوگا؟

سوال: (۲۰۲) ایک چاہ چشمہ دار جس میں دو ڈھائی بانس[۳] پانی ہوگا، ایک بھنگی جس کا بدن اور کپڑے نجس تھا گر کر مر گیا، دوسرے روز اس کو نکالا گیا، اب کس قدر پانی نکالنے کے بعد چاہ مذکور پاک ہوگا؟ (۳۰۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) قوسین کے درمیان جو عبارت ہے وہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۲) لا يُشترط التّوالي وهو المختارُ كما في البحر والقهستانيّ. (ردّ المحتار: ۱/ ۳۲۸، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، فصل في البئر) ظفیر

(۳) بانس: سوا تین گز کا پیمانہ جس سے کھیتوں کو ناپتے ہیں۔ (فیروز اللغات)

الجواب: اس صورت میں دوسو (وجوبًا) سے تین سوڈول (استحبابًا) تک پانی نکالنے سے چاہ پاک ہوگا۔ جزم به في الكنز و الملتقى ، و هو مرويٌّ عن محمّد و عليه الفتوى . خلاصة و تاترخانية عن النّصاب ، و هو المختار معراج عن العَتّابيّةِ، و جعلهٗ في العناية روايةً عن الإمام و هو المختارُ ، و الأيسرُ كما في الاختيار ، و أفاد في النّهر أنّ المأتين واجبتانِ والمائةَ الثّالثةَ مندوبةٌ إلخ (۱) (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۰۰-۲۰۱)

ہندو نے کنویں میں غوطہ لگایا تو کنواں پاک رہا یا نہیں؟

سوال: (۲۰۳) اگر کوئی ہندو کنویں میں ڈول وغیرہ نکالنے کے واسطے گیا، اور غوطہ لگا کر نکال لایا تو کنواں ناپاک ہوا یا نہیں؟ (۷/۷۷-۱۳۴۳ھ)

الجواب: في الشّامي : نقل في الذّخيرة: ...... أنّ الكافرَ إذا وقع في البئر وهو حيٌّ نزح الماء ، و في البدايع : أنّه رواية عن الإمام ، لأنّه لا يخلو من نجاسة حقيقيّةٍ أوحكميّةٍ ، حَتّى لو اغتسل ، فوقع فيها من ساعتِهٖ ، لا ينزحُ منها شيءٌ . أقول : و لعلّ نزْحَها للاحتياط إلخ (۲) (شامی) أی فیما وقع بلا غسل ، پس معلوم ہوا کہ کافر اگر بعد غسل کے کنویں میں گھسا اور غوطہ لگایا تو پانی ناپاک نہ ہوگا، البتہ اگر بلاغسل کے وہ کنویں میں گھسا تو احتیاطاً پانی نکالنے کا حکم کیا جائے گا، اور نیز شامی میں بیانِ سور میں نقل کیا ہے: و لا يُشكلُ نزح البئر بهٖ لو أخرج حيًّا ، لأنّ ذلك لما عليه في الغالب من النّجاسة الحقيقيّة أو الحكميّة ،كما قدّمناهُ (۳) اس سے بھی معلوم ہوا کہ بلاغسل گھسنے میں پانی نکالنا احوط ہے۔ فقط واللہ اعلم (۱/۲۲۱)

کافر کنویں میں گر گیا تو کتنا پانی نکالا جائے؟

سوال: (۲۰۴) اگر کافر چاہ میں گرے تو کتنا پانی نکالا جاوے؟ (۳۴۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

(۱) ردّ المحتار: ۱/۳۳۰، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المياه، فصل في البئر .
(۲) ردّ المحتار: ۱/۳۲۹، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المياه، فصل في البئر .
(۳) ردّ المحتار: ۱/۳۳۹، كتاب الطّهارة ، باب المياه، فصل في البئر، مطلب في السّور .

الجواب: اگرغسل کر کے گرا تو کنواں پاک ہے، اور اگر بلا غسل کے گرا تو ذخیرہ میں نقل کیا ہے کہ پورا پانی کنویں کا نکالا جاوے، یعنی تین سوڈول نکالے جاویں، اور ایسا ہی بدائع سے نقل کیا ہے، اور شامی نے کہا کہ یہ نکالنا پانی کا شاید احتیاط کی وجہ سے ہے۔ **ولعلّ نزحَها للاحتیاطِ**(۱) فقط (۱/ ۲۲۷)

کافر ناپاک کپڑے پہن کر کنویں میں اترا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۰۵) اگر کوئی کافر مع نجس کپڑے کے کنویں میں داخل ہو اس کے پانی کا کیا حکم ہے؟ (۲۱۵۳/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس کا پانی نکالنا چاہیے، پانی نکالنے سے وہ کنواں پاک ہوگا، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا فتوی ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۰۵)

ناپاک عورت کنویں میں گرگئی تو کنواں کس طرح پاک کیا جائے؟

سوال: (۲۰۶) ایک عورت قوم گڈرین (۳) جس کے کپڑے بہ ظن غالب ناپاک تھے، کنویں میں گرگئی، اور پھر کسی قدر سانس باقی تھی، جو نکال لی گئی، باہر نکل کر مرگئی، اس صورت میں کنویں کا پانی کس طرح پاک ہو؟ (۱۷۸۷/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس صورت میں تین سوڈول اس کنویں میں سے نکلوا دیئے جاویں، باقی پانی پاک ہوجاوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۳۴)

کنویں میں میت کی نجاست گرگئی تو اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

سوال: (۲۰۷) ایک کنویں میں لاش میت آدمی کی پائی گئی؛ تو اس کی ٹانگ میں رسی باندھ کر

---

(۱) ردّ المحتار: ۱/ ۳۲۹، کتاب الطّهارة، باب المياه.

(۲) رواه ابن شيبة ...... عن عطاءٍ أنّ حَبَشِيًّا وقع في زمزمَ، فماتَ فأمرَ عبدُ اللّٰهِ بنُ الزّبير، فنزح ماؤها الحديث. (غنية المستملي ص: ۱۳۸، فصل في البئر)

(۳) قوم گڈرین: گڈریا، بھیڑ بکریاں چرانے والے۔ (فیروز اللغات)

کھینچا تو اس کی دبر سے تقریبًا ایک انگشت لمبی نجاست نکل کر کنویں میں گر گئی، اس صورت میں اس کنویں کا کس قدر پانی نکالنا چاہیے؟ (۲۹۷۸/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس صورت میں چونکہ کنویں میں عینِ نجاست یعنی پاخانہ وغیرہ میت کا بھی گرا ہے، اس لیے چند روز اس کنویں کو ویسا ہی چھوڑ دیا جاوے، جس میں وہ پاخانہ وغیرہ مٹی میں مل کر مٹی ہو جاوے یا پانی میں مل جاوے، اور اگر وہ نجاست نکل سکے تو اس کو پہلے نکال لیا جاوے، اس کے بعد تمام پانی اس کنویں کا نکالا جاوے، اور فتویٰ اس پر ہے کہ دو سو ڈول سے لے کر تین سو ڈول تک نکالنے میں تمام پانی نکالنے کا حکم ہو جاتا ہے بہ سبب سہولت کے، پس بعد نکالنے نجاستِ مذکورہ کے اگر وہ نکل سکے یا بعد چھوڑنے اس قدر مدت کے کہ اس میں وہ نجاست گارے میں مل کر گارا، مٹی ہو جاوے، تین سو ڈول اس کنویں میں سے نکال دیئے جاویں، اس سے وہ کنواں پاک ہو جاوے گا، اور استعمال اس کے پانی کا درست ہو جاوے گا، شامی میں ہے: و أشار بقوله: (مُتَنَجّسَةٍ) إلى أنّهٗ لابدَّ من إخراجِ عينِ النّجاسة كلحم ميتةٍ و خنزيرٍ أهـ. ح . قلتُ: فلو تعذّرَ أيضًا ففي القهستانيّ عن الجواهرِ: لو وقعَ عُصفورٌ فيها ، فعجَزُوا عن إخراجِهٖ ،فما دام فيها فنَجِسَةٌ فتُترِكُ مدّةً يُعلم أنّهٗ استحالَ ، و صارَ حَمْأَةً إلخ[1] وفي الدّرّ المختار: و قيل: يُفتى بمأتين إلى ثلاث مائةٍ ، و هذا أيسرُ . و قال في الشّامي: قوله: (وقيل إلخ) جزم بهٖ في الكنز و الملتقٰى، و هو مرويّ عن محمّدٍ ، و عليه الفتوٰى إلخ[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۱۵-۲۱۶)

کنویں میں گھوڑا گر کر مر گیا تو اُسے کس طرح پاک کیا جائے؟

سوال: (۲۰۸) ایک چاہ میں گھوڑا گر کر مر گیا، اس کو نکال کر تین سو ساٹھ ڈول نکالے گئے، لیکن گھوڑا گرنے سے قریب تین چار ماہ کے چاہ بند رہا، پانی کسی نے نہیں نکالا، اب اس میں سے تین سو ساٹھ ڈول نکالے، پانی بالکل سیاہ ہو گیا تھا، اور اب بھی سیاہی مائل ہے، یہ چاہ پاک ہو گیا یا ہنوز نجس ہے؟ دوسری کیا تدبیر کرنی چاہیے؟ (۱۶۰۹/۳۵-۱۳۳۶ھ)

(۱) ردّ المحتار: ۱/۳۲۸، کتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المياه، فصل في البئر .

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱/۳۳۰-۳۳۱، کتاب الطّهارة ، باب المياه، فصل في البئر.

الجواب: قاعدہ کے موافق تو تین سو ساٹھ ڈول نکالنے سے پاک ہوگیا، لیکن اگر ایسی حالت میں کہ تمام پانی خراب ہوگیا ہے کل پانی نکال دیا جاوے، اور اس چاہ کو صاف کردیا جاوے تو بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۳۹)

تھوڑا تھوڑا پانی چند مرتبہ نکالا جائے تو کنواں پاک ہوجاتا ہے

سوال: (۲۰۹) نجس کنویں کے پانی نکالنے میں اگر وقفہ کیا جائے ؛یعنی تھوڑا تھوڑا پانی چند مرتبہ نکالا جائے تو کنواں پاک ہوگا یا نہیں؟ یا ایک دم سے پانی نکالنا ضروری ہے؟ بہشتی زیور میں ہے کہ جس قدر پانی نکالنا ضروری ہو چاہیے ایک دم سے نکالیں یا تھوڑا تھوڑا کئی دفعہ کرکے نکالیں ہر طرح کنواں پاک ہوجاوے گا؟ (۶۷۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مذہبِ صحیح ومختار کے موافق ایک دم سے تمام پانی جس قدر کہ نکالنا واجب تھا، نکالنا ضروری نہیں ہے، توقف سے کئی دفعہ کرکے بھی درست ہے۔ جیسا کہ بہشتی زیور میں ہے(۱) شامی میں ہے: علی أنہ لا یُشترط التوالي وھو المختارُ إلخ(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۰۳)

کنویں میں چڑیا گر کر پھول جائے تو اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

سوال: (۲۱۰) اگر کنویں میں چڑیا وغیرہ گر کر پھول اور پھٹ جائے تو کس طرح ناپاک کنواں پاک ہوگا؟ (۱۱۹۷/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: تین سو ڈول پانی نکالنے سے ناپاک کنواں پاک ہوجاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم (۱/۱۹۵)

---

(۱) اختری بہشتی زیور، حصہ اول، ص: ۶۴، باب نمبر: ۰۷، کنویں کا بیان، مسئلہ نمبر: ۱۸۔

(۲) ردّ المحتار: ۱/۳۲۸، کتاب الطّھارۃ، الباب الأوّل: باب المیاہ، فصل في البئر.

جس کنویں میں چڑیا گر کر مرگئی اس کو پاک کیے بغیر اس کے پانی سے وضو وغیرہ کرنا درست نہیں

سوال: (۲۱۱) ایک مسجد کے کنویں میں سے چڑیاں نکلتی رہتی ہیں، کبھی گلی ہوئی اور کبھی بدون گلی، کبھی ایک ماہ میں اور کبھی دو ماہ میں، مگر لوگ کبھی برس (اور) (۱) چھ ماہ میں اس کو پاک کر لیتے ہیں، اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ (۱۱۶۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جس وقت اس کنویں میں سے کوئی جانور مردہ نکلے، اسی وقت موافق قاعدہ کے اس کو پاک کرنا چاہیے، پھولے پھٹے میں تین سو ڈول نکالے جاویں، بدون پاک کیے وضو کرنا، اس پانی سے درست نہیں ہے اور بعد پاک کرنے کے پھر کچھ شبہ نہ کرنا چاہیے، وضو، نماز سب درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۳۱/۱)

چڑیا یا چڑیا کا بچہ کنویں میں گر کر مرگیا، تلاش کیا مگر نہیں ملا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۱۲) مسجد کی چاہ میں چڑیا کا بچہ گر کر مرگیا، ہر چند تلاش کیا، مگر نہیں ملا، اب کیا کیا جاوے؟ (۱۱۹۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ردّ المحتار (۱۴۲/۱) میں ہے: **ففي القهستانيّ عن الجواهر: لو وقعَ عُصفورٌ فيها ، فعجَزُوا عن إخراجِهِ، فما دام فيها فنَجِسَةٌ فتُتركُ مدّةً يُعلم أنَّهُ استحالَ ، وصارَ حَمْأَةً ، وقيل : مدّةَ ستّةِ أشهرٍ** (۲) اس جزئیۂ فقہیہ سے معلوم ہوا کہ چھ مہینہ تک اس چاہ کو ویسے ہی چھوڑا جاوے، اس کے بعد تین سو ڈول نکالنے چاہیے، اس کے بعد اس کے پانی کو استعمال میں لانا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۳۱/۱-۲۳۲)

سوال: (۲۱۳) چڑیا وغیرہ چاہ میں مرجاوے اور تلاش سے بھی نہ نکلی تو بعض فقہاء چھ ماہ چاہ کو

---

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (اور) کی جگہ ''روز'' تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۲) ردّ المحتار: ۳۲۸/۱، کتاب الطّهارة ، الباب الأوّل : باب المياه ، فصل في البئر .

معطل چھوڑنے کو فرماتے ہیں، اس میں تنگی معلوم ہوتی ہے، یا یہ مقدار استحباباً رکھی ہے، غرض کوئی صورت سہولت کی ہو تحریر فرماویں؟ (۱۳۷۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ایسی حالت میں کہ چڑیا وغیرہ کا چاہ میں گرنا یقینی ہو اور پھر نکل نہ سکے تو اس کے بارے میں اصل حکم تو یہ ہے کہ اس قدر مدت تک کنویں کا پانی استعمال نہ کریں جس وقت تک وہ گل کر گارا مٹی نہ ہو جاوے، بعد اس کے پانی نکال کر استعمال کریں، اور بعض فقہاء نے چھ ماہ کے ساتھ تحدید کی ہے۔ **كذا في الدرّ المختار** (۱) یہ درحقیقت اس مدت مجملہ کی تحدید ہے، کیوں کہ غالب گمان میں اس مدت میں جانور گل کر مٹی ہوتا ہے، اور اگر تجربہ سے اس سے پہلے مٹی ہو جانا محقق ہو جاوے تو پہلے ہی حکم اخراج ماء و جواز استعمال کیا جاوے گا، لیکن اگر سرے سے جانور کے وجود میں شک ہو کہ چاہ میں ہے یا نہیں تو پھر یہ حکم محض احتیاطاً ہے، کیونکہ شک سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ فقط (۱/۲۳۶-۲۳۷)

کنویں کے مسائل میں عموم بلویٰ کا اعتبار کیا جاتا ہے

سوال: (۲۱۴) تذکرۃ الرشید جلد اوّل صفحہ: ۱۸۴ (جواب از سوال: ۱۳) ''مسائل چاہ میں بہ ضرورت وسعت کو اختیار کیا جاتا ہے، اور جو مسئلہ مختلف فیہ مجتہدین کا ہوتا ہے، اس میں وسعت کی رائے کو اختیار کر لینا وقتِ حرج و عموم بلویٰ کے درست لکھتے ہیں، پس ایسی صورت میں جب تک کہ عینِ نجاست کا گرنا چاہ میں معلوم و مشاہد نہ ہو اس کو ناپاک نہ کہنا چاہیے، بلکہ اگر خود گرتا بھی دیکھ (لیوے) (۲) جب بھی برائے ضرورت و بلویٰ اس کو ناپاک نہیں کہہ سکتے، دیکھو کہ مینگنی اونٹ، بکری کی امام صاحب کے یہاں نجس ہے، مگر جنگل کے چاہ میں (اگر) (۲) نصف آب چاہ تک مینگنیوں سے (ڈھک) (۲) جاوے جب بھی پاک لکھتے ہیں بہ ضرورت، کیونکہ امام مالکؒ کے یہاں مینگنی نجس نہیں، تو اب ہندوستان میں خصوصاً گاؤں میں جب گوبر کا اور پیشاب گائے بیل کا یہ عمل درآمد ہے،

(۱) حوالہ سابقہ جواب میں گزر چکا۔

(۲) قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کی تصحیح ''تذکرۃ الرشید'' سے کی گئی ہے۔

تو چاہ ہرگز پاک نہیں رہ سکتا، لہٰذا ایسے امور سے چشم پوشی ہو، اور جب تک مشاہدہ نہ ہوجاوے، بلکہ دیکھ کر بھی استعمال آب کرتا رہے، کذا یفهم من كتب الفقه"(۱) آنجناب نے الرشید نمبر: ۱۰، جلد: ۴، صفحہ: (۲۵) "مسجد کے چاہ میں چڑیا کا بچہ گر کر مرجانے (کے) (۲) سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے کہ چاہ کو چھ ماہ بے کار چھوڑا جاوے، بعد میں تین سو ڈول نکالے جاویں، پھر پانی استعمال میں لایا جاوے انتہی" ان ہر دو جواب میں سے حضرت عالی قدس سرہ کا جواب صحیح سمجھنا ضروری ہے یا جناب کا؟ اگر ہر دو صحیح ہیں اور بندہ ان کے سمجھنے سے قاصر ہے تو وجہِ فرق تحریر فرمائیں۔

(۱۴۴۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: شامی صفحہ: ۱۵۶، جلد اوّل، فصل في البئر میں ہے: و أشار بقوله: (مُتَنَجِّسَةٍ) إلى أنَّهُ لا بُدّ من إخراج عينِ النّجاسةِ كلحمِ ميتةٍ وخنزيرٍ اهـ . قلتُ: فلو تعذّر أيضًا ففي القهستانيّ عن الجواهرِ: لو وقعَ عُصفورٌ فيها ، فعجَزُوا عن إخراجِهِ ،فما دام فيها فنَجِسَةٌ فتُترك مدّةً يُعلم أنَّهُ استحالَ ، و صارَ حَمْأَةً . و قيل: مدّةَ ستّةَ أشهرٍ اهـ (۳) بندہ نے جو کچھ "الرشید" میں لکھا ہے: وہ علامہ شامی کی اس روایت کے موافق لکھا ہے، اور تذکرۃ الرشید سے جو کچھ

---

(۱) یہ حسب ذیل سوال کا جواب ہے:

سوال: جو کنویں مکان کے اندر خواہ باہر خواہ شارع عام پر ایسے ہیں کہ جن میں ہندو مسلمان سب پانی بھرتے ہیں اور یقینی گمان ہے کہ جس ڈول یا گھڑے سے ہندو پانی بھرتے ہیں وہ گوبر سے لیپی ہوئی جگہ یا دوسری جائے نجس پر رکھے جاتے ہیں یا ہندو لوگ اپنے نجس ہاتھوں سے اُن گھڑوں اور ڈول کو چھوتے ہیں یا ہنود کے نجس کپڑوں میں وہ ڈول اور گھڑے آلودہ ہو کر اُن کنوؤں میں جاتے ہیں، پس ان سب صورتوں میں پانی اُن کنوؤں کا نجس ہے یا طاہر اور جو کنویں مکان کے اندر یعنی مسلمانوں کے گھروں میں ہیں اُن پر ہنود کھڑے ہو کر پانی بھرتے جاتے ہیں اور نہاتے جاتے ہیں اور اُن کے جسم سے قطرے پانی کے ٹپک ٹپک کر کنویں میں جاتے ہیں اور تمام چھینٹیں اُس پانی کی کنویں کے اندر جاتی ہیں اس صورت میں پانی اُن کنوؤں کا ناپاک ہوجاتا ہے یا طاہر رہتا ہے؟ (تذکرۃ الرشید: ۱/۱۸۳، سوال نمبر: ۱۳، عنوان: فتاویٰ، مطبوعہ: بلالی، ساڈھورہ)

(۲) قوسین کے درمیان جو لفظ ہے اس کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔

(۳) ردّ المحتار: ۱/۳۲۸، کتاب الطّهارة ، الباب الأوّل : باب المياه ، فصل في البئر .

آپ نے نقل کیا ہے وہ بھی صحیح ہے، اور بے شک مسائل آب ومسائل چاہ میں وسعت کی ضرورت ہے، جہاں کچھ بھی شبہ ہو جائے وہاں طہارت کا ہی حکم کرنا چاہیے، کیونکہ قاعدہ مسلمہ ہے: **الیقینُ لا یزولُ بالشّکّ (ردّ المحتار: ۱/۲۵۱، کتاب الطّهارة)** اور حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ کی غرض بھی یہی ہے کہ عموم بلویٰ اور شبہ کے مواقع میں حکم طہارت کا کرنا چاہیے، اور شامی کی اس عبارت کا محل وہی ہے کہ کچھ شبہ باقی نہ رہے، بلکہ بالیقین عصفور کا چاہ میں ہونا معلوم ہو، اور پھر اخراج نہ ہو سکے، کیونکہ اس میں نہ عموم بلویٰ ہے جیسا کہ بعرہ وغیرہ میں ہوتا ہے، اور نہ شبہ ہے، لیکن اگر کچھ بھی گنجائش نکل آوے تو پھر تذکرۃ الرشید کے مسئلہ کے موافق حکم ہے، اور احقر کے نزدیک کچھ نہ کچھ شبہ ضرور نکل سکے گا، کامل یقین وقوع وتحقق نجاست کا، اور پھر تعذر اخراج کی صورت بہت کم پیدا ہوتی ہے، کیونکہ جب پتا اس نجاست کا چاہ میں نہ چلا تو کہہ سکتے ہیں کہ اس میں نجاست گری ہی نہیں یا باقی نہیں رہی، بہرحال! تعارض کچھ نہیں ہے، اور تطبیق ممکن ہے اور تاویل ہو سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم (۱/ ۲۳۷-۲۳۹)

عمومِ بلویٰ کی وجہ سے الماء طهور إلخ پر فتویٰ دینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۱۵) عموم بلویٰ کی وجہ سے **الماء طهور لا ینجّسهٗ شيءٌ** پر فتویٰ دینا جائز ہے یا نہیں؟ عموم بلویٰ کی حد کیا ہے؟ (۱۳۳۹/۹۲۵ھ)

الجواب: عموم بلویٰ ابتلاء عام کو کہتے ہیں کہ اُس سے احتراز دشوار ہو، اور اُس میں عام لوگوں کو تنگی وحرج ہو، اور یہ بھی قاعدۂ فقہیہ ہے: **الیقین لا یزول بالشّکّ (ردّ المحتار: ۱/۲۵۱، کتاب الطّهارة)** اس لیے مجرّد احتمال ووہم سے اور شک کی صورت میں نجاستِ ماء کا حکم نہ کیا جاوے گا، اور عموم بلویٰ کی وجہ سے **الماءُ طَهورٌ لا ینجّسهٗ شيءٌ** (۱) کو معمول بہ بنانا جائز ہے (۲) فقط (۱/۱۸۳)

---

(۱) عن أبي سعید الخدريّ رضي اللّٰه عنه قال: قیل یا رسول اللّٰه ! أ نتوضّأ من بئر بُضاعةَ ...... فقال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: إنّ الماءَ طَهورٌ ، لا ینجّسهٗ شيءٌ. (مشکاة المصابیح ص:۵۱، کتاب الطّهارة، باب أحکام المیاه، الفصل الثّاني، سنن أبي داؤد: ۱/۹، کتاب الطّهارة باب ماجاء في بیر بُضاعة)

(۲) تفصیل کے لیے سابقہ سوال وجواب ملاحظہ فرمائیں۔۱۲

حرام پرندوں کی بیٹ کنویں میں گرے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا؟

سوال: (۲۱۶) پاخانہ حرام پرندوں کا مثل زاغ و زغن و کُرگَس (کوّا، چیل و گدھ) کے اگر کنویں میں گرے تو پانی ناپاک ہوگا یا نہیں؟ اور اگر ناپاک ہوگا تو کتنا پانی نکالا جائے؟

(رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: کنویں کے بارے میں فقہاء نے لکھا ہے کہ حرام پرندوں کے پاخانہ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔ لتعذّر صونِها عنهُ [۱] (درمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۹۵)

چیل کوّا وغیرہ پرندے جانوروں کی ہڈیاں اور گوشت کے ٹکڑے کنویں میں پھینک دیتے ہیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۱۷) ایک کنواں جس پر ایک پیپل کا بہت بڑا درخت واقع ہے، اس کے اوپر ہر وقت جانور مثل چیل وکوّا وغیرہ کے بیٹھے رہتے ہیں، اور غلاظت وغیرہ وجانوروں کی ہڈیاں وچھچھڑے وہیں کنویں میں پھینک دیتے ہیں، یہ کنواں پاک ہے یا ناپاک؟ اور اس سے وضو کر کے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ (۹۷۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب تک کوئی نجاست اس کنویں میں دیکھ نہ لی جاوے اس وقت تک حکم ناپاکیٔ آب کا نہیں ہوسکتا [۲] اور وضو اس سے درست ہے اور نماز صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۰۳-۲۰۴)

---

(۱) ولا نزْحَ في بولِ فارةٍ في الأصحّ . فيض . و لا بخُرء حَمَامٍ وعُصفورٍ وكذا سباع طيرٍ في الأصحّ ، لتعذُّر صونها عنه (الدّر المختار) قوله: (في الأصحّ) راجعٌ إلى قولِهِ: (وكذا سباع طيرٍ) أي ممّا لا يُؤكلُ لحمُهُ من الطّيورِ. (الدّر المختار و ردّ المحتار: ۱/۳۳۷، كتاب الطّهارة الباب الأول: باب المياه، فصل في البئر ، مطلب مهمّ في تعريف الاستحسان) ظفیر

(۲) من شكّ في إنائهِ أوثَوبهِ أوبدنهِ أصابتْهُ نجاسةٌ أولا، فهو طاهرٌ ما لم يَستيقنْ، وكذا الآبارُ و الحِياضُ و الحِبابُ الموضوعةُ في الطُّرقاتِ و يَستقي منها الصّغارُ و الكبارُ والمسلمونَ والكفّارُ و كذا ما يتّخذُهُ أهلُ الشّركِ أو الجَهَلَةِ من المسلمينَ كالسَّمْنِ والخُبزِ والأطعمةِ والثّيابِ اهـ ملخّصًا. (ردّ المحتار: ۱/۲۵۴، كتاب الطّهارة ، قبيل مطلب في أبحاث الغسل)

کنویں میں مرغی کی بیٹ گر جائے تو پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

سوال: (۲۱۸) اگر کنویں میں مرغی کا پاخانہ گر گیا تو کتنے ڈول نکالنے چاہئیں؟ (۳۳۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: مرغی کا پاخانہ کنویں میں گرنے سے تین سو ڈول پانی کا نکالنا چاہیے اور پہلے وہ پاخانہ نکال لینا چاہیے(۱) (نہ نکل سکے تو کچھ دن چھوڑ دینا چاہیے کہ وہ گل کر مٹی ہو جائے پھر پاک کیا جائے)(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۱۶-۲۱۷)

چھپکلی کنویں میں گر کر مر جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۱۹) اگر چھپکلی کنویں میں مر جاوے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور وہ سام ابرص میں داخل ہے یا نہ؟ اور دونوں میں کیا فرق ہے؟ (۶۷۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اگر چھپکلی بڑی ہو کہ اس میں دم سائل ہو تو پانی کنویں کا ناپاک ہو جاوے گا(۳) ورنہ نہیں، اور سام ابرص(۴) اور چھپکلی کا ایک حکم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۰۹)

---

(۱) إذا وقعت نجاسةٌ ...... في بئرٍ دونَ القدرِ الكثيرِ إلخ يُنزحُ كلُّ مائِها ...... بعدَ إخراجِه ...... إلّا إذا تعذّرَ كَخَشَبَةٍ أو خِرْقَةٍ متنجّسةٍ ، فيُنزحُ الماءُ إلى حدٍّ لا يملأُ نصفَ الدّلوِ ، يطهرُ الكلُّ تبعًا إلخ ......و قيل يُفتٰى بمأتين إلٰى ثلاث مأئةٍ و هذا أيسرُ (الدّرّ المختار) و أشار بقولِه: (متنجّسة) إلٰى أنّهُ لا بُدّ من إخراجِ عينِ النّجاسةِ ، كلحمِ ميتةٍ و خنزيرٍ اهـ . ح . قلتُ: فلو تعذّرَ أيضًا ففي القهستانيّ عن الجواهر : لو وقعَ عُصفورٌ فيها. فعجَزُوا عن إخراجِه فما دامَ فيها فنجسةٌ ، فتُتْرَكُ مُدّةً يُعلمُ أنّهُ استَحالَ و صارَ حَمْأَةً ، و قيل : مدّةَ ستّةِ أشهر. (الدّرّ المختار و الشّامي:۱/۳۲۶-۳۳۱، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل : باب المياه، فصل في البئر) ظفیر

(۲) قوسین کے درمیان جو عبارت ہے وہ مفتی ظفیر الدین صاحبؒ نے بڑھائی ہے۔۱۲

(۳) و كذا الوَزَغَةُ إذا كانت كبيرةً أي بحيث يكونُ لها دمٌ ، فإنّها تُفسدُ الماءَ.
(غنية المستملي، ص:۱۴۵، قبيل فصل في الآسار) ظفیر

(۴) سَامٌّ اَبْرَصْ: نام ایک جانور زہردار کا یعنی چھپکلی، یا سوسمار جسے گوہ کہتے ہیں۔ (لغات کشوری)

سوال: (۲۲۰) سامّ ابرص کے کنویں میں گر کر مر جانے سے کنواں ناپاک ہوتا ہے یا نہیں؟ (۱)
(۱۳۳۶-۳۵/۲۳۴ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **فیفسدُ في الأصحّ کحَیَّةٍ بَرِّیَّةٍ إن لها دمٌ ، و إلاّ لا إلخ .**
وفي الشّامي : و کالحَیَّةِ البرّیّة الوَزَغَةُ لو کبیرةً لها دمٌ سائل، مُنیة إلخ (۲) پس معلوم ہوا کہ وَزَغہ کبیرہ (بڑی چھپکلی) کا مرنا کنویں میں پانی کو ناپاک کرتا ہے، اس میں بیس سے تیس ڈول تک نکالی جاویں اگر منتفخ و متفسّخ نہ ہو، اور وَزَغہ صغیرہ (چھوٹی چھپکلی) جن میں خون نہیں اس کے مرنے سے پانی ناپاک نہ ہوگا، احتیاطاً بیس ڈول نکال دیئے جاویں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ فقط
(۲۳۵/۱)

چھپکلی کنویں میں گر کر مرا اور سڑ جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۲۱) چھپکلی میں خون سائل ہے یا نہیں؟ اور چھپکلی کے کنویں میں گرنے اور مرنے اور سڑنے سے کیا حکم کیا جاوے گا؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: چھپکلی میں خون سائل نہیں سمجھا گیا، البتہ اگر رنگ بدلتی ہو جیسا کہ گرگٹ کہ اس میں خون سائل ہے، اس سے کنواں نجس ہوگا (۳) اور چھپکلی سے نہ ہوگا (۴) فقط واللہ اعلم (۱/۱۹۵-۱۹۶)

سوال: (۲۲۲) کنواں چھپکلی کے گرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اور پھولنے پھٹنے کے بعد کتنے ڈول نکالے جاویں؟ (۲۴۷۵/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) اس سوال کی رجسٹر نقول فتاویٰ سے تصحیح کی گئی ہے۔

(۲) **الدّرّ المختار و ردّ المحتار :۱/۲۹۶، کتاب الطّهارة ، الباب الأوّل : باب المیاه ، مطلب في مسئلة الوضوء من الفَساقي .**

(۳) **إذا وقعَ في البئرِ سَامُّ أَبْرَصَ و مات یُنرخ منها عشرون دلوًا في ظاهر الرّوایة . (الهندیّة: ۱/۲۰، کتاب الطّهارة ، الباب الثّالث في المیاه ، الفصل الأوّل في ما یجوز به التّوضؤ)** ظفیر

(۴) یہ حکم چھوٹی چھپکلی کا ہے، اگر بڑی چھپکلی کنویں میں گر کر پھول یا پھٹ جائے تو پورا پانی نکالنا ضروری ہے۔
محمد امین پالن پوری

الجواب: چھپکلی اگر بڑی ہو کہ اس میں خون ہو مثل گرگٹ کے، تو اس کے مرنے سے پانی کنویں کا ناپاک ہوجاتا ہے، اس کو پہلے نکال کر پھر بیس تیس ڈول نکال دیئے جاویں پانی پاک ہوجائے گا اور اگر اس میں خون نہ ہو تو پانی ناپاک نہیں ہوتا، لیکن احتیاطاً بیس تیس ڈول نکال دینا بہتر ہے(۱) {اور اگر بڑی چھپکلی گر کر پھول یا پھٹ جائے تو کل پانی نکالنا ضروری ہے}(۲) فقط (۲۰۶/۱)

پانی کی ٹنکی میں چھپکلی گر کر مرجائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۲۳) سقاوہ (۳) مسجد میں چھپکلی گر کر مرگئی، اس سے نمازی وضو غسل کرتے رہے، جب پانی میں بدبو پیدا ہوئی تو یہ معاملہ ظاہر ہوا؛ تو سقاوہ نجس ہے یا نہیں؟ اور مصلیوں (نمازیوں) نے جو اس درمیان میں نماز پڑھی وہ کافی ہے یا اعادہ کیا جاوے؟ (۹۳۸/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: چھپکلی اگر چھوٹی ہے کہ اس میں خون بہنے والا نہیں ہے جیسا کہ عموماً گھروں میں ہوتی ہے؛ تو اس کے پانی میں مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا(۴) لہٰذا اعادۂ وضو ونماز وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۲/۱-۱۸۳)

سقاوے کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال: (۲۲۴) اپلہ چاہ میں گرا، اور اس کا پانی سقاوے میں جو کچھ پلید تھا نکال دیا، تو سقاوے کی پاکی کی کیا صورت ہوگی؟ (۱۲۹۰/ ۱۳۴۰ھ)

---

(۱) وضِفْدَعٍ إلاَّ بَرِّیًّا لَهُ دمٌ سائلٌ، وهومَا لاَ سُتْرَةَ لَهُ بينَ أصابعِهِ، فيَفسُد في الأصحّ كحيّة برّيّةٍ (درّمختار) وكالحَيَّةِ البرِّيَّة الوَزَغَةُ لو كبيرةً لها دمٌ سائلٌ .منية. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۲۹٦/۱، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل : باب المياه ، مطلب في مسئلة الوضوء من الفَساقي) ظفیر

(۲) قوسین کے درمیان جو عبارت ہے وہ مفتی ظفیر الدینؒ نے بڑھائی ہے۔ ۱۲

(۳) سقاوہ: پانی کی ٹنکی، خزانۂ آب۔ (فیروز اللغات)

(۴) وموتُ ما ليس لَهُ دمٌ سائلٌ لا يُنجّس الماءَ ولاغيرَهُ، إذا وقع فيه فمات أومات ثمّ وقع فيه . (غنية المستملي، ص:۱۴۴، فصل في البئر) ظفیر

الجواب: اس سقاوے میں پاک پانی ڈال کر اور ہر طرف سے دھو کر وہ پانی نکال دیا جاوے، اور اسی طرح تین دفعہ کر لیا جاوے، سقاوہ پاک ہو جاوے گا (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۴۹-۳۵۰)

جس کنویں سے بھنگی پانی بھرتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟

سوال: (۲۲۵) خاک روب یعنی حلال خور (بھنگی) اپنا ڈول جس کنویں میں ڈالتا ہے جو کہ اس کے گھر کا ہے، پھر بعد بھرنے پانی وہ ڈول اپنے گھر لے جاتا ہے، اسی طرح (یہ ایسا) کرتا رہتا ہے آیا وہ چاہ پاک ہے یا نہیں؟ مسلمانوں کو اس کنویں سے پانی بھرنا چاہیے یا نہیں؟

(۱۹۰۷/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: (یہ جواب سوال میں شامل ہے) حلال خور (خاک روب) ایک نیچ قوم نجس ہے، پاک ہونے کی کوئی شرط ان کو معلوم نہیں ہے، خداوند تعالیٰ مشرک کو نجس فرماتا ہے، جو خود ناپاک ہوگا کب پاک کو معلوم کرے گا، وہ خود ناپاک، اس کے برتن ناپاک، جو چیز مذہبِ اسلام میں حرام ہے ان کے نزدیک (جائز) ہے، اس لیے ڈول (ان) کا نجس ہوا، خدا جانے اس پر کیا کچھ ہوتا ہے، چاہے سگ (کتا) پیشاب کردے، اس لیے اس چاہ کا اب پانی نہ برتنا چاہیے، یہی مطلب مبارک اس آیت کا ہے: ﴿ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ الآية ﴾ (سورۂ حجرات، آیت:۱۳) (یعنی) تحقیق بزرگ تمہارا نزدیک اللہ تعالیٰ کے پرہیزگار (تمہارا ہے) جب قرآن شریف پرہیز کا حکم فرماتا ہے تو معلوم کرلو کہ کس بات (میں) پرہیز حاصل ہے، وہ کنواں ناپاک ہے، مسلمان پانی نہ برتیں جب تک شرط پاک کرنے کی ادا نہ ہو۔ ﴿اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۲۷)

الجواب: (از حضرت اقدس مفتی عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ)

(پہلا) مسئلہ صحیح نہیں جب تک ناپاکی اس کے ڈول (میں) (۲) دیکھ نہ لی جاوے، یا علم اس کا نہ ہو جاوے، اس وقت تک کنویں کو ناپاک نہ کہیں گے۔ **اليقينُ لا يزولُ بالشّكّ.** (**ردّ المحتار:** ۱/ ۲۵۱ **كتاب الطّهارة**) فقہ کا مسلم مسئلہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۱۹۶)

---

(۱) اس کا حوالہ **كتاب الطّهارة** کے سوال: (۴۹۹) کے جواب کے حاشیہ میں مذکور ہے؛ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) سوال وجواب میں قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

سوال: (۲۲۶) جس کنویں سے بھنگی وغیرہ پانی نکالیں، اس چاہ کا پانی حلال ہے یا نہیں؟

(۱۷۹۴/۱۳۳۹ھ)

الجواب: جب کہ ان کے ہاتھوں پر اس وقت کچھ نجاست نہیں ہے تو حلال ہے۔ فقط

(۲۱۴/۱-۲۱۵)

ہندو مشرک جس کنویں سے پانی بھرتے ہیں وہ پاک ہے

سوال: (۲۲۷)......(الف) اگر مشرک مسلمانوں کے چاہ سے اپنے برتن سے پانی نکالیں تو چاہ پاک ہے یا ناپاک؟

(ب) اگر چاہ پاک ہے تو ﴿ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ ﴾ کے کیا معنی ہوں گے؟

(رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: (الف) مشرک اگر اپنے برتن سے چاہ سے پانی نکالے اور بہ ظاہر اس برتن پر کچھ نجاست نہیں ہے، تو پانی چاہ کا پاک ہے، وہم نہ کرنا چاہیے۔ **اليقينُ لا يزولُ بالشّكّ. (الأشباه والنّظائر مع شرح الحموي: ۱/۱۸۳، القاعدة الثّالثة)** (جمیل الرّحمٰن)

(ب) ﴿ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ ﴾ (سورۂ توبہ، آیت: ۲۸) سے عقیدہ کی نجاست مراد ہے۔ فقط

عزیز الرحمٰن

أراد بهٰذهِ النّجاسةِ الحكمَ لا نجاسةَ العين ، سمُّوا نَجَسًا على الذّمِ لأنَّ الفقهاءَ اتّفقوا على طهارةِ أبدانِهم إلخ . (لُباب التّأويل في معاني التّنزيل للخازن: ۲/۲۱۵)

(جمیل الرّحمٰن) (۱/۱۹۷)

سوال: (۲۲۸) بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہندو مشرک دُکان دار اگر کنویں سے پانی نکالیں تو کنواں نجس عین ہوگا، بلکہ اس کے پانی سے نماز وغیرہ نہیں ہوتی، اور بعض کہتے ہیں کہ اگر مشرک اپنے برتن سے جو کنویں سے پانی نکالنے کا مقرّر کیا گیا ہو پانی نکالیں تو وہ کنواں پلید نہیں ہوتا۔

(رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: ہندومشرک اگر برتن سے یا ڈول سے اس کنویں سے پانی نکالیں تو پانی چاہ کا پاک ہے کچھ وہم نہ کرنا چاہیے۔ قال اللّٰهُ تعالىٰ: ﴿وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (سورۂ حج، آیت:۷۸) وقال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا﴾ (سورۂ فرقان، آیت:۴۸) وقال عليه السّلام : الماءُ طَهورٌ الحديث (۱) کتب فقہ میں میں مسطور ہے کہ شک سے یقین زائل نہیں ہوتا (ردّ المحتار: ۱/۲۵۱، کتاب الطّهارة) پس اصل طہارت ماء کسی شبہ و وہم کی وجہ سے زائل نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ (۱/۱۹۷-۱۹۸)

و مع هذا لو أكل أو شرِب فيها قبلَ الغَسلِ (أي غسل أواني المشركينَ) جاز . (الفتاوىٰ الهنديّة: ۵/۳۴۷، كتاب الكراهيّة، الباب الرّابع عشر في أهل الذّمّة و الأحكام الّتي تعود إليهم) (جمیل الرّحمٰن)

سوال: (۲۲۹) جو کنویں ایسے ہیں کہ جن میں اہل ہنود پانی بھرتے ہیں، اور ان کا پانی نکالا نہیں جاتا، بلکہ لوگ پینے اور نہانے وغیرہ اپنی ضروریات کے لیے بھرتے ہیں، لہٰذا ان کنوؤں سے وضو کرنا اور پینا درست ہے یا نہ؟ (۱۴۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: وضو کرنا اور پینا ان کنوؤں سے درست ہے، کچھ شبہ نہ کریں۔ فقط (۱/۲۳۹)

طوائف اور بے نمازیوں کے پانی بھرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا

سوال: (۲۳۰) طوائف اور بے نمازیوں کے پانی بھرنے سے کنواں ناپاک ہوجاتا ہے یا نہیں؟ (۳۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، پانی تو مشرکین کے بھرنے سے بھی ناپاک نہیں ہوتا (وقوعِ نجاست وغیرہ کے سوا پانی کے نجس ہونے کی کوئی صورت نہیں، جو لوگ ایسے پانی کو ناپاک کہتے ہیں غلط ہے) (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۲۶)

---

(۱) حدیث شریف کی تخریج کتاب الطّهارة کے سوال (۲۱۵) کے حاشیہ (۱) میں گزر چکی۔۱۲

(۲) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

سوال: (۲۳۱) ایک کنویں سے ہندو ومسلمان پانی بھرتے ہیں، ایک مولوی نے جواز کا حکم دیا ہے، اور ایک مولوی نے پلیدی کا حکم دیا ہے؛ شرعاً صحیح حکم کیا ہے؟ (۲۳۰۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جواز وطہارتِ ماء کا حکم صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۱۴)

چمار یا بھنگی کنویں پر چڑھے تو کنواں ناپاک نہیں ہوتا

سوال: (۲۳۲) چمار یا بھنگی کے ہاتھ پاؤں دھلوا کر کنویں پر چرس (۱) پکڑنے کے لیے مقرّر کیا ہے، وہ پانی اور چرس پاک ہے یا نہیں؟ (۹۹۹/۱۳۳۹ھ)

الجواب: پاک ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۱۴)

حرام مال سے یا طوائف نے جو کنواں بنوایا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۳۳) ایک عورت نے حرام کی کمائی یعنی سود سے روپیہ جمع کیا ہے، اور اس روپے سے ایک کنواں بنوایا ہے، اور ایک مسجد اس کنویں کے متصل ہی بنوائی ہے، ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس کنویں سے پانی پینا اور وضو کرنا جائز نہیں ہے، اور مسجد بھی جائز نہیں ہے۔ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: اس پانی سے وضو کر کے نماز ادا کی جاوے گی، نماز ادا ہو جاوے گی۔ **و قال علیہ السّلام: الماءُ طَهورٌ الحديث** (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۹۷)

سوال: (۲۳۴) اگر کوئی طوائف مسجد میں کنواں کھدوائے تو اس سے وضو وغسل کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۲۵۸۰/۱۳۴۱ھ)

---

(۱) چرس (چَ، رَ، سْ): چمڑے کا بڑا ڈول۔ (فیروز اللغات)

(۲) **و لو أدخلَ الكفّارُ أو الصبيانُ أيديهم لا يتنجّسُ إذا لم يكن على أيديهم نجاسةٌ حقيقيّة.** **(غنية المستملي، ص: ۹۰، قبيل فصل في المسح على الخفين)**

(۳) حدیث شریف کی تخریج **کتاب الطّهارة** کے سوال (۲۱۵) کے حاشیہ میں گزر چکی۔ ۱۲

الجواب: کر سکتے ہیں(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۱۹)

کنویں میں جو دوا ڈالی جاتی ہے اس سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا

سوال: (۲۳۵) کنویں میں آج کل دوائی ڈالی جاتی ہے، اس سے پانی میں بدبو اور جو جانور ہوتے ہیں وہ مرجاتے ہیں، اس پانی سے وضو کرنا کیسا ہے؟(۲) (۱۲۳۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: وضو کرنا اس سے درست ہے(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۹۸)

---

(۱) امدادالفتاویٰ میں ہے:

سوال: علمائے دین وشرع متین ان مسائل میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک کنواں کسی رنڈی نے خاص روپے سے تعمیر کرایا ہے، اور اس کنویں پر کسی شخص کو مقرر کر دیا کہ وہ پانی نکال کر خلق خدا کو فیس لے کر پانی بھر دیا کرے، دوسرے کنواں جو کسی ہندو نے چڑھاوے کے روپے سے بنوایا ہو، اور یہ ہندو کسی قسم کی فیس نہ لیوے ان دونوں کنوؤں کا پانی مسلمان کو پینا اور اس سے وضو کر کے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: کنواں تعمیر کرنے سے پانی مملوک نہیں ہوتا، لہٰذا روپے اور نیت کا خبث پانی میں مؤثر نہیں ہوگا، دونوں کا پانی حلال ہے، پینا اور وضو وغیرہ سب جائز ہے۔ (امدادالفتاویٰ: ۴/۱۴۵، کتاب الحظر و الإباحة، مالِ حرام ومشتبہ کے احکام، سوال نمبر: ۱۷۴)

نیز بحر العلوم حضرت مولانا فتح محمد صاحب لکھنوی رحمہ اللہ نے 'عطر ہدایہ' میں لکھا ہے: سود کے روپے سے کنواں کھودا، یا رشوت کے ڈول میں پانی بھرا، یا غصب کی زمین میں کنویں کھودے، یا حرام مال سے جال خریدا تو وہ پانی اور یہ شکار حرام نہ ہوگا، اس لیے کہ ملک ان میں معاوضۃً نہیں آئی ہے، اور قبضہ میں خبث نہیں۔

(تطہیر الاموال فی تحقیق الحرام والحلال معروف بہ عطر ہدایہ، ص: ۱۷۷، مطبوعہ: مکتبہ عصریہ دیوبند) محمد امین

(۲) سوال کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) **وتجوزُ الطّهارةُ بماءٍ خالطَهُ شيءٌ طاهرٌ إلى قولِهِ و الماء الّذي يختلطُ بهِ الأشنانُ أو الصّابونُ أو الزّعفرانُ بشرط أن تكون الغلبةُ للماء من حيث الأجزاء بأن تكون أجزاءُ الماء أكثرَ من أجزاءِ المخالط ، هذا إذا لم يزل عنه اسمُ الماءِ إلخ . (غنية المستملي، ص: ۷۸، فصل في بيان أحكام المياه)**

مطبوعہ فتاویٰ میں یہ عربی عبارت جواب کے ساتھ ہے، مگر رجسٹر نقول فتاویٰ میں نہیں ہے، اس لیے ہم نے اس کو حاشیہ میں رکھا ہے۔ محمد امین پالن پوری

سوال: (۲۳۶) ڈاکٹر اکثر کنویں میں بہ رنگ بیگن دوا ڈالتے ہیں کیڑے مارنے کے لیے، چونکہ رنگ پانی کا متغیر اور بدمزہ ہوجاتا ہے وہ پانی پاک ہے یا ناپاک؟ (۴۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: وہ پانی پاک ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۲۷)

جس کنویں کے پانی سے کھانا پکایا تھا اس میں سے مردہ مرغ نکلا تو کھانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۳۷) ایک مردہ مرغ چاہ سے نکالا گیا، نکالنے سے پہلے اس چاہ کے پانی سے طعام پکایا گیا، وہ طعام پاک ہے، یا ناپاک؟ (۱۵۳۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جو پانی اس مردہ مرغ کے نکلنے اور دیکھنے سے پہلے چاہ سے نکالا گیا وہ پاک ہے، اس سے جو طعام پختہ ہوا، وہ پاک وحلال ہے، بعد دیکھنے مرغ مردہ کے چاہ ناپاک ہوا ہے، اس کو نکال کر اگر پھولا پھٹا نہ ہوتو ساٹھ ڈول نکالے جاویں استحبابًا، اور چالیس ڈول وجوبًا؛ یعنی چالیس ڈول نکالنا ضروری ہے، اور ساٹھ تک نکالنا مستحب ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۱۹۸-۱۹۹)

---

(۱) فإن تغيّرَت أوصافُهُ الثّلاثةُ بوقوعِ أوراقِ الأشجارِ فيه وقتَ الخَريفِ ، فإنّهُ يجوزُ بِهِ الوُضوءُ عندَ عامّةِ أصحابِنَا إلخ والتّوضّؤُ بماءِ الزّعفرانِ والوردِ والعُصفُرِ يجوز إن كان رقيقًا . (الفتاوىٰ الهنديّة : ۱/۲۱، كتاب الطّهارة ، الباب الثّالث في المياه ، الفصل الثّاني في مالايجوز بهِ التّوضؤُ) ظفیر

(۲) و يُحكم بنجاستها مُغلّظةً من وقتِ الوقوعِ إن عُلِمَ ، و إلّا فمُذْ يومٍ وليلةٍ إن لم يَنتفِخ ولم يَتفسَّخْ ـــــ إلى قولهِ ـــــ و قالا من وقتِ العلمِ فلا يلزَمُهُمْ شيءٌ قبلَهُ ، قيل: و بهِ يُفتىٰ . (الدّرّ المختار) قال الشّامي : قائلُهُ صاحبُ الجوهرةِ ، وقال العلّامةُ قاسم في تصحيح القدوريّ: قال في فتاوىٰ العتّابي: قولهما هوالمختار. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۳۳۴-۳۳۶، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المياه، فصل في البئر)

إن أُخرج الحيوانُ غيرَ مُنتفِخٍ و مُتفسِّخٍ ...... و إن كان كحَمَامَةٍ وهِرَّةٍ نُزح أربعونَ من الدِّلاءِ وجوبًا إلى ستّين نَدْبًا. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۳۳۱، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المياه، فصل في البئر) جمیل الرحمٰن۔

==

سوال: (۲۳۸) ایک امیر کے یہاں بہت لوگوں کی ضیافت تھی، جب کھانا تیار ہوگیا تو کنویں سے پانی منگایا، اس میں سے ایک مرغ مردہ نکلا، اور اسی کنویں کے پانی سے تمام کھانا پکایا تھا، لیکن مرغ میں کسی قسم کا تفسُّخ یا تنفُّخ اس کے جسم میں نہ تھا، ایک مولوی صاحب نے یہ فتویٰ دیا کہ یہ کھانا پلید ہے، جانوروں کو ڈال دیا جاوے، دوسرے مولوی صاحب نے کہا کہ اگر چہ فتویٰ مولوی موصوف کا علی مذہب الامام درست ہے، مگر چونکہ اس میں از حد (تضییعِ) مال اور حرج عظیم آتا ہے، ایسے موقع میں فتویٰ علی قول الصاحبین دینا چاہیے، اس صورت میں امام صاحب کے قول پر فتویٰ ہونا چاہیے یا صاحبین کے قول پر؟ اور وہ کونسی ضرورت ہے جہاں مقلد کو دوسرے امام کے (مذہب) پر عمل کرنا درست ہے۔ (۱۶۲۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس بارے میں دوسرے (مولوی) صاحب کا قول صحیح ہے جنہوں نے صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا ہے، کیونکہ بہت سے فقہاء وعلماء نے اس بارے میں صاحبینؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے (۱) اور کتبِ فقہ میں اس کا مفتی بہ ہونا مصرّح ہے۔ شامی میں ہے: **وقال العلّامة قاسم في تصحيح القدوريّ : قال في فتاوٰی العتّابي : قولهما هو المختار** (۲) اور شرح منیۃ میں ہے: **وقالا : ليس عليهم إعادةُ شيءٍ ممّا صلّوه بالوضوء منها ، و لا غسلَ شيءٍ ممّا أصابهٗ ماؤُها حتّٰى يتحقّقوا متٰى وقعت حملاً علٰى أنّها وقعت تلك السّاعةَ فماتتْ، أو كانتْ ميتةً فوقعتْ بريحٍ أوغيرِهٖ ، و ذٰلك لأنّ الحوادثَ تُضاف إلى أقربِ الأوقاتِ عندَ الإمكان ،**

== مطبوعہ فتاویٰ میں یہ پوری عبارت جواب کے بعد متن میں ہے، مگر رجسٹر نقول فتاویٰ میں یہ عبارت نہیں ہے، اس لیے ہم نے حاشیہ میں رکھا ہے۔ محمد امین پالن پوری

(۱) فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:

از بندہ رشید احمد عفی عنہ، بعد سلام مسنون آں کہ مذہب صاحبین در باب چاہ کہ رؤیت کے وقت سے حکم نجاست ہو، یہی معمول فقہاء کا ہے، اور بعض نے فتویٰ بھی اس پر دیا ہے۔ لہٰذا اگر سہولتِ عوام کی وجہ سے اس پر عمل ہو بندہ درست جانتا ہے، اور اس وقت میں اس پر علماء کو فتویٰ دینا جائز جانتا ہے کہ قول صاحبین بھی مذہب امام صاحب ہی ہے علیہم الرحمہ۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۸۸، باب کنویں کے احکام ومسائل)

(۲) **الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۳۳۱، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المياه، فصل في البئر .**

واليقين لايزول بالشّكّ، والطّهارة كانتْ متيقّنَةً ، و وقع الشّكُّ في زوالِها قبلَ الإطلاع إلخ (۱)
اس سے قوّتِ دلیلِ صاحبین معلوم ہوئی، وقد قال في الدّرّ المختار : وصحّح في الحاويّ القدسيّ قوّةَ المدركِ أي الدّليلَ (۲)

باقی یہ کہ مذہب غیر پر کس وقت فتویٰ دیا جاتا ہے یعنی باقی ائمۂ ثلاثہ: امام مالک (و)(۳) امام شافعی و امام احمدؒ کے قول پر فتویٰ کس صورت میں درست ہے؛ تو اس میں ہم مقلدین کو انہیں مواقع میں فتویٰ دینا جائز ہے جن مواقع میں فقہاء سے تصریح ہے، جیسا کہ زوجۂ مفقود کے بارے میں، یا عدّتِ ممتدۃ الطہر کے بارے میں، یا اور جس مسئلہ میں تصریح فقہاء کی مل جاوے۔ فقط (۱/۱۹۹-۲۰۰)

کنویں کی ناپاکی معلوم ہونے سے پہلے جو پانی نکالا گیا اس کا حکم کیا ہے؟

سوال: (۲۳۹) کنویں کی ناپاکی معلوم ہونے سے قبل جو اس کے پانی سے وضو اور غسل وغیرہ کیا تھا، اور اس کا پانی جو کپڑے یا مصلّے یا برتن کو لگا تھا، وہ سب ہی ناپاک ہوجاتے ہیں، یا جس طرح کنویں کے پاک ہونے سے رسی، ڈول اور کنویں کی دیوار سب پاک ہوجاتے ہیں، اسی طرح بدن پر کا کپڑا وغیرہ پاک ہوجاتے ہیں یا نہیں؟ (۶۵۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: چاہ کے ناپاک ہونے کے معلوم ہونے سے پہلے جو پانی اس سے نکالا گیا، وہ بہ قول مفتی بہ پاک ہے، اور وضو نماز اس سے درست ہے (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۰۹)

---

(۱) غنية المستملي في شرح منية المصلّي، ص:۱۴۰، فصل في البير .

(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۱۵۸ ، مقدمة المؤلف ، مطلب: إذا تعارض التّصحيح .

(۳) سوال و جواب میں قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں وہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیے ہیں ۱۲

(۴) ويُحكم بنجاستها مُغلّظةً من وقتِ الوقوعِ إن عُلِمَ ، و إلاّ فمُذْ يومٍ وليلةٍ إن لم يَنتفِخ ولم يَتفسَّخْ ، وهذا في حقّ الوضوءِ والغُسلِ إلخ أمّا في حقّ غيرِهِ كغسلِ ثوبٍ فيُحكم بنجاستِهِ في الحال إلخ ، وقالا من وقتِ العلمِ فلا يلزَمُهُمْ شيءٌ قبلَهُ ، قيل: وبِهِ يُفتىٰ. (درّمختار) ==

وضاحت: بہشتی زیور میں ہے: مسئلہ: (۱۱) کنویں میں مرا ہوا چوہا یا اور کوئی جانور نکلا اور یہ معلوم نہیں کہ کب سے گرا ہے اور وہ ابھی پھولا پھٹا بھی نہیں ہے تو جن لوگوں نے اس کنویں سے وضو کیا ہے ایک دن رات کی نمازیں دہراویں اور اس پانی سے جو کپڑے دھوئے ہیں پھر اُن کو دھونا چاہیے، اور اگر پھول گیا ہے یا پھٹ گیا ہے تو تین دن تین رات کی نمازیں دہرانا چاہیے۔ البتہ جن لوگوں نے اس پانی سے وضو نہیں کیا ہے وہ نہ دہراویں۔ یہ بات تو احتیاط کی ہے اور بعضے عالموں نے یہ کہا ہے کہ جس وقت کنویں کا ناپاک ہونا معلوم ہوا ہے اسی وقت سے ناپاک سمجھیں گے۔ اس سے پہلے کی نماز وضو سب درست ہے، اگر کوئی اس پر عمل کرے تب بھی درست ہے۔

(اختری بہشتی زیور: ۱/۶۳، کنویں کا بیان) محمد امین پالن پوری

پانی نکالنے کے بعد معلوم ہوا کہ کنواں ناپاک ہے تو جس ڈول سے پانی نکالا ہے وہ ناپاک ہوا یا نہیں؟

سوال: (۲۴۰) ایک کنویں میں حسب معمول پانی کے لیے ڈول ڈالا گیا، لیکن کھینچنے کے بعد معلوم ہوا کہ کنواں کسی جانور کے گر جانے سے پلید ہو گیا ہے؛ تو وہ ڈول ناپاک ہوا یا نہیں؟ یہ ڈول دوسرے کنویں میں ڈالا گیا تو وہ پاک رہا یا نہ؟ (۱۲۲۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: سوال کی اس عبارت سے ''لیکن کھینچنے کے بعد معلوم ہوا الخ'' واضح ہے کہ چاہ کی ناپاکی کا علم بعد کھینچنے ڈول کے ہوا (ہے)(۱) لہٰذا بہ قول صاحبین جو کہ مفتی بہ ہے وہ ڈول اور پانی جو کہ پہلے علمِ نجاست سے نکالا گیا پاک ہے۔ درمختار میں ہے: **و قالا : من وقتِ العلمِ فلا یلزَمُهُمْ**

== **قولُهٗ : (قیل: وبهٖ یُفتٰی) قائلُهٗ صاحبُ الجوهرةِ ، و قال العلّامةُ قاسم في تصحیح القدوريّ : قال في فتاوٰی العتّابي : قولهما هوالمختار ، و صرّح في البدائع بأنّ قولَهما قیاسٌ، و قولُهٗ استحسان ، و هوالأحوطُ في العبادات أهـ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۳۳۴-۳۳۶، کتاب الطّهارة ، الباب الأوّل : باب المیاه ، فصل في البئر ، مطلب مهمّ في تعریف الاستحسان)** ظفیر

(۱) قوسین کے درمیان جو لفظ ہے وہ رجسٹر نقول فتاوٰی سے اضافہ کیا گیا ہے۔۱۲

شيءٌ قبلَهٗ ، قيل: و بِهٖ يُفتىٰ(۱) یعنی صاحبین فرماتے ہیں کہ چاہ کے نجس ہونے کا حکم وقت علم کے دیا جاوے گا، اور جو پانی پہلے نکل چکا وہ پاک ہے، لہٰذا (وہ) (۲) ڈول بھی پاک رہا۔ فقط (۲۱۲/۱)

کنویں میں سے سوجا ہوا مرغ نکلا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۴۱) ایک مرغ چاہ سے سوجا ہوا نکلا، پر اس کے گل گئے؛ تو اس چاہ سے کتنا پانی نکالا جاوے؟ (۳۴۵/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں تمام پانی نکالنے کا حکم ہے، لیکن تمام پانی نکالنے کی جگہ صاحبینؒ (۳) دوسو سے تین سوڈول تک نکالنے کو کافی سمجھتے ہیں، اور اسی پر فتویٰ ہے (۴) پس احتیاطاً تین سوڈول متوسط پانی نکال دیا جاوے جو پانی باقی رہا وہ پاک ہے، اور کنویں کی دیواریں اور ڈول و رسّی سب پاک ہوجاتے ہیں: و قيل: يُفتىٰ بمأتين إلى ثلاثِ مأةٍ إلخ (الدّرّ المختار) و هو مرويٌّ عن محمّد رحمه اللّٰه ، وعليه الفتوىٰ إلخ ، و هو المختار إلخ ، و أفاد في النّهر أنّ المأتين واجبتان ، و المائةَ الثّالثةَ مندوبةٌ إلخ(۵) (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۲۶/۱)

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۳۳۶/۱، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل : باب المياه، فصل في البئر ، مطلب مهمّ في تعريف الاستحسان .

(۲) قوسین کے درمیان جو لفظ ہے وہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔۱۲

(۳) یہ صاحبین کا مسلک نہیں، امام محمد کا قول ہے، اور امام ابوحنیفہ سے ایک روایت ہے۔ وقوله: (وقيل: يُفتىٰ بمأتين إلى ثلاثِ مأةٍ إلخ) (الدّرّ المختار) جزم به في الكنز و الملتقى ، و هو مرويٌّ عن محمّد ، وعليه الفتوىٰ ...... و جعلهٗ في العناية روايةً عن الإمام (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۳۳۰/۱، كتاب الطّهارة ، باب المياه، فصل في البئر)

(۴) امداد الفتاویٰ میں ہے: واقع میں علی الاطلاق تین سوڈول کا فتویٰ مسلکِ ضعیف ہے، راجح یہی ہے کہ علت پر نظر کی جاوے۔ تفصیل کتاب الطّهارة کے سوال: (۱۹۵) کے جواب کی وضاحت میں مذکور ہے۔

(۵) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۳۳۰/۱، كتاب الطّهارة ، باب المياه، فصل في البئر .

سانپ کنویں میں گر کر مر جائے تو کنواں ناپاک ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۲۴۲) سنا ہے کہ کنویں میں اگر سانپ گر کر مر جاوے تو کنواں ناپاک نہیں ہوتا، یہ صحیح ہے یا نہ؟ (۳۲/۱۵۴۴-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس میں یہ تفصیل ہے کہ سانپ اگر پانی کا ہے جس میں خون نہیں ہوتا، اس کے مرنے سے پانی چاہ وغیرہ کا ناپاک نہیں ہوتا، اور اگر سانپ جنگلی ہے اور اس میں خون ہو تو اس کے مرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے: **و ضِفْدَعٍ إلاَّ بَرِّيًّا لَهُ دمٌ سائلٌ ...... فيَفسُد في الأصحّ كحيّةٍ برّيّةٍ إن لها دمٌ و إلاّ لا . قولُهُ: (كحيَّةٍ برّيّةٍ) أمّا المائيَّةُ فلا تفسُد مطلقًا إلخ**[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۱۹۹)

دریائی مینڈک کنویں میں مر کر سڑ جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۴۳) کنواں جو دَہ در دَہ نہ ہو ایسے کنویں میں مینڈک اگر مر کر پھول جائے، اور اس میں بدبو بھی پیدا ہو جائے، لیکن ریزہ ریزہ نہ ہو، درانحالیکہ وہ مینڈک پانی ہی کا ہو؛ یعنی پانی ہی میں پیدا ہوتا ہے اور پانی ہی میں پلتا ہے اور پانی ہی میں رہتا ہے؛ تو اس کنویں کا کیا حکم ہے؟ بینوا وتوجروا (۳۲۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: کسی چاہ میں اگر مینڈک پانی کا مر کر پھول جائے تو پانی اس چاہ کا ناپاک نہیں ہوتا، اس سے وضو کرنا اور پینا درست ہے، اور اگر پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے تب بھی وضو اس سے درست ہے البتہ پینا اس کا جائز نہیں ہے۔ کما في الدّرّ المختار: **و يجوز رفعُ الحدثِ بما ذُكرَ ، و إن مات فيه ...... غيرُ دمويٍّ و مائيٍّ موَلَّدٌ ...... كسمكٍ و سَرَطَانٍ و ضِفْدَعٍ ...... فلو تفتَّتَ فيه**

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۹۶، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل : باب المياه ، مطلب في مسئلة الوضوء من الفَساقي .

نحوُ ضِفْدَعٍ ، جاز الوضوءُ بِهٖ ، لا شُرْبُهٗ لِحُرمةِ لَحْمِهٖ إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۰۱)

سوال: (۲۴۴) مینڈک دریائی کنویں میں گر کر مر گیا، اور سڑ کر اس کے اجزاء پانی میں مخلوط ہوگئے، تو اب اس کنویں کا پانی پینا چاہیے یا نہیں؟ (۱۱۹۳/۱۳۳۹ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: فلو تفتَّتَ فيه نحوُ ضِفْدَعٍ ، جاز الوضوءُ بِهٖ ، لا شُرْبُهٗ لِحُرمةِ لَحْمِهٖ إلخ (۱) اور شرح منیہ میں ہے : و ذَكرَ الأسبيجابي في شرحِهٖ: ما يَعيشُ في الماءِ ممّا لا يُؤكلُ لحمُهٗ ، إذا ماتَ في الماءِ و تفتّتَ ، فإنّهٗ يُكرهُ شُربُ الماءِ ، و هو مرويٌّ عن محمّدٍ لاختلاطِ الأجزاءِ المحرّمِ أكلُها بالماءِ إلخ (۲) پس معلوم ہوا کہ اس پانی کا پینا مکروہ ہے، لہٰذا اس پانی کو کنویں سے نکال دیا جاوے اور کل پانی نکالنا چاہیے۔ فقط (۱/۲۲۸)

خشکی کا مینڈک کنویں میں مر جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۴۵) مینڈک اگر چاہ میں مر جائے اور اس کی انگلیوں میں پردہ نہ ہو تو وہ ناپاک ہو جائے گا یا نہ؟ خورد و کلاں میں کچھ فرق ہے یا نہ؟ سوائے اس پردہ کے کوئی اور علاقہ بھی ہے؟ (۱۹۸۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: دم سائل اگر اس میں ہو تو ناپاک ہوگا ورنہ نہیں۔ في الدّرّ المختار: و ضِفْدَعٍ إلّا بَرِّيًّا لَهٗ دمٌ سائلٌ ، و هو مَا لَا سُتْرَةَ لَهٗ بينَ أصابعِهٖ إلخ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۰۴)

برّی اور بحری مینڈک کی شناخت

سوال: (۲۴۶) مردہ مینڈک اگر چاہ سے نکلے تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس میں دم سائل ہے

(۱) الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲۹۴-۲۹۶، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المياه ، مطلب في مسئلة الوضوء من الفَساقي .

(۲) غنية المستملي في شرح منية المصلّي ، ص: ۱۴۵، أواخر فصل في البئر .

(۳) الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲۹۶، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المياه ، مطلب في مسئلة الوضوء من الفَساقي .

یا نہیں؟ دمِ سائل کی کیا نشانی ہے؟ تا کہ معلوم ہو جائے کہ اس میں دم سائل ہے یا نہیں؟
(۲۱۸۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مینڈک برّی اور بحری کی شناخت درمختار میں یہ لکھی ہے کہ جس کی اَصابع (انگلیوں) کے درمیان سُترہ یعنی کھال نہ ہو وہ برّی ہے کہ اس میں دمِ سائل ہوتا ہے، اس کے مرنے سے پانی قلیل نجس ہو جاتا ہے، یعنی کنواں بھی نجس ہو جائے گا، اور مینڈک دریائی کے مرنے سے نجس نہ ہوگا، اور وہ وہ ہے کہ اس کے اَصابع کے اندر سُترہ ہو، اصابع علیحدہ علیحدہ نہ ہوں اور دم سائل ہونا نہ ہونا بڑے چھوٹے ہونے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ **و ضِفْدَعٍ إلَّا بَرِّيًّا لَهُ دمٌ سائلٌ ، و هو مَا لَا سُتْرَةَ لَهُ بينَ أصابعِهِ ، فيَفسُد في الأصحّ إلخ**[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۰۶)

کتّا کنویں میں گر کر مر گیا اور اس کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو کر نکلیں تو کنویں کو کس طرح پاک کیا جائے؟

سوال: (۲۴۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں: ایک کتا چاہ مسجد میں گرا، جس میں پانی بیس (۲۰) ہاتھ سے زیادہ ہے، اور کتے کو گرے ہوئے ڈیڑھ ماہ کا عرصہ ہوا، اس چاہ میں جھام (۲) لگوائے، ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو کر نکلیں، احتمال ہے کہ ضرور اس میں ہڈیاں کتے کی باقی ہوں گی، اور پانی بھی دو ہاتھ کم ہو گیا تھا، بالکل تمام پانی نہیں نکل سکتا؛ اب شریعت کا کیا حکم ہے؟ کس طرح وہ چاہ پاک ہو سکتا ہے؟ پانی اس کا خوب نکلوا دیا جائے، اور ہڈی باقی رہ جاوے تو اس کا کیا حکم ہے؟ (۳۳۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ایسے چاہ کے پاک ہونے کی صورت فقہاء نے یہ لکھی ہے کہ اس چاہ کو اتنے عرصے تک چھوڑ دیا جاوے کہ اس کتے کی ہڈیاں و گوشت و پوست گل کر مٹی اور گارا ہو جاوے، اور بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ چھ مہینے تک اس کو چھوڑ دیا جاوے، اس کے بعد کل پانی اس کا نکال دیا جاوے،

(۱) حوالۂ سابقہ۔۱۲

(۲) جھام: پھاوڑے کی شکل کا ایک آلہ جس سے کنویں میں سے مٹی نکالتے ہیں۔ (فیروز اللغات)

اورکل پانی نکالنا دشوار ہو بہ وجہ چشمہ دار ہونے چاہ کے؛ تو دوسوڈول سے تین سو تک نکالنے سے چاہ پاک ہوجاوے گا، كما في الدّرّ المختار:...... يُنزحُ كلُّ مائِها ...... بعدَ إخراجهِ ...... إلّا إذا تعذّرَ كَخَشَبَةٍ أو خِرْقَةٍ متنجّسةٍ ، فيُنزحُ الماءُ إلى حدٍّ لا يملأُ نصفَ الدّلوِ ، يطهرُ الكلُّ تبعًا إلخ. وفي الشّامي: و أشار بقوله: (مُتَنَجّسَةٍ) إلى أنّهُ لابدَّ من إخراجِ عينِ النّجاسة كلحم ميتةٍ و خنزيرٍ أهـ.ح . قلتُ: فلو تعذّرَ أيضًا ففي القهستانيّ عن الجواهرِ: لو وقعَ عُصفورٌ فيها، فعجَزُوا عن إخراجهِ ، فما دام فيها فنَجِسَةٌ ، فتُتركُ مدّةً يُعلم أنّهُ استحالَ ، و صارَ حَمْأَةً. وقيل: مدّةَ ستّةِ أشهرٍ إلخ[1] (شامی)

لیکن جب کہ علتِ طہارت استحالہ ہے؛ یعنی مٹی و گارا ہوجانا اس جانور کا، تو ظاہر ہے کہ ہر ایک جانور کے لیے بہ قدر چھوٹے اور بڑے ہونے کے مدت مختلف ہوگی ـــــ اور یہ صورت بھی طہارت آبِ چاہ ہوسکتی ہے کہ جھام لگا کر اس کی مٹی نکلوائی جائے، تو جب بہ ظن غالب ہڈیاں اس کی نکل جاویں، اور گوشت و پوست کا مٹی ہوجانا معلوم ہوجاوے، پانی اس کا نکلوا دیا جائے پانی پاک ہوجاوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۰۱-۲۰۲)

کنویں میں کوئی جانور گر کر مر گیا اور اس کے اجزاء ریزہ ریزہ ہوکر پانی میں مل گئے تو کنواں کس طرح پاک ہوگا؟

سوال: (۲۴۸) ایک کنویں میں کوئی جانور گر کر مر گیا، کچھ عرصہ کے بعد دیکھا گیا، تو بوجہ گہرا ہونے کنویں کے یہ شناخت نہ ہوسکا کہ یہ بلی ہے (یا) کتا، اس کے نکالنے کے واسطے ٹوکری ڈالی گئی؛ تو چونکہ وہ گلا اور سوجا ہوا تھا، لہٰذا ٹوکری کے ٹکراتے ہی ریزہ ریزہ ہوگیا، اور تمام اجزاء پانی میں مل گئے، ٹوکری کے ساتھ کچھ (لُون) (نمک) اور چمڑا باہر آیا، پھر کچھ عرصے کے بعد مسلمانوں کو کنواں پاک کرنے کا خیال ہوا تو ایک خاص (اندازے) سے تمام پانی کنویں کا نکالا گیا، پھر ایک

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۳۲۷-۳۲۸، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المياه، فصل في البئر .

غوطہ زن کو کنویں میں داخل کیا گیا، دوسرے یا تیسرے غوطے میں وہ کچھ چربی اور آنتیں باہر لایا، چونکہ تیرہ چودہ ہاتھ پانی (گہرا)(۱) ہے، لہٰذا غوطہ زن گھبرا گیا، اور پھر کوئی غوطہ نہیں لگا سکا، شرعاً کنواں پاک ہوگیا یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس طرح سے پاک ہوسکتا ہے؟ (۱۵۵۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ایسے کنویں کی نسبت کہ جس میں عین نجس موجود ہو، اور اس کو نکالنا دشوار ہو، یہ حکم ہے کہ چھ مہینے تک اس کو چھوڑ دیا جاوے، جس میں وہ گوشت و پوست گل کر مٹی اور گارا ہوجاوے، اس کے بعد پانی اس کا نکال دیا جاوے، دوسو سے تین سو ڈول تک نکال دیئے جاویں، دوسو ضروری ہیں اور تین سو مستحب ہیں۔ ففي القهستانيّ عن الجواهرِ: لو وقعَ عُصفورٌ فيها ، فعجَزُوا عن إخراجِهِ ، فما دام فيها فنَجِسَةٌ فتُترك مدّةً يُعلم أنَّهُ استحالَ ، و صارَ حَمْأَةً . وقيل : مدّةَ ستّةَ أشهرٍ إلخ(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۳۳-۲۳۴)

بکری کا بچہ کنویں میں گرا اور اسی میں گل سڑ کر غائب ہوگیا تو کنویں کو کس طرح پاک کیا جائے؟

سوال: (۲۴۹) ہمارے چاہ میں عرصہ تین ماہ کا ہوا، دو بچے بکری کے دس روز کے عرصے میں یکے بعد دیگرے گر گئے، چونکہ کوئی نکالنے والا موجود نہ تھا وہ چاہ میں گل سڑ کر غائب ہوگئے، چار پانچ روز کنواں چلایا گیا، مگر پانی نہیں ٹوٹا تو ایسی صورت میں اس چاہ کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ (۲۶۵۴/۱۳۴۱ھ)

الجواب: ایسی صورت میں فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ اس کنویں کو اتنے عرصہ تک چھوڑ دیا جاوے کہ ہڈیاں بوسیدہ ہوکر مٹی ہوجاویں، اس کی مدت چھ ماہ لکھی ہے، اس کے بعد اس کنویں کا پانی نکالا جاوے تین سو ڈول پانی نکالنے سے کنواں پاک ہوجاوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۱۹)

---

(۱) قوسین والے الفاظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیے گئے ہیں ۱۲

(۲) ردّ المحتار: ۱/ ۳۲۸، کتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المياه، فصل في البئر .

کتّا کنویں میں گرا اور زندہ نکال لیا گیا تو کتنا پانی نکالا جائے؟

سوال: (۲۵۰) اگر کتا چاہِ مسجد میں زندہ گر جائے، اور فوراً ہی زندہ نکال لیا جائے تو آب چاہ کس قدر پانی نکالنے سے پاک ہوسکتا ہے؟ پانی چاہ میں بہت ہے تمام پانی نکالنا نہایت دقت کا باعث ہے۔ (۲۶۰۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: تین سوڈول پانی نکالنے سے اس صورت میں چاہ پاک ہوجاوے گا۔ فقط (۱/ ۲۰۷)

کتّا کنویں میں گرا اور معلوم نہیں کہ اس کا منہ پانی سے لگا یا نہیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۵۱) اگر سگ در چاہ افتد، اگر چہ عمیق باشد، وثبوتے ہرگز نمی شود کہ روئے آں سگ در آب افتادہ است یا نہ؟ یک فردی گوید کہ ایں حالت شکے است حکم نجس آب ندہم، احتیاطاً چند دلواز آب بیروں بکنید۔ دوم فردی گوید کہ ہمہ آب بیروں بکنید؛ دریں صورت صحیح امر چیست؟ (۱۰۰۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: دریں صورت احتیاط در اخراج آب چاہ است (۱) وفتویٰ بریں است کہ بجائے جمیع آب چاہ سہ صد دلو معروف خارج کردن، چاہ را پاک می کند۔ کما هو قول الصّاحبينؒ. فقط (۱/۲۱۲)

---

(۱) و اعلم أنّهُ ليس الكلبُ بنجسِ العينِ عندَ الإمام ، وعليهِ الفتوىٰ ، وإن رجّح بعضُهم النّجاسةَ كما بسطَهُ ابنُ الشّحنةِ ، فيُباعُ ويُؤجرُ ويُضمنُ ويُتّخذُ جلدُهُ مصلّى و دَلوًا، ولو أُخرجَ حيًّا ولم يُصب فمُهُ الماءَ لا يُفسد ماءَ البئرِ ......ولا صلاةَ حاملِهإلخ ، و شرط الحلوانيّ شدّ فمِهِ. (الدّرّ المختار) والأصحّ أنّهُ إن كان فمُهُ مفتوحًا لم يجز، لأنّ لعابَهُ يسيلُ إلخ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۳۲۲-۳۲۳، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب في أحكام الدّباغة) ظفیر

ترجمہ سوال: (۲۵۱) کنویں میں کتا گرا، جب کہ کنواں گہرا ہے اور کوئی ثبوت نہیں ہے کہ اس کتے کا منہ پانی سے لگا یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ اس صورت میں شک ہے، لہٰذا پانی کے ناپاک ہونے کا حکم نہیں کیا جائے گا، بس احتیاطاً چند ڈول پانی نکالنا چاہیے، دوسرا شخص کہتا ہے کہ کل پانی نکالنا چاہیے؛ تو اس صورت میں صحیح بات کیا ہے؟

الجواب: اس صورت میں احتیاط کنویں کا پانی نکالنے میں ہے، اور اس میں فتویٰ یہ ہے کہ کل پانی نکالنے کے بجائے تین سو (۳۰۰) معروف ڈول نکالنا کنویں کو پاک کرتا ہے، جیسا کہ صاحبین کا قول ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کنویں میں کتا گر کر مر گیا، لوگوں نے پانچ فٹ پانی نکالا تو کنواں پاک ہوا یا نہیں؟

سوال: (۲۵۲) ایک کنویں میں کتا گر کر مر گیا، پندرہ دن کے بعد اس کا پانی تقریباً پانچ فٹ نکالا گیا، بعض لوگوں نے وہم کیا، اور اس کو پاک نہ سمجھا، اس کے بعد بہت سے آدمیوں کو لگا کر اور پانی نکالا گیا (کیا) کنواں پاک ہوگیا یا نہ؟ (۱۴۰۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: مفتیٰ بہ مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ ایسا کنواں تین سو ڈول متوسط پانی نکالنے سے پاک ہوجاتا ہے، لہٰذا جس وقت پہلے قریب پانچ فٹ پانی نکالا گیا تھا، اسی وقت باقی پانی اس کنویں کا پاک ہوگیا، کیونکہ بہ ظاہر پانچ فٹ پانی (کے) تین سو ڈول سے زیادہ (ہوں گے) (۲) بہرحال! اب پانی اس کنویں کا پاک ہے، کیونکہ دوبارہ بہت سا پانی اس کنویں کا نکل گیا ہے، اس کی پاکی میں اب کچھ شبہ نہیں رہا ہے۔ كذا في الدّرّ المختار. پس بہ حالت موجودہ تمام مسلمانوں کو اس کنویں کا پانی استعمال میں لانا درست ہے، کچھ وہم نہ کیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۲۳-۲۲۴)

(۱) یہ قول صاحبین کا نہیں ہے، امام محمد کا قول ہے، اور امام ابوحنیفہ سے ایک روایت ہے، تفصیل كتاب الطّهارة کے سوال: (۲۴۱) کے حاشیہ میں مذکور ہے۔

(۲) سوال وجواب میں کھڑے قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

بچوں کے کپڑے کی گیند کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہوا یا نہیں؟

سوال: (۲۵۳) کپڑے کی گیند سے جو بچے کھیلتے ہیں وہ اکثر پلیدی میں مثل نالی وغیرہ کے گرتی رہتی ہے، جو نجس بھی ہوجاتی ہے، اگر وہ کنویں میں گر پڑی، اور ڈوب گئی اور نیچے جا بیٹھی؛ تو کنواں کس طرح پاک ہوگا؟ (۱۱۶۷/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب تک اس گیند کے نجس ہونے کا یقین نہ ہو، اور نجاست لگنا اس کو خاص دیکھا نہ گیا ہو اس وقت تک کنویں کے پانی کو ناپاک نہ کہا جاوے گا، جیسا کہ کتب فقہ میں تصریح ہے: **اليقينُ لا يزولُ بالشّكّ (ردّ المحتار: ۱/۲۵۱، كتاب الطّهارة)** پس شک سے حکم نجاست کا نہ کیا جاوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۰۴)

چوزہ کنویں میں گر کر مر جائے تو کنواں ناپاک ہوا یا نہیں؟

سوال: (۲۵۴) چوزہ مرغی کا یا چڑیا کا جو ایک دو روز کا ہو، یا مردہ پیدا ہو، چاہ کو ناپاک کردے گا یا نہ؟ بینوا توجروا۔ (۱۹۸۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: ناپاک ہوجائے گا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۰۵)

کنویں میں چوہا گر کر مر گیا تو کنواں ہمیشہ ناپاک رہے گا، یا کچھ مدت کے بعد پاک ہوجائے گا؟

سوال: (۲۵۵) جس کنویں میں چوہا وغیرہ گر (کر مر) جاوے، اور اس کو نکال دیا جاوے، اور پانی بالکل نہ نکالا جاوے، تو وہ کنواں ہمیشہ ناپاک ہی رہے گا، یا کچھ مدت کے بعد پاک

---

(۱) و إن كان كعصفورٍ و فأرة فعشرون إلى ثلاثين كما مرّ (الدّرّ المختار) قوله: (كما مرّ) أي بأن يقال: العشرون للوجوب والزّائد للنّدبِ. (الدرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۳۳۱، كتاب الطّهارة، فصل في البئر)

ہوجاوے گا؟ بعض ہندوؤں کی بستی میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ (۲۰۸۵/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: بدون پانی نکالنے کے پاک نہ ہوگا، لیکن اگر ہندو اس کنویں سے پانی بھرتے رہیں تو جس وقت اندازاً اس قدر ڈول نکل جاویں جس قدر لازم ہے تو وہ کنواں پاک ہوجاوے گا، کیوں کہ متفرقاً پانی نکلنا بھی موجب طہارت ہے[1] پھر مسلمانوں کو بھی اس سے پانی بھرنا اور استعمال کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۰۵)

سر کٹا ہوا چوہا کنویں میں سے نکلے تو کتنا پانی نکالا جائے گا؟

سوال: (۲۵۶) ایک کنویں میں سے مُوش سر بریدہ (سر کٹا ہوا چوہا) تازہ مردہ نکلا، اس کی پاکی کے لیے کتنا پانی نکالا جاوے، کیونکہ کنویں میں موش (چوہے) کا خون بھی گرا ہوگا؟ (۹۱۴/ ۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس صورت میں دوسو ڈول سے لے کر تین سو ڈول تک پانی اس چاہ سے نکالا جاوے پھر پاک ہوجاوے گا (جیسا کہ شامی میں ہے:)[2] قوله: (و قيل: يُفتىٰ بمأتين إلى ثلاث مائةٍ إلخ) جزم بهٖ في الكنز و الملتقىٰ، و هو مرويٌّ عن محمّدؒ و عليه الفتوىٰ. خلاصة و تاتارخانية عن النّصاب، و هو المختار معراج عن العَتّابيّةِ، و جعلهُ في العناية روايةً عن الإمام و هو المختارُ، و الأيسرُ كما في الاختيار، و أفاد في النّهر أنّ المأتين واجبتان و المائةَ الثّالثةَ مندوبةٌ إلخ[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۱۹-۲۲۰)

کنواں ناپاک ہوجائے تو پے درپے پانی نکالنا ضروری نہیں

سوال: (۲۵۷) کنواں ناپاک ہونے کے وقت پے درپے ڈول نکالے یا بہ تدریج؟ (۲۰۹۳/ ۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) لا يشترط التّوالي و هو المختار. (ردّ المحتار: ۱/ ۳۲۸، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، فصل في البئر)

(۲) قوسین کے درمیان جو عبارت ہے وہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/ ۳۳۰، كتاب الطّهارة، باب المياه، فصل في البئر.

الجواب: پے درپے نکالنا شرط نہیں (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۰۲/۱)

بکری یا بلی کنویں میں گرے اور پیشاب کردے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۵۸) ایک کنویں میں بکری گرگئی، یا کتا یا بلی گرگئی، اور اس نے پیشاب کردیا تو اس کنویں کا کس قدر پانی نکالا جائے؟ (۲۵۵۶/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس چاہ کا تمام پانی نکالنا لازم ہے، لیکن فقہاء نے بجائے تمام پانی کے تین سو ڈول نکالنے کو جائز فرمایا ہے، پس اسی قدر یعنی تین سو ڈول کافی ہیں، باقی پانی پاک ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۰۷/۱)

جو کچھوا ہمیشہ پانی میں رہتا ہے وہ کنویں میں مرجائے تو پانی ناپاک ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۵۹) سنگ پشت کہ در چاہ دائماً می ماند، اگر در چاہ بمیرد آب را نجس می کند یا نہ؟ اگر نجس می کند بکدام دلیل کہ دم مسفوح می دارد؟ وآن دم سائل است کہ در حقیقت دم است کہ بہ آفتاب بعد خشک شدن سیاہ می شود، یا رطوبت مثل دم دارد، مانند سمک کہ بعد خشک شدن سفید می شود؟

وجواب ایں امر چہ طور است۔ إذ الدّموي لا يسكنُ الماءَ لمنافاةٍ بين طبع الماء والدّم (۲)

(۱) إذا وقعت نجاسة ...... في بئر دونَ القدرِ الكثيرِ إلخ ...... يُنزحُ كلُّ مائِها الّذي كان فيها وقتَ الوقوع إلخ بعد إخراجِهِ إلخ، و لو نزح بعضُهُ ثمّ زاد في الغدِ، نُزح قدرُ الباقي في الصّحيح. (الدّرّ المختار) و مثلُهُ في الخانيةِ و هو مبنيّ علىٰ أنّهُ لا يُشترط التّوالي و هو المختارُ كما في البحر و القهستانيّ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۳۲۶/۱-۳۲۸، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، فصل في البئر) ظفیر

(۲) یہ عبارت ہمیں نہیں ملی؛ البتہ اس مفہوم کی عبارت علامہ کاسانی ؒ نے بدائع میں ذکر فرمائی ہے: إذِ الدّمويُّ لا يَعيشُ في المَاءِ لِمُخالَفَةٍ بينَ طبعيةِ الماءِ وبينَ طبعيةِ الدّمِ. (بدائع الصنائع في ترتيب الشّرائع: ۲۳۱/۱، كتاب الطّهارة، فصل في بيان مقدار ما يصير به المحلّ نجسًا إلخ، الضِفدعُ يموت في العصير)

وجواب ایں امر چہ طوراست کہ کلب الماء بہ اتفاق شروح ومتون موت آں آب را نجس نمی کند، باوجودیکہ توالد او بیرون از ماء درحجر بر کنارۂ آب می باشد، سنگِ پشت اگر آب را نجس نمی کند، مانند کلب الماء، والسرطان، وخنزیر الماء، والضفدع البحری، پس دلیل آن تحریر فرمایند کہ بکدام دلیل کہ دم مسفوح نمی دارد، وفرق درمیان برّی و بحری کدام است؟ چنانچہ درضفدع فرق کردہ اند، وعلاّمہ شامی حیوان را سہ قسم کردہ: برّی، و بحری، و برّی بحری، پس سنگِ پشت مانند طیر الماء است (یا مانند کلب الماء؟) (۱) (۶۲۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: قال في الدّرّ المختار: و مائيٌّ مولّدٌ و لو كلبُ الماءِ و خنزيرُهُ إلخ . قوله: (و مائيّ مولّدٌ) عطفٌ على قوله: (غيرُ دمويٍّ) أي ما يكون توالدُهُ و مثواهُ في الماءِ سواءٌ كانت لَهُ نفسٌ سائلةٌ أو لا في ظاهر الرّواية . بحر عن السّراج : أي لأنّ ذلك ليس بدم حقيقةً ، و عُرِفَ في الخلاصة : المائيّ بما لو اُستخرج من الماءِ يموتُ من ساعتِهٖ ؛ و إن كان يَعيشُ فهو مائيٌّ و برّيٌّ ، فجَعل بين المائيّ و البرّيّ قسمًا آخرَ ، و هو ما يكون مائيًّا و برّيًّا ، لكن لم يَذكر لَهُ حكمًا على حدةٍ ، و الصّحيحُ أنَّهُ ملحقٌ بالمائيّ لعدمِ الدّمويّةِ ، شرح المنية . أقول : و المراد بهذا القسمِ الآخرِ ما يكون توالدُهُ في الماءِ ، و لا يموتُ من ساعتِهٖ لو أُخرج منهُ كالسَّرَطَانِ و الضِّفْدَعِ إلخ (۲) (شامی، جلد: ۱) پس از عبارات مذکورہ واضح است کہ حکم سلحفاۃ آبی ہمیں است کہ موت او در آب؛ آب را نجس نمی کند۔ فقط (۱/ ۲۰۸-۲۰۹)

ترجمہ سوال: (۲۵۹) کچھوا جو کنویں میں ہمیشہ رہتا ہے، اگر کنویں میں مرجائے تو پانی کو ناپاک کرتا ہے یا نہیں؟ اگر ناپاک کرتا ہے تو کس دلیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کچھوا کے اندر دم مسفوح ہوتا ہے اور وہ دم سائل ہے جو درحقیقت خون ہے کہ دھوپ میں خشک ہونے کے بعد سیاہ ہوجاتا ہے یا خون کے مشابہ رطوبت ہوتی ہے مچھلی کے خون کی طرح جو خشک ہونے کے بعد

(۱) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/ ۲۹۵، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب في مسئلة الوضوء من الفَسَاقِي .

سفید ہوجاتا ہے؟ اور اس کا کیا جواب ہے کہ خون والا جانور پانی میں زندہ نہیں رہتا ہے پانی اور خون کی فطرت میں تضاد ہونے کی وجہ سے، اور اس کا کیا جواب ہے کہ اس بات پر تمام شروح ومتون کا اتفاق ہے کہ پانی کے کتے کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، باوجود اس بات کے کہ اس کا توالد پانی سے باہر پانی کے کنارے پتھر میں ہوتا ہے، کچھوا اگر پانی کو ناپاک نہیں کرتا ہے مثل پانی کے کتے، کیکڑے، پانی کے سور اور آبی مینڈک کے؛ تو اس کی دلیل تحریر فرمائیں کہ کس دلیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کچھوے کے اندر دم مسفوح نہیں ہوتا ہے؟ اور خشکی والے اور آبی کچھوے کے درمیان کیا فرق ہے؟ جیسا کہ مینڈک میں فرق کیا جاتا ہے، اور علامہ شامی علیہ الرحمہ نے جانوروں کی تین قسمیں کی ہیں: (۱) خشکی والے (۲) پانی والے (۳) اور خشکی و پانی والے جانور، پس کچھوا پانی کے پرندوں کی طرح ہے، یا پانی کے کتے کی طرح؟

الجواب: درّ مختار میں فرمایا ہے: اور وہ جانور جس کی جائے پیدائش پانی ہے، اگر چہ پانی کا کتّا اور سور ہوالخ۔ مصنف علیہ الرحمہ کا قول: و مـائـيّ مولدٌ کا عطف غیـرُ دمويٍّ پر ہے، یعنی وہ جانور جس کی پیدائش اور سکونت پانی میں ہوتی ہے چاہے اس میں بہنے والا خون ہو یا نہ ہو ظاہر روایت کے مطابق (وہ پانی والا جانور ہے) بحر نے سراج سے نقل کیا ہے: یعنی اس لیے کہ وہ حقیقت میں خون نہیں ہے، اور ''خلاصہ'' میں ہے: پانی والا جانور وہ ہے کہ اگر اسے پانی سے نکالا جائے تو وہ فوراً مرجائے اور اگر زندہ رہتا ہے تو وہ پانی و خشکی والا جانور ہے، پس انہوں نے پانی والے جانور اور خشکی والے جانور کے درمیان ایک اور قسم مقرر کی ہے، اور یہ وہ ہے جو پانی اور خشکی والا جانور ہو، لیکن اس کا کوئی مستقل حکم بیان نہیں کیا ہے، اور صحیح مذہب یہ ہے کہ وہ پانی والے جانور کے حکم میں ہے اس میں خون نہ ہونے کی وجہ سے، شرح منیہ۔ میں (یعنی علامہ شامی) کہتا ہوں: اس آخری قسم سے مراد وہ جانور ہے جس کا توالد پانی میں ہوتا ہے اور پانی سے نکالتے ہی نہیں مرتا ہے جیسا کہ کیکڑا اور مینڈک الخ، پس مذکورہ عبارتوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آبی کچھوے کا حکم یہ ہے کہ پانی میں اس کا مرنا پانی کو ناپاک نہیں کرتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲۶۰) جوابِ مسئلۂ سلحفاۃ بحری مستنبط از عبارتِ درمختار وشامی در باب المیاہ (۱/۶۲۰) کہ آب قلیل را نجس نمی کند رسید، امید کہ حق ازیں بیرون نباشد، رائے بندہ نیز ہمیں است چرا کہ در

حیوان مائی کہ دوام سکونت در ماء دارد؛ دم مسفوح نمی باشد کما هو المقرّر کہ درمیان طبیعت ماء ودم تخالف است، مگر یک خدشتہ عسیر الحل باقی است۔

خدشہ: قال العلّامۃ الدّمیريّ في "حیاۃ الحیوان" في بیان سُلَحْفَاۃ البرّیّۃ: وھذا الحیوانُ یبیضُ في البرّ ، فما نزل منہُ في البحرِ کان لَجْأَۃً ، و ما استمرّ في البرِّ کان سُلَحْفَاۃً ، ثمّ قال بعد أسطر: السُلَحْفَاۃُ البحریّۃُ اللَجْأَۃُ و ستأتي في با ب اللّام انتھی (۱) ازیں ظاہر است کہ توالد برّی و بحری بیرون از ماء است، پس مائی المولد نشد و مائی المعاش شد مثل طیر الماء، وعبارتِ شامی بعد أقول والمراد بھذا القسمِ الآخرِ ما یکون توالدُہُ في الماءِ ، ولا یموتُ من ساعتِہِ إلخ (۲) مثبت خلاف مدّعا شد، نہ مثبت مدّعا جناب در ایماء ناقص بندہ، وایں ہم مسطور است کہ توالد کلب الماء وتمساح نیز بیروں از آب است در تمساح نوشتہ اند بیروں توالدمی کند، ہر چہ درآب آمد تمساح شود، وہر چہ در خشکی ماند سَقَنقوُر گردد، وعبارتِ درمختار: و مائيٌّ مولّدٌ ولو کلب الماءِ و خنزیرہٗ (۲) چگونہ صحیح باشد کہ کلب الماء مائی المولد بموجب مشہور نیست، علت را گردیدہ می شود کہ ہر کہ دوام سکونت زیر سطح آب روز وشب می دارد، مثل لجاۃ کہ در چاہ ہمیشہ زیر آب سکونت می تواں کرد، پس لجاۃ دم مسفوح ندارد، وآب را نجس نکند کہ درمیان طبیعت آب ودم تخالف است بخلاف طیر الماء، ایں چنیں معیشت وسکونت درآب نمی دارند، از سطح اعلیٰ آب روئی اوشاں ہمیشہ یا اکثر بیرون می باشد، دوام سکونت زیر سطح آب نمی داردند۔ ثمّ الدّلیلُ علیٰ کونِ الدّمِ معدومًا في ھذہِ الحیواناتِ الّتي یسکنُ في الماءِ دَوامَ سکونِھَا في الماءِ ، لأنّ الدّمويَّ لا یسکنُ في الماء لمضادّۃٍ بین الدّمِ و الماءِ طبعًا (۳) (مستخلص شرح کنز) اگر قاعدہ الدرالمختار وشامی وغیرہما مائيٌّ مولّدٌ رادِیدہ می شود، پس لجاۃ آب قلیل را نجس خواہد نمود۔ (۸۴۶/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: مولوی صاحب مکرم دام فضلکم بعد سلام مسنون آنکہ آنچہ علامہ دمیری در حیاۃ الحیوان در بیان سلحفاۃ برّی نقل کردہ است، جواب ازاں این است کہ ممکن است کہ قسمے از سلحفاۃ

---

(۱) حیاۃ الحیوان: ۲/ ۲۱-۲۲، المطبوعۃ: المکتبۃ الخیریّۃ ، بیروت.

(۲) اس کی تخریج سابقہ جواب کے حاشیہ میں گزر چکی ہے۔

(۳) حاشیۃ کنز الدّقائق ، ص:۷، کتاب الطّھارۃ ، میاہ الوضوء ، رقم الحاشیۃ:۱۱۔

بحری چناں باشد کہ توالد وسکونتش ہمیشہ درآب باشد، پس دوام سکونت درآب اگر درحیوانے مشاہد خواہد شد، حسب دلیل مستخلص شرح کنز آنرا دموی نخواہند شمرد، و از احتمال خلاف این دلیل منقوض نخواہد شد، وہمیں تقریر درکلب الماء وخنزیر الماء جاری خواہد شد۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۱۰-۲۱۱)

ترجمہ سوال: (۲۶۰) درمختار اور شامی کے باب المیاہ (۱/۶۲۰) کی عبارتوں سے استنباط شدہ سمندری کچھوے کے مسئلے کا جواب کہ قلیل پانی کو ناپاک نہیں کرتا؛ مل گیا ہے، امید ہے کہ حق اس سے باہر نہیں ہوگا، بندہ کی رائے بھی یہی ہے کیوں کہ آبی جانوروں میں جو کہ پانی میں دائمی سکونت رکھتے ہیں بہنے والا خون نہیں ہوتا ہے، جیسا کہ ثابت شدہ ہے کہ پانی کی فطرت اور خون کی فطرت میں تضاد ہے، مگر ایک خدشہ جس کا حل دشوار ہے؛ باقی ہے۔

خدشہ: علامہ دمیری رحمہ اللہ نے ''حیاۃ الحیوان'' میں جنگلی کچھوے کے بارے میں فرمایا ہے: اور یہ جانور خشکی میں انڈا دیتا ہے، پس ان میں سے جو انڈا پانی میں گر جاتا ہے وہ لجأہ یعنی سمندری کچھوا بن جاتا ہے اور جو خشکی میں رہ جاتا ہے وہ کچھوا بن جاتا ہے، پھر چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں: سمندری کچھوا ہی لجأہ ہے اور عنقریب باب اللاّم میں اس کا ذکر آئے گا، دمیری کا کلام پورا ہوا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خشکی اور سمندر میں رہنے والے کچھوے کا توالد پانی سے باہر ہوتا ہے، پس یہ پانی میں نہ پیدا ہونے والا اور پانی میں رہنے والا جانور ہوا جیسا کہ آبی پرندہ، اور أقـــول کے بعد شامی کی جو عبارت ہے: ''اور اس آخری قسم سے مراد وہ جانور ہے جس کا توالد پانی میں ہو اور پانی سے نکالتے ہی فوراً مر نہ جاتا ہو الخ'' اس سے خلاف مدعا ثابت ہوتا ہے، جناب کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، بندے کے ناقص خیال کے مطابق، اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ پانی کے کتے اور گھڑیال کا توالد بھی پانی سے باہر ہوتا ہے اور گھڑیال کے بارے میں لکھا ہے کہ پانی کے باہر پیدا ہوتا ہے، پھر جب پانی میں آجاتا ہے تو گھڑیال بن جاتا ہے اور خشکی میں رہتا ہے تو گوہ بن جاتا ہے، اور درّ مختار کی عبارت: **ومائي مولدٌ إلخ** کس طرح صحیح ہوسکتی ہے کہ پانی کا کتا مشہور قول کے مطابق پانی میں پیدا ہونے والا نہیں ہے، علت کو اس طرف پھیرا جاسکتا ہے کہ ہر وہ جانور جو پانی کی سطح کے نیچے شب وروز رہتا ہے جیسے کچھوا کہ ہمیشہ کنویں میں پانی کے نیچے رہتا ہے، پس کچھوا دم سائل نہیں رکھتا اور پانی کو ناپاک نہیں کرتا، کیوں کہ پانی اور خون کی فطرت کے درمیان تضاد ہوتا ہے، برخلاف آبی پرندے کے کہ وہ پانی

میں اس قدر سکونت اختیار نہیں کرتا، کیوں کہ اُن کا اعلیٰ حصہ ہمیشہ یا اکثر پانی کی سطح سے باہر رہتا ہے، پانی کی سطح کے نیچے ہمیشہ نہیں رہتا ہے۔ پھر ان جانوروں میں خون نہ ہونے کی دلیل جو پانی میں سکونت اختیار کرتے ہیں ان کا پانی کے اندر ہمیشہ سکونت اختیار کرنا ہے، اس لیے کہ خون والا جانور پانی کے اندر زندہ نہیں رہ سکتا، خون اور پانی کی فطرت میں تضاد پائے جانے کی وجہ سے (مستخلص شرح کنز) اگر درمختار اور شامی وغیرہما کا قاعدہ مـائـيّ مـولـدٌ کو دیکھا جائے تو کچھوا سے قلیل پانی ناپاک نہیں ہونا چاہیے۔

الجواب: مولوی صاحب مکرم دام فضلکم! بعد سلام مسنون، علامہ دمیری رحمہ اللہ نے ''حیاۃ الحیوان'' میں خشکی کے کچھوے کے بیان میں جو کچھ نقل فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ سمندری کچھوے کی ایک قسم ایسی ہو کہ اس کا توالد اور سکونت ہمیشہ پانی کے اندر ہوتا ہو، پس اگر کسی جانور کی دائمی رہائش پانی کے اندر مشاہد ہوجائے تو مستخلص شرح کنز کی دلیل کے مطابق اس جانور کو دموی یعنی خون والا شمار نہیں کیا جائے گا اور اس کے خلاف کے احتمال سے دلیل نہیں ٹوٹے گی، اور یہی تفصیل پانی کے کتے اور پانی کے سور میں جاری ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مٹی کے نئے لوٹوں سے اگر ناپاک کنویں سے پانی نکالا جائے تو پانی پاک ہوگا یا نہیں؟ اور وہ لوٹے کس طرح پاک ہوں گے؟

سوال: (۲۶۱) پنجاب میں جو کنویں ہوتے ہیں ان پر ایک سو (کے)(۱) قریب لوٹے گلی (مٹی کے لوٹے) چڑھا کر بیلوں سے چلائے جاتے ہیں، اگر نجاست پڑ جانے کی وجہ سے جدید لوٹے گلی آب نارسیدہ (مٹی کے نئے لوٹے جن کو پانی نہیں لگا ہے) کے ساتھ پاک کرنے کے لیے پانی کنویں سے نکالا جاوے تو کیا وہ پاک ہو جائے گا یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ وہ جدید لوٹے متشرب الاجزاء ہوتے ہیں، اس لیے جب وہ پانی سے ملاقی ہوں گے؛ تو پلید پانی ان کے اجزاء میں بہ ذریعہ مسامات داخل ہو جائے گا، اور جب تک ان لوٹوں کو آگ میں نہ جلایا جاوے وہ پاک نہیں ہوں گے؛ یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۵۲۱/۱۳۳۸ھ)

(۱) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔۱۲

الجواب: درمختار کی روایت: **فیُنزحُ الماءُ إلی حدٍّ لا یملأُ نصفَ الدّلوِ ، یطھرُ الکلُّ تبعًا إلخ** کی شرح میں علاّمہ شامی لکھتے ہیں: **قولُهٗ : (یطھرُ الکلُّ) أي من الدّلوِ و الرِّشَاءِ و البَکَرَةِ و یدِ المُستقِي تبَعًا ، لأنّ نجاسةَ ھذهِ الأشیاءِ بنَجَاسَةِ البئرِ ، فتطھُرُ بطھارتِھا للحرجِ کَدَنِّ الخمرِ یطھُرُ تبَعًا إذا صار خلاًّ إلخ** (۱) پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوٹا ہائے گلی مذکورہ بعد طہارتِ آبِ چاہ پاک ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۱۲-۲۱۳)

کنویں میں خنزیر گرا اس کو اسی میں مار ڈالا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۶۲) چاہ کے اندر خنزیر گر گیا، اور برچھی وغیرہ سے اس کو چاہ کے اندر ہی مار دیا گیا، جس سے چاہ کا پانی سرخ ہو گیا، اور دیوار چاہ پر خون کی چھینٹیں پڑ گئیں، اس چاہ کا پانی پاک ہے یا ناپاک؟ اس کنویں سے جس کھیت کو پانی دیا گیا ہو، وہ ترکاری اور غلہ پاک اور حلال ہے یا نہیں؟ آلات آب کشی پاک ہیں یا ناپاک؟ (۱۷۴۴/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس خنزیر کو چاہ سے نکال کر تمام پانی اس چاہ کا نکال دیا جاوے، پھر پانی اس کا پاک ہو جاوے گا، اور بہ قول مفتی بہ دو سو سے لے کر تین سو ڈول تک نکال دینا بھی تمام پانی نکالنے کے قائم مقام ہو جاتا ہے، اور پھر گارا اور دیواریں اور ڈول و رسی سب پاک ہو جاتا ہے۔ **کذا في الدّرّالمختار** (۲) اور جس کھیت کو اس چاہ کا پانی دیا گیا، اگرچہ قبل از پاک کرنے کے اور پانی نکالنے کے ہو غلہ اور ترکاری اس کھیت کا پاک و حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۱۳-۲۱۴)

کنویں میں خنزیر گر کر مر گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۶۳) ہندوؤں کے چاہ میں خنزیر گر پڑا، انہوں نے اوّل مرا ہوا سور نکالا (بعد میں اس کا پانی نکالا) (۳) مگر کچھ پانی باقی رہ گیا تو اس چاہ کا پانی مسلمانوں کو پینا درست ہے یا نہیں؟ (۲۲۴/ ۱۳۳۷ھ)

---

(۱) **الدّرّالمختار و الشّامي: ۱/ ۳۲۸، کتاب الطّھارة، الباب الأوّل : باب المیاہ، فصل في البئر.**
(۲) حوالہ اور اس کی تخریج سابقہ جواب اور اس کے حاشیہ میں گزر چکی۔
(۳) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

الجواب: اگر بعد خنزیر کے نکالنے کے تین سوڈول کی مقدار اس چاہ سے پانی نکل گیا ہے، تو وہ چاہ پاک ہوگیا، مسلمانوں کو اس کا پانی پینا اور استعمال کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۴۰)

کنویں میں سور گرا اور زندہ نکال لیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۶۴) ایک کنویں میں سور گر گیا، لیکن اس کو زندہ نکال لیا، اس کنویں کے پانی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (۱۱۹۷/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: تین سو ڈول (پانی)(۱) اس چاہ سے نکال دینا کافی ہے، (اس لیے کہ وہ پانی ناپاک ہوگیا تھا)(۲) دوسو واجب ہیں، اور تین سو مستحب، پس بہتر ہے کہ تین سوڈول نکال دئے جاویں، پھر پانی اور ڈول و رسی و چاہ سب پاک ہوجاویں گے۔ **و قيل : يُفتىٰ بمائتين إلى ثلاث مائة و هٰذا أيسر إلخ (الدّرّ المختار) و في ردّ المحتار: و أفاد في النّهر أنّ المائتين واجبتان و المائة الثّالثة مندوبةٌ إلخ**(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۲۸-۳۲۹)

وضاحت: خنزیر (سور) نجس العین ہے، اگر وہ کنویں میں گر گیا اور زندہ نکال لیا تب بھی کنواں ناپاک ہوگیا، پورا پانی نکالنا ضروری ہے، درمختار اور شامی میں ہے: **لو أخرج حيًّا و ليس بنجس العين (الدّرّ المختار) قوله: (و ليس بنجس العين) أي بخلاف الخنزير ...... فإنّه ينجّس البئر مطلقًا. (الدّرّ و ردّ المحتار: ۱/۳۲۸، كتاب الطّهارة، فصل في البئر)** محمد امین

(۱) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۲) یہاں مطبوعہ فتاویٰ میں ہے: (اس لیے کہ وہ پانی ناپاک ہوگیا تھا) یہ عبارت مفتی ظفیر صاحبؒ نے بڑھائی ہے، رجسٹر نقول فتاویٰ میں نہیں ہے، اس لیے ہم نے اس کو حذف کر کے جواب کے اخیر میں وضاحت کی ہے۔

(۳) **الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۳۳۰-۳۳۱، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، فصل في البئر .**

جو کنواں عرصۂ دراز سے بیکار پڑا تھا، اب اس سے آب پاشی ہورہی ہے تو اس کا پانی پاک ہوا یا نہیں؟

سوال: (۲۶۵) ایک کنواں جو عرصہ دراز سے پڑا ہوا تھا اور اس میں کئی جانور بھی گر کر گل سڑ گئے، اب مالک کنویں نے زمین کنواں برائے کاشت مالیوں کو دے دی، دو ماہ سے کنواں چل رہا ہے، تو کنواں پاک ہوا یا نہیں؟ (۱۰۳۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اگر اس چاہ کو جانوران مردہ وغیرہ سے صاف کر کے اس کا پانی بہ قدر تین سو ڈول کے نکال دیا گیا ہے، تو وہ باقی پانی پاک ہوگیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۱۷)

مرغی کنویں سے زندہ نکل آئی تو کتنا پانی نکالا جائے گا؟

سوال: (۲۶۶) مرغی کنویں میں سے زندہ نکلی تو کیا حکم پانی نکالنے کا ہوگا؟ (۱۶۴۸/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ایسی مرغی کا حکم یہ ہے کہ بہ وجہ (شک)(۱) کے احتیاطاً بیس ڈول پانی نکال دینا چاہیے۔ کما في ردّالمحتار: فيُنزح أدنىٰ ماورد بهِ الشّرعُ، وذٰلك عشرونَ احتياطًا (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۱۷)

ناپاک کنویں سے ہندو پورے دن پانی نکال کر استعمال کرتے ہیں تو وہ پاک ہوا یا نہیں؟

سوال: (۲۶۷) ایک کنویں میں تقریباً تیس، پینتیس ہاتھ پانی ہے، اس کنویں میں ایک آدمی گر کر مرگیا، چونکہ کنواں مذکورہ ہنود کا تھا، انہوں نے تقریباً چالیس، پچاس ڈول نکلوا کر استعمال شروع کر دیا

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (شک) کی جگہ ''خشک'' تھا، رجسٹر نقول فتاویٰ سے تصحیح کی گئی ہے۔۱۲

(۲) ردّ المحتار: ۱/ ۳۲۹، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، فصل في البئر.

اور تمام دن ہنود اس کنویں سے پانی بھرتے رہتے ہیں، تقریباً دوصد (۲۰۰) من پختہ پانی روزانہ بلاناغہ نکالا جاتا ہے؛ تو اس قدر پانی نکالنے کی وجہ سے یہ کنواں کب تک پاک ہوجائے گا؟ (۱۱۴۴/۱۳۴۱ھ)

الجواب: کنواں بعد اخراج مقدار واجب کے پاک ہوگیا۔ و لو نُزح بعضُه ، ثمّ زاد في الغدِ ، نُزح قدرُ الباقي في الصّحيح . خلاصة إلخ (الدّر المختار) و مثلُهُ في الخانيةِ : وهو مبنيٌّ علیٰ أنَّهُ لا يُشترطُ التّوالي ، و هو المختارُ إلخ(۱) (شامی: ۱/ ۲۱۹) (۱/ ۲۱۷-۲۱۸)

خون آلود جانور کنویں میں گرا تو کنواں ناپاک ہوگیا، اور پورا پانی نکالنا ضروری ہے

سوال: (۲۶۸)...... (الف) اگر کسی جانور کو تسمیہ کے ساتھ تیر وغیرہ آلۂ دھاردار مارا گیا، یا کتّا معلم چھوڑا گیا، اور وہ خون آلودہ ہوکر کنویں میں گر پڑا، کنواں پاک ہے یا ناپاک؟ اور کس قدر پانی نکالا جاوے؟

(ب) کس قدر خون (کے) (۲) گرنے سے کنواں ناپاک ہوگا؟ (۱۱۴۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: (الف) کنواں ناپاک ہے، تین سو ڈول پانی نکالا جاوے۔

(ب) بہتا ہوا خون ناپاک ہے، ایک قطرہ بھی نجس کردیتا ہے(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۱۸)

جس کنویں میں سور گر کر مر گیا تھا اور بیس سال سے بند پڑا تھا اس کو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

سوال: (۲۶۹) ایک کنواں تقریباً عرصہ بیس سال سے بند پڑا رہا، وجہ بند ہونے کی یہ

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/ ۳۲۸، کتاب الطّهارة ، باب المياه ، فصل في البئر .

(۲) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔۱۲

(۳) إذا وقعتْ نجاسةٌ ليستْ بحيوانٍ ولو مُخفّفةً أو قَطْرَةَ بولٍ أو دمٍ أو ذنبَ فأْرةٍ إلخ . في بئرٍ دونَ القدرِ الكثيرِ إلخ يُنزحُ كلُّ مائِها الّذي كان فيها وقتَ الوقوعِ (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/ ۳۲۶-۳۲۷، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المياه ، أوائل فصل في البئر) ظفیر

سنی جاتی ہے کہ اس میں ایک سور گر کر مر گیا تھا، پھر (معلوم نہیں) کہ وہ نکالا گیا تھا یا نہیں؟ اب کنواں صاف کرایا گیا، پانی اور مٹی نکالنے کے بعد اس کا پانی پینا (جائز)(۱) ہے یا نہیں؟ (۲۵۶۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: بعد صاف کرنے کے اور پانی و مٹی نکالنے کے وہ کنواں پاک ہوگیا، اس کا پانی پاک ہے، اور پینا اور استعمال میں لانا اس کا درست ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۱۸-۲۱۹)

ناپاک کنویں سے متصل جو کنواں ہے اس کا پانی پاک ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۷۰) دیہہ ہٰذا کے وسط میں ایک کنواں ہے، مگر مستعمل نہیں اور ناپاک ہے، اس کے متصل چند گز کے فاصلے پر مسجد کے احاطے میں ایک جدید کنواں تعمیر ہوا ہے تو اوّل کنویں کی ناپاکی کا اثر دوسرے کنویں میں اثر کرے گا یا نہیں؟ (۱۰۵۵/۱۳۴۲ھ)

الجواب: مسجد کے کنویں کا پانی بہ وجہ قریب ہونے دوسرے کنویں ناپاک کے ناپاک نہ ہوگا، کیوں کہ بہ اتفاق یہ ثابت ہے کہ ایک کنویں کا پانی ناپاک ہوجانے سے دوسرے کنویں کا پانی ناپاک نہیں ہوتا، اور اس میں کوئی تحدید نہیں کی گئی(۳) اور جو کچھ بحث کی گئی ہے وہ کنویں کے

---

(۱) سوال میں قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۲) إذا وقعتْ نجاسةٌ إلخ في بئر دون القدر الكثير إلخ يُنزحُ كلُّ مائِها الّذي كان فيها وقتَ الوقوعِ بعد إخراجِهِ إلخ (الدّرّ المختار) و أشارَ بقولِهِ : (مُتَنَجِّسَةً) إلى أنَّهُ لا بُدَّ مِن إخراجِ عينِ النّجاسةِ كلحمِ ميتةٍ و خنزيرٍاهـ . قلتُ: فلو تعذّر أيضًا ففي القهستانيّ عن الجواهر: لو وقعَ عُصفورٌ فيها ، فعجَزُوا عن إخراجِهِ ، فما دام فيها فنَجِسَةٌ ، فتُتركُ مدّةً يُعلم أنَّهُ استحالَ، و صارَ حَمْأَةً، و قيل: مدّةَ ستّةِ أشهرٍ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار:۱/ ۳۲۶-۳۲۸، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل : باب المياه ، أوائل فصلٌ في البئر)

(۳) بئرُ الماءِ إذا كانت بقربِ البئرِ النّجسةِ ، فهي طاهرةٌ ما لم يتغيّر طَعمُهُ أو لونُهُ أو ريحُهُ ، كذا في الظّهيريّةِ ، و لا يُقَدَّرُ هٰذا بالذُّرْعَانِ حتّى إذا كان بينهما عَشَرَةُ أذرُعٍ ، و كان يوجد في البئرِ أثرُ البَالُوعَةِ ، فماءُ البئرِ نَجَسٌ ، و إن كان بينهما ذِراعٌ واحدٌ ، ولا يوجد أثرُ البالوعةِ فماءُ البئرِ طاهرٌ كذا في المحيط و هو الصّحيحُ. (الفتاوىٰ الهنديّة:۱/۲۰، كتاب الطّهارة، الباب الثّالث في المياه ، الفصل الأوّل في ما يجوز بهِ التّوضؤُ) ظفير

پاس چوبچہ(۱) بنانے میں کی گئی ہے نہ کنویں میں (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۲۰)

جہاں لوگ کنویں میں احتیاط نہیں کرتے اس کا پانی پاک ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۷۱) اس ملک میں کنویں میں احتیاط نہیں ہے، آیا مسافر پردیسی مقیم کے واسطے بہ وجہ عموم بلویٰ ایسے پانی سے وضو وغسل واکل وشرب درست ہے یا نہ؟ (۱۳۴۲/۱۲۷۲ھ)

الجواب: اس پانی سے غسل ووضو واکل وشرب سب جائز ہے، وہم نہ کرنا چاہیے (۳) فقط (۱/۲۲۰)

پاک جھاڑو کنویں میں گر گئی تو کنواں پاک ہے

سوال: (۲۷۲) مسجد کے وضو کرنے کی نالی میں جو جھاڑو دی جاتی ہے، اس کو پاک کر کے رکھا تھا وہ کنویں میں گر گئی؛ تو کنواں پاک ہے یا ناپاک؟ زید کہتا ہے کہ دھونے سے ہر شئے پاک ہوجاتی ہے، لہٰذا کنواں اس صورت میں پاک ہے؟ (۱۳۴۳/۵۷۶ھ)

الجواب: اس صورت میں وہ کنواں پاک ہے، زید کا قول صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم (۱/۲۲۱)

کنویں میں انسان کا خون گر جائے تو کتنا پانی نکالا جائے؟

سوال: (۲۷۳) اگر کنویں میں خون انسان (کا) (۴) گر جائے تو کل پانی کھینچا جائے یا تین

---

(۱) چوبچہ: (چاہ بچہ) گندے پانی کا گڑھا، جس کو عربی میں بالوعة کہتے ہیں۔

(۲) و إن أراد أن يحفِرَ بيرَ بالُوعَةٍ يُمنع أيضًا لسرايةِ النّجاسةِ إلى البيرِ الأولىٰ ، وتنجُّسِ مائِها ولا يمنع في ما وراء الحريمِ ؛ وهو عشرٌ في عشرٍ. (شرح الوقاية: ۱/۸۱، كتاب الطّهارة، حكم حوض العشر في العشر) ظفیر

(۳) من شكّ في إنائِهِ أو ثَوبِهِ أو بدنِهِ أصابتْهُ نجاسةٌ أو لا ، فهو طاهرٌ ما لم يَستيقنْ ، و كذا الآبارُ والحِياضُ والجِبابُ الموضوعةُ في الطُّرقاتِ ويَستقي منها الصّغارُ والكبارُ والمسلمونَ والكفّارُ . (ردّ المحتار: ۱/۲۵۴، كتاب الطّهارة ، قبيل مطلب في أبحاث الغسل)

(۴) قوسین کے درمیان جو لفظ ہے اس کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔

سوڈول؟ اور پے در پے کھینچنا شرط ہے یا نہیں؟ (۱۴۶۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: تین سوڈول پانی نکالنا کافی (ہے)[1] یہ قائم مقام تمام پانی نکالنے کے ہے، اور اس سے کنواں پاک ہوجاتا ہے، اسی پر فتویٰ ہے، شامی میں کہا: وعلیهِ الفتویٰ ...... وهوَ المختارُ و الأیسرُ [2] (شامی) اور پے در پے ڈول نکالنا شرط نہیں ہے [3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۲۲/۱)

راستہ کی مٹی مل کر ڈول کنویں میں ڈالا تو کنواں ناپاک ہوا یا نہیں؟

سوال: (۲۷۴) ایک ہندو نے اپنے لوہے کے ڈول کو راستے کی مٹی مل کر کنویں میں ڈالا، وہ مٹی کنویں کے اندر پانی میں مل گئی، اب اس کنویں کا پانی پینا جائز ہے یا نہیں؟ (۴۴/۱۸۷-۱۳۴۵ھ)

الجواب: پانی اس کنویں کا پاک ہے، پینا اور وضو وغیرہ کرنا اس سے درست ہے، کیونکہ اوّلاً مٹی اگر ناپاک بھی ہو تو خشک ہونے سے پاک ہوجاتی ہے۔ کما ورد في الحديث: زَكَاةُ الأرضِ يُبْسُهَا [4] اور ثانیاً یہ قاعدہ فقہ کا ہے کہ الیقینُ لا یزولُ بالشّكّ . (ردّ المحتار: ۲۵۱/۱، کتاب الطّهارة) الحاصل وہ پانی پاک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۲۳/۱)

---

(۱) قوسین کے درمیان جو لفظ ہے اس کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔

(۲) ردّ المحتار: ۳۳۰/۱-۳۳۱، کتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المياه، فصل في البئر .

(۳) لا يُشترطُ التّوالي وهو المختارُ كما في البحر و القهستانيّ . (ردّ المحتار: ۳۲۸/۱، کتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المياه، فصل في البئر) ظفیر

(۴) مصنّف ابن أبي شيبة: ۴۳۰/۱-۴۳۱، باب في الرّجل يطأ الموقع الموضع القذر يطأ بعده ما أنظف ، رقم الباب: (۷۱) ، رقم الحديث: ۶۲۹، المطبوعة: دار قرطبة ، بيروت ، لبنان .

قال الزّركشيّ : حديث : "زَكَاةُ الأرضِ يُبْسُهَا" لا أصل لهُ ، إنّما هو قول محمّد ابن الحنفيّة ، أخرجه ابن جرير في تهذيب الآثار ، و قال السّيوطيّ : و أخرجهُ ابن أبي شيبة في المصنّف عنهُ ، و أخرجهُ أيضًا عن أبي جعفر و عن أبي قِلابة قولَهما اهـ . (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۱۸۱/۲، کتاب الطّهارة ، باب تطهير النّجاسات ، الفصل الأوّل)

بڑے کنویں میں ایک لڑکا ڈوب کر مر گیا تو اس کا پانی ناپاک ہوگیا، پورا پانی نکالنا ضروری ہے

سوال: (۲۷۵) ایک مسجد میں باؤڑی (۱) لمبی چوڑی ہے، اور بارش کے پانی سے بہت بھرجاتی ہے، اور پانی بہت کم ہے، اس میں ایک لڑکا ڈوب کر مرگیا، اگر سب پانی نکالا جائے تو بارش ہونے تک نمازیوں کو تکلیف ہوگی، اب کیا کرنا چاہیے، باؤڑی طولاً ۹ ہاتھ، عرضًا سات ہاتھ گہری بہت ہے۔ (۱۳۲۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جب کہ وہ باؤڑی دَہ دردَہ نہیں ہے تو صورت مذکورہ میں پانی اس کا ناپاک ہوگیا وہ تمام پانی نکالنا چاہیے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۶۴/۱)

کنویں میں بچہ گرا اور فوراً زندہ نکال لیا تو پانی کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۷٦) ایک چاہ میں بچہ نابالغ گرا، اور فوراً نکال لیا، ہمارے امام مسجد تمام پانی نکالنے کو کہتے ہیں، اس میں بہت دشواری ہے، تو ہم کو کیا کرنا چاہیے؟ (۱۱٦۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس کنویں میں سے تین سوڈول پانی نکلوادیا جاوے، اس سے وہ پاک ہوجاوے گا **كذا في الدّرّ المختار وغيره.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۲۴/۱-۲۲۵)

وضاحت: اگر بچہ کنویں میں گر کر مرگیا، یا زندہ نکال لیا گیا، مگر اس کے جسم پر ناپاکی تھی تو پورا پانی نکالنا ضروری ہے، اور اگر زندہ نکال لیا گیا اور اس کے جسم پر ناپاکی نہیں تھی تو احتیاطاً بیس تیس

---

(۱) باؤڑی: بڑا کنواں۔ (فیروز اللغات)

(۲) و إن ماتت فيها شاة أو آدمي أو كلب نزح جميع ما فيها من الماءِ. (الهداية: ۴۳/۱، كتاب الطّهارات، باب الماء الّذي يجوز به الوضوء و ما لا يجوز به، فصل في البير)

ڈول نکالنا کافی ہے(۱) محمد امین پالن پوری

سوال: (۲۷۷) ایک بچہ کنویں میں گر گیا تھا، پندرہ (۱۵) منٹ کے بعد اس کو زندہ نکالا گیا، جس کے لیے ڈاکٹر اور نکالنے والے کی شہادت موجود ہے، اس صورت میں کنواں ناپاک ہوگیا یا نہ؟ اگر ناپاک ہوگیا تو کتنا پانی نکالنا چاہیے؟ (۲۹۰۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر وہ لڑکا زندہ نکالا گیا تھا، جیسا کہ ڈاکٹر اور نکالنے والے کے بیان سے ثابت ہے تو وہ کنواں پاک رہا، کچھ ڈول نکالنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ اگر اس کے کپڑے یا بدن ناپاک ہوں بہ ظن غالب جیسا کہ بچوں کے ہوتے ہیں؛ تو تین سو ڈول پانی اُس کنویں سے نکالے جاویں گے، اور اگر وہ بچہ کنویں میں مر گیا تھا، تب بھی تین سو ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہوجاوے گا، بہر حال! احتیاط اسی میں ہے کہ تین سو ڈول پانی اس کنویں سے نکالا جاوے، خواہ ایک دفعہ یا متفرق۔ وقيل : يُفتى بمأتين إلى ثلاث مائةٍ (الدّرّ المختار) جزم بهٖ في الكنزِ والملتقى وهو مرويٌّ عن محمّد رحمه الله، و عليهِ الفتوٰى إلخ(۲) (شامی) فقط (۱/۲۲۵-۲۲۶)

پیروں کا میل رسّی کو لگ کر کنویں میں ٹپکے تو کنواں ناپاک ہوا یا نہیں؟

سوال: (۲۷۸) ننگے پاؤں پانی بھرنا، اور پیروں کا میل رسی کو لگے اور کنویں میں ٹپکے؛

---

(۱) و إن ماتَ فيها شاةٌ أو كـلـبٌ أو آدميٌّ أو انْتَفَخَ حيوانٌ أو تفسَّخَ يُنْزحُ جميعُ ما فيها . (الفتاوٰى الهنديّة : ۱/۱۹، كتـاب الطّهارة ، الباب الثّالث في المياه ، الفصل الأوّل في ما يجوز بهِ التّوضؤُ)

قيّـدَ بـالـموتِ لأنَّهُ لو أخرجَ حيًّا ، و ليس بنجسِ العينِ و لا بهٖ حَدَثٌ أو خَبَثٌ لم يُنزح شـيءٌ إلّا أن يدخل فمُهُ الماءَ ، فيُعتبَرُ بسؤرِهٖ ، فإن نجسًا نُزح الكلُّ وإلّا لا ، هو الصّحيحُ إلخ زاد في التّـاتـرخـانيّةِ : و عشرين في الـفأرةِ ، و أربـعيـن فـي سِـنَّـورٍ و دَجاجةٍ مُخَلَّاةٍ كآدميٍّ مُحدِثٍ (الدّرّ المختار) أي أنّـهُ يُـنزح فيه أربعون إلخ ، فيُنزح أدنٰى ما ورد بِهِ الشّرعُ و ذلك عشرون احتياطًا. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۳۲۸-۳۲۹، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المياه ، فصل في البئر)

(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۳۳۰، كتاب الطّهارة ، باب المياه ، فصل في البئر .

تو ناپاک ہے یا نہیں؟ (۲۲۲۷/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: شبہ اور شک سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، تاہم احتیاط کرنی اچھی ہے (۱) فقط (۱/ ۲۲۵)

ناپاک گڈھے میں برتن ڈبو کر کنویں میں ڈال دیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۷۹) ایک گڑھا جس میں بول و براز ہوتا ہے، اس میں بارش کا پانی جمع ہوا اور بہا نہیں، اس میں لڑکوں نے برتن ڈبویا، پھر اس کو چاہ میں ڈال دیا؛ تو کتنا پانی نکالا جاوے، برتن چاہ میں موجود ہے۔ (۳۴۵/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں بھی تین سو ڈول پانی اس کنویں سے نکالا جاوے، اور وہ برتن پہلے نکال لیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۲۷)

لوگ جوتے پہن کر جس کنویں سے پانی کھینچتے ہیں اس کا پانی پاک ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۸۰) مسجد کے چاہ پر اکثر نمازی مع جوتوں کے، اور بے نمازی ننگے پیر پانی کھینچتے ہیں کبھی جوتا رسّی سے لگتا ہے، اور رسّی کا پانی کنویں میں گرتا ہے تو یہ پانی قابل استعمال رہتا ہے یا نہ؟ (۱۷۲۱/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں پانی پاک ہے، کچھ وہم نہ کیا جاوے (۲) فقط واللہ اعلم (۱/ ۲۲۸)

---

(۱) كما لو مَشٰى على ألواحٍ مُشْرَعَةٍ بعدَ مشيِ مَن بِرِجْلِهِ قَذَرٌ لا يُحكمُ بنجاسةِ رِجلِهِ ما لم يُعلمْ أنّهُ وَضع رِجلَهُ علىٰ موضعِهِ للضّرورةِ .فتح . و فيه عن التّجنيسِ مشٰى في طينٍ أو أصابَهُ و لم يَغسِلْهُ وصلّٰى تجزيه ما لم يكن فيهِ أثرُ النّجاسةِ لأنَّهُ المانعُ إلّا أن يَحتاطَ. (ردّ المحتار: ۱/ ۴۹۰، كتاب الطّهارة ، الباب الخامس : باب الأنجاس ، فصل في الاستنجاء ، قبيل مطلب في الأمر بالمعروف) ظفیر

(۲) فلو عُلِمَ نَتْنُهُ بنجاسةٍ لم يجُزْ، و لو شكّ فالأصلُ الطّهارةُ (الدّرّ المختار) و إلّا فمجرُّدُ الشّكِّ لا يمنع ، لما في الأصلِ أنَّهُ يتوضّأُ من الحوضِ الّذي يَخافُ قَذَرًا ولا يَتيَقَّنُهُ ==

جو کنواں سارا دن چلتا رہتا ہے اس میں جوتی گر گئی اور نکل نہ سکی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۸۱) ایک باغ میں ایک مدرسہ ہے، اس کے قریب ایک کنواں چلتا ہے، جس کو ہرٹ (۱) کہتے ہیں، اس میں ایک لڑکے کی جوتی گر گئی تھی، جس کو نکالنے کی کوشش کی، مگر نکلی نہیں، اور کنواں قریب چار بجے صبح کے شروع کر کے سارا دن چلتا رہتا ہے، اس پانی سے نماز اور کھانا پکانا وغیرہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۴۴۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: پانی اس چاہ کا پاک ہے، وضو و نماز اس سے صحیح ہے، شرعًا شبہ سے حکم ناپاکی کا نہیں ہوتا (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۳۷)

کنویں میں جوتی گر گئی اور نکل نہ سکی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۸۲) ایک کنواں جس کا قطر چودہ فٹ اور گہرائی بیس فٹ ہے، اس میں اتفاقیہ ایک استعمالی جوتی نو، دس برس کی بچی کی گر گئی، جو تلاش سے نہیں نکل سکی؛ اس صورت میں کیا حکم ہے؟
(۳۵۰/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: جب کہ وہ جوتی نہیں نکلی، اور نجاست کا ہونا اس پر محقق نہیں ہوا، اور دیکھا نہیں گیا تو پانی اس چاہ کا پاک ہے، شک پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا۔ قال في البحر: وقيّدنا بالعلمِ، لأنّهم قالوا في البَقَرِ و نحوِهِ يخرج حيًّا لايجِبُ نزحُ شيءٍ ، و إن كان الظّاهرُ اشتمالَ بولِها علٰى أفخاذِها ، لكن يحتمل طهارتُها بأن سقَطَتْ عَقِبَ دُخولِها ماءً كثيرًا مع أنّ الأصلَ

= = وينبغي حملُ التّيقُّنِ المذكورِ على غلبةِ الظّنِّ ، والخوفِ علىَ الشّكِّ ، أو الوهمِ كما لايخفٰى . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/ ۲۹۷، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب حكم سائر المائعات كالماء في الأصحّ) ظفیر

(۱) 'رہٹ' کو اس علاقے میں 'ہرٹ' کہتے ہیں یعنی وہ چرخ جس کے ذریعہ کنویں سے پانی نکالا جاتا ہے۔۱۲

(۲) حوالہ اور اس کی تخریج سابقہ جواب کے حاشیہ میں گزر چکی۔۱۲

الطّهارةُ إلخ (۱) پس جب کہ یقینی علم نجاست کا نہیں ہے تو ناپاکیٔ چاہ کا حکم نہ کیا جاوے گا، قاعدہ مقرّرہ ہے: اليقينُ لا يزولُ بالشّكّ (ردّ المحتار: ۱/۲۵۱، كتاب الطّهارة) اور جوتی پر جیسا کہ بہ غلبۂ ظن نجاست کا لگنا ثابت ہے ویسا ہی یہ بھی احتمال ہے کہ زمین پر چلنے اور رگڑنے سے جوتا بعض نجاسات سے پاک ہوجاتا ہے۔ بہرحال! احتمال پر کچھ حکم مرتب نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۳۵)

سوال: (۲۸۳) ایک کنویں میں ۱۳ سالہ لڑکے کا استعمالی جوتا گر کر بہ وجہ گہرائی لاپتا ہوجاوے باوجود کوشش نہ نکلنے پر ۳۶۰ ڈول پانی نکالنا کافی ہوگا؟ یا جوتا نکالنا اور کل پانی نکالنا پڑے گا۔ (۲۱۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ناپاک جوتے کا پہلے نکالنا ضروری ہے، اس کے بعد ۳۶۰ ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہوگا؛ لیکن اگر اس ناپاک جوتے کا نکالنا ناممکن ہو تو درمختار میں لکھا ہے کہ اس صورت میں اتنا پانی نکالا جاوے کہ آدھا ڈول بھی نہ بھر سکے۔ إلاّ إذا تعذّرَ إلخ فيُنزحُ الماءُ إلى حدٍّ لا يملأُ نصفَ الدّلوِ، يطهُرُ الكلُّ تبعًا إلخ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۴۰)

ناپاک کنویں کے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھنا درست نہیں

سوال: (۲۸۴) کنویں میں اگر چڑیا گل سڑ جائے تو کیا حکم ہے؟ جو لوگ بغیر پاک کیے اس پانی سے وضو کر کے نماز پڑھتے ہیں ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ (۳۱۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: چڑیا اگر کنویں میں مر کر گل سڑ جاوے تو تین سو ڈول نکالنے چاہئیں، دو سو ڈول ضروری ہیں اور تین سو مستحب ہیں، بدون پاک کیے جو لوگ اس پانی سے وضو کر کے نماز پڑھیں گے ان کی نماز نہ ہوگی، اور امام اور مقتدی سبھی گنہ گار رہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۲۹-۲۳۰)

کنویں میں بچوں نے نرسل ڈال دیئے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۸۵) برسات کے زمانے میں ایک چاہ پختہ کے اندر لڑکوں نے پانچ سرکنڈے،

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۳۲۸، كتاب الطّهارة، باب المياه، فصل في البئر.

(۲) الدّرّ المختار على الشّامي: ۱/۳۲۷-۳۲۸، كتاب الطّهارة، باب المياه، فصل في البئر.

یعنی سریئے ڈال دیئے، جس وقت ان کے والدین کو معلوم ہوا فورًا کوشش کر کے چار سر کنڈے تو نکال دیئے، ایک ڈوب گیا، اور کسی طرح نہ نکل سکا، چنانچہ تین سوڈول پانی نکالا گیا، اور اہل محلّہ اس کا پانی استعمال کر رہے ہیں، صرف چند لوگ اس کا پانی استعمال نہیں کرتے؟ (۹۳۱/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: وہ چاہ ناپاک نہیں ہوا تھا، کیونکہ شبہ سے شرعًا حکم ناپاکی کا نہیں دیا جاتا، اور اب تو اس میں سے تین سوڈول بھی نکال دیئے گئے، اور وہ سرکنڈا بھی دھل کر صاف ہوگیا ہوگا، بہر حال! اگر بالفرض ان سرکنڈوں کو ناپاک بھی سمجھا جاوے؛ تو تین سوڈول نکالنے سے باقی پانی چاہ کا پاک ہوگیا، اب استعمال اس کا ہر طرح درست ہے کچھ وہم اور شبہ نہ کیا جاوے (۱) فقط واللہ اعلم (۱/ ۲۳۰)

بچے نے کنویں میں روڑا ڈال دیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۸۶) ایک بچے نے ایک کنویں میں روڑا ڈال دیا تھا، اس کے بعد کنویں کو کئی مرتبہ پاک کرادیا گیا، مگر وہ روڑا نہیں نکلا تو بغیر روڑا نکالے کنواں پاک ہے یا نہ؟ (۱۴۹۰/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس روڑے (کے) (۲) نکالنے کی اب ضرورت نہیں ہے، پانی کنویں کا پاک ہوگیا ہے، کچھ وہم نہ کریں (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۳۲-۲۳۳)

کنویں میں مرغی وغیرہ گر کر مر جائے تو کتنا پانی نکالا جائے گا؟

سوال: (۲۸۷) مرغی وغیرہ اگر کنویں میں گر کر مر جاوے تو تیس، چالیس، حد ساٹھ ڈول نکالے جاتے ہیں، لیکن مرغی کے جسم اور پنجوں پر نجاست ہوتی ہے، ایسے ہی جب بکری پیشاب کرتی ہے تو اس کے جسم پر چھینٹ پڑتی ہے، تو اس صورت میں پانی کے ڈول جو معین فی الشرع ہیں

(۱) ولو وقعتْ في البئرِ خَشَبَةٌ نَجِسَةٌ أو قِطعةُ ثوبٍ نجسٍ و تعذَّرَ إخراجُها و تغيّبتْ فيها ، طهُرَتْ الخَشَبَةُ و الثّوبُ تبعًا لطهارةِ البئرِ. (الفتاوىٰ الهنديّة: ۱/۲۰، كتاب الطّهارة، الباب الثّالث في المياه ، الفصل الأوّل في ما يجوز بهِ التّوضؤُ)

(۲) قوسین کے درمیان جو لفظ ہے وہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔۱۲

(۳) حوالہ اور اس کی تخریج سابقہ جواب کے حاشیہ میں گزر چکی۔۱۲

وہی نکالنے ہوں گے یا کم وبیش؟ کیا حکم شریعت کا ہے؟ (۱۱۰۶/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: جب کہ اور کوئی نجاست مرغی کے پنجہ وغیرہ پر ظاہر نہ ہو تو وہی چالیس سے ساٹھ تک ڈول نکالنے سے آبِ چاہ پاک ہوجاوے گا، اور اس (ظنی اور احتمالی) (۱) نجاست کا اعتبار نہ ہوگا، یہی حکم بکری میں ہے (۲) اور وجہ یہ ہے کہ مرغی اور بکری میں جیسا کہ احتمالِ نجاست ہے، ویسا ہی یہ بھی احتمال ہے کہ پانی، مٹی وغیرہ سے وہ نجاست زائل ہوگئی ہوگی (۳) فقط واللہ اعلم (۱/ ۲۳۰-۲۳۱)

ناپاک کنویں کا جتنا پانی نکالنا ضروری تھا اتنا پانی نکل چکا تو کنواں پاک ہوگیا

سوال: (۲۸۸) کنواں کسی نجاست کے گرنے سے ناپاک ہوگیا، ایک مہینہ تک پانی پیتے رہے، اور اس سے وضو وغیرہ بھی کیا، اور اس مدت میں اس قدر پانی نکل چکا ہے جس سے کنویں کو پاک کہہ سکتے ہیں؛ تو آیا کنواں شرعًا پاک ہے یا نہیں؟ (۱۳۵۹/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: جب کہ پانی مقدار واجب سے زیادہ نکل چکا ہے، کنواں پاک ہے۔ فقط (۱/ ۲۳۲)

---

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (ظنی اور احتمالی) کی جگہ ''ظنی احتمال'' تھا، رجسٹر نقول فتاویٰ سے تصحیح کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) و أربعينَ في سِنّورٍ و دَجاجةٍ مُخَلّاةٍ إلخ و إن كان كحَمامةٍ و هِرّةٍ نُزح أربعونَ من الدِّلاء وجوبًا إلى ستّينَ نَدْبًا. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/ ۳۲۹-۳۳۱، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه ، فصل في البئر) ظفیر

(۳) ثمّ هذا إن لم تكن الفأرةُ هَارِبَةً مِنْ هِرٍّ ، ولاَ الهِرُّ هارِبًا من كلْبٍ ، ولا الشّاةُ من سبُعٍ ، فإن كان نُزِح كُلُّهُ مطلقًا كما في الجوهرةِ ، لكن في النّهرِ عن المجتبىٰ :الفتوىٰ علىٰ خلافِهِ ، لأنّ في بولِها شكًّا (الدّرّالمختار) وقد مرّ أنّهم لم يَعتبرُوا احتمالَ النّجاسةِ في الشّاةِ ونحوِها. (الدّرّ والرّدّ : ۱/ ۳۲۹-۳۳۰، كتاب الطّهارة ، باب المياه ، فصل في البئر) ظفیر

کنویں میں سے سالم مینگنی نکلی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۸۹) ایک کنویں میں سے ثابت مینگنی نکلی، زید کہتا ہے کہ پانی نجس ہوگیا، چاہے ثابت ہو یا ٹوٹی ہو دونوں کا ایک حکم ہے؟ اور عمرو کہتا ہے کہ پانی پاک ہے کس کا قول صحیح ہے؟

(۱۳۳۵/۱۴۲۷ھ)

الجواب: ثابت مینگنی کے نکلنے سے (پانی)(۱) ناپاک نہیں ہوتا یہ صحیح ہے۔ کما في الدّرّ المختار: وبَعْرَتَيْ إبلٍ وغنمٍ إلخ أي لا نَزْحَ بهما(۲) (شامی: ۱/ ۱۴۷) فقط (۱/۲۳۲)
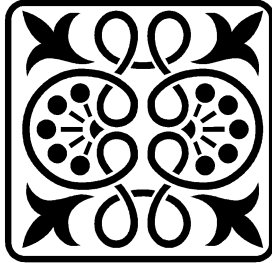
(۱) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔۱۲

(۲) الدّرّ المختار علی ردّ المحتار: ۱/ ۳۳۷، کتاب الطّھارۃ، الباب الأوّل: باب المیاہ، فصل في البئر، مطلب مھم في تعریف الاستحسان.

جھوٹے پانی وغیرہ کے احکام

ہاتھی کا جسم اور اس کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک؟

سوال: (۲۹۰) سؤرِ فیل اور جسدِ فیل زندہ نجس ہے یا پاک؟ (۱۳۴۳/۷۷۴ھ)

الجواب: صحیح مذہب کے موافق فیل نجس العین نہیں ہے، پس ظاہرِ جلد اس کی پاک ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے: أو أفادَ کلامُهُ طهارةَ جلدِ کلبٍ و فیلٍ و هو المعتمدُ (۱) اور سؤرِ فیل یعنی جھوٹا ہاتھی کا نجس مغلظ ہے۔ کما في الدّرّ المختار: و سؤرُ خنزیرٍ و کلبٍ و سباعِ بهائمَ إلخ نَجَسٌ مغلّظٌ (۲) و منها الفیل. کذا في الشّامي (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۶۲)

ہاتھی سونڈ میں بھر کر جو پانی پھینکتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟

سوال: (۲۹۱) ہاتھی جو (سونڈ) (۴) سے پانی چھوڑتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟

(۳۵۶/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: وہ پانی ناپاک ہے بہ نجاست مغلظہ۔ کما في الدّرّ المختار: و سؤرُ خنزیرٍ

---

(۱) الدّرّ مع الشّامي: ۱/۳۱۸، کتاب الطّهارة، باب المیاه، مطلب في أحکام الدّباغة.

(۲) الدّرّ المختار علی ردّ المحتار: ۱/۳۴۰، کتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المیاه، فصل في البئر، مطلب في السّؤر.

(۳) قولُهُ: (و سِباعِ بهائمَ) هي ما کان یَصطادُ بِنَابِهِ کالأسدِ و الذّئبِ و الفهدِ و النَّمِرِ و الثّعلبِ و الفیلِ و الضَّبُعِ و أشباهِ ذلك. سراج. (ردّ المحتار: ۱/۳۴۰) ظفیر

(۴) مطبوعہ فتاویٰ میں (سونڈ) کی جگہ ''منہ'' تھا، رجسٹر نقول فتاویٰ سے تصحیح کی گئی ہے۔ ۱۲

و کلبٍ و سباعِ بهائمَ إلخ نَجَسٌ مغلّظٌ إلخ . قولُهُ: (و سِباعِ بهائمَ)هي ما كان يَصطادُ بِنَابِهِ كالأسدِ والذّئبِ و الفَهْدِ والنَّمِرِ والثّعلبِ و الفِيْلِ والضَّبُعِ وأشباهِ ذلك. سراج (۱) (شامی)(۱/۲۴۱)

سوال: (۲۹۲) نجاستِ خفیفہ میں (یہ نجاست) (۲) داخل ہے یا نہیں؟ (۲۹/۳۵۶-۱۳۳۰ھ)

الجواب: وہ پانی نجاستِ مغلظہ ہے خفیفہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۴۱)

سونڈ کے پانی سے کپڑا تر ہوگیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۹۳) کس قدر کپڑا تر ہونے سے ناپاک ہوجائے گا؟ (۲۹/۳۵۶-۱۳۳۰ھ)

الجواب: مقدار ایک درہم یعنی بہ قدر مقعّر کف (ہتھیلی کی گہرائی) کے معاف ہے؛ یعنی نماز (ہوجاتی ہے) (۳) اگر چہ دھونا اس کا بھی واجب ہے، اور اگر ایک درہم کی مقدار سے زیادہ ہے تو نماز بھی نہ ہوگی (۴) واضح ہو کہ نجاستِ رقیقہ میں جیسے پیشاب یا ناپاک پانی اس میں بہ قدر گہرائی ہتھیلی کے معاف ہے (۵) اس سے زیادہ ہو تو نماز نہ ہوگی (۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۴۱-۲۴۲)

---

(۱) الدّرّ و الرّدّ :۱/۳۴۰، كتاب الطّهارة ، باب المياه، فصل في البئر، مطلب في السّؤر .

(۲) قوسین کے درمیان والے الفاظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیے گئے ہیں ۱۲۔

(۳) قوسین کے درمیان والے الفاظ کی رجسٹر نقول فتاویٰ سے تصحیح کی گئی ہے ۱۲۔

(۴) و قدرُ الدّرهمِ و ما دُونَهُ من النّجسِ المُغلّظِ كالدّمِ و البَوْلِ و الخَمْرِ إلخ جازت الصّلاةُ معَهُ و إن زاد لم تَجُزْ . (هداية:۱/۷۴، كتاب الطّهارات ، باب الأنجاس و تطهيرها) ظفیر

(۵) المُغلّظةُ و عُفِيَ منها قدرُ الدّرهم إلخ بالوزن في النّجاسةِ المُتَجَسِّدَةِ ، و هو أن يكونَ وزنُهُ قدرَ الدّرهمِ الكبيرِ المثقالِ و بالمِسَاحَةِ في غيرِها وهو قدرُ عَرْضِ الكفِّ إلخ و المِثقالُ و زونُهُ عشرونَ قِيْرَاطًا . (الفتاویٰ الهنديّة: ۱/۴۵، كتاب الطّهارة، الباب السّابع في النّجاسةِ و أحكامِها، الفصل الثّاني في الأعيانِ النّجسة) ظفیر

(۶) فإذا أصابَ الثّوبَ أكثرُ من قدرِ الدّرهمِ يَمنعُ جوازَ الصّلاةِ كذا في المحيط . (الفتاویٰ الهنديّة: ۱/۴۶، كتاب الطّهارة، الباب السّابع في النّجاسةِ و أحكامِها، الفصل الثّاني في الأعيانِ النّجسة) ظفیر

سونڈ کے پانی کی چھینٹیں کپڑے پر پڑیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۹۴) ایک اونی کپڑے پر کئی جگہ ہاتھی کے پانی کی چھینٹیں پڑیں، لیکن وہ کپڑے میں جذب نہیں ہوئیں تو لیہ سے انہیں صاف کر دیا گیا، ایسی صورت میں کپڑا ناپاک ہوجائے گا یا پاک رہے گا؟ ان چھینٹوں کی مجموعی مقدار تین چار روپے کے برابر ہوگی؟ (۳۵۶/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: جب کہ (مقدار) ان چھینٹوں کی (بہ قدر) تین چار روپے (کے ہے) اور وہ چھینٹیں سوئی کے ناکے سے بڑی ہیں کہ نظر آتی ہیں تو وہ کپڑا ناپاک ہے، نماز (اس سے) (۱) درست نہیں (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۴۱-۲۴۲)

جس پانی میں مرغی نے چونچ ڈال دی وہ پاک ہے

سوال: (۲۹۵) مرغی نے بھرے ہوئے حمام میں چونچ ڈال دی، تو وہ پاک ہے یا نہیں؟ (۱۱۰۹/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: پاک ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۲۸)

کوے یا مرغی نے دودھ یا پانی میں چونچ ڈال دی تو وہ پاک ہے

سوال: (۲۹۶) کوے یا مرغی نے دودھ میں یا پانی کے پیالہ میں چونچ ڈال دی، تو وہ دودھ

---

(۱) قوسین کے درمیان والے الفاظ کی رجسٹر نقول فتاویٰ سے تصحیح کی گئی ہے۔۱۲

(۲) البولُ المنتضحُ قدرَ رؤوسِ الإبرِ معفوٌّ للضّرورةِ ، و إن امتلأ الثّوبُ إلخ و لو كان المنتضحُ مثلَ رؤوسِ المِسلّة مُنِعَ كذا في البحر الرّائق . (الفتاوىٰ الهنديّة: ۱/۴۶، كتاب الطّهارة، الباب السّابع في النّجاسةِ و أحكامِها، الفصل الثّاني في الأعيان النّجسة) ظفیر

(۳) و سؤر هرّةٍ و دجاجةٍ مُخلاّةٍ إلخ ، وَ سِبَاعِ طَيْرٍ لَمْ يَعْلَمْ ربُّهَا طَهارةَ مِنْقَارِهَا ، و سَوَاكِنِ بُيُوْتٍ طَاهرٌ للضّرُورَةِ ، مكروهٌ تنزيهًا في الأصحّ ، إن وُجِدَ غيرُهُ و إلاّ لم يُكرهُ أصلاً . (الدّرّ المختار على ردّالمحتار: ۱/۳۴۰-۳۴۲، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، فصل في البئر، مطلب في السّؤر) ظفیر

اور پانی پاک ہے یا نہیں؟ (۱۱۰۹/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: وہ دودھ اور پانی پاک ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۲۸)

انگریز کے برتن کو دھو کر اس میں پانی پینا جائز ہے

سوال: (۲۹۷) انگریز کے برتن کو دھو کر اس میں پانی پینا جائز ہے یا نہ؟ (۱۴۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس برتن میں پانی پینا جائز ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۴۲)

انگریز کا بچا ہوا دودھ استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۹۸) انگریز کے پاس کا بچا ہوا دودھ استعمال کرنا شرعًا کیسا ہے؟

(۱۴۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: بچے ہوئے دودھ کا استعمال شرعًا جائز ہے(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۴۱-۲۴۲)

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) و يُكرهُ الأكلُ و الشّربُ في أوَانِيْ المشركينَ قبلَ الغَسلِ ، و مع هذا لو أكلَ أو شرِبَ فيها قبلَ الغَسل جاز ، و لا يكونُ آكلاً و لا شاربًا حرامًا ، و هذا إذ لَمْ يَعلم بنجاسةِ الأواني ، فأمّا إذا عَلِم فأنَّهُ لا يجوزُ أن يشربَ و يأكلَ منها قبلَ الغَسلِ إلخ . (الفتاوٰى الهنديّة: ۵/۳۴۷، كتاب الكراهيّة ، الباب الرّابع عشر في أهل الذّمّة و الأحكام الّتي تعود إليهم) ظفیر

(۳) اگر بچے ہوئے دودھ سے مراد وہ دودھ ہے جو انگریز کے استعمال کے بعد بچ گیا ہے تو اس کے پاک ہونے میں کوئی شک نہیں، اور اگر بچے ہوئے دودھ سے مراد اس کا جھوٹا ہے تو وہ بھی پاک ہے، بہ شرطیکہ اس نے شراب پینے کے بعد فورًا نہ پیا ہو، البتہ شراب پینے کے بعد فورًا پیا ہے تو اس کا بچا ہوا دودھ ناپاک ہے۔

سؤرُ الآدميّ طاهرٌ و يدخلُ في هذا الجُنُبُ و الحائضُ و النُّفساءُ و الكافرُ إلاّ سؤرَ شاربِ الخَمْرِ و مَن دُمِيَ فُوْهُ إذا شرِب على فورِ ذلك ، فإنَّهُ نَجسٌ . (الفتاوٰى الهنديّة: ۱/۲۳، كتاب الطّهارة، الباب الثّالث في المياه ، الفصل الثّاني في ما لا يجوز بهِ التّوضؤُ) محمد امین

بلی اور چوہے کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک؟

سوال: (۲۹۹) خوردۂ موش وگربہ (چوہے اور بلی کا جھوٹا) حلال ہے یا نہیں؟ (۱۷۹۴/۱۳۳۹ھ)

الجواب: موش اور گربہ کا جھوٹا پاک ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۴۱-۲۴۲)
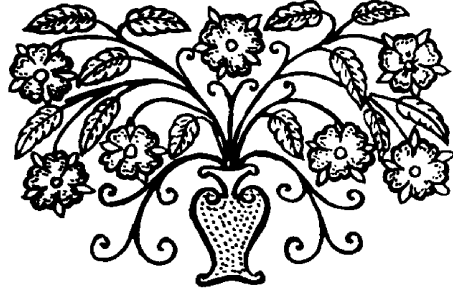
(۱) مگر مکروہ تنزیہی ہے۔ و سؤرُ إلخ سوا کنِ بُیوتٍ طاهرٌ للضّرورةِ مکروهٌ تنزیهًا في الأصحّ إن وُجد غیرُهٗ وإلّا لم یُکره أصلًا (الدّرّ المختار) أي ممّا لَهٗ دمٌ سائلٌ کالفأرةِ والحیَّةِ و الوَزَغَةِ (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۳۴۰-۳۴۲، کتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المیاه، مطلب في السّؤر)

و سؤرُ حشراتِ البیتِ کالحیَّةِ و الفأرةِ و السِّنورِ مکروهٌ کراهةَ تنزیهٍ، هو الأصحُّ کذا في الخلاصة. (الفتاوٰی الهندیّة: ۱/۲۴، کتاب الطّهارة، الباب الثّالث في المیاه، الفصل الثّاني في ما لا یجوز بهِ التّوضؤُ)

تیمّم کے مسائل

بخار یا سخت سردی کی وجہ سے غسل اور وضو کے بجائے تیمّم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۰۰) اگر سردی کے موسم میں کوئی شخص ایسے جنگل میں کام کرنے جاتا ہو کہ جہاں پانی نہایت درجہ کا سرد ہو، اور وہاں گرم کرنے کے اسباب نہ ہوں جیسے برتن وایندھن اور جاڑے کا وقت بہت ہو، جیسے ابر کی وجہ سے دھوپ نہ ہو یا شام یا رات یا صبح کا وقت ہو، اور جاڑے کی وجہ سے جنبی کو غسل اور بے وضو کو وضو کرنے کی تاب نہ ہو سکے، یا کسی کو بخار جاڑا بہت چڑھ رہا ہو، تو تیمّم کرنا ایسے شخصوں کے واسطے جائز ہوگا یا نہیں؟ (۳۴۲/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: حالتِ مرض اور خوفِ مرض میں تیمّم درست ہے، (اور)[۱] جب کہ سرد پانی سے غسل کرنے میں یا وضو کرنے میں اندیشہ ہلاکت کا ہے یا مرض کا ہو تو تیمّم جائز ہے[۲] (۲۴۳/۱)

---

(۱) (اور) کا اضافہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے کیا گیا ہے۔۱۲

(۲) **مَن عَجزَ ...... عن استعمالِ الماءِ إلخ لِبُعْدِهِ...... مِيلاً إلخ أو لمرضٍ يَشتدُّ أو يمتدُّ بغلبةِ ظنٍّ أو قولِ حاذقٍ مسلمٍ إلخ أو بَرْدٍ يُهلِكُ الجُنُبَ أو يُمَرِضُهُ ولو في المِصر إذا لم تكن لَهُ أجرةُ حَمامٍ ولا ما يُدَفِّئُهُ إلخ تيَمَّمَ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار : ۳۵۱/۱-۳۵۵ ،كتاب الطّهارة، الباب الثّاني: باب التّيمّم) ظفير**

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جب سرد پانی سے غسل کرنے میں ہلاکت کا یا مرض کا اندیشہ ہو تو تیمّم کرنا جائز ہے، اور وضو کے بارے میں علامہ شامی طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں: ==

وقت تنگ ہوتو جنبی تیمّم کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۰۱)(ایک) مُصَلِّی (نمازی) صبح کے وقت ایسے وقت (سوکر)(۱) اٹھا کہ اس کو گرم پانی اس کے مکان یا مسجد میں نہ ملا، اور سرد پانی سے بہ وجہ سردی کے غسل نہ کرسکتا ہو، اور نہ وقت میں اتنی دیر ہے کہ گرم کرکے غسل کرلیوے، اور ادائے وقت میں نماز پڑھ لیوے، پس یہ مُصَلِّی ادائے وقت میں تیمّم کرکے نماز پڑھ لیوے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۳۴۲/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: جب کہ اس کو قدرت گرم پانی کی ہے تو تیمّم جائز نہیں، نماز قضا پڑھ لیوے، مگر غسل ووضو ضرور کرے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۴۳/۱)

== نعم مفادُ التّعليلِ بعدمِ تحقّقَ الضّررِ في الوُضُوءِ عادةً أنَّهُ لَو تحقَّقَ جازَ فيهِ أيضًا اتّفاقًا ، ولـذا مشٰى عليه في الإمدادِ؛ لأنَّ الحرجَ مدفوعٌ بالنّصِّ ، و هوَ ظاهرُ إطلاقِ المتونِ . (ردّ المحتار: ۱/۳۵۳، كتاب الطّهارة باب التّيمّم ، تحت قولهٖ: يُهْلِكُ الْجُنُبَ إلخ)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جب سرد پانی سے وضو کرنے میں ہلاکت کا یا مرض کا ظن غالب ہو تو تیمّم کرنا جائز ہے، لیکن عام طور پر ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے میں ہلاکت کا یا مرض کا اندیشہ نہیں ہوتا؛ اس لیے بعض فقہائے کرام نے عدم جواز کو اصح کہا ہے، فتاویٰ عالم گیری میں ہے: و إذا خاف المحدثُ إن توضّأ أن يقتلَهُ البردُ أو يُمَرِّضَهُ يتيمّمُ إلخ لكن الأصحَّ عدمُ جوازِهٖ إجماعًا . كذا في النّهر الفائق ، والصّحيحُ أنّهُ لا يباح لهُ التّيمّمُ كذا في الخلاصة و فتاوىٰ قاضي خان . (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۲۸، كتاب الطّهارة ، الباب الرّابع في التّيمّم ، الفصل الأوّل في أمور لا بدّ منها في التّيمّم)

اور شامی میں ہے: قيّدَ بالجنبِ لأنّ المحدِثَ لا يجوزُ لهُ التّيمّمُ للبردِ في الصّحيحِ خلافًا لبعضِ المشائخِ ، كما في الخانيةِ والخلاصةِ و غيرِهما، و في المصفّٰى أنَّهُ بالإجماعِ علَى الأصحّ ، قال في الفتح : و كأنَّهُ لعدمِ تحقُّقِ ذلك في الوضوءِ عادةً اهـ (ردّ المحتار: ۱/۳۵۳، كتاب الطّهارة باب التّيمّم ، تحت قولهٖ: يُهْلِكُ الْجُنُبَ إلخ) محمد امین پالن پوری

(۱) سوال میں قوسین والے الفاظ کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔

(۲) قال في البحرِ: فصار الأصلُ أنَّهُ متٰى قَدَرَ علَى الاغتسالِ بوجهٍ من الوجوهِ لا يُباحُ التّيمّمُ إجماعًا. (الشّامي: ۱/۳۵۳، كتاب الطّهارة، باب التّيمّم،تحت قولهٖ:(ولا ما يُدفِّئُهُ إلخ) ظفير

بیمار آدمی کے بدن پر نجاست لگی ہوئی ہے اور پانی نقصان کرتا ہے تو کیا کرے؟

سوال: (۳۰۲) بیمار آدمی کے بدن پر نجاست لگی ہوئی ہے، پانی نقصان کرتا ہے تو کس طرح طہارت حاصل کرے؟ (۱۰/۷-۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: بدن پر نجاست ہو تو اس کو دھولے بعد میں تیمّم کرے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۴۴)

لکڑی، کپڑے، گھاس اور پتھر، دیوار وغیرہ پر تیمّم کرنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۰۳) لکڑی، پتھر، کپڑا، پختہ فرش، یا دیوار خشک، یا سبز گھاس ان میں سے جب کسی پر ذرا بھی غبار نہ ہو تو تیمّم درست ہے یا نہیں؟ (۴۳۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: لکڑی، کپڑے پر بدون غبار کے تیمّم درست نہیں، اسی طرح گھاس سبز اور خشک کا حکم ہے (۲)

---

(۱) وكذا يطهرُ محلُّ نجاسةٍ إلخ مرئيّةٍ إلخ بِقَلْعِهَا أي بزوالِ عَيْنِها إلخ ويطهُرُ محلُّ غيرِهَا أي غيرِ مرئيّةٍ بغلبةِ ظنِّ غاسلٍ إلخ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۴۶۴-۴۶۸، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، مطلب: العرقيّ الّذي يستقطر من درديّ الخمر نجس حرام بخلاف النّوشادرِ)

مَن عَجزَ ...... عن استعمالِ الماءِ إلخ لِبُعْدِهِ...... ميلاً إلخ أو لمرضٍ يَشتدُّ أو يمتدُّ بغلبةِ ظنٍّ أو قولِ حاذقٍ مسلمٍ إلخ أو بَرْدٍ يُهلِكُ الجُنُبَ أو يُمَرِضُهُ ولو في المِصر إذا لم تكن لَهُ أجرةُ حَمَامٍ ولا ما يُدَفِّئُهُ إلخ تَيَمَّمَ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۳۵۱-۳۵۵، كتاب الطّهارة، الباب الثّاني: باب التّيمّم)

(۲) و لا يجوزُ عندنا بما ليسَ من جنسِ الأرضِ ، و هو ما يَلِينُ بالنّارِ أو يَتَرَمَّدُ كالذّهبِ و الفضّةِ إلخ و كالحِنطةِ وسائرِ الحُبوبِ و الأطعمةِ من الفواكه و غيرِها ، و أنواعِ النّباتاتِ ممّا يَتَرَمَّدُ بالنّار إذا لم يكن عليها غُبارٌ . (غنية المستملي، ص:۲۶، فصل في التّيمّم) ظفیر

اور پتھر اور دیوار، خشت (اینٹ) خام و پختہ و چونا پر بلا غبار بھی تیمّم درست ہے (۱) لکڑی وغیرہ پر تھوڑا غبار بھی کافی ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۴۴/۱)

غسل کے بجائے تیمّم کب درست ہے؟

سوال: (۳۰۴) ایک شخص کو (گرمی اور) سردی کے اثر سے نزلہ ہوجاتا ہے، تو اس کو ایام سرما میں صبح یا اور کسی سردی کے وقت بہ خوفِ نزلہ بجائے غسلِ جنابت تیمّم کرنا، اور اس تیمّم سے صلاۃِ فجر یا اور کسی نماز کو ادا کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ (۸۴۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جوازِ تیمّم کے لیے استعمالِ آب سے عاجز ہونا شرط ہے، خواہ وہ (عجز) اس وجہ سے ہو کہ پانی مفقود ہے، یا اس وجہ سے کہ پانی کے استعمال سے مرض کی زیادتی و امتداد کا خوف ہے، یا سردی کی وجہ سے ہلاکی یا بیماری کا اندیشہ (ہے) اور پانی گرم نہیں مل سکتا، پس اگر ان امور میں (سے) کوئی امر پایا جاوے تو تیمّم جائز ہے؛ ورنہ جائز نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر سرد پانی سے مرض کا اندیشہ (ہے) تو گرم پانی سے غسل کرنا چاہیے، اگر گرم پانی سے بھی بہ غلبۂ ظن یا قولِ طبیب حاذقِ مسلم (اندیشۂ مرض) (۳) ہے تو تیمّم جائز ہے؛ ورنہ نہیں۔ **أو لـمـرضٍ يَشتـدُّ أو يَـمتدُّ بغلبةِ ظنٍ أو قولِ حاذقٍ مسلمٍ و لو بتحرُّكٍ إلخ أو بَرْدٍ**

---

(۱) ويـجـوزُ التّيـمّـمُ عـنـد أبـي حـنيـفةَ ومحمّدٍ رحمهما اللّٰه بكلِّ ما كان من جنسِ الأرضِ كالتُّرابِ و الرَّمَلِ و الحَجَرِ و الجِصِّ و النُّوْرَةِ و الكُحْلِ و الزِّرْنِيْخِ إلخ ثمّ لا يُشترطُ أن يكون عليه غُبارٌ . (الهداية:۵۱/۱، كتاب الطّهارات، باب التّيمّم) ظفير

(۲) و كـذا يـجـوزُ بـالغُبارِ معَ القُدرةِ على الصّعيدِ عند أبي حنيفةَ و محمّدٍ رحمهما اللّٰه لأنَّهٗ تُرابٌ رَقيقٌ . (الهداية:۵۱/۱، كتاب الطّهارات ، باب التّيمّم)

لـو أنّ الـحِـنـطةَ أو الشّـيءَ الّذي لا يجوزُ عليهِ التّيمّمُ إذا كان عليهِ التُّرابُ فضَرب يدَهٗ عـلـيـهِ و تَيـمّـمَ يُـنظرُ إن كان يَستبينُ أثرهٗ بمدِّهٖ عليه جازَ ، و إلّا فلا . (الـدّرّ المختار على ردّ المحتار:۳۶۱/۱، كتاب الطّهارة، الباب الثّاني: باب التّيمّم) ظفير

(۳) سوال وجواب میں قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کا اضافہ اور تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

يُهلِكُ الجُنُبَ أو يُمَرِضُهُ و لو في المِصر إذا لم تكن لَهُ أجرةُ حَمَامٍ إلخ(۱) (درمختار) فقط (۱/۲۴۴-۲۴۵)

جلدی میں تیمّم کر کے نماز جنازہ پڑھی تو اس تیمّم سے فرض نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۰۵) زید بہ وجہ جلدی کے تیمّم کر کے نماز جنازہ میں شریک ہوگیا تھا، بعدہ فرض نماز بھی اسی تیمّم سے پڑھ سکتا ہے، یا با قاعدہ وضو کرنا پڑے گا؟ (۱۳۱۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس تیمّم سے نماز فرض وقتیہ نہیں پڑھ سکتا، وضو کر کے نماز وقتیہ پڑھنی چاہیے۔ هكذا في كتب الفقه(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۴۵)

آبادی میں پردہ نشین عورتوں کو پانی نہ ملے تو تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟

سوال: (۳۰۶) بعض گاؤں میں پانی کی بہت قلت ہے، اس لیے بعض عورتیں پردہ نشین بیوہ کو بعض وقت پانی نہیں ملتا، اس لیے وہ مستورات نماز قضا کرتی رہتی ہیں، ان کے لیے کیا حکم ہے؟ آیا (تیمّم اس وقت)(۳) جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۱۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: تیمّم کی اجازت اس وقت ہے کہ پانی نہ ملے، شہر اور قصبہ میں وگاؤں میں ایسی صورت کمتر پیش آتی ہے کہ پانی نہ ملے، لیکن اگر ایسا کبھی اتفاق ہو جاوے کہ پردہ دار عورتوں کو کوئی

---

(۱) الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۳۵۲-۳۵۳، كتاب الطّهارة، باب التّيمّم .

(۲) و جازَ (التّيمّم) لخوفِ فوتِ صلاةِ جنازةٍ إلخ و إن لم تَجز الصّلاةُ به ...... و كذا لكلّ ما لا تُشترطُ لهُ الطّهارةُ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۳۶۲-۳۶۴، كتاب الطّهارة، الباب الثّاني: باب التّيمّم) ظفیر

(۳) قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

صورت پانی ملنے کی نہیں، اور وقت تنگ ہوا جاتا ہے تو تیمّم سے نماز پڑھیں قضا نہ کریں (۱) (بعد میں وضو کر کے اعادہ کرلیں (۲)) (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۴۵-۲۴۶)

زخم یا پٹی پر مسح کرنا دشوار ہو تو کیا کرنا چاہیے؟

سوال: (۳۰۷) اگر زخم یا پٹی پر مسح کرنا دشوار ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ (۲۱۳۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) لا يَتيـمّـمُ لِفَوْتِ جُمُعَةٍ و وقْتٍ و لو وِترًا لفواتها إلى بدلٍ ، و قيل : يتيمّمُ لفواتِ الوقتِ . قال الحلبيُّ : فالأحوطُ أن يتيمّمَ و يُصلّي ثمّ يُعيدُ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار : ۱/۳۶۶-۳۶۷، كتاب الطّهارة، الباب الثّاني : باب التّيمّم)

اس عبارت سے اور شامی نے اس پر جو کچھ لکھا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایسی حالت میں پھر پانی سے وضو کر کے نماز کا اعادہ کیا جاوے، اس لیے کہ احتیاط کا یہی تقاضا ہے۔ و لعلّ هذا من هؤلاءِ المشائخِ اختيارٌ لقولِ زُفرَ لِقُوّةِ دليلِهِ ، و هو أنّ التّيمُّمَ إنّما شُرع للحاجة إلى أداءِ الصّلاةِ في الوقتِ ، فيتيمّمُ عندَ خوفِ فوتِهِ ، قال شيخُنا ابنُ الهُمامِ: و لم يَتَّجِهْ لهم عليهِ سوى أن التّقصيرَ جاء من قِبَلِهِ ، فلا يُوجِبُ التّرخيصَ عليه ، و هو إنّما يَتِمُّ إذا أخَّرَ لا لِعُذرٍ اهـ . و أقول : إذا أخَّرَ لا لِعُذرٍ فهو عاصٍ . و المذهبُ عندنا أنّهُ كالمطيعِ في الرُّخَصِ ، نعم تأخيرهُ إلى هذا الحدِّ عذرٌ جاء من قِبَلِ غيرِ صاحبِ الحقّ ، فينبغي أن يقال : يتيمّمُ و يُصلّي ثمّ يُعيدُ الوُضوءَ كمَنْ عَجَزَ بِعُذرٍ من قِبَلِ العِبادِ إلخ . (حوالۂ سابقہ) ظفیر

(۲) امداد الفتاویٰ کے حاشیہ میں ہے : اولیٰ یہ ہے کہ احتیاطاً اس وقت تیمّم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر پانی ملنے کے بعد وضو کر کے اعادہ کرلے۔ کما في الدّرّ المختار : فالأحوط أن يتيمّم و يصلّي ثمّ يعيد انتهى و قال في ردّ المحتار : و هذا قول متوسّط بين القولين ، و فيه الخروج عن العهدة بيقين ، فلذا أقرّهُ الشّارح (إلى قوله) فينبغي العمل به احتياطًا . (شامي: ۱/۳۶۷، كتاب الطّهارة، باب التّيمّم ، قبيل مطلب: تقدير الغلوة) محمد شفیع (امداد الفتاویٰ: ۱/۷۳، كتاب الطّهارة، فصل في التّيمّم، سوال: ۶۵)

(۳) قوسین کے درمیان والی عبارت مفتی ظفیر الدین صاحب کی اضافہ کی ہوئی ہے۔۱۲

الجواب: اگر زخم پر یا پٹی پر مسح نہیں ہوسکتا تو پھر تیمّم درست ہے(۱) فقط واللہ اعلم (۲۴۶/۱)

جنبی کو اگر غسل سے بیماری کا اندیشہ ہے تو تیمّم کرکے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۰۸) زید ایک (نحیف) الجثہ دائم المریض شخص ہے، شامتِ اعمال سے اس کی صحت بہت خراب ہوگئی ہے، خصوصًا اعصاب اور دماغ نہایت ہی ضعیف ہوگیا ہے، اندریں حالت موسم سرما میں جب کہ اس کو ضرورتِ شرعی سے بہ خیال قضائے نماز صبح کے وقت ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کی نوبت آتی ہے تو دردِ سر یا زکام وغیرہ کی تکلیف لاحق ہوتی ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتی، اور چونکہ گرم پانی کا حصول وقت پر اپنی بے سروسامانی سے غیر ممکن ہے، اس لیے مجبوراً ٹھنڈے ہی پانی سے کام لینا پڑتا ہے، جس سے ایک خوف یہ بھی لگا رہتا ہے کہ مبادا فالج وغیرہ کا اثر نہ ہوجائے کیونکہ اعصاب میں نہایت کمزوری آ گئی ہے، زید کی موجودہ حالت پر نظر کرکے ایک طبیب صاحبِ علم نے زید کو یہ رائے دی (ہے) کہ تم ایسی حالت میں ضرورت کے وقت بجائے ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کے صبح کی نماز تیمّم کرکے پڑھ لیا کرو، بعد میں پھر گرم پانی سے غسل کرلیا کرو، اور تیمّمِ غسل کے بعد وضو کرکے نماز پڑھنی چاہیے، اور نماز کو بعد غسل (کے)(۲) احتیاطًا اعادہ کرنے کی تو ضرورت نہیں ہے؟ (۱۳۳۷/۵۴۱ھ)

الجواب: اگر گرم پانی میسر نہ ہو، اور طبیب حاذق کے قول وغیرہ سے بہ ظن غالب اندیشہ مرض کا ہو تو تیمّم کرکے نماز پڑھ لینا اس حالت میں درست ہے، اور چونکہ تیمّم غسل کا بجائے غسل و وضو

---

(۱) ومن بہ وجع رأس لا یستطیع معہٗ مسحُہٗ محدثًا و لا غسلہٗ جنبًا ففي الفیض عن غریب الرّوایۃ یتیمّم. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۳۸۳/۱، کتاب الطّھارۃ، مطلب: فاقد الطّھورین قبیل باب المسح علی الخفّین) اور اگر چہرہ پر یا ہاتھ میں زخم ہو اور زخم پر یا پٹی پر مسح کرنا دشوار ہو تو معاف ہے، مسح کی بھی ضرورت نہیں۔ في أعضائہٖ شُقَاقٌ غَسَلَہٗ إن قَدرَ، و إلاّ مسحہٗ، و إلاّ ترکہٗ. (الدّرّ المختار علی ردّ المحتار: ۱۹۵/۱، کتاب الطّھارۃ، قبیل مطلب في السّنّۃ وتعریفھا)

(۲) سوال میں قوسین والے الفاظ کی رجسٹر نقول فتاویٰ سے تصحیح کی گئی ہے۔۱۲

کے ہے، اس لیے وضو کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے، وہی ایک تیمّم دونوں کے لیے کافی ہے (۱) مگر احتیاط یہ ہے کہ بعد میں گرم پانی سے غسل کر کے اعادہ اس نماز کا کر لیوے (۲) فقط (۱/ ۲۴۶-۲۴۷)

سوال: (۳۰۹) زید جنبی شدہ است، علی الصباح فقط بر وضو و تیمّم اکتفاء کردہ در مسجد رفتہ نماز با جماعت ادا می کند، و می گوید کہ مرا عارضہ مدامی ریزش وضعفِ دماغ لاحق است، و غسل بوقت صبح در سرما ضرر می رساند، اگر چہ آب گرم میسر شود تاہم نقصان می شود؛ آیا تیمّم درست است یا نہ؟ و اگر بہ آب گرم غسل کردہ نزد آتش نماز گزارد جماعت فوت شود، چہ حکم شرعی است؟ (۱۶۱۳/ ۱۳۴۰ھ)

الجواب: اگر ظن قوی است کہ ضرر و مرض خواہد رسید، اگر چہ بہ آب گرم غسل کند تیمّم درست است، ولیکن ہرگاہ تدبیرے ممکن باشد کہ بہ آب گرم غسل کند، و از آتش و جامہ استدفاء حاصل کند، بایں صورت خوفِ مرض نیست، پس بہ ہمیں طور کند اگر چہ جماعت فوت شود (۲) فقط (۱/ ۲۶۰)

ترجمہ سوال: (۳۰۹) زید کو جنابت لاحق ہوتی ہے اور صبح سویرے صرف وضو اور تیمّم کر کے مسجد جا کر نماز با جماعت ادا کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ میرا مرض دائمی ہے، اور ضعفِ دماغ کی بیماری لاحق ہے، سردی میں صبح غسل کرنا باعثِ ضرر ہے، اگر چہ گرم پانی میسر ہو تب بھی نقصان ہوتا ہے، آیا اس صورت میں تیمّم درست ہے یا نہیں؟ اور اگر گرم پانی سے غسل کر کے آگ کے قریب نماز پڑھتا ہے تو جماعت فوت ہو جاتی ہے، شرعًا کیا حکم ہے؟

الجواب: اگر قوی گمان ہے کہ ضرر اور مرض لاحق ہوگا اگر چہ گرم پانی سے غسل کرے تو تیمّم درست ہے؛ لیکن جب ایسی تدبیر ممکن ہے کہ گرم پانی سے غسل کر کے آگ اور کپڑے سے گرمی

---

(۱) أو بَرْدٍ يُهلِكُ الجُنُبَ أو يُمَرِضُهُ ولو في المِصر إذا لم تكن لَهُ أجرةُ حَمَامٍ و لا ما يُدفِّئُهُ إلخ تَيَمَّمَ لهذهِ الأعذارِ كلِّها. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/ ۳۵۳، كتاب الطّهارة، الباب الثّاني: باب التّيمّم) ظفیر

(۲) اعادہ کا جزئیہ نہیں مل سکا، شاید در مختار کی اس عبارت سے لیا گیا ہے۔ لا يَتيمّمُ لِفَوْتِ جُمُعَةٍ و وقْتٍ و لو وِترًا لفواتها إلى بدلٍ، و قيل: يتيمّمُ لفواتِ الوقتِ. قال الحلبيُّ: فالأحوطُ أن يتيمّمَ و يُصلّي ثمّ يُعيدُ. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/ ۳۶۶-۳۶۷، كتاب الطّهارة، الباب الثّاني: باب التّيمّم) ظفیر

حاصل کرتا ہے تو اس صورت میں بیماری کا خوف نہیں ہے، پس اسی طرح کرنا چاہیے اگر چہ جماعت فوت ہوجاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

صبح غسل کرنے میں جنبی کو بخار کا اندیشہ ہوتو تیمّم کرکے صبح کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۱۰) میری طبیعت کمزور ہے، اور مجھ کو عارضہ احتلام کا ہے، شاید ہی کوئی شب ناغہ جاتی ہو، اب موسم سرد ہے، فجر کی نماز بہ حالتِ جنابت پڑھوں یا کیا؟ کیونکہ صبح کو غسل کرنے سے نمونیا کا اندیشہ ہے؟ (۶۵/۷۔۱۳۳۹ھ)

الجواب: حکم شرعی ایسی صورت میں یہ ہے کہ اگر گرم پانی سے غسل کرنا مضر نہ ہو تو گرم پانی سے غسل کرکے صبح کی نماز وقت پر ادا کی جائے، اور اگر گرم پانی سے بھی خوفِ مرض بہ گمان غالب ہو یا گرم پانی میسر نہ ہو تو تیمّم کرکے صبح کی نماز وقت پر پڑھیں، اور بعد میں گیارہ بجے حسبِ عادت غسل کرکے باقی نمازیں اوقاتِ نماز میں ادا کریں (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۵۸)

سوال: (۳۱۱) زید کو احتلام زیادہ ہوتا ہے، اور بوجہ سردی کے (صبح کو) (۲) غسل کرنے سے زکام ہوکر بخار ہوجاتا ہے، اور اگر بہ وقت دوپہر غسل کیا جاتا ہے تو زیادہ نقصان نہیں ہوتا، اس حالت میں زید تیمّم سے صبح کی نماز ادا کرے تو صحیح ہے یا نہیں؟ اور تیمّم غسل اور وضو کا کرے یا صرف غسل کا؟ اور غسل کو دوپہر کو پانی سے اعادہ کرے یا تیمّم ہی کافی ہے دوسرے احتلام تک؟ اور جنابتِ احتلام اور ہم بستری کے لیے ایک ہی حکم ہے یا جدا؟ (۴۸/۷۔۱۳۳۷ھ)

الجواب: مرض کے خوف سے جب کہ گرم پانی بھی مضر ہو یا گرم پانی میسر نہ ہو؛ تیمّم کرکے

---

(۱) و الجنبُ الصّحيحُ في المصر إذا خافَ بغلبةِ ظنّه ، أو عن التّجربةِ الصّحيحةِ إن اغتسل أن يقتلَهُ البردُ أو يُمَرِّضَهُ يتيمّمُ عند أبي حنيفة رحمه الله . (غنية المستملي في شرح منية المصلّي ، ص:۵۸، فصل في التّيمّم) ظفير

(۲) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

نماز پڑھنا درست ہے(۱) اور تیمّم غسل اور وضو کا ایک ہی ہے، ایک تیمّم دونوں کے لیے کافی ہے، پھر دو پہر کو جب کہ غسل مضر نہیں ہے غسل کر کے ظہر وعصر وغیرہ کی نمازیں پڑھے اور احتلام اور مجامعت کی جنابت کا ایک ہی حکم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۴۷-۲۴۸)

کمزوری کی وجہ سے پانی نقصان دہ ہو تو تیمّم کرنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۱۲) تیمّم بہ حالتِ عذر جیسا کہ وضو سے ہوسکتا ہے ویسا ہی غسل سے بھی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس تیمّم غسل سے نماز فرض ونفل اور قرآن شریف پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کسی شخص کو بوجہ ضعف بیماری یا پیری پانی ضرر رساں ہو، یا خوفِ ضرر ہو، یا استعمالِ ماء اس پر گراں اور سخت ہو، اور تحمل نہ کر سکے تو تیمّمِ وضو اور غسل سے اس (کو) نماز فرض ونفل اور تلاوتِ قرآن شریف جائز ہوگی یا نہ؟
(۹۹۷/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: تیمّم بہ حالتِ عذر جیسا کہ وضو سے ہوتا ہے ویسا ہی غسل سے بھی ہوتا ہے، اور اس تیمّم سے نماز فرض ونفل وتلاوتِ کلام مجید سب درست ہے(۲) اور وہ عذر جس سے تیمّم؛ حدث وجنابت (سے) درست ہے؛ یہ (ہیں)(۳) کہ مریض کو اشتدادِ مرض یا امتدادِ مرض کا خوف ہو یعنی وضو کرنے یا غسل کرنے سے اس کا مرض بڑھ جاوے گا، یا ممتد ہوجاوے گا، یا جاڑے کی وجہ سے ہلاک یا بیمار ہوجاوے گا، محض اس وجہ سے کہ ٹھنڈا پانی برا معلوم ہو، اور گراں ہو اور اس سے تکلیف ہوتی ہو، تیمّم درست نہیں ہے، بلکہ اندیشہ یہ ہو کہ مر جاوے گا، یا بیمار ہوجاوے گا اس وقت تیمّم درست ہے(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۴۸-۲۴۹)

(۱) لـمرضٍ يَشتدُّ أو يمتدُّ بغلبةِ ظنٍّ أو قولِ حاذقٍ مسلمٍ إلخ أو بَرْدٍ يُهلِكُ الجُنُبَ أو يُمَرِّضُهُ إلخ تيمّم لهذهِ الأعذارِ كلِّها. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۳۵۲-۳۵۵، كتاب الطّهارة، الباب الثّاني : باب التّيمّم) ظفیر

(۲) و يُصلّي بتيمُّمِهِ ما شاء من الفرائضِ والنّوافلِ . (الهداية: ۱/۵۳، كتاب الطّهارات، باب التّيمّم) ظفیر

(۳) سوال وجواب میں قوسین والے الفاظ کی رجسٹر نقول فتاویٰ سے تصحیح کی گئی ہے۔۱۲

(۴) حوالہ اور اس کی تخریج سابقہ جواب کے دوسرے حاشیہ میں گزر چکی۔۱۲

سردی کی وجہ سے وضو کرنے میں فالج وغیرہ کا خوف ہے تو تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۱۴) زید کی عمر ۷۷ سال کی ہوئی، اور بہ سبب ایام سرما کے بہ خوفِ امراضِ فالج وغیرہ نمازِ فجر وعشاء تیمّم کر کے پڑھتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ اوراس سن (عمر) کے لیے کوئی خاص حکم نماز وغیرہ کے بارے میں ہے، نیز شیخ فانی کس عمر کا ہوتا ہے؟ اوراس کے لیے شرعًا کون کونسی رعایتیں ہیں؟ (۵۹۹/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: شیخ فانی کے لیے کسی خاص عمر کی تحدید شرعًا نہیں ہے، بلکہ شیخ فانی اس بوڑھے کو کہتے ہیں جو قریب بہ فناء ومرگ (موت) کے پہنچ گیا ہو، اور روز بہ روز اور وقتاً فوقتاً اس کی قوت زوال اور کمی کی طرف ہو یہاں تک کہ مرجاوے، ایسے شیخ فانی کے لیے روزے میں یہ حکم ہے کہ وہ روزوں کا فدیہ دیدیوے، پس شیخ فانی کے لیے خاص روزے کے متعلق تخفیف کی گئی ہے[۱] اور نماز کے لیے کوئی خاص حکم شیخ فانی کے لیے نہیں ہے، بلکہ نماز کے متعلق حکم عام یہ ہے کہ جو شخص خواہ کتنی عمر کا ہے، جب تک کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکے بیٹھ کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے[۲] اسی طرح جب تک بیماری وغیرہ کا کوئی عذر نہ ہو تیمّم اس کے لیے درست نہیں ہے، اور اگر ٹھنڈے پانی سے موسم سرما میں ضرر کا اندیشہ ہے تو اگر گرم کرنے کی قدرت ہے تو پانی گرم کرا کر اس سے وضو کرے تیمّم ایسی حالت میں بھی

---

(۱) و للشّیخِ الفانِي العاجزِ عن الصّومِ الفِطرُ و یَفْدِيْ وجوبًا. (الدّرّ المختار) قوله: (وللشّیخ الفاني) أي الّذي فَنِیَتْ قُوَّتُهُ أو أشرفَ علَی الفناءِ، ولذا عَرَّفوهُ بأنَّهُ الّذي كلَّ یومٍ في نَقْصٍ إلی أن یموتَ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۳/ ۳۶۵، کتاب الصّوم، باب ما یفسد الصّوم و ما لا یفسدهُ، فصل في اعوارض المبیحة لعدم الصّوم) ظفیر

(۲) من فرائضِها الّتي لا تصحُّ بدونِها التّحریمةُ قائمًا إلخ، و منها القیامُ إلخ في فرضٍ و مُلْحَقٍ بِهِ کنذرٍ و سنّةِ فجرٍ في الأصحّ لِقادرٍ علیه وعلَی السّجودِ. (الدّرّ المختار علی ردّ المحتار: ۲/ ۱۱۲-۱۱۷، کتاب الصّلاة، الباب الثّالث: باب صفةِ الصّلاة) ظفیر

درست نہیں ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۵۶-۲۵۷)

ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے میں بخار کا اندیشہ ہے تو تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۱۴) ایک شخص کو ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے سے سردی ہو کر بخار کا اندیشہ ہے، اگر یہ شخص گرم پانی سے وضو کرنا چاہیے تو اسے یا اس کی عورت کو اکثر پانی گرم کرنے میں تکلیف ہوتی ہے تو وہ شخص تیمّم کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۶۳۶ھ)

الجواب: جب کہ پانی گرم کر کے وضو کرنے کی استطاعت ہے تو تیمّم کرنا اس کو درست نہیں ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۵۷)

فالج زدہ کو کوئی وضو کرانے والا نہ ہو یا گرم پانی موجود نہیں تو تیمّم کر سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۱۵) اگر (کوئی) فالج کا مریض بلا امدادِ ملازم وضو کرنے سے مجبور ہو، اور گرم پانی کے بغیر وضو نہ کر سکتا ہو، اور بوجہ عدم موجودگیٔ ملازم و نہ ہونے گرم پانی کے نماز عشاء تیمّم سے پڑھ لے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر وضو کرنے کے بعد جراب پہن کر اس پر چمڑے کا موزہ پہن لے تو پھر اس چمڑے کے موزے پر تیمّم درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۱۲۴۵ھ)

---

(۱) کیوں کہ گھر میں پانی گرم کرنے کا نظم ہوتا ہے، لہٰذا سستی کی وجہ سے پانی گرم نہ کرانا اور تیمّم کر کے نماز پڑھنا درست نہیں، ہاں کوئی پانی گرم کرنے والا نہیں ہے، نہ خود گرم کرنے کی قدرت رکھتا ہے، یا کوئی شخص جنگل میں ہو اور پانی گرم کرنے کے اسباب یعنی برتن وغیرہ نہ ہوں اور ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے میں ہلاکت کا یا مرض کا غالب گمان ہو تو تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے، دیکھئے اس باب کا پہلا سوال وجواب اور اس کا حاشیہ۔
محمد امین پالن پوری

الجواب: وہ شخص تیمّم کرسکتا ہے، اور وضو کرنے کے بعد اگر چمڑے کے موزے پہنے تو ایک دن رات یعنی مقیم؛ پانچ نمازوں (کے) (۱) وضو میں ان موزوں پر مسح کرسکتا ہے، اور اگر موزہ پہنے ہوئے تیمّم کی ضرورت ہوئی مثلاً وضو کرانے والا موجود نہیں یا گرم پانی موجود نہیں جس کی وجہ سے تیمّم درست ہے؛ تو موزہ پہنے ہوئے تیمّم کرسکتا ہے، تیمّم کے لیے موزہ نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ درمختار میں ان اعذار میں جن میں تیمّم جائز ہے یہ بھی لکھا ہے: **أو لم يجد مَن يُوضّيه ، فإن وَجَدَ و لو بأجرِ مثلٍ و لهُ ذلك لا يتيمّمُ إلخ** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۶۵)

بخار کی حالت میں تیمّم کرکے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۱۶) حالتِ بخار میں تیمّم سے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ (۹۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: بخار اگر ایسا ہے کہ پانی سے مضرّت اور ازدیادِ مرض کا اندیشہ ہے تو تیمّم درست ہے **كما في الدّرّ المختار: أو لِمرضٍ يشتدّ أو يمتدّ إلخ** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۵۷)

تیمّم کے جائز ہونے میں مریض کے ظنِ غالب کا یا حاذق طبیب کے قول کا اعتبار کیا جاتا ہے

سوال: (۳۱۷) علالت کے وقت جو تیمّم جائز ہے، اس میں طبیعتِ بیمار کو دخل ہے یا طبیبِ حاذق کو یا کوئی اور معیار ہے؟ (۶۴/۱۳۳۹ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **أو لِمرضٍ يشتدّ أويمتدّ بغلبةِ ظنٍّ أوقولِ حاذقٍ مسلمٍ إلخ** (۲) اس سے معلوم ہوا کہ تیمّم میں طبیعت و تجربہ و ظن غالب بیمار کو بھی دخل ہے، اور (مسلم) طبیب حاذق

(۱) سوال و جواب میں قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کا اضافہ اور تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۲) **الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۳۵۲، كتاب الطّهارة ، باب التّيمّم .**

کے قول کو بھی، ان میں سے جو بھی پایا جاوے مُبِیْحِ تَیَمُّم ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۵۸)

نواقض وضو سے جنابت کا تیمّم نہیں ٹوٹتا

سوال: (۳۱۸) اگر جنبی بہ عذر شرعی تیمّم جنابت کرے تو وہ نواقض وضو سے ٹوٹ جاوے گا یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۲۸۴۸ھ)

الجواب: جنبی نے اگر بہ عذر شرعی تیمّم کیا تو اُس عذر کے (زوال)(۲) پر وہ تیمّم بھی زائل ہو جاوے گا، مثلاً پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کیا تھا تو اگر پانی مل گیا، اور قدرت ہوگئی تو تیمّم جنابت کا ٹوٹ جاوے گا، یا اگر مرض کی وجہ سے تیمّم کیا تھا تو جس وقت وہ مرض زائل ہو جاوے گا، تیمّم ٹوٹ جاوے گا، یا اگر کوئی امر موجب غسل پایا جاوے گا، تو تیمّم ٹوٹ جاوے گا، اور نواقض وضو سے مطلقاً وہ تیمّم نہ ٹوٹے گا، مثلاً اُس نے مرض کی وجہ سے تیمّم جنابت کیا، یا پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کیا، اور پھر حدث موجب وضو اس کو پیش آیا تو اس سے تیمّم جنابت کا نہ ٹوٹے گا(۳) فقط واللہ اعلم (۱/ ۲۵۸-۲۵۹)

معذور کے لیے صرف ایک دفعہ وضو وقت کے اندر کافی ہے، تیمّم نہیں کرنا چاہیے

سوال: (۳۱۹) استنجاء کی زیادتی جس سے گھڑی گھڑی وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور دوسری شکایات

---

(۱) قوله: (بغلبةِ ظنٍّ) أي عن أمارةٍ أو تجربةٍ . شرح المنية. قوله: (أو قول حاذقٍ مسلمٍ) أي إخبارِ طبيبٍ حاذقٍ مسلمٍ غيرِ ظاهرِ الفسقِ ، و قيل: و عدالتُهُ شَرْطٌ . شرحُ المنية .

(ردّ المحتار :۱/۳۵۲، کتاب الطّهارة ، باب التّيمّم)ظفیر

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (زوال) کی جگہ ''ختم'' تھا، رجسٹر نقول فتاویٰ سے تصحیح کی گئی ہے۔۱۲

(۳) وناقضُهُ ناقضُ الأصلِ ولو غسلاً ، فلو تيمّم للجنابة ثمّ أحدث صار محدِثًا لا جنبًا إلخ .

(الدّرّ المختار علی ردّ المحتار :۱/ ۳۷۷-۳۷۸، کتاب الطّهارة ، الباب الثّاني : باب التّيمّم، مطلب : فاقدُ الطَّهورَيْن)

مرض شکم جس سے وضو کا رہنا یقینی نہیں ہوسکتا، اگر وضو کیا جائے تو مرض کے آغاز کا باعث ہوتا ہے، ایسی صورت میں تیمّم کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۱۴۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ایسی عذرات کا حکم شریعت میں دوسرا ہے، وہ یہ کہ جو شخص معذور ہو کہ اس کا وضو نہ رہتا ہو خواہ اخراجِ ریح کی وجہ سے یا استطلاقِ بطن کی وجہ سے، اور وہ بلا اس عذر کے نماز وقت کے اندر نہ پڑھ سکتا ہو تو اس کو صرف ایک دفعہ وضو وقت کے اندر کافی ہے، اسی ایک وضو سے تمام وقت میں نماز فرض و سنن و نفل پڑھ سکتا ہے، باقی تفصیل اس کی کتب فقہ میں دیکھی جاوے (۱) فقط (۲۵۹/۱)

بار بار غسل کرنے سے عورت کو اندیشہ ہے کہ وہ یا اس کا بچہ بیمار ہو جائے گا تو تیمّم کر سکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۲۰) ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے، جو پاخانہ پیشاب اکثر ماں کے کپڑوں پر کرتا ہے، اور وہ بوجہ اس کے کہ میرے متواتر غسل سے بچہ علیل ہو جائے گا، یا میں خود علیل ہو جاؤں گی نہاتی نہیں ہے؛ تو اس وجہ سے اس کو قرآن پڑھنا جائز ہوگا؟ (۴۸۳/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اگر بار بار کے غسل سے اس کو اپنے یا بچہ کی بیماری کا خوف ہو تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لیا کرے، پھر دھوپ کے وقت یا گرم پانی سے غسل کر کے ان نمازوں کا پھر اعادہ کر لیا کرے، اور

---

(۱) وصاحبُ عذرٍ مَنْ به سَلَسُ بولٍ لا يمكنه إمساكُهُ أو استطلاقُ بطنٍ أو انفلاتُ ريحٍ أو استحاضةٌ إلخ إن استوعبَ عذرُهُ تمامَ وقتِ صلاةٍ مفروضةٍ بأن لا يجدَ في جمِيعِ وقتِها زَمنًا يتوضّأُ و يُصلّي فيه خاليًا عن الحدثِ و لو حكمًا ، لأنّ الانقطاعَ اليسيرَ مُلحقٌ بالعدمِ ، و هٰذا شرطُ العذرِ في حقّ الابتداءِ، و في حقّ البقاءِ كفي وجوده في جزءٍ من الوقتِ و لو مرّةً ، و في حقّ الزّوالِ يُشترطُ استيعابُ الانقطاعِ تمامَ الوقتِ حقيقةً ، لأنّهُ الانقطاعُ الكاملُ .

وحكمهُ الوضوءُ لا غسل ثوبه و نحوهِ لكلِّ فرضٍ، اللاّمُ للوقتِ...... (أي فالمعنى لوقتِ كلِّ صلاةٍ) ثـمّ يُصلّي به فيه فرضًا ونفلاً ، فدخلَ الواجبُ بالأولٰى ، فإذا خَرجَ الوقتُ بطلَ أي ظهرَ حَدثُهُ السّابقُ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/ ۴۳۷-۴۳۹، كتاب الطّهارة ، الباب الرّابع : باب الحيض ، مطلب في أحكام المعذور) ظفیر

تیمّم کے بعد تلاوتِ قرآن شریف بھی درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۶۱/۱)

پانی موجود ہوتو قرآن پاک پکڑنے کے لیے تیمّم کرنا درست نہیں

سوال: (۳۲۱) مسِ مصحف کے لیے عند وجود الماء تیمّم درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۲۱۱ھ)

الجواب: درست نہیں ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۶۰/۱)

سوال: (۳۲۲) قرآن مجید پڑھنے کے لیے تیمّم کرنا باوجود پانی ہونے کے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۹۰۴ھ)

الجواب: پانی ہونے کے باوجود تیمّم کر کے مسِ مصحف کرنا جائز نہیں۔ درمختار میں ہے: كَتَيمُّمٍ لِمَسِّ مُصْحَفٍ فلاَ يجوزُ لِوَاجِدِ الْماءِ إلخ[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۶۴/۱)

---

(۱) جواب میں عورت کو جنبی فرض کرلیا گیا ہے، ورنہ صرف بچہ کے پیشاب پاخانہ سے نہانا واجب نہیں ہوتا، جس حصے میں نجاست لگی ہے اس کا دھولینا اور کپڑا بدل لینا کافی ہے، فقہاء نے ہلاکت اور بیماری یا پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں جنبی (ناپاک) کو تیمّم کی اجازت دی ہے۔

مَن عَجَزَ ...... عن استعمالِ الماءِ إلخ لِبُعْدِهِ...... مِيلاً إلخ أو بَرْدٍ يُهلِكُ الجُنُبَ أو يُمَرِضُهُ و لو في المِصر إذا لم تكن لَهُ أجرةُ حَمَامٍ و لا ما يُدفِّئُهُ إلخ تَيَمَّمَ (الدّرّ المختار) قوله: (ولا ما يُدفِّئُهُ) أي من ثوبٍ يلبسهُ أو مكانٍ يأويهِ. قال في البحر: فصار الأصلُ أنّه متىٰ قدر على الاغتسالِ بوجهٍ من الوجوه لا يُباحُ لهُ التيمّمُ إجماعًا. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۳۵۱/۱-۳۵۳، كتاب الطّهارة، الباب الثّاني : باب التّيمّم) ظفیر

(۲) قلتُ: وفي المنيةِ وشرحِها: تيمّمهُ لدخولِ مسجدٍ و مسِّ مُصحفٍ مع وجودِ الماءِ ليس بشيءٍ ، بل هو عدمٌ ، لأنّه ليس لِعبادةٍ يخافُ فوتها إلخ لِما مرّ مِن الضّابطِ أنّهُ يجوزُ لكلِّ ما لا تُشترَطُ الطّهارةُ لهُ و لو مع وجودِ الماءِ ؛ و أمّا ما تُشترطُ لهُ ، فيُشترطُ فَقْدُ الماءِ كتيمُّمٍ لمسِّ مصحفٍ ، فلا يجوزُ لِواجدِ الماءِ إلخ . (الدّرّالمختار على ردّ المحتار: ۳۶۴/۱-۳۶۵، كتاب الطّهارة ، الباب الثّاني: باب التّيمّم) ظفیر

(۳) الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۳۶۵/۱، كتاب الطّهارة ، الباب الثّاني: باب التّيمّم .

ریل میں وضو وغسل یا تیمّم کر کے نماز پڑھنے کے چند ضروری مسائل

سوال: (۳۲۳) چوں کہ اس کی بہت ضرورت ہے کہ نماز پڑھنے میں کاہل بنانے والی دشواریوں کو حل کیا جائے، لہٰذا جنابِ والا سے (یہ دریافت) کیا جاتا ہے کہ ریل کے سفر میں حسبِ ذیل یا مثل ان کے جو جنابِ والا کے خیال میں آئیں ان دقّتوں کا از روئے احکام (شرع شریف) دفعیہ کیا ہے؟ مثلاً قلت وقفہ ریل کے سبب سے اتنا وقت نہ ملے کہ انسان حوائجِ ضروری: پیشاب پاخانہ سے ــــــ اس حالت میں کہ ریل میں بیت الخلاء نہ ہو ــــــ فراغت حاصل کر کے وضو کر (لے) اور نماز پڑھ لے؛ تو کیا کرنا چاہیے؟ آیا بہ تیمّم نماز پڑھ لے یا کیا؟ مثلاً سفر ریل میں وضو اور غسل شرعی کے واسطے پانی اور وقت میسر نہ ہو سکے؛ تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لی جائے یا نہیں؟ مثلاً بہ وجہ کمی قیام ریل کے اسٹیشن پر چلتی ریل میں نماز (کے) پڑھنے کا ایسی حالت میں کہ رکوع وسجدہ کی بہ وجہ کثرتِ آدمیوں (کے) جگہ نہ ہو، یا قبلہ کی سمت میں مُنہ کا (رہنا)(۱) بہ وجہ ایچ پیچ راہ ریل کے ممکن نہ ہو، تو کس طرح نماز ادا کی جائے؟ (۲۳۲۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: **حامداً و مصلّیًا و مسلّمًا، أمّا بعد:** امورِ مستفسرہ کا جواب حسبِ تفصیل ذیل ہے:

۱) ریل میں اگر پانی نہ ملے تو مسئلہ تو یہ ہے کہ اگر یہ یقین ہو کہ نماز کے وقت کے اندر پانی مل جاوے گا؛ تو نماز کا مؤخر کرنا مستحب ہے، اگر پانی مل جاوے تو وضو کر کے نماز ادا کرے، اور اگر نہ ملے اور وقت تمام ہونے کا اندیشہ ہے تو تیمّم کر کے نماز ادا کرے(۲) پانی نہ ملنے کی صورت میں پانی (کا) کم از کم ایک میل کی مسافت پر ہونا شرط ہے(۳)

---

(۱) اس سوال اور اس کے جواب میں قوسین کے درمیان جتنے الفاظ ہیں ان کا اضافہ اور تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۲) و يُستحبُّ لعادمِ الماءِ وهو يرجُوْهُ أن يُؤخِّر الصّلاةَ إلى آخرِ الوقتِ ، فإن وجدَ الماءَ يتوضّأُ و إلّا تيمّمَ وصلّى ، لِيقعَ الأداءُ بأكملِ الطّهارتينِ إلخ . (الهداية: ۵۳/۱، كتاب الطّهارات ، باب التّيمّم) ظفیر

(۳) مَن عَجزَ ...... عن استعمالِ الماءِ إلخ لِبُعْدِهِ ...... مِيلاً إلخ تَيَمَّمَ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار : ۱/۳۵۱-۳۵۵، كتاب الطّهارة، الباب الثّاني: باب التّيمّم) ظفير

۲) اگر پانی نہ ملنے کی صورت میں کسی آدمی نے تیمّم کر کے نماز پڑھنا شروع کی، اور ابھی نماز ختم نہ ہوئی تھی کہ ریل کا اسٹیشن قریب آ گیا، جہاں پانی کا ملنا یقینی امر ہے تو اب نماز کو وضو کر کے از سرِ نو ادا کرنا چاہیے، اور اگر نماز ختم کرنے کے بعد ریل کا اسٹیشن جہاں پانی ملنے کا یقین ہے، قریب آیا تو وہ نماز ہوگئی، اب اس کو دوبارہ پڑھنے کی حاجت نہیں ہے (۱)

۳) ریلوے اسٹیشن پر (اگر) پانی مفت نہ ملے بلکہ بہ قیمت ملے، اگر قیمت عرف کے موافق ہے، اور اس کے پاس قیمت موجود ہے تو خرید کر وضو کر کے نماز پڑھے، تیمّم کرنا جائز نہیں، اور اگر دام پاس نہیں یا قیمت زیادہ گراں ہے تو تیمّم کر کے نماز (پڑھے) (۲)

۴) ریلوے اسٹیشن پر اگر پانی دینے والا مسلمان نہیں، بلکہ ہندو ہے تو اس سے پانی لے کر وضو کر لینا چاہیے، ہاں! اگر یقین ہے کہ اس کا پانی یا برتن ناپاک ہے تو تیمّم کرنا جائز ہے۔ (اسٹیشن پر جو پانی تقسیم ہوتا ہے، عموماً وہ پاک ہوتا ہے، اور اس کا برتن بھی، لہٰذا شبہ نہ کرنا چاہیے۔ ظفیر)

۵) اگر ریلوے میں کسی مسافر کے پاس پانی ہے تو اس سے وضو کے لیے پانی مانگنا چاہیے، اگر وہ پانی بلا قیمت یا بہ قیمت دے دے تو وضو کر کے نماز ادا کرے، اور اگر وہ پانی نہ دے تو تیمّم کر کے نماز (پڑھے)، ایسی صورت میں پانی مانگنے سے عار نہ کرنا چاہیے، کیونکہ شرعی فرض کا ادا کرنا زیادہ ضروری ہے، جب تک پانی نہ مانگے گا عجز نہ پایا جاوے گا تو تیمّم بھی درست نہ ہوگا (۳) (آج کل ہر

---

(۱) و نُدِبَ لِراجيهِ رَجاءً قويًّا آخر الوقت المستحبّ ، و لو لم يؤخّر و تيمّم و صلّى جازَ ، إن كان بينَهُ وبينَ الماءِ ميلٌ و إلّا لا. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۳۷۰، كتاب الطّهارة، الباب الثّاني: باب التّيمّم ، مطلب في الفرقِ بين الظّنّ وغلبة الظّنّ) ظفیر

(۲) و إن لم يُعطِهِ إلّا بثمنِ مثلِهِ أو بغبنٍ يسيرٍ ، و لهُ ذلك فاضلاً عن حاجتهِ لا يتيمّمُ ، و لو أعطاهُ بأكثَرَ يعني بغبنٍ فاحشٍ وهو ضِعْفُ قيمتهِ في ذلك المكان ، أو ليس لهُ ثمنُ ذلك تيمّمَ. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۳۷۲-۳۷۳، كتاب الطّهارة، الباب الثّاني: باب التّيمّم ، مطلب في الفرقِ بين الظّنّ وغلبة الظّنّ) ظفیر

(۳) و يَطلبُهُ وجوبًا علَى الظّاهرِ من رفيقهِ ممّن هو معَهُ ، فإن مَنَعَهُ ولو دلالةً بأن استهلكَهُ تيمّمَ لِتحقُّقِ عجزهِ إلخ ، وقبلَ طلبِهِ الماءَ لا يتيمّمُ على الظّاهرِ إلخ لأنّهُ مبذولٌ عادةً ...... وعليهِ الفتوىٰ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۳۷۲-۳۷۳، كتاب الطّهارة، الباب الثّاني: باب التّيمّم ، مطلب في الفرقِ بين الظّنّ وغلبة الظّنّ) ظفیر

ٹرین میں بیت الخلاء کے اندر پانی کا انتظام ہوتا ہے اور وہ پانی پاک ہوتا ہے، اس سے وضو اور غسل جائز ہے، اس لیے تیمّم کی نوبت پیش نہیں آتی۔ظفیر)

۶) کسی کے پاس پانی موجود ہے، اور اس کو معلوم ہے کہ ریل کے اسٹیشنوں پر پانی نہیں ملتا ہے، اگر وضو کرے گا تو پیاسا رہے گا، اور پیاس کی (شدّت) برداشت نہ کر سکے گا تو تیمّم کر کے نماز (پڑھے) (۱)

۷) ریل کے مسافر کو پیشاب، پاخانہ کی ضرورت ہے تو پہلے پیشاب، پاخانہ سے فارغ ہو لے بعد میں وضو کر کے نماز پڑھے، اور اگر پیشاب یا پاخانہ کی ضرورت تھی، مگر موقع نہ ملنے کی وجہ سے عاجز رہا، (اور) کچھ دیر کے بعد ضرورت نہ رہی تو اب وضو کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔(ریل میں اب پاخانہ کا نظم ہوتا ہے۔ظفیر)

۸) مسافر کے پاس ایک لوٹا پانی ہے جو وضو کے لیے کافی ہے، وضو اور طہارت کے لیے کافی نہیں ہے تو ایسے شخص کو اگر پاخانہ کی حاجت ہو تو وہ ڈھیلوں سے استنجاء کرے، اور پانی سے وضو کرے، ہاں! اگر نجاست پاخانہ کے مقام سے کچھ اِدھر اُدھر کو متجاوز ہوئی ہے تو پانی سے استنجاء کر لے، اور نماز کے لیے تیمّم کرے (۲) (آج کل ریل میں پاخانوں کے اندر پانی کا نل لگا ہوتا ہے، وہ پانی پاک ہوتا ہے، اس کے استعمال کی عام اجازت ہے۔ظفیر)

۹) ریل کے مسافر کو چاہیے کہ وہ نماز کے وقت سے پہلے نماز کا خیال و اہتمام رکھے، مثلاً پیشاب، پاخانہ کی اگر حاجت ہو تو فارغ ہو لے، ریل گاڑیوں میں عموماً پاخانہ ہوتا ہے، اگر اتفاق سے کسی گاڑی میں نہ ہو تو اس کا خیال رکھے کہ وقت سے پہلے ایسے اسٹیشن پر جہاں ریل دس پندرہ

---

(۱) وخائفُ السّبُعِ والعدوّ والعَطَشِ عاجزٌ حُكمًا . (الهداية: ۵۲/۱-۵۳، كتاب الطّهارات، باب التّيمّم) ظفیر

(۲) و يَجِبُ أي يفرض غَسلُهٗ إن جاوزَ المخرجَ نجسٌ مائعٌ ، و يُعتبرُ القدرُ المانعُ لِصلاةٍ في ما وراءَ موضعِ الاستنجاءِ ؛ لأنّ ما علَى المخرجِ ساقطٌ شرْعًا و إن كثُرَ ، و لهٰذَا لا تُكرَهُ الصّلاةُ معهٗ . (الدّرّ المختار على ردّالمحتار: ۴۷۶/۱-۴۷۷، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس ، فصل الاستنجاء ، مطلب: إذا دخل المستنجي في ماءٍ قليلٍ) ظفیر

منٹ ٹھہرتی ہے؛ فارغ ہوجائے، یا کسی دوسری گاڑی میں جا کر پاخانہ سے فراغت حاصل کرلے، ایسے ہی نماز کے وقت سے پہلے کسی اسٹیشن پر پانی لے کر رکھ لے تو نماز کے ادا کرنے میں کچھ دقت نہ ہوگی۔ آخر ہم (اپنی) دوسری حاجتوں کے لیے ریل میں کیا (کیا) کرتے ہیں، جب کسی اسٹیشن پر کھانا وغیرہ حسبِ خواہش ملتا ہے؛ تو اوّل (ہی) سے لے کر رکھ لیتے ہیں تاکہ وقت پر دقت نہ ہو، ایسے ہی نماز کے لیے خیال رکھنا ایک مسلم کا نصب العین ہونا چاہیے۔

۱۰) جیسا کہ بے وضو آدمی پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے، جیسا کہ اوپر مفصل مذکور ہوا، ایسے ہی (جنبی) یعنی جس کو نہانے کی حاجت ہو پانی نہ ملنے کی صورت میں غسل کے لیے تیمّم کرسکتا ہے، نماز ایسی صورت میں ہرگز ترک نہیں کی جاسکتی (۱)

۱۱) اگر اس کو یقین ہے کہ نماز کے وقت کے اندر گاڑی کسی ایسے اسٹیشن پر پہنچ جائے گی، جہاں پانی کا نل ہے یا کنواں ہے، اور یہ اتنی دیر میں غسل کرسکتا ہے تو تیمّم نہ کرنا چاہیے (۲)

۱۲) نل دھوپ میں ہے جس کا پانی گرم ہے، اور یہ یقین جانتا ہے کہ اس پانی سے مضرّت ہوگی، یا سردی کے موسم میں نل کا پانی ٹھنڈا ہے، اور یقین ہے کہ اگر غسل کروں گا تو مریض ہوجاؤں گا تو تیمّم کر کے نماز (پڑھے) (۳)

---

(۱) و الحدثُ و الجنابةُ فيهِ سواءٌ ، و كذا الحيضُ و النّفاسُ لِمَا رُوِيَ أنّ قومًا جاءُ وا إلى رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّمَ ، و قالوا: إنّا قومٌ نسكنُ هذهِ الرِّمالَ ، و لا نجدُ الماءَ شهرًا أو شَهرينِ ، و فينا الجنبُ و الحائضُ و النّفساءُ ، فقال: عليكم بأرضكمْ . (الهداية:۱/۵۰، كتاب الطّهارات ، باب التيمّم) ظفیر

(۲) و يجب أي يفترض طَلبهُ و لو بِرسُولِهِ قَدرَ غَلْوَةٍ ثَلاثِ مائةِ ذِراعٍ إلخ إنْ ظنّ ظنًّا قويًّا قُربه دونَ ميلٍ بأمارةٍ أو إخبارِ عدلٍ و ألّا يغلبَ على ظنّهِ قُربهُ لا يجبُ . (الدّرّ المختار على ردّالمحتار: ۱/ ۳۶۸-۳۶۹، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، فصل الاستنجاء، مطلب: في تقدير الغلوةِ ، و مطلب في الفرقِ بين الظّنّ و غلبة الظّنّ) ظفیر

(۳) والجنبُ الصّحيحُ في المصر إذا خافَ بغلبةِ ظنّهِ ، أوعن التّجربةِ الصّحيحةِ إن اغتسل أن يقتُلَهُ البردُ أويُمَرّضَهُ يتيمّمُ عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه...... وإن كان الجنبُ ...... خارجَ المصرِ ......يتيمّمُ بالاتّفاق. (غنية المستملي في شرح منية المصلّي، ص:۵۸، فصل في التّيمّم) ظفیر

۱۳) نل پر نہاتے ہوئے اگر شرم آئے اور اسٹیشن کے کنویں پر نہانا اپنے خلافِ شان سمجھے تو یہ عذر شرعًا قبول و مسموع نہیں۔

۱۴) ریل میں نماز پڑھنے میں استقبالِ قبلہ ضروری ہے، قبلہ کی طرف کو مُنہ کر کے نماز شروع کرے، اور نماز پڑھنے کی حالت میں اگر ریل کا رخ بدل جائے، اور یہ جانتا ہے کہ (اب) ریل کا رخ بدل گیا تو یہ بھی قبلہ کی طرف کو پھر جائے، اگر اس کی نماز پڑھنے کی حالت میں ریل کا رخ چند مرتبہ بدلا، اور اس نے برابر قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کی، اور چاروں رکعتیں نماز کی؛ چار طرف کو ادا ہوئیں تو کچھ مضائقہ نہ سمجھے، بلکہ یوں ہی ہونا ضروری ہے، اور اگر اس کو نماز پڑھنے میں ریل کا رخ بدلنے کی خبر نہ ہوئی، اور یہ ایک (ہی) طرف کو نماز (پڑھی گئی) تو نماز ہوگئی، اگر ریل میں سمت قبلہ کی معلوم نہ ہو تو لوگوں سے (دریافت کرے)، اگر کوئی بتانے والا نہ ہو (تو) دل میں خوب غور کرے، اور اٹکل سے کام لے، جس طرف کو اس کا دل گواہی دے اسی طرف کو نماز ادا کرے (۱)

۱۵) ریل میں بلا عذر بیٹھ کر نماز نہ پڑھے، کیونکہ نماز میں قیام فرض ہے، اس کو ترک کرنا نہ چاہیے، یہ خیال کر لینا کہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا محض وہم ہے، کیونکہ تجربہ نے دکھلا دیا کہ صدہا آدمی ریل میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں، اور ان میں سے کوئی نہیں گرتا نہ ان کو چکر آتا ہے نہ قے ہوتی ہے (۲)

---

(۱) و قِبلةُ العاجزِ عنها لمَرَضٍ ، و إن وجد مُوَجِّهًا عندَ الإمام أو خوفِ مالٍ و كذا كلٌّ من سقط عنهُ الأركانُ جهةُ قدرتهِ إلخ و يَتحَرّی هو بذل المجهودِ لِنَيلِ المقصودِ عاجزٌ عن معرفةِ القِبلةِ بما مرّ ، فإن ظهرَ خطؤُهُ لم يُعِدْ لِما مرّ ، و إن علِمَ بهِ في صلاتهِ أو تحوَّلَ رأيُهُ إلخ استدارَ و بنیٰ ، حتّی لو صلّی كُلَّ رَكْعَةٍ لِجهةٍ جازَ . (الدّرّ المختار علی ردّ المحتار: ۲/۱۰۲-۱۰۴، كتاب الصّلاة ، باب شروط الصّلاة، مطلب: مسائل التّحرّي في القبلة)

و من أراد أن يُصلّي في سفينةٍ تطوُّعًا أو فريضةً فعليهِ أن يستقبلَ القِبلةَ إلخ ، حتّی لو دارت السّفينةُ و هو يُصلّي توجَّهَ إلی القِبلةِ حيثُ دارت إلخ . (الفتاویٰ الهندية: ۱/۶۳-۶۴، كتاب الصّلاة ، الباب الثّالث في شروط الصّلاة ، الفصل الثّالث في استقبال القبلة) ظفیر

(۲) مَن تعذّرَ عليهِ القيامُ أي كلُّهُ لمرضٍ حقيقيٍ ، وحدُّهُ أن يلحقَهُ بالقيامِ ضررٌ ، و بهِ يُفتیٰ إلخ أو حكميٌ بأن خاف زيادتَهُ إلخ أو دَوَرَانَ رأسِهِ ، أو وَجَدَ لقيامِهِ أَلَمًا شديدًا إلخ صلّی قاعدًا إلخ و إن قدرَ علی بعضِ القيامِ ولو مُتّكئًا علی عصًا أوحائطٍ قامَ لُزومًا بِقَدْرِ ما يَقتَدِرُ . (الدّرّ المختار علی ردّ المحتار: ۲/۴۹۳-۴۹۵، كتاب الصّلاة ، باب صلاة المريض) ظفیر

۱۶) ریل کا حکم کشتی اور گھوڑے اونٹ کا سا نہیں ہے، کشتی میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے، کیونکہ دورانِ سر اکثر الوقوع ہے، مگر امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک کشتی میں بھی بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے جب تک دورانِ سر اور متلی نہ ہو، گھوڑے وغیرہ پر بلا عذر فرض نماز ادا نہیں کی جا سکتی، گھوڑا گاڑی، شکرم (۱) وغیرہ میں جب (کہ) اس میں گھوڑا (جوتا) ہوا ہو تو بلا عذر فرض نماز ادا کرنا درست نہیں ہے، اور گھوڑا گاڑی و شکرم میں جانور جوتا ہوا نہ ہو، اور وہ زمین پر مستقر ہو تو اس میں نماز کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے، ان کو علماء نے تخت کے مشابہ قرار دیا ہے، ریل کو جو صاحب کشتی پر قیاس کرتے ہیں وہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کی رائے دیتے ہیں، مگر واضح رہے کہ صاحبین کے نزدیک بھی کشتی میں جب تک دورانِ سر اور متلی نہ ہو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، پس کشتی میں قیام ترک کرنے کی وجہ دورانِ سر اور جی متلانا ہے، امام صاحب نے اس خیال سے کہ اکثر کشتی میں دورانِ سر ہوتا ہے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز قرار دیا، اور صاحبین نے اس کے پائے جانے کو ضروری نہ سمجھا۔

بہرحال! ترکِ قیام کی وجہ دورانِ سر ہے، لیکن ریل میں سفر کرنے والے جانتے ہیں کہ دورانِ سر نہیں ہوتا، ہم دن رات دیکھتے ہیں کہ ہزاروں آدمی مرد، عورت، بوڑھے، بچے ہر ملک کے رہنے والے ریل میں سفر کرتے ہیں، اور کسی کو دورانِ سر نہیں ہوتا، تو اب سمجھنا چاہیے کہ ریل کو کشتی سے کوئی مناسبت اس معنی میں نہیں ہے، پھر قیام کیوں ترک کیا جاوے، تخت پر نماز پڑھنے کا جو حکم ہے وہی ریل کے مناسب معلوم ہوتا ہے، تخت میں اگر پہیہ لگا کر اس کو چلایا جاوے تو اس کا حکم جو نماز پڑھنے کے باب میں تھا وہ بحال رہے گا، پس کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ ریل میں نماز پڑھنے والوں سے قیام ساقط ہو جائے۔ رہا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں گر جانے کا اندیشہ، سو یہ محض وہم ہے، تجربہ اس کے خلاف شہادت دیتا ہے، کم سے کم ایک مرتبہ امتحان تو کر لینا چاہیے کہ گرتا ہے یا نہیں گرتا، پہلے سے اس وہم کی بہ دولت فریضۂ الٰہی کو ترک کرنا کون عقل کی بات ہے؟! (۲)

(۱) شکرم: (شِ، کُ، رَ، مْ) ایک قسم کی چار پہیوں والی گاڑی۔ (فیروز اللغات)

(۲) صلّى الفرضَ في فُلْكٍ جارٍ قاعدًا بلا عذرٍ صحَّ لِغلبةِ العَجْزِ وأساءَ، و قالا: لا يصِحُّ إلّا بِعذرٍ، وهوَ الأظهرُ . بُرهان، و المربوطةُ في الشَّطِّ كالشَّطِّ في الأصحّ، والمربوطةُ بِلُجَّةِ البحرِ إن كان الرّيحُ يُحرِّكُها شديدًا، فكالسّائرةِ، وإلّا فَكَالواقِفةِ (الدّرّ المختار) ==

۱۷) ریل میں بعض آدمی اس طرح نماز پڑھتے ہیں کہ ریل کے ایک تختہ پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ جاتے ہیں، (جیسے) کرسی، موڑھے(۱) پر بیٹھتے ہیں اور دوسرے تختہ پر سجدہ کرتے ہیں؛ یہ جائز نہیں ہے، ایسا کرنے سے نماز ادا نہیں ہوتی، کیونکہ اوّل تو قیام ترک ہوا اور قیام فرض تھا، اور دوسرے یہ کہ سجدہ میں گھٹنوں کا بھی زمین پر ٹکنا ضروری تھا وہ بھی ترک ہوا(۲)

ریل میں اگر قبلہ ایسے رخ پر واقع ہو تو بیچ میں کچھ اسباب (بھر) کر ایک تختہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی چاہیے اور سامنے کے تختہ پر سجدہ کرنا چاہیے، اپنا اسباب نہ ہو تو دوسرے مسافروں کا جو بہت سا اسباب موجود ہوتا ہے ان کی اجازت سے اس کو رکھ سکتے ہیں، اور اگر اسباب نہ ہو یا نہ ملے تو اس طرح نماز نہ پڑھنی چاہیے، جب اسٹیشن آوے تب نماز پڑھیں، اگر ریل میں مسافر اس قدر زیادہ ہوں کہ نماز پڑھنے کی کوئی صورت نہ بن پڑے اور سجدہ، رکوع نہ ہو سکے؛ تو نماز کو ایسی حالت میں مؤخر کرنا چاہیے، اشارہ سے نماز نہ پڑھی چاہیے۔

== **قوله: (لغلبةِ العجزِ) أي لأنّ دَوَرَانَ الرّأسِ فيها غالبٌ و الغالبُ كالمتحقِّقِ فأُقيم مقامَهُ، إلخ . قوله :(وأساء) أشارَ إلى أنّ القيامَ أفضلُ لأنّهُ أبعدُ عن شبهةِ الخلافِ ، و الخروج أفضلُ إن أمكنَهُ لأنّهُ أمكن لِقلبِهِ إلخ . قوله:(هوالأظهرُ) و في الحليةِ بعدَ سَوقِ الأدلَّةِ : و الأظهرُ أنّ قولَهما أشبَهُ ، فلا جَرَمَ أنّ في الحاوي القُدسيّ ، و بهِ نأخذُ اهـ . قوله: (و المربوطةُ في الشّطِّ كالشّطِّ) فلا تجوزُ الصّلاةُ فيها قاعدًا اتّفاقًا إلخ . و على هذا ينبغي أن لا تجوزَ الصّلاةُ فيها سائرةً معَ إمكانِ الخروجِ إلى البَرِّ إلخ . قوله : (و إلّا فَكَالْوَاقِفَةِ) أي إن لم تُحرِّكْها الرِّيحُ شديدًا بل يسيرًا ، فحكمُهَا كالواقِفةِ ، فلا تجوزُ الصّلاة فيها قاعدًا معَ القدرةِ على القيامِ .**

(الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۲/۴۹۹-۵۰۰، كتاب الصّلاة ، باب صلاة المريض)

مفتی علامؒ کی بحث سے واضح ہے کہ اگر آدمی گر جاتا ہے تو بیٹھ کر ریل میں نماز درست ہے، ہندوستان کی بعض چھوٹی چھوٹی لائنیں ایسی ہیں کہ جن کی ریل میں کھڑے ہو کر نماز ادا نہیں ہو سکتی ہے، آدمی گر جاتا ہے، لہٰذا اُن لائنوں کی ٹرین میں بیٹھ کر نماز درست ہوگی۔ واللہ اعلم، ظفیر

(۱) موڑھا: سرکنڈے (نرسل) کی بنی ہوئی کرسی۔ (فیروز اللغات)

(۲) من فرائضها ...... القيامُ ، بحيث لو مدّ يديه لا ينالُ رُكبتيهِ إلخ ، و منها السّجودُ بِجبْهتِهِ و قدميه إلخ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار : ۲/۱۱۲-۱۲۰، كتاب الصّلاة ، الباب الثّالث: باب صفة الصّلاة)ظفیر

۱۸) بعض لوگ اس خیال سے نماز کو ترک کر دیتے ہیں کہ لوگوں کو تکلیف ہوگی، یا وہ نماز کے لیے جگہ نہ دیں گے، مگر یہ خیال صحیح نہیں ہے، نماز کے لیے کوئی بخل نہیں کرتا، اکثر یہ تجربہ ہوا ہے کہ مسلمان تو مسلمان ہندو لوگ بھی نہایت بشاشت سے نماز پڑھنے کے لیے تھوڑی دیر کے لیے جگہ خالی کر دیتے ہیں، پس اس خیال سے نماز کا ترک کر دینا مناسب نہیں ہے، آخر انسان جب مجبور ہوتا ہے تو مسافروں سے اپنے لیٹنے اور سونے کے لیے جگہ کی خواہش کرتا ہے، پھر نماز کے لیے جو فریضۂ الٰہی ہے کیوں نہ کرے؟! اس وقت جو یہ چند صورتیں ذہن میں آئیں ان کے متعلق مختصراً لکھ دیا گیا۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۴۹-۲۵۶)

مٹی کے گولے پر بار بار تیمّم کرنا درست ہے

سوال: (۳۲۴) اکثر مسجدوں میں دیکھا گیا ہے کہ تیمّم کرنے کے واسطے مٹی کا ایک گولہ بنا لیتے ہیں اور اس پر تیمّم کرتے ہیں، ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس گولے پر صرف ایک دفعہ تیمّم درست ہے، اس پر بار بار تیمّم نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ اس پر نجاستِ حکمی اترتی ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟
(۲۳۸۹/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اس مٹی کے گولے پر بار بار تیمّم کرنا درست ہے، اور اس پر نجاستِ حکمی کا اثر نہیں ہوتا، جو شخص ایسا کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے، درمختار میں تصریح ہے کہ ایک جگہ پر بار بار تیمّم کرنا صحیح ہے (۱)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۶۱)

چونا پھیری ہوئی دیوار پر تیمّم درست ہے

سوال: (۳۲۵) مسجد کی دیواریں جو چونہ سے لپی ہیں ان پر تیمّم درست ہے یا نہیں؟
(۴۴۰/۱۳۴۲ھ)

---

(۱) و أمّا إذا تیمّم جماعةٌ من محلٍّ واحدٍ فیجوز ، کما سیأتي في الفروعِ لأنّه لم یصرْ مُستعملاً ، إذ التّیمّمُ إنّما یتأدّی بما الْتزَقَ بیدِہٖ لا بِما فَضِلَ ، کالماءِ الفاضلِ في الإناءِ بعد وضوءِ الأوّلِ ، وإذا کان علی حجرٍ أمْلَسَ فیجوز بالأولٰی . نھر. (ردّ المحتار: ۱/ ۳۵۸-۳۵۹، کتاب الطّھارۃ ، باب التّیمّم ، تحت قولہٖ: بمطھّر) ظفیر

الجواب: ان دیواروں پر تیمّم درست ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۶۲)

مسجد کی دیواروں سے تیمّم کرنا

سوال: (۳۲۶) مسجد کی دیواروں سے تیمّم درست ہے یا نہیں؟ (۲۰۵۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مسجد کے غبار اور دیواروں سے تیمّم درست ہے، کسی حدیث و روایتِ فقہیہ سے اس کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی، جو کچھ مشہور ہے غلط ہے(۲) (اضافہ از رجسٹر نقول فتاویٰ)

جنبی کے پاس اتنا پانی ہے کہ صرف وضو کرسکتا ہے تو پہلے وضو کرے یا تیمّم؟

سوال: (۳۲۷) جنبی کے پاس اس قدر پانی ہے کہ اس سے صرف وضو کرسکتا ہے، غسل کے

---

(۱) و يجوزُ التّيمُّم عندَ أبي حنيفةَ و محمّدٍ بكلِّ ما كانَ من جنسِ الأرضِ كالتُّرابِ و الرَّملِ و الحَجَرِ والجِصِّ و النّورةِ و الكحلِ و الزّرنيخِ . (الهداية:۱/۵۱، كتاب الطّهارات، باب التّيمّم) ظفیر

تيمّمَ لهذهِ الأعذارِ كلّها ...... بمطهّرٍ من جنسِ الأرضِ و إن لم يكن عليه نقعٌ أي غبارٌ .

(الدّرّ المختار على ردّ المحتار:۱/۳۵۵-۳۵۹، كتاب الطّهارة ، باب التّيمّم)

(۲) امدادالفتاویٰ کے حاشیہ میں ہے: بلاضرورت مسجد کی مٹی سے تیمّم کرنا، یہ مکروہ ہے۔ قال في الأشباه في أحكام المساجد: ومنها منع أخذ شيء من أجزائه، قالوا في ترابه: إن كان مجتمعًا جاز الأخذ منه و مَسْحُ الرِّجْلِ عليه ، و إلّا لا اهـ قال الحمويّ: قوله: (و إلّا لا) أقول: لأنّ المجتمعَ المنبسطَ بمنزلة أرض المسجد فيكره أخذه ، يعني على سبيل الاستعمال ، أمّا إذا أخذه للتّبرّك فجائز، كما قالوا في تراب الكعبة ، هذا واعلم أنّ هذا الحكم كان حيث كانت المساجد لا تنبسط ، أمّا الآن فإزالة التّراب و رفعه قربة اهـ (شرح الحموي على الأشباه والنّظائر: ۳/۱۸۶، الفنّ الثّالث، القول في أحكام المساجد) علامہ حموی کے قول: و اعلم إلخ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کراہت اس مٹی سے تیمّم کرنے میں ہے جو مسجد کا جزء ہے، لیکن اگر مسجد کے پکے فرش پر غبار ہو تو چوں کہ وہ مسجد کا جزء نہیں ہے، اس لیے اس سے تیمّم کرنا جائز ہوگا واللہ سبحانہ اعلم ۔۱۲ سعید احمد پالن پوری (امدادالفتاویٰ:۱/۷۳، كتاب الطّهارة، فصل في التيمم، سوال:۶۴، حاشیہ نمبر:۱)

لائق پانی نہیں ہے، اس صورت میں اگر نماز کے لیے وضو، اور غسل کے لیے تیمّم کا حکم ہے تو پہلے وضو کرے یا تیمّم؟ (۱۳۴۲/۱۸۵۸ھ)

الجواب: خواہ پہلے تیمّم کرے، یا پہلے وضو کرے اور پھر تیمّم جنابت کے لیے کرے، دونوں طرح جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۶۲/۱)

وضاحت: اگر جنبی کے پاس اتنا پانی ہے کہ صرف وضو کر سکتا ہے، تو وہ غسل کی نیت سے تیمّم کرے، وضو کرنا ضروری نہیں، البتہ تیمّم کے بعد کوئی ناقضِ وضو پیش آئے تو پانی سے وضو کرنا ضروری ہے، کیوں کہ وضو کے بہ قدر پانی اس کے پاس ہے۔

وفي القسهتاني : إذا كان للجنب ماء يكفي لبعض أعضائه أو للوضوء تيمّم ولم يجب عليه صرفه إليه ، إلّا إذا تيمّم للجنابة ثمّ أحدث ، فإنّه يجب عليه الوضوء لأنّه قدر علىٰ ماءٍ كافٍ ، و لا يجب عليه التّيمّم لأنّه بالتّيمّم خرج عن الجنابة إلىٰ أن يجد ماءً كافيًا للغسل ، كذا في شرح الطّحاوي وغيره اهـ. (ردّ المحتار: ۳۵۱/۱، كتاب الطّهارة ، باب التّيمّم)

جنبی کے پاس اتنا پانی ہے کہ وضو کر سکتا ہے یا ناپاک جسم دھو سکتا ہے تو ناپاک جسم کو دھوئے اور غسل و وضو کے لیے تیمّم کرے

سوال: (۳۲۸) جنبی کے پاس بہ قدر وضو پانی ہے، اور جسم بھی نجس ہے، اگر جسم دھوتا ہے تو وضو کو پانی نہیں بچتا؛ اس کو کیا کرنا چاہیے؟ (۱۳۴۲/۱۸۵۸ھ)

الجواب: جسم نجس کو دھوئے اور غسل وضو کے لیے تیمّم کرے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۶۲/۱)

---

(۱) مسافرٌ محدِثٌ نجسُ الثّوبِ معَهُ ماءٌ يكفي لأحدِهما، يَغْسلُ بِهِ النّجاسةَ ويتيمّمُ للحَدَثِ. (الفتاوىٰ الهنديّة: ۲۹/۱، كتاب الطّهارة، الباب الرّابع في التّيمّم، الفصل الثّاني في ما ينقض التّيمّمَ) ظفير

جو مریض وضو کر سکتا ہے مگر غسل نہیں کر سکتا وہ وضو کرے اور غسل کی جگہ تیمّم کرے

سوال: (۳۲۹) جو مریض وضو کر سکتا ہے؟ مگر غسل سے معذور ہو اس کے لیے کیا حکم ہے؟
(۱۳۴۲/۱۸۵۸ھ)

الجواب: یہ جائز ہے؛ یعنی وضو کرے اور غسل کی جگہ تیمّم کرے (۱) فقط واللہ اعلم (۲۶۲/۱)

جو وضو اور غسل دونوں سے معذور ہو وہ حالتِ جنابت میں کیا کرے؟

سوال: (۳۳۰) جو شخص وضو اور غسل سے معذور ہو وہ بہ حالتِ جنابت کیا کرے؟
(۱۳۴۲/۱۸۵۸ھ)

الجواب: ایک تیمّم بہ نیتِ غسل و وضو اس کے لیے کافی ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۶۳/۱)

جس عورت کو نہانے سے بیمار ہونے کا گمان غالب ہے وہ شوہر کو جماع سے روک سکتی ہے یا تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتی ہے؟

سوال: (۳۳۱) زید کے صرف ایک بی بی ہے، اکثر علیل رہتی ہے، اور جب وہ غسل کرتی ہے تو کمزوری کی وجہ سے کبھی اس کو زکام ہو جاتا ہے، کبھی کان اور سر میں درد، اسی خوف سے وہ اپنے

---

(۱) و یجوزُ التّیمّمُ إذا خافَ الجُنُبُ إذا اغتسلَ بالماءِ أن یَقتلهُ البَرْدُ أو یُمَرِّضَهُ إلخ . (الفتاویٰ الھندیّة: ۲۸/۱، کتاب الطّھارۃ ، الباب الرّابع في التّیمّم، الفصل الأوّل في أمور لا بدّ منھا في التّیمّم) ظفیر

(۲) وقال في الوقایة : إذا کان بهٖ حدثان کالجنابة و حدثٍ توجبُ الوضوءَ ، ینبغي أن ینويَ عنھما، فإن نویٰ عن أحدھما لا یقع عن الآخر، لکن یکفي تیمّمٌ واحدٌ عنھما. (ردّ المحتار: ۳۷۰/۱، کتاب الطّھارۃ، باب التّیمّم، مطلب في الفرق بین الظّنّ وغلبة الظّنّ)

شوہر کی خواہش ہم بستری کو مسترد کردیتی ہے، جس کی وجہ سے زید کو ارتکابِ گناہ کا خوف ہے، ایسی صورت میں زید کی بی بی تیمّم سے نماز ادا کرسکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کرسکتی تو غسل کے متعلق اور کیا صورت زید کی بی بی اختیار کرسکتی ہے؟ اور زید کی بی بی کا ہم بستری سے انکار کرنا، اس حالت میں درست ہے یا نہ؟ (۱۳۸۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **و لو ضَرَّهَا غَسلُ رأسِها تَرَكَتْهُ ، وقيل : تمسحُهُ و لا تمنعُ نفسَها عن زوجِها إلخ** (۱) یعنی اگر عورت کو سر کا دھونا ضرر کرتا ہو تو سر کو نہ دھووے، اور عند البعض وہ سر کا مسح کرے، اور یہی احوط ہے۔ دوسرے موقع میں درمختار میں اس کو واجب لکھا ہے یعنی اگر سر کا مسح کرسکے اور اس میں خوفِ مرض نہ ہو تو سر کا مسح کرے ورنہ (پٹی سر کو) (۲) باندھ کر اس پر مسح کرے (۱) (درمختار) اور وہ عورت اپنے شوہر کو جماع سے منع نہ کرے (۱) اور ایک روایت درمختار میں یہ بھی نقل کی ہے: **مَن بهٖ وجعُ رأسٍ لا يستطيعُ معَهُ مَسْحَهُ إلخ ، ففي الفيضِ عن غريبِ الرّوايةِ يَتيمّمُ إلخ** (۳) یعنی جس کے سر میں ایسا درد ہو کہ مسح بھی نہ کرسکے تو وہ تیمّم کرے، اور نیز درمختار میں ہے: **أو لمرضٍ يَشتدُّ أو يمتدُّ بغلبةِ ظنٍّ إلخ ، قال في الشّامي: و كذا لو كانَ صحيحًا خافَ حُدوثَ مَرَضٍ إلخ** (۴) اس اخیر عبارتِ شامی میں تصریح ہے کہ تندرست آدمی کو اگر غسل سے خوف حدوثِ مرض بہ ظن غالب یا تجربۂ سابقہ کے موافق ہو تو وہ تیمّم کرسکتا ہے، لہٰذا اس

(۱) الدّرّ المختار على ردّ المحتار : ۱/۲۵۸، كتاب الطّهارة ، مطلب في أبحاث الغسل .

قوله : (و لا تَمنعُ نَفسَهَا) أي خوفًا من وجوبِ الغسلِ عليها إذا وطِئَها، لأنّهُ حقُّهُ ، و لها مَندوحةٌ عن غَسلِ رأسِها. (ردّ المحتار : ۱/۲۵۸، كتاب الطّهارة ، مطلب في أبحاث الغسل)

(۲) قوسین کے درمیان والے الفاظ کی رجسٹر نقول فتاویٰ سے تصحیح کی گئی ہے۔۱۲۔

(۳) مَن بهٖ وجعُ رأسٍ لا يستطيعُ معَهُ مَسْحَهُ إلخ يسقطُ عنهُ فرضُ مسحهٖ و لو علىٰ جبيرةٍ ففي مسحها قولانِ، وكذا يسقطُ غسلُهُ فيمسحُهُ ولوعلىٰ جبيرةٍ إن لم يَضُرَّهُ و إلّا سقط أصلاً (الدّرّ المختار) قوله: (ولوعلىٰ جبيرةٍ) و يجب شَدُّها إن لم تكن مَشدودةً. ط: أي إن أمكنَهُ (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۳۸۳، كتاب الطّهارة ، قُبيلَ باب المسح على الخفّين) ظفیر

(۴) الدّرّ المختار على ردّ المحتار : ۱/۳۵۲، كتاب الطّهارة، الباب الثّاني: باب التّيمّم .

صورت میں وہ عورت تیمّم کرے، اور شوہر کو جماع سے نہ روکے، تیمّم کرنا اس کو تا زوالِ خوفِ لحقوق عوارضِ مذکورہ درست ہے، پھر جب وہ خوف نہ رہے تو غسل کرے۔ فقط واللہ اعلم (۱/۲۶۳-۲۶۴)

جو شخص جنگل میں مویشی چراتا ہے وہ تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۳۲) ایک شخص جنگل میں مویشی چراتا ہے، نماز کا وقت آ گیا، اور پانی میل بھر سے قریب ہے، اندیشہ ہے کہ اگر وضو کے واسطے جاوے گا تو مویشی کسی کی زراعت میں (بڑھ) (۱) جاویں گے یا گم ہونے کا خوف ہے؛ اس صورت میں تیمّم سے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۱۰۶۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں تیمّم کرنا جائز ہے (درمختار) (۲) فقط واللہ اعلم (۱/۲۶۴-۲۶۵)
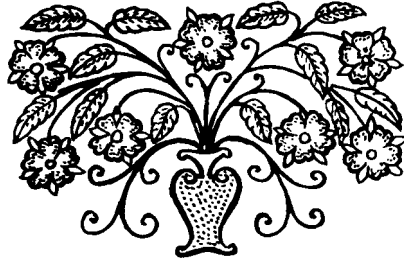
(۱) قوسین کے درمیان جو لفظ ہے اس کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۲) أو خوفِ عدوٍّ كحيّةٍ أو نارٍ على نفسِهِ و لو من فاسقٍ أو حَبْسِ غريمٍ أو مالِهِ و لو أمانةً إلخ تيمّمَ (الدّرّ المختار) قوله: (أو مالِهِ) عطفٌ على نفسِهِ. ح. و لم أرَ مَن قدَّرَ المالَ بمقدارٍ، و سنذكرُ عن التّاترخانية ما يفيدُ تقديرَهُ بدرهمٍ، كما يجوزُ لَهُ قطعُ الصّلاةِ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۳۵۴-۳۵۵، كتاب الطّهارة، الباب الثّاني: باب التّيمّم) ظفير

موزوں وغیرہ پرمسح کے احکام

موزوں پرمسح کرنا حدیث سے ثابت ہے

سوال: (۳۳۳) موزوں پرمسح کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ (۱۴۳۱/۱۳۴۳ھ)

الجواب: مسح علی الخفین یعنی موزوں پرمسح کرنا حدیث سے ثابت ہے(۱) درمختار میں ہے کہ ثبوت اس کا سنت مشہورہ سے ہے، اور راوی حدیث مسح علی الخفین کے اسّی (۸۰) صحابہ سے زیادہ ہیں کہ ان میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۷۴)

کپڑے کی مروّجہ جراب پرمسح کرنا جائز نہیں

سوال: (۳۳۴) محض کپڑے کی (جراب پر) مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے ایک مولوی صاحب سے مسئلہ دریافت کیا تھا، اس کے جواب میں انہوں نے یہ فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

(۱) عن شريح بن هانئ قال: سألتُ عليّ بن أبي طالب عن المسح على الخفّين فقال: جعل رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم ثلاثة أيّامٍ و لياليهنّ للمسافر، و يومًا و ليلةً للمقيم، رواه مسلم. (مشكاة المصابيح، ص:۵۳، كتاب الطّهارة، باب المسح على الخفّين، الفصل الأوّل)

(۲) وهو —— أي المسحُ علَى الخُفّينِ —— جائزٌ إلخ بِسُنَّةٍ مشهورةٍ، فمنكرُهُ مبتدعٌ، وعلٰى رأيِ الثّاني كافرٌ، و في التّحفةِ ثُبوتُهُ بالإجماعِ، بل بالتّواترِ، رواتُهُ أكثرُ من ثمانينَ منهمُ العَشَرَةُ. قهستانيٌّ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱/۳۸۸-۳۹۰، كتاب الطّهارة، الباب الثّالث: باب المسح على الخفّين، مطلب: تعريف الحديث المشهور) ظفير

کپڑے کی جراب پر مسح کرنا ثابت ہے، کوئی قید پتلی یا غف (موٹے) کی نہیں ہے۔ بینوا توجروا؟
(۱۶۸/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: جوربین پر مسح کرنا درست نہیں ہے، اس واسطے کہ جوازِ مسح علی الجوربین کے لیے چار شرطیں ہیں، تین شرطیں تو وہ ہیں کہ جو خفین کے مسح میں بھی (مشروط) ہیں، ایک شرط جوربین کے مسح میں زائد ہے: **قال في الدّرّ المختار: شرطُ مسحِهِ ثلاثةُ أمورٍ: الأوّلُ: كونُهُ سَاتِرَ...... القدمِ معَ الكعبِ ...... و الثّاني: كونُهُ مشغولاً بالرِّجلِ ...... و الثّالثُ: كونُهُ ممّا يُمكِنُ مُتابعةُ المشيِ المعتادِ فيه فَرْسَخًا فأكثرَ إلخ ـــــ إلى أن قال:ـــــ أو جَوربيهِ ...... الثّخينينِ بحيثُ يمشي فرسخًا ، و يَثْبُتُ علَى السّاقِ بنفسِهِ و لا يُرى ما تحتَهُ و لا يَشِفُّ إلخ** (۱) **(الدّرّ المختار على الشّامي:۱/۱۷۹)**

پس اگر یہ چاروں شرطیں جوربین میں پائی جائیں تب مسح درست ہوگا، یعنی وہ قدم کو مع ٹخنوں کے ساتر ہوں۔ دوسری یہ کہ قدم کو مشغول ہوں یعنی قدم کو ڈھانپ کر کچھ حصہ ان کا باقی نہ بچے۔ تیسری یہ کہ ان میں چلنے کی عادت بھی ہو۔ چوتھی یہ کہ ایسے گاڑھے ہوں کہ کوئی چیز ان میں سرایت نہ کر سکے، اور چونکہ یہ سب امور جرابہائے مروّجہ میں مفقود ہیں، لہٰذا مسح ان پر جائز نہیں: **كما قال الشّامي: وأنّهم أخرجوْهُ لِعَدَمِ تأتِّي الشّروطِ فيهِ غالبًا إلخ** (۱) اور مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے کپڑے کی جراب پر مسح ثابت ہے؛ اصلے ندارد، اور افتراء (ہے)، اور ناواقفی ہے لغت سے، حدیث میں تو اس قدر ہے: **إنّهُ عليهِ الصّلاةُ والسّلامُ مسحَ علىٰ خُفّيهِ الحديث ملخّصًا** (۲) دوسری حدیث میں ہے: **أنّ النّبيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مسحَ علَى الجوربينِ** (۳)

---

(۱) ردّ المحتار: ۱/۳۸۵-۳۹۵، كتاب الطّهارة ، الباب الثّالث: باب المسح على الخفّين .

(۲) عن المغيرة بن شعبة رضي الله عنه أنّ رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم مسح على الخفّين ، فقلت يا رسول اللّٰه! نسيت؟ قال : بل أنتَ نسيتَ ، بهذا أمرني ربّي عزّ و جلّ . (سنن أبي داؤد: ۱/۲۱، كتاب الطّهارة، باب المسح على الخفّين)

(۳) عن المغيرة بن شعبة رضي اللّٰه عنه قال: توضّأ النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم ومسحَ علَى الجوربينِ والنّعلينِ ، قال أبو عيسىٰ: هذا حديث حسن صحيح ، وهو قولُ غيرِ واحدٍ من أهلِ العلمِ. (جامع التّرمذي: ۱/۲۹، أبواب الطّهارة، باب في المسح على الجوربين والنّعلين)

غرض خف اور جراب پر مسح ثابت ہے، اور خف اور جورب سے مراد وہ موزے ہیں جو شروطِ مذکورہ بالا کو جامع ہوں، مطلق کپڑے کی جراب مراد نہیں ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (کتبہ: رشید احمد
الجواب صحیح: بندہ عزیز الرحمٰن عفی اللہ عنہ) (۱)(۱/۲۶۶-۲۶۷)

جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۳۵) جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کن وجوہ سے؟ اور اگر نہیں تو کیوں؟ آنحضرت ﷺ کے وقت میں جرابیں تھیں یا نہیں؟ اگر نہیں تھیں تو موزوں پر جس اصول سے مسح جائز ہے، اسی اصول سے جرابوں پر بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور کس قسم کے جراب پر مسح جائز ہے؟ (۱۳۳۴/۶۴۱-۳۳ھ)

الجواب: آنحضرت ﷺ نے چمڑے کے موزوں پر مسح فرمایا ہے، اگر جرابیں سوتی یا اونی ہوں تو ان پر مسح کرنے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ ایسی گاڑھی ہوں کہ ساق پر (بلا گیٹس وغیرہ کی مدد کے)(۲) ثابت (قائم)(۲) رہیں، اور تین میل کا سفر تنہا ان میں ہو سکے، یا وہ جرابیں مجلد و منعل ہوں مُنَعَّل: وہ ہیں کہ نیچے چمڑا لگایا ہو، اور مُجَلَّد: وہ ہیں کہ اس تمام پر چمڑا چڑھایا گیا ہو۔ درمختار میں ہے:
علٰی ظاهرِ خُفّيهِ ...... أو جُرْمُوْقَيْهِ إلخ أو جوربيهِ ولو مِن غزلٍ أو شَعرٍ؛ الثّخينينِ بحيثُ يمشي فرسخًا ، و يَثْبُتُ علَى السّاقِ بنفسِهِ و لا يُرى ما تحتَهٗ و لا يَشِفُّ إلخ و المُنْعَلَيْنِ و المجلّدينِ إلخ (۳) اس عبارت کا حاصل وہی ہے جو اوپر لکھا گیا ہے۔ فقط (۱/۲۶۸-۲۶۹)

---

(۱) سوال و جواب میں کھڑے قوسین والے الفاظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ اور درست کیے گئے ہیں۔۱۲
نوٹ: ''رشید احمد عفی عنہ'' الخ کا رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ اور یہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ نہیں ہیں، بلکہ کوئی ناقل فتاویٰ ہے، رجسٹر نقول فتاویٰ سنہ ۲۹-۱۳۳۰ھ کے پہلے صفحہ پر یہ نوٹ درج ہے: ''رشید احمد صاحب جن کے دستخط اکثر فتاویٰ پر ہیں کوئی ناقل فتاویٰ ہے''۔۱۲
(۲) قوسین کے درمیان والی عبارت مفتی ظفیر الدین صاحب کی اضافہ کی ہوئی ہے۔۱۲
(۳) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱/۳۹۲-۳۹۶، کتاب الطّهارة ، الباب الثّالث: باب المسح علی الخفّین .**

سوتی موزہ پر مسح جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۳۶) موزہ ہائے سوتی جو آج کل تمام دنیا میں مروج ہو رہے ہیں، ان پر مسح درست ہے یا نہیں؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: اُونی وسوتی جرابوں پر مسح درست نہیں ہے، مگر جب کہ وہ ایسے موٹے اور گاڑھے ہوں کہ بہ قدر ایک فرسخ یعنی تین میل اُن کو پہن کر بغیر جوتے کے چل سکے اور پنڈلی پر قائم رہے، جیسا کہ درمختار میں ہے: و لو مِن غزلٍ أو شَعرٍ ؛ الثّخينينِ بحيثُ يمشي فرسخًا ، و يَثْبُتُ علَى السّاقِ بنفسِهِ و لا يُرى ما تحتَهُ و لا يَشِفُّ (۱) اور شامی میں یہ بھی لکھا ہے کہ چوں کہ سوتی جرابوں میں غالبًا یہ شروط نہیں پائی جاتیں، اس وجہ سے اُن پر عدمِ جوازِ مسح کا فتویٰ دیا جاتا ہے (۲) پس بناءً علیہ سوائے چرمی موزے کے کسی موزے پر مسح نہ کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۶۷)

سوال: (۳۳۷) سوتی جراب پر اگر چمڑا اس طور سے چڑھالیا جاوے کہ جو حصہ جوتے میں چھپا رہتا ہے، (صرف) اس پر چمڑا چڑھالیا ہو تو اس پر عندالحنفیہ مسح درست ہے یا نہیں؟ (۶۴۳/ ۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: سوتی جراب پر اگر نیچے چمڑا چڑھایا گیا ہو جیسا کہ سوال میں اس کی تفصیل درج کی گئی ہے، اس پر حنفیہ کے نزدیک مسح درست ہے۔ درمختار میں جوربین منعلین پر مسح درست لکھا ہے، منعلین بھی قسم جراب کی ہے جس کے نیچے کا حصہ جو جوتا میں چھپا رہتا ہے اس پر چمڑا ہو (۳) فقط (۱/ ۲۶۹-۲۷۰)

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱/ ۳۹۵، كتاب الطّهارة ، باب المسح على الخفّين، مطلب: إعراب قولهم إلاّ أن يقالَ .

(۲) و قال : وخرج عنهُ ما كانَ مِنْ كِرْبَاسٍ بالكسر: و هو الثّوبُ من القُطنِ الأبيضِ إلخ و أنّهم أخرجوْهُ لِعَدَمِ تأتّي الشّروطِ فيهِ غالبًا إلخ . (ردّ المحتار: ۱/ ۳۹۴-۳۹۵، كتاب الطّهارة، الباب الثّالث: باب المسح على الخفّين ، مطلب: إعراب قولهم إلاّ أن يقالَ) ظفیر

(۳) وصحّ (المسح) علَى الجُرموقِ والجوربِ المجلّدِ والمنعّلِ والثّخينِ .قوله: (والجوربِ المجلّدِ إلخ) أي يجوزُ المسحُ علَى الجوربِ إذا كان مجلّدًا و منعّلاً أو ثخينًا. ويقال جوربٌ مجلّدٌ إذا وُضِع الجلدُ علىٰ أعلاهُ وأسفلِهِ ، وجوربٌ مُنَعَّلٌ = =

سوتی یا اُونی جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۳۸)......(الف) سوتی یا اونی جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا دوہرانی چاہیے؟

(ب) کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ قدوری میں امام ابوحنیفہؒ کا فتویٰ جواز مسح پر ہے، علماء حنفی اگر نہ پڑھیں تو ان کا قصور ہے؟

(ج) سائل نے انہیں صاحب سے سوال کیا کہ علماء احناف کا فتویٰ بھی جواز پر ہے، انہوں نے جواب دیا کہ ابوحنیفہؒ کا فتویٰ تو ہے کسی مسخرہ کا فتویٰ نہ ہوگا، ایسے شخص کی (نسبت)(۱) کیا حکم ہے؟

(د) کیا قدوری میں جواز کا فتویٰ امام اعظمؒ کا موجود ہے؟ (۶۱۹/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: (الف) سوتی اور اونی جرابیں معمولی جن میں شرائط جواز مسح موجود نہ ہوں، مسح کرنا درست نہیں ہے، اس کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوئی، اس نماز کو دہرانا چاہیے، جب کہ اس نے باوجود نہ موجود ہونے شرط جواز کے جرابوں پر مسح کیا ہے (۲)

= = ومُنْعَلُ الّذي وُضِعَ علٰى أسفلِهِ جلدةٌ كالنّعلِ للقدمِ . (البحر الرّائق: ۱/۳۱۳-۳۱۷، كتاب الطّهارة، باب المسح على الخفّين) ظفير

(۱) سوال وجواب میں کھڑے قوسین والے الفاظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ اور درست کیے گئے ہیں۔۱۲

(۲) شامی اور البحر الرائق میں ہے: حيثُ عَلَّلَ عدمَ جوازِ المسحِ علَى الجوربِ مِن كِرباسٍ بأنَّهُ لا يُمكنُ تتابعُ المشيِ عليهِ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۳۹۴-۳۹۵، كتاب الطّهارة ، باب المسح على الخفّين ، مطلب: إعراب قولهم إلّا أن يقالَ)

ثمّ المسحُ علَى الجوربِ إذا كان منعّلاً جائزٌ اتّفاقًا ، وإذا كان لم يكن منعّلاً وكان رقيقًا غيرُ جائزٍ اتّفاقًا. (البحر الرّائق: ۱/۳۱۷، كتاب الطّهارة، باب المسح على الخفّين) ظفير

(ب) امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ جرابوں پر اگر چمڑا چڑھا ہوا ہو، تو مسح ان پر جائز ہے، ورنہ نہیں، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر جرابیں ایسی موٹی اور دبیز ہوں، کہ وہ خود ساق پر ٹھہر سکیں، اور پانی ان میں نہ چھنے، اور تین میل تک تنہا ان کو پہن کر چل سکے، اور وہ نہ پھٹیں، تو اس وقت جرابوں پر مسح درست ہے ورنہ نہیں۔ کذا في الدّرّ المختار (۱)

(ج) ایسا کہنے والا فاسق و عاصی ہے، اور جاہل ہے کتب فقہ سے، کیونکہ وہ اگر واقف ہوتا تو ایسا نہ کہتا، درمختار میں ہے: أو جوربيه (ولو مِن غزلٍ أو شَعرٍ) الثّخينينِ بحيثُ يمشي فرسخًا ، و يَثْبُتُ علَى السّاقِ بنفسِهِ و لا يُرى ما تحتَهُ و لا يَشِفُّ إلخ (۲) اس عبارت سے جرابوں پر مسح کے جواز کی شرائط کا حال معلوم ہوسکتا ہے، اور یہ بھی واضح ہے کہ آج کل کے مروجہ سوتی واُونی جرابوں میں یہ (شرائط) نہیں پائی جاتیں۔ ثمّ قال: والمُنْعَلَيْنِ ...... والمجلّدينِ . و في الشّامي: ما ذكرَهُ المصنّفُ مِن جوازِهِ علَى المجلّد والمُنْعَلِ متّفقٌ عليهِ عندنا ، و أمّا الثّخينُ فهو قولُهما ، وعنهُ أنَّهُ رَجَعَ إليه ، وعليهِ الفتوٰى (۱)

(د) جرابوں پر مسح کرنے کے جواز کی وہی شرطیں ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں، مطلقًا جرابوں پر مسح جائز کہنا بہ حوالہ قدوری کے غلط ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۷۰-۲۷۱)

منعل ومجلد کی تشریح

سوال: (۳۳۹) ''الرشید'' ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ میں ایک فتوٰی متعلق مسح میں الفاظ جورب منعل یا مجلد استعمال ہوئے ہیں، حقیر جورب اس کو سمجھتا ہے جس کو عرف عام میں جرّاب کہتے ہیں، اس کی صفت منعّل یا مجلد کے معنی میں البتہ شک واقع ہوتا ہے، حقیر کے علم ومعلومات میں مسئلہ مسح میں یہ تفصیل ہے کہ موزہ کے اوپر یا اس کے نیچے اگر جرّاب ہے، تو مسح اس پر جائز ہے، الفاظ منعّل

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/ ۳۹۵-۳۹۶، كتاب الطّهارة ، باب المسح على الخفّين .
(۲) اس کا حوالہ سابقہ صفحہ کے حاشیہ نمبر: ۲ میں گزر چکا۔

ومجلد کا مطلب معلوم نہیں ہوتا ہے؛ اس لیے التماس ہے کہ اس کی تفصیل وتشریح سے مطلع فرماویں۔
(۸۶۷/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: جورب منعّل وہ ہے کہ جرّاب کے نیچے چمڑا لگا ہوا ہو۔ درمختار میں ہے: والمُنْعَلَيْنِ بِسكونِ النّونِ ما جُعِلَ علٰى أسفلِهِ جِلدةٌ إلخ (۱) اور جراب مجلد وہ ہے کہ تمام جراب پر چمڑا چڑھا ہوا ہو (۲) الحاصل جراب پر ویسے بلا چمڑے کے مسح درست نہیں ہے (۳) لیکن اگر جراب منعل یا مجلد ہو تو اس پر مسح درست ہے، جیسا کہ خفین یعنی چرمی موزہ پر درست ہے، پس یہ مسئلہ ''الرشید'' میں لکھا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۷۱-۲۷۲)

جراب کے منعل ہونے سے کیا مراد ہے؟

سوال: (۳۴۰) جراب پر مسح کرنے کے لیے اس کے منعل ہونے سے کیا مراد ہے؟ کیا چمڑے کے پیتاوے (۴) کو جراب کے اندر رکھ لینے سے یا باہر کسی تاگہ وغیرہ کے ساتھ باندھ لینے سے شرط پوری ہو جاوے گی یا نہیں؟ (۲۴/۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: موزہ کے منعل ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس جراب کے نیچے چمڑا لگا ہوا ہو، اور پیچھے ایڑی پر اور ٹخنے تک اور آگے پنجہ پر یعنی پشت قدم پر بہ قدر (موضع) (۵) فرض مسح چمڑا لگانے کی فقہاء نے تصریح کی ہے۔ کذا في الشّامي (٦) اور وہ چمڑا نیچے اور پنجہ وایڑی پر سلا ہوا ہونا چاہیے،

---

(۱) الدّرّ المختار علی ردّ المحتار: ۱/۳۹۵-۳۹۶، کتاب الطّهارة، باب المسح على الخفّين.

(۲) قوله: (وَ الْمُجَلَّدَيْنِ) المجلّدُ ما جُعِلَ الجلدُ علٰى أعلاهُ وأسفلِهِ. (ردّ المحتار: ۱/۳۹٦، کتاب الطّهارة، باب المسح على الخفّين، مطلب: إعراب قولهم إلاّ أن يقالَ) ظفیر

(۳) اس کا حوالہ سابقہ جواب کے حاشیہ نمبر: ۲ میں گزر چکا۔

(۴) پیتاوا (پے-تا-وا) پیتابا (پے-تا-با) چمڑا جس کو جوتے میں رکھتے ہیں۔ (فیروز اللغات)

(۵) مطبوعہ فتاویٰ میں (موضع) کی جگہ ''موزہ'' تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(٦) والمُنْعَلَيْنِ ...... ما جُعِلَ علٰى أسفلِهِ جِلدةٌ وَ الْمُجَلَّدَيْنِ (الدّرّ المختار) قوله: (ما جُعِلَ علٰى أسفلِهِ جِلدةٌ) أي كالنّعلِ للقدمِ، و هٰذا ظاهرُ الرّوايةِ ==

رکھ لینا اور تاگے سے باندھ لینا کافی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۷۵)

انگریزی بوٹ پر مسح جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۴۱) مسح کرنا ایسے جوتے پر جو فیتا سے بندھا ہوا ہے اور جس کے کھولنے میں تھوڑی سی طوالت ہو، یا کھولنے اُتارنے میں وقت کی تنگی کا اندیشہ ہو، اور وہ جوتا اس قدر اونچا ہو کہ ٹخنے بالکل چھپے رہیں، جیسے انگریزی جوتے لمبے ہوتے ہیں، (ان پر مسح کرنا) جائز ہے یا نہیں؟

(رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: اگر وہ جوتا انگریزی ٹخنوں سے اوپر ڈھکے ہوئے ہوں، اور فیتا جو پشت جوتے پر ہے وہ خوب کسا ہوا ہو کہ دونوں طرف خوب ملے رہیں اور جوتا پاک ہو تو اس پر مسح درست ہے، بہ شرطیکہ طہارت پر پہنا ہو۔ جیسا کہ شامی کی عبارتِ ذیل سے ظاہر ہوتا ہے: **و یجوزُ علٰی الجاروقِ المشقوقِ علٰی ظهرِ القدمِ ، و لهٗ أزرارٌ يشدّها عليه تسُدُّهٗ ، لأنّهٗ كغيرِ المشقوقِ إلخ** (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۶۸)

سوتی موزہ پر بوٹ ہو تو اس پر مسح جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۴۲) ہم لوگ موزہ پاتابہ سوتی پہنتے ہیں، اس کے اوپر بوٹ جوتہ جو کہ ٹخنے کو چھپائے رکھتا ہے، اس پر مسح جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۱۱/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: سوتی جرّاب کے اوپر چرمی موزہ وضو پر پہنا جاوے، تو مسح اس پر درست ہے، اور

= = وفي روايةِ الْحَسَنِ : مَا يَكونُ إلى الْكَعبِ. ابن كمال . قوله : (وَ الْمُجَلَّدَيْنِ) المجلّدُ : ما جُعِلَ الجلدُ علٰى أعلاهُ و أسفلِهِ إلخ . و يُؤْخَذُ مِن هٰذا ، وممّا قَبْلَهٗ أنّهٗ لو كانَ محلُّ المسحِ وهو ظَهْرُ الْقدمِ مجلّدًا مع أسفلِهِ أنَّهٗ يجوزُ المسحُ عليهِ ، كما قدّمناهُ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/ ۳۹۵-۳۹۶، كتاب الطّهارة ، باب المسح على الخفّين ، مطلب: إعراب قولهم إلّا أن يقالَ) ظفیر

(۱) ردّ المحتار: ۱/ ۳۸۵، كتاب الطّهارة ، باب المسح على الخفّين .

بوٹ جوتہ اگر سوتی جراب پر پہنا جاوے اور ٹخنے ڈھکے رہیں اور وہ بوٹ نیچے سے بھی طاہر ہو، تو اس پر بھی مسح درست ہے (١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (١/٢٧٣)

ناپاک بوٹ پر مسح درست نہیں ہے

سوال: (٣٤٣)...... (الف) اگر وضو کر کے لانگ بوٹ جو ٹخنوں سے اوپر تک آتا ہے پہنا جائے، اور دوسرے وضو کے وقت اس (پر) مسح کیا جائے تو مسح درست ہے یا نہ؟ اور یہ موزے کا کام شرعًا دے سکتا ہے یا نہ؟ اور نماز درست ہے یا نہ؟

(ب) بوٹ کا وہ حصہ جو زمین سے لگتا ہے وہ پاک نہیں رہ سکتا، لیکن تلوے کے اوپر کا حصہ جس پر پیروں کے تلوے لگ رہے (ہیں) وہ پاک ہے تو اس (کو) پہنے ہوئے نماز جائز ہے یا نہ؟

(٥٦٠/٤٤-١٣٤٥ھ)

الجواب: (الف - ب) جب کہ بوٹ کے نیچے کا حصہ جو زمین پر لگتا ہے پاک نہیں ہے تو اس پر مسح جائز نہیں (ہے) (٢) اور اس بوٹ کو پہن کر نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے (٣) فقط (١/٢٧٤)

فل بوٹ پر مسح درست ہے یا نہیں؟

سوال: (٣٤٤) موزوں پر مسح کرنا مشروع بلکہ خصائصِ اہل سنت والجماعت سے ہے، اور

---

(١) المسحُ علَى الخفّينِ جائزٌ بالسّنّةِ إلخ إذا لَبِسَهُمَا علىٰ طهارةٍ كامِلةٍ ثمّ أحدث .
(الهداية: ١/٥٦-٥٧، كتاب الطّهارات ، باب المسح على الخفّين) ظفير

(٢) سوال وجواب میں قوسین والے الفاظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ اور درست کیے گئے ہیں۔١٢

(٣) الخُفُّ إذا أصابتهُ النّجاسةُ إن كانت مُتَجَسِّدَةً كالْعَذِرَةِ والرّوثِ والمنيِّ يطهُرُ بالحَتِّ إذا يَبِسَتْ وإن كانتْ رَطْبَةً إلخ لا يَطهرُ إلّا بالغَسلِ . (الفتاوىٰ الهنديّة: ١/٤٤، كتاب الطّهارة، الباب السّابع في النّجاسة و أحكامها ، الفصل الأوّل في تطهير الأنجاس)

تطهيرُ النّجاسةِ من بدنِ المصلّي وثوبهٖ والمكانِ الّذي يصلّي عليه واجبٌ . (الفتاوىٰ الهنديّة: ١/٥٨، كتاب الصّلاة، الباب الثّالث في شروط الصّلاة ، الفصل الأوّل في الطّهارة وستر العورة) ظفير

حضرت رسالت پناہ ﷺ کا موزوں کو استعمال فرمانا لاریب فیہ ہے، اور نعلین مبارک کی نوعیت وہیئت بھی کتبِ سیر میں مفصل ومشرّح ہے اور نقشہ بھی معلوم ہے، جہاں تک سمجھ میں آتا ہے موزہ پہن کر ان نعلین کا ان پر پہنا جانا قیاس میں نہیں آتا، لیکن کسی کتاب میں مثل شرح سفر السعادۃ، مدارج النبوّۃ، روضۃ الاحباب وغیرہ کے یہ امر بالوضاحت نہیں پایا جاتا، جیسا کہ کلاہ وعمامہ کی نسبت تصریح موجود ہے، اور فل بوٹ جو (عموماً) ٹخنے تک یا بعض صورتوں میں اس سے بھی اوپر تک ہوتا ہے، وہ حکمِ موزہ میں داخل معلوم ہوتا ہے، اور اگر سوتی یا اونی جراب پر یا بلا جراب کے پہنا جائے تو اس پر مسح مشروع ہوگا یا نہیں؟ (۴۴۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: موزوں میں بعد مسح جوازِ صلاۃ کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ طاہرین ہوں یعنی نجاست مانعہ عن الصلاۃ ان میں موجود نہ ہو، پس اگر تنہا موزوں کے پہننے میں بھی یہ امر ملحوظ رہے کہ وہ نجس نہ ہوں تو کچھ ضرور نہیں ہے کہ ان کو جوتوں کی ساتھ پہنا جاوے، اگر تنہا موزہ کوئی شخص پہنے ہوئے ہو اور وہ پاک ہوں تو مسح ان پر لاریب درست ہے اور نماز صحیح ہے، باقی یہ کہ آنحضرت ﷺ موزوں پر جوتا بھی پہنتے تھے یا نہیں؛ تو بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جوتا بھی موزوں پر پہنتے تھے، اور جو نقشہ جوتے مبارک کا مشہور ہے، اور اس کا موزوں پر پہنا مشکل معلوم ہوتا ہے تو ممکن ہے کہ موزوں پر دوسری قسم کا جوتا پہنتے ہوں جس میں وہ تسمہ نہ ہوتا ہو جو انگشت میں (آتا)(۱) ہے، بلکہ صرف پشت قدم پر ایک چمڑے کا حلقہ ہوتا ہو، اور علاوہ بریں آنحضرت ﷺ اگر صرف موزے پہنتے ہوں تو آپ کو چونکہ طہارت کا حال معلوم ہوتا تھا، اس لیے آپ ان پر مسح فرماتے تھے، اب بھی اگر ایسا ہو تو مسح کو کیا امر مانع ہے؟ اور واضح ہو کہ موزوں میں یہ بھی شرط ہے کہ ساتر قدمین مع الکعبین ہوں، پس اگر کسی قسم کا بوٹ ایسا ہو کہ وہ ٹخنوں سے اوپر تک ہو، اور قدمین مع الکعبین پوری طرح اس میں مستور ہو جاویں تو مسح ان پر درست ہے، اور اگر وہ پاک ہیں تو ان کے ساتھ نماز صحیح ہے(۲) فقط (۱/۲۷۵-۲۷۶)

---

(۱) سوال وجواب میں قوسین والے الفاظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیے گئے ہیں۔۱۲

(۲) شرطُ مسحِهِ ثلاثةُ أمورٍ : الأوّلُ: كونُهُ ساترَ محلِّ فرضِ الغسلِ القدمِ معَ الكعبِ إلخ والثّاني :كونُهُ مشغولاً بالرِّجلِ لِيمنعَ سرايةَ الحدثِ إلخ . والثّالث: كونُهُ مِمّا يمكنُ متابعةُ المشيِ المعتادِ فيهِ فَرسخًا فأكثرَ . (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱/۳۸۵-۳۸۸، كتاب الطّهارة، باب المسح على الخفّين) ظفیر

بلا وضو موزے پہنے ہوں تو ان پر مسح درست نہیں

سوال: (۳۴۵) ہم نے بلا وضو کیے ہوئے موزہ پہنا، اس کے بعد نماز کا وقت آ گیا تو وضو کیا، اور موزہ پر مسح کیا، نماز میری جائز ہوگی یا نہیں؟ اس مسئلہ کے بیان میں کتب فقہ میں طہارت کا لفظ آیا ہے، یا یہ کہ مسح میں ایک دن اور تین دن کی قید ہے، وہ وضو پر دلالت کرتا ہے، ہم یہ کہتے ہیں کہ طہارت سے بدن کا طاہر ہونا مراد ہے، اور پاؤں کا نجاست سے صاف ہونا۔ (۱۰۱۱/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: بلا وضو کے یعنی بدون پیر دھونے کے موزہ پہننے سے مسح اس پر درست نہیں ہے، طہارت پر موزہ پہننے سے مراد وضو ہے، یہ مسئلہ بہ اتفاق مسلم ہے، اس میں کسی کا خلاف نہیں ہے، اور آپ نے جو مطلب سمجھا ہے وہ غلط ہے(۱) اور مقیم کے لیے وقت حدث سے ایک دن ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن تین رات تک مسح درست ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۷۲)

موزے اتار کر پھر پہن لیے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۴۶) مسح کرنے کی کیا تعریفیں ہیں؟ اور کیا کیا شرائط کا ہونا ضروری ہے؟ مثلاً یہ کہ بالفرض دن میں ایک بار اس کے بعد یا دو بار جوتا اتارنے کی ضرورت پڑے اور پھر پہن لیا گیا، اس کے بعد مسح کرنا چاہیے پھر دھونا چاہیے؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: مسح کے جواز کے لیے یہ ضروری ہے کہ وضو پر پہنے جاویں (۲) اتارنے کی صورت میں اگر نماز پڑھنا چاہے تو صرف پیر دھو لینا کافی ہے، اگر وضو نہ ٹوٹا ہو (۳) فقط واللہ اعلم (۱/ ۲٦۸)

---

(۱) و يجوزُ من كلِّ حدثٍ موجبٍ للوضوءِ إذا لَبِسَهُمَا على طهارةٍ كاملةٍ ثمّ أحدثَ إلخ ، وقوله: إذا لبسهمَا على طهارةٍ كاملةٍ لا يفيدُ اشتراطَ الكمالِ وقتَ اللُّبسِ بلْ وقتَ الحَدَثِ .
(الهداية: ۱/ ۵۷، كتاب الطّهارات ، باب المسح على الخفّين) ظفير

(۲) و يجوزُ للمقيمِ يومًا و ليلةً و للمسافرِ ثلاثةَ أيّامٍ و لياليهَا. (الهداية: ۱/ ۵۷) ظفير

(۳) و ينقضُ المسحَ كلُّ شيءٍ ينقضُ الوضوءَ إلخ ، و ينقضهُ أيضًا نزعُ الخُفِّ إلخ ، و كذا نزعُ أحدِهِمَا إلخ ، و كذَا مُضيُّ المدّةِ ...... و إذا تمّت المدّةُ نزعَ خفّيهِ و غسلَ رجليهِ و صلّى و ليس عليهِ إعادةُ بقيّةِ الوضوءِ ، و كذا إذا نزعَ قبلَ المدّةِ . (الهداية: ۱/ ۵۹-٦۰، كتاب الطّهارات ، باب المسح على الخفّين) ظفير

جس موزے پر مسح درست ہے اس پر دوسرا موزہ پہن لیا جو قابلِ مسح نہیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۴۷) جو جراب بغیر باندھے ٹھہری رہتی ہو اور اس پر مسح درست ہو، اگر اس کے اوپر کوئی دوسرا جراب پہن لے خواہ وہ دبیز نہ ہو، لیکن اس طرح پہن لینے سے ٹھہری رہے تو اوپر والی جراب پر مسح کرنا درست ہے یا نہ؟ (۱۲۰/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر وہ اوپر والی جراب دبیز قابل مسح نہ ہو، اور نہ ایسی رقیق ہو کہ اوپر مسح کرنے سے اندر کے موزے پر پانی کا اثر پہنچ جاوے تو اس پر مسح درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۷۳)

وضاحت: اگر کسی نے خفین پر سوتی یا اُونی موزے پہن رکھے ہیں، اور وہ اتنے باریک ہیں کہ ان پر مسح کرنے سے تری چمڑے کے موزوں تک پہنچ جاتی ہے تو ان پر مسح کرنا درست ہے، اور اگر وہ اتنے دبیز ہیں کہ ان پر مسح کرنے سے تری چمڑے کے موزوں تک نہیں پہنچتی تو ان پر مسح کرنا درست نہیں، محیط برہانی میں ہے: **وإن لبسهما فوق الخفين فإن كانا من كرباس أو ما يشبه الكرباس لا يجوز المسح عليهما كما لو لبسهما على الانفراد ، إلّا أن يكونا رقيقين يصل البلل إلى ما تحتهما. (المحيط البرهاني: ۱/ ۱۷۱، كتاب الطّهارات، في بيان ما يجوز عليه المسحُ من الخفاف وما بمعناها ومالايجوز، المطبوعة: دارالكتب العلميّة، بيروت)** محمد امین

چند باریک جرابیں تہ بہ تہ پہن لیں تو مسح جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۴۸) دو یا تین جرابیں جو زیادہ سخت و دبیز نہیں ہیں، یکے بعد دیگرے تہ بہ تہ پہن لینے سے بغیر باندھے ٹھہری رہیں، اور چلنے پھرنے سے بھی ٹھہری رہیں تو اوپر والی جراب پر مسح درست ہے یا نہیں؟ (۱۲۰/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں مسح درست نہیں ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۷۳-۲۷۴)

---

(۱) و إذا لبس الجرموقين فإن لبسهما وحدهما ، فإن كانا من كرباس أو ما يشبههُ لا يجوز المسحُ عليهما . (الفتاوىٰ الهنديّة: ۱/ ۳۲، كتاب الطّهارة ، الباب الخامس في المسح على الخفّين ، الفصل الأوّل في الأمور الّتي لابدّ منها في جواز المسح)

ہاتھ، پیر میں زخم ہوتو مسح کس طرح کرے؟

سوال: (۳۴۹) (جب) ہاتھ پیر میں زخم ہو، اور پانی لگانے سے اندیشہ بڑھنے کا ہوتو کس طریق سے مسح کرے؟ زخم کے آس پاس خشک جگہ تو ضرور رہے گی، اگر پھایہ رکھا ہوا ہے تو کیا پھایہ پر مسح کرے؟ اور اگر اس سے پانی اندر جانے کا اندیشہ ہوتو کیا آس پاس مسح کرلیوے اور اس کا کیا طریق ہے؟ اور اگر پٹی زخم سے زیادہ جگہ پر ہوتو کس طرح مسح کرے؟ اور حاجتِ غسل میں کیا کرے؟ (۳۴/۲۹۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جب کہ دھونے سے اندیشہ زخم کے بڑھنے کا ہوتو اس پر مسح درست ہے، مسح میں تر ہاتھ پھیرنا ہوتا ہے اس جگہ پر، اوّل تو یہ حکم ہے کہ اگر بلا پٹی پھایہ کے (تر) (۱) ہاتھ پھیرنے میں کچھ اندیشہ نہ ہوتو بلا پٹی پھایہ کے اس جگہ پر تر ہاتھ پھیرے، اگر چہ بعض بعض موقع اس میں خشک رہ جاوے، اور بلا پٹی وغیرہ مسح کرنے میں زخم کا خوف ہے تو پٹی یا پھایہ پر تر ہاتھ پھیرے، آس پاس کی جگہ خشک رہ جانے سے کچھ حرج نہیں، ہاتھ سب جگہ پھیرے، اگر چہ پانی کہیں لگے اور کہیں نہ لگے، جیسا کہ مسح میں ہوتا ہے تو کچھ حرج نہیں ہے، اور پٹی اگر چہ موضع زخم سے زیادہ ہو تمام پٹی پر مسح کرے، کچھ حرج نہیں ہے، اور غسل کی ضرورت ہوتب بھی یہی حکم ہے کہ زخم کی جگہ مسح کرے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، اور باقی بدن کو دھوئے اور پانی بہاوے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۹۶-۲۹۷)

---

(۱) سوال وجواب میں قوسین کے درمیان والے الفاظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیے گئے ہیں۔۱۲

(۲) و یمسحُ نحوُ مُفْتَصِدٍ و جَرِيْحٍ علىٰ كُلِّ عِصابةٍ معَ فُرْجَتِهَا في الأصحّ إنْ ضَرَّهُ الماءُ أو حَلُّها ، و منهُ أن لا يُمكنهُ ربْطُها بنفسهٖ ، ولا يجدُ مَنْ يَربِطُها ، انكسرَ ظُفْرُهُ فَجعلَ عَليه دواءً أو وضَعَهُ علىٰ شُقُوْقِ رِجلِهٖ أجرى الماءَ عليه إن قدرَ ، و إلاّ مسحَهُ وإلاَّ تركَهُ . (الدّرّ المختار) لكن إذا كانت زائدةً علىٰ قدرِ الجراحةِ ، فإن ضرَّهُ الحلُّ و الغَسلُ مسحَ الكلَّ تَبْعًا و إلاّ فلاَ إلخ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار : ۱/۴۰۸-۴۰۹، كتاب الطّهارة ، باب المسح على الخفّين ، مطلب في لفظ كلٍّ إذا دخلت على منكرٍ أو معرَّفٍ) ظفیر

صرف زخم کی جگہ پر مسح کرنا چاہیے یا پورے عضو پر؟

سوال: (۳۵۰) اگر کسی عضو پورے پر (مثلاً پیر پر، یا نصف پر) یا اس سے کم وبیش پر؛ کوئی زخم ہو تو مسح کل پیر پر کرنا چاہیے، یا محض اتنی ہی جگہ پر جہاں زخم ہے، اگر کل پیر پر مسح کیا تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ جتنی جگہ میں زخم ہے اسی پر مسح کیا جاوے، باقی عضو کو دھونا چاہیے، اور مسح علی العصابہ میں محض عصابہ پر مسح کیا جاوے باقی کو (دھویا جاوے)(۱) (۲۲۹/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: ان سب صورتوں میں مسح صرف اسی مقدار پر کرنا چاہیے جس جگہ زخم ہے، اور اچھی جگہ کو دھونا چاہیے، لیکن اگر صحیح حصہ کے دھونے سے زخم پر پانی پہنچے، اور اس کو مضر ہو تو کل پر مسح کرنا درست ہے، پس قول اس شخص کا درست ہے جو کہتا ہے کہ صرف اسی موقع پر مسح کرنا چاہیے جس جگہ پھنسی یا زخم ہے، اور باقی حصہ کو دھونا چاہیے، پس اگر کل پر مسح کرلیا بدون اس خوف کے جو اوپر لکھا گیا تو نماز نہ ہوگی، اور مسح علی العصابہ میں بے شک صرف پٹی پر ہی مسح کرنا چاہیے، باقی عضو صحیح کو دھونا چاہیے، لیکن اس قدر تخفیف اس میں کی گئی ہے کہ پٹی کے درمیان میں اگر کچھ جگہ کھلی ہوئی ہو تو اس پر بھی مسح درست ہے، اور پٹی کے نیچے جو صحیح وسالم حصہ عضو کا آیا ہے اس پر بھی مسح درست ہے، باقی عضو کو دھونا چاہیے۔ درمختار میں ہے: **و يمسحُ نحوُ مُفْتَصِدٍ و جَرِيْحٍ علٰى كُلِّ عِصابةٍ معَ فُرْجَتِهَا في الأصحّ إلخ** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۷۶-۲۷۷)
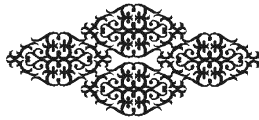
(۱) سوال میں قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کا اضافہ اور تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) **الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/ ۴۰۸، كتاب الطّهارة ، باب المسح على الخفّين .**

حیض ونفاس اوراستحاضہ کے احکام

حالتِ حیض میں جماع کرنے سے کفارہ لازم ہوتا ہے یانہیں؟

سوال: (۳۵۱) اگرکوئی شخص اپنی زوجہ سے حالتِ حیض میں جماع کرے، تو اس پر کفارہ لازم آوے گا یا نہ؟ (۵۷۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: درمختار میں ہے کہ حالتِ حیض میں اپنی زوجہ سے وطی کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے، اس کو توبہ کرنا لازم ہے، اور ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرنا مستحب ہے(۱) اور ایک دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۷۸/۱)

حیض سے پاک ہونے کے بعد غسل سے پہلے جماع کرلیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۵۲) عورت جس وقت حیض سے فارغ ہوجائے، تو قبل از غسل جماع جائز ہے یانہیں؟ اور اگر کسی نے قبل از غسل جماع کرلیا، تو کچھ کفارہ واجب ہوگا یانہیں؟ اور بہ حالت حیض ہم صحبت ہونے کا کیا کفارہ ہے؟ (۱۲۳۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

---

(۱) ثـمّ هـوَ كبيـرةٌ لو عامدًا مختارًا عالمًا بالحُرمةِ لا جاهلاً أو مُكْرَهًا أو ناسيًا ، فتلزمهُ التّوبةُ ويندبُ تَصَدُّقُهُ بدينارٍ أو نصفِهِ ، ومَصْرِفُهُ كزكاةٍ ، و هل علَى المرأةِ تَصَدُّقٌ ؟ قال في الضّياء: الظّاهرُ لا . (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار : ۱/ ۴۲۸-۴۲۹، كتـاب الطّهارة ، الباب الرّابع: باب الحيض ، قبيل مطلب في حكم وطي المستحاضة و من بِذَكَرِهِ نجاسةٌ) ظفیر

الجواب: اگر انقطاعِ حیض اکثر مدت حیض یعنی دس دن میں ہوا، تو قبل غسل جماع اس سے درست ہے، اگرچہ بہتر بعد الغسل ہے، درمختار میں ہے: **و یحلُّ وطؤُھا إذا انقطعَ حیضُھا لأکثرِہ بلا غسلٍ وجوبًا بل نَدْبًا إلخ** (۱) اور اگر دس دن سے کم مگر عادت کے موافق چھ سات دن میں مثلاً حیض منقطع ہوا تو جماع اس سے اس وقت درست ہے کہ غسل کر لے، یا اتنا وقت گذر جاوے کہ اس میں غسل کر کے کپڑے پہن کر نماز شروع کر سکے، یا یوں کہا جاوے کہ نماز کا وقت بعد انقطاع حیض کے گذر جاوے، اور وہ نماز اس کے ذمہ لازم ہو جاوے (۲) اور بہ حالت حیض اگر جماع کر لیا تو کفارہ اس کا یہ ہے کہ توبہ کرے، اور مستحب ہے کہ بہ قدر ایک دینار کے یا نصف دینار کے صدقہ کرے (۳) ایک دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۷۹/۱-۲۸۰)

حیض میں اختلال ہو تو حیض کتنے دن شمار ہوگا؟

سوال: (۳۵۳) ایک عورت کو ہمیشہ پانچ دن حیض آتا ہے، چند ماہ سے اختلال پیدا ہوا، کبھی (ایک دن) ایک قطرہ ظاہر ہوا، (پھر) چار روز (صاف رہی) پانچویں روز پھر کچھ ظاہر ہوا، اور پھر بند ہوا، یا (پھر) (۴) برابر ہوتا رہا، یا ایک روز ہو کر بعد سات، آٹھ روز کے پھر خون متواتر پانچ دن جاری رہا؛ اس صورت میں کئی روز حیض شمار ہوگا؟ (۱۶۹۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اگر دس دن سے زیادہ تک ایسی حالت رہے تو اس کے موافق عادت قدیمہ پانچ

---

(۱) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴۲۴/۱-۴۲۵، کتاب الطّھارۃ، الباب الرّابع: باب الحیض، قبل مطلب في حکم وطي المستحاضۃ ومن بذَکَرِہٖ نجاسۃٌ.**

(۲) **و إن لأقلّہٖ إلخ لا یحلُّ حتّی تغتَسِلَ أو تتیمّمَ بِشرطِہٖ أو یمضيَ علیھا زَمَنٌ یَسَعُ الغُسلَ ولُبسَ الثّیابِ و التّحریمۃَ إلخ. (الدّرّ مع الشّامي: ۴۲۵/۱-۴۲۶، کتاب الطّھارۃ، باب الحیض)** ظفیر

(۳) اس کا حوالہ سابقہ جواب کے حاشیہ میں گزر چکا ہے۔۱۲

(۴) سوال میں قوسین والے الفاظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ اور درست کیے گئے ہیں۔۱۲

روز حیض اور باقی ایام کو استحاضہ سمجھنا چاہیے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۷۸)

کسی عورت کو دس دن سے زیادہ خون آیا اور پچھلی عادت بھول گئی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۵۴) کسی عورت کو دس دن سے زیادہ خون آیا اور پچھلی عادت بھول گئی؛ تو اب حیض کے کئی دن ہیں؟ (۱۳۱/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: دس دن حیض کے شمار کرے، باقی استحاضہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۷۹)

استدراک: حضرت مجیب قدس سرہٗ نے مذکورہ صورت کا جو حکم تحریر فرمایا ہے اس کی دلیل ہمیں نہیں ملی، قواعد شرعیہ سے جو حکم ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے:

اگر کسی عورت کو دس دن سے زیادہ خون آیا، اور پچھلی عادت یاد نہیں تو سوچ کر ایک مدت متعین کرے مثلاً کسی عورت کو پندرہ دن خون آیا تو سوچے، سوچنے کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ اس کو سات دن خون آتا تھا تو سات دن حیض کے ہوں گے، باقی استحاضہ ہوگا، اور اگر سوچنے کے بعد اس کی رائے یہ ہوئی کہ اس کو پانچ دن خون آتا تھا تو پانچ دن حیض کے ہوں گے، باقی ایام استحاضہ کے ہوں گے۔ **وحاصله أنها تتحرّی . قوله : (أنها تتحرّی) أي إن وقع تحرّيها على طهرٍ تعطی حكم الطّاهرات ، و إن كان على حيضٍ تعطی حكمه اهـ . ح : أي لأنّ غلبة الظّنّ من الأدلّة الشّرعيّة . درر . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۴۱۶، كتاب الطّهارة ، باب الحيض ، مبحث في مسائل المتحيّرة)** محمد امین پالن پوری

---

(۱) **فإن لم يجاوز العَشَرَةَ فالطّهرُ و الدّمُ كلاهما حيضٌ ، سواءٌ كانت مبتدأةً أو مُعتادَةً وإن جاوزَ الْعَشَرَةَ ففي المبتدأةِ حيضُها عشرةُ أيّامٍ ، و في المُعتادةِ مَعْرُوْفَتُهَا في الحيضِ حيضٌ و الطّهرُ طهرٌ . (الفتاویٰ الهندية: ۱/ ۳۷، كتاب الطّهارة، الباب السّادس في الدّماء المختصّة بالنّساء ، الفصل الأوّل في الحيض)** ظفیر

عورت حالتِ حیض ونفاس میں تسبیح وغیرہ پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۵۵) عورتوں کو حالت حیض ونفاس میں وضو کر کے دلائل الخیرات وحزب الاعظم وغیرہ اور وظیفہ سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس بات کا خیال رکھے کہ اگر وظیفہ کی کتاب میں کوئی آیت قرآنی آوے اس کو نہ پڑھے؟ (۲۴۱۳/۱۳۴۰ھ)

الجواب: وظیفہ مذکورہ اور تسبیح وتہلیل جائز ہے، اورآیات قرانیہ کا پڑھنا بھی بہ نیت دعا جائز ہے۔ درمختار میں ہے: و لا بأس لِحائضٍ و جنبٍ بقراءةِ أدعيةٍ و مسِّها و حملِها و ذكرِ اللّٰه تعالىٰ وتسبيحٍ إلخ ، وفي الشّامي : فلو قرأت الفاتحةَ علىٰ وجهِ الدّعاءِ أو شيئًا من الاٰيات الّتي فيها معنى الدّعاءِ و لم تردِ القراءةَ لا بأس به(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۸۰/۱)

نفاس کی مدت میں تین چار دن کے بعد زرد پانی نکلتا ہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۵۶) ۸/ رمضان المبارک کو میرے گھر میں مردہ بچہ اسقاط ہوا تھا، جو غالبًا پانچ یا چھ ماہ کا ہوگا، اعضاء بچے کے سب مکمل ہو چکے تھے، اب کیفیت یہ ہے کہ تیسرے یا چوتھے روز قدرے قلیل زرد یا مٹی کے سے رنگ کا پانی بجائے نفاس کے خارج ہوتا ہے؛ آیا جب تک یہ دھبّا رہے نماز روزہ موقوف رکھا جاوے یا نہیں؟ (۲۲۵۴/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس صورت میں حکم شرعی یہ ہے کہ اگر نفاس کے دنوں کی پہلے سے کچھ عادت نہ ہوتو چالیس دن تک حکم نفاس کا جاری رہے گا، اس میں نماز روزہ کچھ نہ ہوگا، البتہ جب بالکل دھبہ نہ آوے یا ایام عادت پورے ہوجاویں، اس وقت پھر غسل کر کے نماز روزہ کیا جاوے(۲) فقط (۲۸۰/۱-۲۸۱)

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴۲۳/۱-۴۲۴، كتاب الطّهارة ، باب الحيض ، مطلب: لو أفتىٰ مفتٍ بشيء من هذهِ الأقوالِ في مواضعِ الضّرورةِ طلبًا للتّيسيرِ كانَ حسنًا .

(۲) الطّهر المتخلّل في الأربعين بين الدّمين نفاس عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ و إن كان خمسة عشر يومًا فصاعدًا ، و عليه الفتوىٰ . (الفتاوىٰ الهنديّة: ۳۷/۱، كتاب الطّهارة ، الباب السّادس في الدّعاء المختصّة بالنّساء ، الفصل الثّاني في النّفاس)

بارہ دن خونِ نفاس پھر سفید پانی پھر خون آیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۵۷) ایک عورت کو بارہ روز نفاس آکر سفید پانی آگیا، بعد میں پھر خون آگیا، اس خون کا کیا حکم ہے؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: مدتِ نفاس یعنی چالیس دن کے اندر جو خون آئے گا وہ سب نفاس میں شمار ہوگا، اور درمیان میں جو دن خالی گزریں گے وہ بھی نفاس ہی میں شمار ہوں گے (۱) البتہ اگر چالیس دن سے زائد خون جاری رہا، تو پھر دیکھا جائے گا کہ اس عورت کی نفاس سے متعلق کوئی عادت پہلے سے متعین تھی یا نہیں؟ اگر متعین ہے تو ایامِ عادت کے بعد سے استحاضہ شمار ہوگا، مثلاً تیس دن کی عادت تھی اور خون پچاس دن تک جاری رہا، تو تیس دن نفاس اور باقی بیس دن استحاضہ ہوگا۔ کما في الهداية و شرح الوقاية (۲) اور اگر پہلے سے کوئی عادت معین نہ تھی تو چالیس دن نفاس اور باقی دس دن استحاضہ ہوگا (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۸۲/۱)

جس عورت کا خونِ نفاس دس، پندرہ دن میں ہمیشہ بند ہوجاتا ہے اس کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

سوال: (۳۵۸) جس عورت کو یہ عادت ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد چالیس دن کے اندر

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) و أكثرهٗ أربعون يومًا والزّائد عليه استحاضةٌ ......و لو جاوز الدّمُ الأربعين و كانت ولدت قبل ذلك ولها عادةٌ في النّفاس رُدّت إلى أيّام عادتِها ...... وإن لم تكن لها عادةٌ فابتداء نفاسها أربعون يومًا. (الهداية: ۷۰/۱، كتاب الطّهارات، باب الحيض والاستحاضة، فصل في النّفاس)

(۳) و أكثرُهٗ أربعون يومًا إلخ والزّائدُ علىٰ أكثرِهٖ استحاضةٌ لو مبتداءةً، أمّا المعتادةُ فتردُّ لعادتِهَا و كذا الحيضُ، فإن انقطع علىٰ أكثرِهما أو قبلهُ فالكلُّ نفاسٌ. (الدّرّ المختار مع ردّالمحتار: ۴۳۱/۱-۴۳۲، كتاب الطّهارة، باب الحيض، مطلب في حكم وطي المستحاضة ومن بذَكَرِهٖ نجاسةٌ) ظفیر

دس، پندرہ دن میں خون نفاس بند ہوگیا، اور ہمیشہ اس کو یہی عادت ہے تو وہ بعد خون بند ہونے کے نماز پڑھ سکتی ہے، اورروزہ رکھ سکتی ہے یا نہیں؟ اس کا شوہر اس سے صحبت کرسکتا ہے یا نہ؟

(۱۳۴۱/۱۴۸۷ھ)

الجواب: اگر اس کو عادت یہی ہے تو بعد انقطاعِ دم غسل کر کے اس پر نماز اور روزہ فرض ہوجاتا ہے، اوراس عورت سے اس کے شوہر کوہم بستری کرنا بھی درست ہے(۱) فقط (۱/۲۸۱)

بچہ پیدا ہوجانے کے بعد کب تک جماع کی ممانعت ہے؟

سوال: (۳۵۹) جس عورت کے بچہ پیدا ہوا ہو، اس کے ساتھ کب تک جماع کی ممانعت ہے؟ (۶۲۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جس عورت کے بچہ پیدا ہوا ہو، اس کے لیے مدت نفاس زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے، پس اگر کسی عورت کو اس مدت میں برابر خون کم وبیش آتا رہے، تو اس کا شوہر چالیس دن تک اس سے مجامعت نہیں کرسکتا، بعد چالیس دن کے جائز ہے، اور چونکہ نفاس میں کم مقدار کی کچھ مدت نہیں ہے، اس لیے اگر چالیس دن سے پہلے خون منقطع ہوجاوے تو بعد غسل کے اس سے صحبت جائز ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۸۱-۲۸۲)

---

(۱) أمّا المعتادةُ فتردُّ لعادتِهَا و كذا الحيضُ (الدّرّ المختار :۱/۴۳۲) و فيه قبلُ : و إن انقطع ...... لأقلّهِ إلخ لايحلُّ حتّى تَغْتَسِلَ أو تَتَيَمّمَ بِشرطِهِ أو يمضِيَ عليها زَمَنٌ يَسَعُ الغُسلَ و لُبسَ الثّيابِ و التّحريمةَ إلخ. (الدّرّ مع الشّامي:۱/۴۲۵-۴۲۶، كتاب الطّهارة، باب الحيض، مطلب: لوأفتىٰ مفتٍ بشيء من هذهِ الأقوالِ في مواضعِ الضّرورةِ طلبًا للتّيسيرِ كانَ حسنًا) ظفیر

(۲) و أكثرُهُ أربعون يومًا ، كذا رواه التّرمذيّ وغيره إلخ ، فإن انقطع علىٰ أكثرِهما أو قبلهُ فالكلُّ نفاسٌ . (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار : ۱/۴۳۱-۴۳۲، كتاب الطّهارة ، باب الحيض ، مطلب في حكم وطي المستحاضة و من بِذَكَرِهِ نجاسةٌ)

وتُوْطَأُ بلا غسلٍ بِتَصَرُّمٍ لأكْثَرِهِ ، ولأقلّهِ لا حتّى تَغتسلَ أويَمضيَ عليها أدنىٰ وقتِ صلاةٍ (كنز الدّقائق)　= =

حالتِ نفاس میں جماع کرلیا تو تلافی کی کیا صورت ہے؟

سوال: (۳۶۰) اگر ایامِ ممانعت میں جماع کرے تو فریقین کے لیے کیا تلافی ہے؟
(۶۲۹/۱۳۴۱ھ)

الجواب: توبہ اور استغفار کرے اور آئندہ کو ایسا نہ کرے۔ درمختار میں لکھا ہے کہ اگر حالت حیض میں اس کا شوہر اس سے جماع کرے تو توبہ واستغفار کرے، اور مستحب ہے کہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کردے کما ورد في الحديث (۱) پس بہ حالت نفاس جماع کرنے میں بھی صدقہ کردینا اچھا ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۸۱/۱-۲۸۲)

چالیس دن پر ایک عورت پاک ہوئی، پھر ایک ہفتہ کے بعد خون آیا تو وہ استحاضہ کا خون ہے

سوال: (۳۶۱) ایک عورت کو پورے چالیس روز نفاس رہا، بعد چالیس روز کے آٹھ، سات

= = اعْلَمْ أنّ هذهِ المسئلةَ على ثلاثةِ أوجهٍ : لأنّ الدّمَ إمّا ينقطِعُ لتمامِ العَشَرَةِ ، أو دونهَا لتمامِ العادةِ ، أو دونهما ؛ فَفيمَا إذا انقطعَ لتمامِ العشَرةِ يَحِلُّ وطْؤُهَا بمُجرّدِ الانقطاعِ ، و يُستحَبُّ لهُ أن لا يَطأها حتّى تَغتسلَ ، وفيما إذا انقطعَ لِمَا دونَ العَشَرَةِ دونَ عادتِها لايَقْرَبُهَا وإن اغتسلتْ مالم تمضِ عادتُها، وفيما إذا انقطعَ لِلْأقلِّ لِتمامِ عادتِها إن اغتسلتْ أومضٰى عليها وقتُ صلاةٍ حلَّ وإلَّا لَا. وكذا النّفاسُ إذا انقطعَ لِمَا دونَ الأربعينَ لِتمامِ عادتِها فإن اغتسلتْ أو مضَى الوقتُ حلَّ وإلَّا لا إلخ. (البحر الرّائق: ۳۴۸/۱-۳۵۲، كتاب الطّهارة، باب الحيض) ظفير

(۱) عن ابن عبّاسٍ رضي اللّٰه عنهما عن النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم في الّذي يأتي امرأتهُ وهي حائضٌ ، قال يتصدّقُ بدينارٍ أو نصفِ دينارٍ . (سنن أبي داؤد: ۳۵/۱، كتاب الطّهارة، باب في إتيان الحائض)

(۲) ثمّ هوَ ــــ أي وطؤ الحائض ــــ كبيرةٌ لو عامدًا مختارًا عالمًا بالحُرمةِ لا جاهلاً أو مُكْرَهًا أو ناسيًا فتلزمهُ التّوبةُ و يندبُ تَصَدُّقُهُ بدينارٍ أو نصفِهٖ ، ومَصْرِفُهُ كزكاةٍ . (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴۲۸/۱-۴۲۹، كتاب الطّهارة ، الباب الرّابع: باب الحيض ، قبيل مطلب في حكم وطي المستحاضة ومن بِذَكَرِهٖ نجاسةٌ) ظفير

روز پاک رہی، پھر سرخ خون آیا، یہ خون حیض شمار ہوگا یا استحاضہ؟ پہلی دفعہ تیس دن خون نفاس رہا تھا؟ (۷۴۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: نفاس اس کا اس دفعہ چالیس دن ہے، اور آٹھ سات دن کے بعد جو خون آیا وہ استحاضہ کا ہے، کیونکہ پندرہ دن طہر کے؛ بعد نفاس کے پورے نہیں گذرے(۱) قال في الشّامي: إنّ الأصلَ فيه أنّ المخالفةَ للعادةِ إن كانتْ في النّفاسِ ، فإنّ جاوزَ الدّمُ الأربعينَ فالعادةُ باقيةٌ تردُّ إليها ، و الباقي استحاضةٌ ، و إن لم يُجاوِزْ انتقلتْ العادةُ إلى ما رأتْهُ و الكلُّ نفاسٌ إلخ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۸۳/۱)

اگر کسی عورت کو تین ماہ تک مسلسل خون آئے تو حیض کے ایام کس طرح شمار کیے جائیں گے؟

سوال: (۳۶۲) معنی طہر چیست؟ اگر زنِ را بلا ناغہ تا مدت سہ ماہ خون رواں باشد، مدت حیضش چہ گونہ محسوب گردد، از ابتداء ماہ؟ (۴۴۲/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: حیض معتادہ موافق عادت او گرفتہ، باقی را حکم طہر باید داد، و اگر معتادہ نیست مبتدأہ است دہ روز کہ اکثر حیض است از ہر ماہ حیض شمردہ، در باقی بست روز نماز و روزہ بکند، دمے کہ زائد از اکثر مدت حیض است، یا زائد عادت معتادہ است، آن استحاضہ است، نماز و روزہ دراں واجب است۔ ومعنی طہر عدم حیض است، وتفصیل مسائل حیض واستحاضہ ومعتادہ ومبتدأہ از کتب فقہ باید جست (۳) فقط (۲۸۳/۱-۲۸۴)

---

(۱) و أقلُّ الطُّهرِ بينَ الْحَيضتينِ أو النّفاسِ و الحيضِ خمسةَ عَشَرَ يومًا و لَيَالِيْهَا إجماعًا (الدّرّ المختار) هذا إذا لم يكن في مدّةِ النّفاسِ . (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴۱۴/۱، كتاب الطّهارة ، باب الحيض) ظفیر

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴۳۳/۱، كتاب الطّهارة ، باب الحيض ، مطلب في حكم وطي المستحاضة و من بِذَكَرِه نجاسةٌ .

(۳) وأكثرُهُ عشرةٌ بعشرِ ليالٍ، كذا رواه الدّار قطني وغيره ، والنّاقصُ عن أقلّه ، والزّائدُ على أكثرِه أو أكثرِ النّفاس أو علَى العادةِ ، وجاوزَ أكثرَهما، وما تَرَاهُ صغيرةٌ دونَ تِسعٍ علىٰ المعتمدِ وآيسةٌ علىٰ ظاهرِ المذهبِ ، و حاملٌ إلخ استحاضةٌ و أقلُّ الطُّهرِ بينَ الْحَيضتينِ أو النّفاسِ و الحيضِ خمسةَ عَشَرَيومًا ولَيَالِيْهَا إجماعًا ولاحدَّ لأكثرِه إلخ. (الدّرّالمختار مع ردّ المحتار: ۴۱۳/۱-۴۱۴، كتاب الطّهارة ، باب الحيض) ظفیر

ترجمہ سوال: (۳۶۲) طہر کے معنی کیا ہیں؟ اگر کسی عورت کو بلا ناغہ مسلسل تین ماہ خون آئے تو اس کے حیض کی مدت کس طرح شمار کی جائے گی؟ کیا شروع ماہ سے شمار ہوگی؟

الجواب: معتادہ کا حیض اس کی عادت کے موافق شمار کیا جائے گا، باقی دن طہر کے حکم میں ہوں گے، اور اگر معتادہ نہیں ہے، تو ہر ماہ میں سے دس دن جو حیض کی اکثر مدت ہے حیض کے شمار ہوں گے، اور باقی بیس دن میں نماز، روزہ ادا کرے اور وہ خون جو حیض کی اکثر مدت سے زائد ہے، یا معتادہ کی عادت سے زائد ہے وہ دم استحاضہ ہے، ان ایام میں نماز روزہ ادا کرنا عورت پر واجب ہے۔ اور طہر کے معنی ہیں: حیض کے خون کا نہ آنا۔ اور حیض واستحاضہ اور معتادہ ومبتدأہ کے مسائل کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس عورت کو پانچ دن حیض آتا تھا اس کو کبھی دس دن کبھی گیارہ دن خون آتا ہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۶۳) ایک عورت کو پانچ دن حیض کی عادت تھی، بعد میں کبھی دس دن خون آتا، کبھی گیارہ دن، تو پانچ دن کے بعد یہ بہ حکم حائضہ ہے یا طاہرہ؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: اگر دس دن کے اندر اندر خون آیا ہے تو کل حیض شمار ہوگا، اور اگر دس دن سے تجاوز کر گیا تو صورتِ مذکورہ میں ایام عادت یعنی پانچ دن حیض اور باقی استحاضہ شمار ہوگا۔ ہدایہ و شرح وقایہ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۸۴/۱)

---

(۱) اس حوالہ کی تخریج کتاب الطّھارۃ کے سوال (۳۵۷) کے حواشی میں مذکور ہے۔
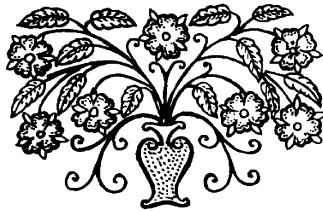
معذور کے احکام

معذور شرعی کب ہوتا ہے؟

سوال: (۳۶۴) معذور شرعی جس کو وقتیہ وضو سے نماز وغیرہ پڑھنے کی اجازت ہے اس کی مفتی بہ تعریف کیا ہے؟ مجھے ریاح جاری رہتی ہے قریب قریب کوئی نماز بدون اس کے نہیں گذرتی، آیا میرے لیے صرف ایک دفعہ وضو کر لینا ہر وقت کے لیے کافی ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۶۸۳ھ)

الجواب: معذور شرعی ابتداءً اس وقت ہوتا ہے کہ تمام وقت نماز میں کوئی وقت ایسا اس کو نہ مل سکے کہ وضو کر کے نماز بدون اس عذر کے ادا کر سکے۔ بِأن لايَجِدَ في جميعِ وقتِها زَمَنًا يَتوضّأُ و يُصلّي فيهِ خاليًا عنِ الحَدَثِ إلخ ، و هٰذا شرطُ العُذرِ في حقِّ الابتداءِ ، و في حقِّ البقاءِ كَفٰى وجُودُهُ في جزءٍ منَ الوقتِ و لو مرّةً ، و في حقِّ الزّوالِ يُشترطُ استيعابُ الانقطاعِ تمامَ الوقتِ إلخ (۱) (درمختار) پس اگر ایک دفعہ بھی تعریف مذکور اس پر صادق آ گئی تو وہ معذور ہو گیا پھر اس وقت تک معذور ہی رہے گا جب تک وہ عذر بالکل منقطع نہ ہو جاوے، پس ایسے معذور کو وقت میں ایک دفعہ وضو کر لینا کافی ہے، تمام وقت میں اس عذر کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے، پھر خروج وقت سے وہ وضو باطل ہو جاتا ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۹۸-۲۹۹)

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱/۴۳۷-۴۳۸، كتاب الطّهارة، الباب الرّابع : باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور .

(۲) فإذا خرج الوقت بطل (الدّرّ المختار) أفاد أنّ الوضوءَ إنّما يبطل بخروج الوقت فقط لابدخوله ، خلافًا لزفر .(الدّرّ المختار والشّامي: ۱/۴۳۹، كتاب الطّهارة ، باب الحيض ، مطلب في أحكام المعذور)

معذورشرعی ہونے کے لیے کیا شرط ہے؟

سوال: (۳۶۵) طہارت کے بارے میں معذور ہونے کی کیا شرط ہے؟(۱)
(۱۵۹۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ابتداء میں معذورشرعی ہونے کے لیے یہ شرط کتب فقہ میں لکھی ہے کہ ایک نماز کا وقت اس پر ایسا گزر جاوے کہ اس میں اس کو اس قدر مہلت نہ ملے کہ وضو کر کے بلا اس عذر کے نماز فرض پوری پڑھ سکے اگر کسی ایک وقت بھی ایسا ہو چکا ہے کہ اس کو مہلت نماز ادا کرنے کی بدون اس عذر کے نہیں ملی، تو وہ معذور ہو گیا، اس کے بعد تمام وقت میں ایک بار بھی عذر مذکور کافی ہے(۲)
(۲۸۴/۱-۲۸۵)

جس کو پیشاب وغیرہ کا قطرہ آتا ہے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۶۶) کسی شخص کو عارضہ قطرہ پیشاب یا منی کا ہے، ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟ آیا دوبارہ وضو کرے اور کپڑا پاک کرے یا کیا؟ (۴۰۹/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اگر قطرہ پیشاب وغیرہ کا آنا حدِ عذر شرعی کو نہیں پہنچا تو جب کہ قطرہ باہر آنا یقینی ہو وضو کرنا ضروری ہے(۳)[اور شبہ ہو تو وہم نہ کرے، اگر کپڑے کی ناپاکی قدرِ درہم سے متجاوز ہے تو کپڑے کو دھونا بھی ضروری ہے(۴)] (۵) اور اگر حدِ شرعی کو پہنچ گیا ہے بہ ایں طور کہ تمام وقت

---

(۱) اس سوال کی عبارت رجسٹر میں نہیں ہے۔۱۲

(۲) حوالہ اور اس کی تخریج سابقہ جواب کے حاشیہ میں گزر چکی۔

(۳) ويَنقضُهُ خروجُ كلِّ خارجٍ نجسٍ .... منهُ أي من المتوضِّيءِ الحَيِّ مُعْتَادًا أو لا ، من السّبيلينِ أو لا، إلٰى ما يَطهُرُ إلخ (الدّرّ المختار) قوله: (معتادًا) كالبولِ والغائطِ (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۲۳۴/۱-۲۳۵، كتاب الطّهارة ، مطلب: نواقض الوضوء) ظفیر

(۴) وعفى قدر الدّرهم وزنًا في المتجسّدة و هو عشرون قيراطًا ، و مساحة في المائعة و هو قدر مقعّر الكفّ داخل مفاصل الأصابع كما وفّقه الهندواني ، و هو الصّحيح ، فذلك عفو من النّجاسة المغلّظة ، فلايعفى عنها إذا زادت على الدّرهم مع القدرة على الإزالة (مراقي الفلاح مع حاشية الطّحطاوي، ص:۱۵۶-۱۵۷، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس والطّهارة عنها)

(۵) قوسین کے درمیان جو عبارت ہے اس کا اضافہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے کیا گیا ہے۔۱۲

نماز میں اتنا وقت بھی اس کو نہیں ملا کہ وضو پورا کر کے نماز پڑھے، اور قطرے سے محفوظ رہا ہو تو وہ شخص معذور شرعی ہو گیا، اس کا حکم یہ ہے کہ تمام وقت میں ایک بار وضو کر کے تمام وقت کی جو نماز چاہے پڑھے، اعادۂ وضو کی ضرورت اس وقت میں نہیں ہے، جب وقت نکل جائے گا وضو ٹوٹ جائے گا۔ كذا في الدّرّ المختار وغيره(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۸۵)

سوال: (۳۶۷) قطرے والے مریض کو خواہ وقفہ سے آوے، یا جلدی جلدی قطرہ آوے معذور ہے یا نہ؟ اور ایک وضو سے ایک وقت کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہ؟ (۶۶۳/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جب کہ وہ معذور ہو گیا، اور شرعاً اس پر حکم مریض کا لگ گیا تو اب خواہ قطرہ وقفہ سے آوے یا جلدی جلدی، ایک وضو سے تمام وقت میں فرض، سنت، نفل پڑھ سکتا ہے(۱) فقط (۱/ ۲۸۸)

سوال: (۳۶۸) کسی کو عارضۂ تقطیرِ بول اس درجہ کو بڑھ جاوے کہ کسی روز چار رکعت کے اندر بھی بند نہ ہو تو (اب) اس کو یہ رخصت حاصل ہوگئی کہ بعد وضو نماز پوری کیا کرے، درمیان میں قطرہ آوے یا نہ آوے، اور اگر یہ حالت ہو کہ پھر قطرہ دیر دیر کر آنے لگے تو اس کے لیے تا صحتِ کامل (یہی)(۲) رخصت رہے گی، یا جب کبھی جس نماز میں قطرہ آوے گا تو وضوئے جدید کر کے نماز از سرِ نو پڑھے گا؟ (۱۱۳۶/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس کو یہ رخصت حاصل ہوگئی، وہ معذور شرعاً ہوا، پھر تا صحتِ کامل یہ رخصت رہے گی۔ كذا في الدّرّ المختار(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۸۶-۲۸۷)

---

(۱) وصاحبُ عُذرٍ مَنْ بِهِ سَلَسُ بولٍ لا يُمكنُهُ إمساكُهُ أو استطلاق بطنٍ أو انفلاتُ ريحٍ إلخ، إنْ استَوْعَبَ عُذرُهُ تمامَ وقتِ صلاةٍ مفروضةٍ بأن لا يَجِدَ في جميعِ وقتِها زَمَنًا يَتوضّأُ ويُصلّي فيهِ خاليًا عنِ الحَدَثِ، وَلَو حُكمًا، لأنّ الانقطاعَ اليسيرَ ملحقٌ بالعدمِ، وهٰذا شرط العُذرِ في حقِّ الابتداءِ، وفي حقِّ البقاءِ كَفٰى وجودُهُ في جزءٍ منَ الوقتِ و لو مرّةً إلخ وحكمُهُ الوضوءُ لا غَسْلُ ثَوْبِهِ ونحوِهِ لِكلِّ فرضٍ، اللاّمُ للوقتِ كما في ﴿لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ﴾ ثمَّ يُصلّي بِهِ فيهِ فرضًا ونفلاً، فدخلَ الواجبُ بالأولٰى، فإذا خرجَ الوقتُ بَطَلَ (الدّرّالمختار مع ردّ المحتار: ۱/ ۴۳۷-۴۳۹، كتاب الطّهارة، الباب الرّابع: باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور) ظفیر

(۲) سوال میں قوسین والے الفاظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ اور درست کیے گئے ہیں۔

(۳) حوالہ پہلے گزر چکا۔

معذور وقت سے پہلے وضو کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۶۹) ایک شخص کو پیشاب میں قطرہ آتا ہے اور ہر وقت آتا رہتا ہے، چونکہ یہ شخص ہر نماز کے واسطے تازہ وضو کرتا ہے، مغرب کے وقت اس کی ایک یا دو رکعت جماعت سے فوت ہوجاتی ہے، ایسے وقت میں وقت سے پہلے وضو کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۴۰۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جب کہ وہ شخص معذور ہے تو اس کو قبل از وقت وضو کرنا درست نہیں ہے (وقت کے اندر اندر ہی اس وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے)(۱) پس وقت کے بعد ہی وضو کرے اگر چہ جماعت فوت ہوجاوے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۸۸-۲۸۹)

جریان کی کثرت سے جس کا کپڑا خراب رہتا ہے وہ نماز کس طرح پڑھے؟

سوال: (۳۷۰) خاکسار مرض جریان میں مبتلا ہے، اور ایسی حالت ہے کہ ہر وقت کپڑا خراب رہتا ہے، نہا کر بھی پاک رہنا مشکل ہے؛ اب فرمائیے کہ نماز کیسے ادا کروں؟ (۲۶۱/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: ایسی حالت میں آپ اسی حالت میں وضو کرکے نماز پڑھ لیا کریں، غسل کی ضرورت نہیں ہے، یہ ودی وغیرہ ہے منی نہیں ہے، اس میں وضو لازم ہوتی ہے، اور نماز کے لیے دوسرا کپڑا رکھیں، اگر نماز کی حالت میں بھی قطرہ آوے تو نماز پوری کرلیں، نماز صحیح ہوجاتی ہے، بعد نماز کے اس پاجامہ کو اگر قطرہ لگا ہو دھو کر رکھ دیں، دوسری نماز کے وقت پھر اس کو پہن کر وضو کرکے نماز پڑھیں، بہر حال! نماز اسی حالت میں پڑھتے رہیں وہ نماز صحیح ہے(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۸۹)

حالتِ عذر میں بھی نماز پڑھنا ضروری ہے

سوال: (۳۷۱) مرضِ جریان وغیرہ سے ایک شخص مجبور ہے، اور طاقت زائل ہوتی رہتی ہے،

(۱) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۲) حوالہ پہلے گزر چکا۔

(۳) وحكمُهُ الوضوءُ، لاغَسْلُ ثَوْبِهٖ ونحوِهٖ لِكلِّ فرضٍ (الدّرّالمختارمع ردّ المحتار: ۱/ ۴۳۸ كتاب الطّهارة ، الباب الرّابع : باب الحيض ، مطلب في أحكام المعذور)

آیا ایسی حالت میں بھی وہ احکام دین نماز وغیرہ ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۹۹۷/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اسی حالت میں سب کام کرے، معذور کا مسئلہ بھی فقہ میں موجود ہے، جو شخص معذور ہو وہ وقت کے اندر نماز ایک وضو سے پڑھ سکتا ہے، اور تلاوت قرآن شریف اور درود شریف وتسبیح وغیرہ درست ہے، جب وقت نکل جائے گا وضو نہ رہے گا (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۹۲)

بیس رکعت تک جس کا وضو رہے وہ معذور نہیں

سوال: (۳۷۲) مریض سلسل بول یا نکسیر یا ریاح جس کو بارہ (۱۲) پندرہ (۱۵) بیس (۲۰) رکعت سے زیادہ وضو نہ ٹھہر سکتا ہو، اور مہلت تمام شب وروز میں کسی وقت اس سے زیادہ نہ ملتی ہو وہ ہر وقت بغرض تلاوت یا پڑھانے طلباء کو قرآن شریف تیمّم سے چھوسکتا ہے یا نہیں؟ اور سجدۂ تلاوت پڑھ کر یا سن کر تیمّم سے کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔ (۶۱۳/ ۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: وہ شخص معذور شرعی نہیں ہے (۲) اس کو قرآن شریف کا چھونا اور سجدۂ تلاوت بدون وضو کے درست نہیں ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۸۷)

جس کو قطرہ وغیرہ آتا ہے اس کا کپڑا ناپاک ہوگیا تو دھونا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۷۳) جس شخص کو قطرہ وغیرہ آتا ہو اور وہ معذور ہو، جب اس نے نماز پڑھنے کا

(۱) حوالہ پہلے گزر چکا۔

(۲) شرطُ ثبوتِ العُذرِ ابتداءً أن يَستوعبَ استمرارهُ وقتَ الصّلاةِ كاملاً و هو الظّاهرُ كالانقطاعِ لا يَثبتُ ما لم يَستَوْعِب الوقتَ كُلَّهُ. (الفتاوى الهنديّة: ۱/ ۴۰، كتاب الطّهارة، الباب السّادس في الدّماء المختصّة بالنّساء، الفصل الرّابع في أحكام الحيض والنّفاس والاستحاضة) ظفیر

(۳) يجبُ بسببِ تلاوةِ آيةٍ إلخ بشروطِ الصّلاةِ المُتقدِّمَةِ. (الدّرّ المختار) ولهٰذا لا يجوزُ أداءُ ها بالتّيمّمِ إلّا أن لا يَجِدَ ماءً إلخ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۲/ ۵۰۳-۵۰۶، كتاب الصّلاة، الباب الثّاني عشر: باب سجود التّلاوة) ظفیر

ارادہ کیا تو کپڑا دھولیا، لیکن پھر کپڑا ناپاک ہوگیا، تو کیا دوبارہ اس کو کپڑا دھونا ضروری ہے یا نہیں؟ (۸۸۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: معذور اگر ایسا ہے کہ اگر وہ کپڑے کو دھوئے تو خیال ہے کہ نماز سے فارغ ہونے سے (پیشتر)(۱) پھر نجس ہوجاوے گا تو دھونے کی ضرورت نہیں (۲) دوسرے وقت کے لیے دھونا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۲۸۷-۲۸۸)

بیٹھ کر نماز پڑھنے میں قطرہ نہیں نکلتا تو بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے

سوال: (۳۷۴) مجھے بول کا عارضہ ہے، دن رات میں بیس، پچیس مرتبہ پیشاب آتا ہے، اور پائجامہ تر ہوجاتا ہے، اس لیے وضو نہیں رہتا ہے، نماز کے وقت تازہ وضو کر لیتا ہوں، مگر حالت نماز میں نشست و برخواست سے قطرہ نکل جاتا ہے، ہر رکعت میں یہی حالت ہوتی ہے، اس واسطے نماز بیٹھ کر ادا کرتا ہوں، ایسی حالت میں قطرہ نہیں نکلتا اور بیٹھ کر نماز پڑھنے میں پیٹ رانوں سے لگ جاتا ہے، اور سجدہ کے وقت پیروں کی انگلیاں قبلہ کی طرف نہیں ہوتیں، بلکہ دونوں پیر بچھا کر بیٹھنے میں سکون رہتا ہے، سیدھا پیر کھڑا رکھ کر قعدہ میں بیٹھنے سے بہت تکلیف ہوتی ہے، اس لیے یہ نماز درست ہوئی یا نہیں؟ (۱۵۳۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: يَجِبُ ردُّ عُذرِهِ أو تَقليلُهُ بِقدرِ قُدرتِهِ ولو بصلاتِهِ مُوْمِئًا إلخ وفي الشّامي : وكذَا لوسَالَ عندَ القيامِ يُصلِّي قاعدًا إلخ (۳) پس صورت موجودہ میں آپ کو نماز بیٹھ کر پڑھنا درست ہے، جب کہ اس سے قطرہ بند ہوتا ہے، اور سجدہ کے وقت اگر بہ ضرورت

---

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (پیشتر) کی جگہ ''پہلے'' تھا، رجسٹر نقول فتاویٰ سے تصحیح کی گئی ہے۔

(۲) و إن سالَ على ثوبِهِ فوقَ الدّرهمِ ، جازَ لَهُ أن لا يَغسلَهُ إن كانَ لو غَسَلَهُ تَنَجَّسَ قبلَ الفراغِ منها أي الصّلاةِ ، وإلَّا يَتَنَجَّسُ قبلَ فراغِهِ فلا يجوزُ تركُ غَسلِهِ ، هو المختارُ للفتوىٰ . (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱/ ۴۳۹، كتاب الطّهارة، الباب الرّابع : باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور) ظفیر

(۳) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/ ۴۴۰-۴۴۱، كتاب الطّهارة، الباب الرّابع : باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور ، قبيل باب الأنجاس .

مذکورہ انگلیاں قبلہ کی طرف نہ ہوں، تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے، جس طرح سہولت ہو اور قطرہ بند ہو اسی طرح کریں اور نماز پڑھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۸۹-۲۹۰)

نماز کا وقت شروع ہونے پر نکسیر بہنے لگی اور بند نہیں ہوئی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۷۵) نماز کا وقت شروع (ہونے پر نکسیر بہنے لگی، اور بند نہیں ہوئی، اندیشہ قضائے نماز کا ہے تو کیا حکم ہے؟) (۹۵۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اگر دخولِ وقت کے بعد کسی کو عذر نکسیر وغیرہ پیش آیا تو وہ آخری وقت تک انتظار کرے، اگر نکسیر جاری (رہی) (۱) تو اسی حالت میں وضو کر کے نماز ادا کرے، اور اگر دوسرے وقت عذر کا استیعاب رہا تو اعادہ لازم نہیں ورنہ اعادہ لازم ہے (۲) (از شامی، ص: ۲۸۱، ج: ۱) فقط (۱/۲۸۵-۲۸۶)

ناسور ہر وقت بہتا ہے تو صاحبِ ناسور معذور ہے، وہ غیر معذورین کا امام نہیں ہوسکتا اور کپڑے کے دھونے کا حکم

سوال: (۳۷۶) ایک شخص کو عارضۂ ناسور ہے اور قطرہ قطرہ رطوبت خارج ہو کر کپڑے میں جذب ہو جایا کرتی ہے، اور یہ مرض دائمی ہے، تو یہ شخص عصر کے وضو سے مغرب کی نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اسی کپڑے کو پہنے ہوئے نماز پڑھنا اور امام ہونا درست ہے یا نہیں؟ (۱۱۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: وہ شخص معذور ہے، اور معذور غیر معذورین کا امام نہیں ہوسکتا۔ کما في الدّرّ المختار: ولاَ طاهرٍ بمعذورٍ (۳) اور معذور وقت کے اندر نماز اس عذر کے ساتھ پڑھ سکتا ہے،

(۱) سوال و جواب میں قوسین کے درمیان جو عبارت ہے اس کا اضافہ اور تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی۔

(۲) و لو عَرَضَ بعدَ دخولِ وقتِ فرضٍ انتظرَ إلی آخرِہ ، فإن لم ینقطعْ یتوضّأُ ویصلّي ثمّ إنْ انقطعَ في أثناءِ الوقتِ الثّاني یُعیدُ تلك الصّلاةَ ، وإن استوعبَ الوقتَ الثّانيَ لا یُعیدُ لثبوتِ العذرِ حینئذٍ مِنْ وقتِ العُروضِ. (ردّ المحتار علی الدّرّ المختار: ۱/۴۳۸، کتاب الطّهارة، الباب الرّابع: باب الحیض، مطلب في أحکام المعذور، قبیل باب الأنجاس) ظفیر

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲/۲۸۷، کتاب الصّلاة، الباب الرّابع: باب الإمامة، مطلب: الواجب کفایة هل یسقط بفعل الصّبيّ وحده؟.

اور کپڑے کے دھونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ اندیشہ ہے کہ اگر کپڑے کو دھویا جاوے گا تو پھر نماز سے پہلے ناپاک ہو جاوے گا، تو نہ دھونا درست ہے، اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے تک درہم سے زیادہ ناپاک نہ ہوگا تو دھونا چاہیے(۱) (۱/۲۸۶۔ نیز: ۱/۲۹۵-۲۹۶)

سوال: (۳۷۷) جس شخص کے ناسور ہو، وہ معذور ہے یا نہیں؟ (۲۹/۸۸۴-۱۳۳۰ھ)

الجواب: ناسور اگر ہر وقت بہتا ہے تو صاحب ناسور معذور ہے(۲) فقط واللہ اعلم (۱/۲۸۸)

خروجِ ریح کا مریض کس طرح وضو کرے اور نماز پڑھے؟

سوال: (۳۷۸) زید کو اکثر ریاح جاری رہتی ہیں، اور بعض دفعہ کامل وقت نماز کا گزر جاتا ہے کہ وہ مرض مذکور سے فارغ رہتا ہے، کیا وہ معذور شرعی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور وضوئے واحد سے حالتِ ابتلاء میں نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۹۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ابتداء میں صاحب عذر ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ تمام وقتِ نماز میں اس کو اتنا وقت نہ ملے کہ وضو کر کے نماز بدون اس عذر کے پڑھ سکے، (پس) اگر ایک بار بھی ایسا وقت آ چکا ہے کہ اس کو اتنا موقع نہیں ملا کہ تمام وقت نماز میں بدون اس عذر کے وضو اور نماز پوری کر سکا (ہو) تو وہ معذور ہو گیا، اس کو ایک وضو سے تمام وقتِ نماز میں (نمازِ)(۳) فرض ونفل پڑھنا درست ہے، اور جب وقت نکل گیا وضو اس کا باقی نہ رہا، پھر وہ شخص اس وقت تک معذور رہے گا کہ تمام وقتِ نماز میں ایک بار بھی اس کو عذر مذکور واقع ہو جاوے۔ في الدّرّ المختار: إنْ استوْعَبَ عُذرُهُ تمامَ وقتِ

(۱) وإن سالَ علىٰ ثوبِهِ فوقَ الدّرهمِ ، جازَ لَهُ أن لا يَغسلَهُ إن كانَ لو غَسَلَهُ تَنَجّسَ قبلَ الفراغِ منها أي الصّلاةِ ، وإلّا يَتَنَجّسُ قبلَ فراغِهِ فلا يجوزُ تركُ غَسلِهِ ، هو المختارُ للفتوىٰ.
(الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱/۴۳۹، كتاب الطّهارة، الباب الرّابع : باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور) ظفیر

(۲) قوله: (وهذا إذا لَمْ يَمْضِ عليهمْ وقتُ فرضٍ إلّا وذلك الحدثُ يوجد فيه إلخ) فالحاصلُ أنّ صاحبَ العُذرِ ابتداءً مَن استوعَبَ عُذرهُ تمامَ وقتِ صلاةٍ ولو حُكمًا ، لأنّ الانقطاعَ اليسيرَ ملحقٌ بالعدمِ ، و في البقاءِ مَن وُجدَ عُذرهُ في جزءٍ منَ الوقتِ ، و في الزّوالِ يُشترطُ استيعابُ الانقطاعِ حقيقةً . (البحر الرّائق: ۱/۳۷۶-۳۷۷، كتاب الطّهارة ، باب الحيض) ظفیر

(۳) قوسین کے درمیان والے الفاظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیے گئے ہیں۔

صلاةٍ مفروضةٍ بأن لا يَجِدَ في جميعِ وقتِها زَمَنًا يَتوضّأُ، ويُصلِّي فيهِ خاليًا عنِ الحَدَث إلخ وهٰذا شرط العُذرِ في حقِّ الابتداءِ، وفي حقِّ البقاءِ كَفٰى وجودُهُ في جزءٍ منَ الوقتِ ولومرّةً وفي حقِّ الزّوالِ يُشترطُ استيعابُ الانقطاعِ تمامَ الوقتِ حقيقةً(۱) (درمختار) فقط (۱/۲۹۰-۲۹۱)

جو ریاح کا مریض ہے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۷۹) زید کو بعض دفعہ اس قدر استخراجِ ریاح بڑھ جاتا ہے کہ اطمینان سے وضو پورا نہیں کرسکتا؛ نماز تو درکنار، اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ وضو بھی اور دو تین رکعت پڑھ لیتا ہے، مگر ریاح نہیں آتی ہے، ایسی حالت مذکورۂ بالا میں زید بلا خطر نماز پڑھا کرے یا کوئی دوسرا حکم شارع علیہ السلام کا ہے، ہر دو حالت میں زید اس وضو سے جس سے اس نے نماز ادا کی ہے، تلاوتِ کلام پاک دیکھ کر یا اور کوئی وظائف یا درود پڑھ سکتا ہے، یا تعلیم دے سکتا ہے، یا ہر کسی کے لیے وضو تازہ کیا کرے؟

(۴۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس کا حکم معذور کا ہے، ہر ایک وقت کے لیے جدا وضو کرے، اور وقت کے اندر ایک دفعہ وضو کرنے سے فرض اور سنن اور نوافل اور سجدۂ تلاوت اور تلاوتِ قرآن بہ مس مصحف کرسکتا ہے(۲) اور وظائف، تسبیح وتہلیل ودرود شریف تو بلا وضو بھی پڑھ سکتا ہے(۳) فقط (۱/۲۹۷-۲۹۸)

سوال: (۳۸۰) مجھ کو معدہ کی کمزوری کی باعث اخراجِ ریح کا بھی مرض معلوم ہوتا ہے، اکثر نماز میں بھی ریح خارج ہوجاتی ہے، اور مجھ کو بہ طور دورہ کے رہتا ہے، ایام دورہ میں ایک نماز کے لیے

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱/۴۳۷-۴۳۸، کتاب الطّهارة، الباب الرّابع: باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور .

(۲) وحكمهُ الوضوءُ ...... لكلّ فرضٍ أي فالمعنى لوقتِ كلِّ صلاةٍ إلخ ثمّ يصلّي بهِ فيه فرضًا ونفلاً فدخلَ الواجبُ بالأولٰى فإذا خرج الوقت بطل (الدّرّ المختار) أفاد أنّ الوضوءَ إنّما يبطلُ بخروجِ الوقتِ فقط ، لا بدخولِهِ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۴۳۸-۴۳۹، کتاب الطّهارة، الباب الرّابع : باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور) ظفیر

(۳) فالوضوءُ لمطلقِ الذِّكر مندوبٌ وتركُهُ خلافُ الأولٰى، وهو مرجعُ كراهةِ التّنزيهِ. (الدّرّ المختار مع الشّامي: ۱/۲۸۳، کتاب الطّهارة ، مطلب يُطلَق الدّعاءُ على ما يشملُ الثّناء) ظفیر

چار پانچ مرتبہ وضو کرنا ہوتا ہے، ایسی حالت میں کیا حکم شرعی ہے؟ (۶۵/۷-۱۳۳۹ھ)

الجواب: ایام دورۂ ریاحی میں وقت میں ایک دفعہ وضو کرنا کافی ہے، اسی وضو سے تمام وقت میں فرض وسنن ونوافل ادا کرنا جائز ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۲۹۸)

زخم سے نماز کے پورے وقت تک خون جاری رہا، پھر کبھی وقت کے اندر خون آتا ہے، کبھی نہیں آتا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۸۱) کسی شخص نے فساد خون کے دفع کرنے کے لیے اپنی ساق میں ایسا زخم کرلیا کہ زخم کرتے ہی خون جاری ہوگیا، اور پورا ایک وقت نماز کا خون جاری رہا، مگر زخم کو تازہ رکھنے کے لیے نیم کی لکڑی کی ایک چھوٹی سی گوٹی اس کے اندر داخل کرکے اوپر سے دو چار تہ کپڑے کی ایک پٹی بھی باندھ لی، جس کی وجہ سے کبھی کبھی کچھ خون یا پیپ جاری ہوتی ہے، کبھی دو تین وقت تک خون بند رہتا ہے، اور کبھی ایک وقت کے اندر دو تین مرتبہ خون یا پیپ جاری ہوتا ہے، آیا یہ شخص معذور شمار کیا جائے گا یا نہیں؟ (۱۹۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وصاحبُ عذرٍ إلخ إن استوعبَ عذرُهُ تمامَ وقتِ صلاةٍ مفروضةٍ بأن لا يجدَ في جميعِ وقتِها زَمنًا يتوضّأُ ويُصلّي فيه خاليًا عن الحدثِ إلخ وهٰذا شرطُ العذرِ في حقِّ الابتداءِ، وفي حقّ البقاءِ كفي وجوده في جزءٍ من الوقتِ ولو مرّةً، وفي حقِّ الزّوالِ يُشترطُ استيعابُ الانقطاعِ تمامَ الوقتِ حقيقةً إلخ (۲) (درمختار) اس عبارت سے معذور کے متعلق جو کچھ تفصیل تھی ظاہر ہوگئی، پس ابتداءً جب کہ نماز کے ایک وقت کامل میں خون جاری رہا، تو وہ شخص معذور ہوگیا، اور پھر جب تک تمام وقت میں انقطاع حقیقۃً نہ ہوگا وہ شخص معذور ہی رہے گا، اور معذور شخص غیر معذورین کا امام نہیں ہوسکتا (۳) فقط واللہ اعلم (۱/۲۹۴)

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱/۴۳۷-۴۳۸، كتاب الطّهارة، الباب الرّابع: باب الحيض مطلب في أحكام المعذور.

(۳) ولا طاهرٍ بمعذورٍ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲/۲۸۷، كتاب الصّلاة، الباب الرّابع: باب الإمامة، مطلب: الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصّبيّ وحده؟) ظفیر

جس کے زخم سے مواد نکلتا رہتا ہے وہ عصر کے وضو سے مغرب کی نماز نہیں پڑھ سکتا

سوال: (۳۸۲) میری پنڈلی میں ایک پھوڑا تھا، جس میں سوراخ ہو کر مواد خارج ہو گیا، وہ سوراخ ابھی باقی ہے، اور اس میں سے رقیق مواد خارج ہو رہا ہے زخم کی شکل نہیں ہے، سوائے شب اور صبح کے اس پر گیلی مٹی پلٹس (۱) کی طرح باندھی جا رہی ہے، مٹی باندھ کر ظہر، عصر، مغرب کے واسطے وضو کرتا ہوں، عشاء اور فجر کے وقت کپڑے کی گدی بنا کر باندھ دی جاتی ہے؛ تو ظہر کے وضو سے عصر کی یا عصر کے وضو سے مغرب کی نماز پڑھ سکتا ہوں بلا پٹی کھولے جب کہ وضو باقی ہو؟

(۲۲۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر اس سوراخ میں سے (۲) کچھ کچھ مواد نکلتا رہتا ہے تو وہ شخص معذور ہے، اس کو ایک وضو سے دوسرے وقت کی نماز پڑھنا درست نہیں ہے، وقت کے نکلنے سے اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے، دوسرے وقت کے لیے پھر تازہ وضو کرنا چاہیے۔ درمختار میں ہے: **وحكمهُ الوضوءُ ...... لكلِّ فرضٍ إلخ ، فإذا خرجَ الوقتُ بَطَلَ إلخ** (۳) اور معذور کی تعریف یہ ہے کہ ابتداءً اس کو ایسی نوبت آئی ہو کہ تمام وقت میں اتنی دیر کو بھی مواد نکلنا نہ رکا ہو جس میں وضو کر کے نماز پڑھ سکے۔ درمختار میں ہے: **وصاحبُ عذرٍ مَن بهِ سَلَسُ بَولٍ إلخ أو بِعَيْنِهِ رَمَدٌ إلخ (أي و يَسيلُ منهُ الدّمعُ .شامي) إن استوعبَ عذرُهُ تمامَ وقتِ صلاةٍ مفروضةٍ بأن لا يجدَ في جميعِ وقتِها زَمنًا يتوضّأُ ويُصلّي فيه خاليًا عن الحدثِ إلخ وهٰذا شرطُ العذرِ في حقِّ الابتداءِ ، وفي حقّ البقاءِ كفي وجودهِ في جزءٍ من الوقتِ ولو مرّةً إلخ** (۳) فقط واللہ اعلم (۲۹۴/۱-۲۹۵)

---

(۱) پلٹس: (پُ، لْ، ٹِ، س: POULTICE) لیپ، ضماد۔ (فیروز اللغات)

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں 'کچھ کچھ' سے پہلے 'ہر وقت' تھا، مگر رجسٹر نقول فتاویٰ میں یہ لفظ نہیں ہے، اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔

(۳) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/ ۴۳۷-۴۳۹، كتاب الطّهارة ، الباب الرّابع: باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور .

نجاستیں اوران کو پاک کرنے کا بیان

کپڑے کوشراب لگ جائے تو کپڑا دھونے سے پاک ہو جاتا ہے

سوال: (۳۸۳) کپڑے پرشراب لگ جائے تو وہ پاک ہوسکتا ہے یا نہیں؟(۱)

(۱۳۶۲/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: شراب اگر کپڑے کو لگ جاوے مانند دوسری نجاسات کے دھونے سے پاک ہوسکتا ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۰۰)

انگریزی رنگ اور گیرو سے رنگے ہوئے کپڑوں کا اور ولایت سے جو رنگین کپڑے آتے ہیں ان کا حکم

سوال: (۳۸۴)......(الف) (انگریزی) رنگ سے کپڑا (رنگنا اور) اس سے نماز پڑھنا درست ہے یا نہ؟ اور ولایت سے رنگے ہوئے (جو کپڑے) آتے ہیں ان سے نماز پڑھنا اور خارجًا ان کا استعمال درست ہے یا نہیں؟

(ب) مٹی اور گیرو سے کپڑا رنگنا جائز اور پاک ہے یا نہ؟ (۱۰۱۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) عموم بلویٰ کی وجہ سے اور نیز اس وجہ سے کہ شراب کا ہونا ان رنگوں

---

(۱) اس سوال کی عبارت رجسٹر میں نہیں ہے۔۱۲

(۲) و یجوزُ رفعُ نَجاسةٍ حقیقیّةٍ عن محلّها بماءٍ و لو مُستعمَلاً و بِكلِّ ماءٍ طاهرٍ قالعٍ إلخ . (تنوير الأبصار مع الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۴۴۲، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس)

میں یقینی نہیں ہے، نماز ان کپڑوں سے جو اس رنگ میں رنگے ہوں درست ہے۔ اسی طرح رنگین (کپڑے)(۱) چھینٹ (۲) وغیرہ سے جو ولایت سے رنگے ہوئے آتے ہیں؛ نماز درست ہے، اور نماز میں اور خارج نماز میں پہننا ان کا درست ہے (۳)

(ب) اور مٹی اور گیرو سے کپڑا رنگنا بھی جائز ہے اور پاک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۰۴/۱)

پڑیا کے رنگ سے رنگے ہوئے کپڑوں میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۸۵) پڑیا کے رنگے ہوئے کپڑوں سے نماز پڑھنا درست ہے یا نہ؟
(۹۶۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جب تک کوئی امر یقینی معلوم نہ ہو شک کی وجہ سے حرمت اور نجاست ثابت نہ ہوگی (۳) بناءً علیہ نماز پڑھنا پڑیا کے رنگے ہوئے کپڑوں سے درست ہے، اور عموم بلویٰ اس کے علاوہ ہے بایں ہمہ احتیاط کرنا اچھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۱۲/۱)

کپڑے پر ناپاکی لگ گئی اور معلوم نہیں کہ کس جگہ لگی ہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۸۶) اگر سوتے ہوئے روئی کے کپڑے پر داغ ناپاکی کا لگ جاوے، اور یہ معلوم نہ ہو کہ کس جگہ لگا ہے، تو اس کے پاک کرنے کی کیا صورت ہے؟ سب (کپڑے)(۴) کو دھونے سے روئی خراب ہوتی ہے۔ (۱۰۳۱/۱۳۳۵ھ)

---

(۱) سوال وجواب میں قوسین والے الفاظ کا اضافہ اور تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔

(۲) چھینٹ: رنگین چھپا ہوا کپڑا۔ (فیروز اللغات)

(۳) و لو شكَّ في نجاسةِ ماءٍ أو ثوبٍ أو طلاقٍ أو عِتقٍ لم يُعتبرْ (الدّرّ المختار) في التّتارخانيّةِ من شكّ في إنائِهِ أو ثَوبِهِ أو بدنِهِ أصابتْهُ نجاسةٌ أو لا ، فهو طاهرٌ ما لم يَستيقنْ إلخ و كذا ما يتّخذُهُ أهلُ الشّركِ أو الجَهَلَةِ من المسلمينَ كالسَّمْنِ والخُبزِ والأطعمةِ والثّيابِ اهـ ملخّصًا .
(الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۲۵۴/۱، كتاب الطّهارة ، قبيل مطلب في أبحاث الغسل)

(۴) قوسین کے درمیان جو لفظ ہے اس کا اضافہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے کیا گیا ہے۔ ۱۲

الجواب: ایسے کپڑے کا کوئی سا کونہ دھولیا جاوے سب پاک سمجھا جاوے گا(۱)(۱/۳۲۴)

کپڑے پر خنزیر کا خون یا شراب گر جائے تو کس طرح پاک کیا جائے؟

سوال: (۳۸۷) اگر کسی کپڑے پر خون خنزیر کا یا شراب گر جائے، تو وہ کس طرح پاک کیا جائے؟(۲۳۹۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: تین دفعہ دھونے سے پاک ہوجاوے گا، یعنی جیسا کہ پیشاب پاخانہ کو دھویا جاتا ہے، اور پاک کیا جاتا ہے، اسی طرح شراب اور دم خنزیر سے دھویا اور پاک کیا جاوے گا(۲)(۱/۳۳۶)

روئی دار کپڑا ناپاک ہوجائے تو کس طرح پاک کیا جائے؟

سوال: (۳۸۸) روئی دار کپڑا نجس ہوجاوے تو دھونے سے پاک ہوسکتا ہے، یا روئی نکلوا کر دوبارہ بھروانے سے پاک ہوگا؟ اور اگر نجاست خشک ہوتو کیوں کر پاک ہوگا؟(۲۰۳۱/۱۳۴۳ھ)

الجواب: دھونے سے پاک ہوسکتا ہے، اور خشک نجاست کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کو

---

(۱) و غَسْلُ طَرَفِ ثَوْبٍ أوْ بَدَنٍ أَصَابَتْ نَجَاسَةٌ مَحَلًّا منهُ ونُسِيَ الْمَحَلُّ مُطَهِّرٌ لَهُ وإنْ وَقَعَ الْغَسْلُ بِغَيْرِ تَحَرٍّ و هو الْمُخْتَارُ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۴۶۳، كتاب الطّهارة، الباب الخامس : باب الأنجاس، مطلب: العرقيّ الّذي يستقطر من درديّ الخمر نجس حرام بخلاف النّوشادر) ظفیر

(۲) و كذا يطهرُ محلُّ نجاسةٍ ...... مرئيّةٍ بعدَ جَفافٍ كدمٍ بِقَلْعِهَا أي بزوالِ عَيْنِها وأثَرِهَا ولو بِمرّةٍ أو بِمَا فوقَ ثلاثٍ في الأصحّ إلخ ، ويطهُرُ محلُّ غيرِهَا أي غيرِ مرئيّةٍ بغلبةِ ظنّ غاسلٍ لو مُكلَّفًا ، و إلاّ فمستعمل طهارةَ محلّها بلا عددٍ ، بهٖ يُفتىٰ . وقُدِّرَ ذلك لمُوَسْوِسٍ بغَسلٍ وعَصْرٍ ثلاثًا. قوله: (و إلاّ فمستعمل) أي و إن لم يكن الغاسل مكلّفًا بأن كان صغيرًا أو مجنونًا يعتبر ظنّ المستعمل للثّوب لأنّه هو المحتاج إليه زيلعيّ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۴۶۴-۴۶۸، كتاب الطّهارة الباب الخامس: باب الأنجاس، مطلب: العرقيّ الّذي يستقطر من درديّ الخمر نجس حرام بخلاف النّوشادرِ)

دھو یا جاوے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۶۵)

سوال: (۳۸۹) روئی کا کپڑا دھونے سے پاک ہوجاتا ہے یا نہیں؟ جب کہ وہ ناپاک ہوجائے، اوراس کے دھونے کا کیا طریقہ ہے؟(۶۵۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: دھونے سے پاک ہوجاتا ہے، اورکوئی نیا طریقہ اس کے دھونے کا نہیں ہے، لیکن اگرنجاست صرف اوپر کے استر پر ہے اور روئی تک نہیں پہنچی، تو صرف اوپر کا استر دھولینا کافی ہے، اور اگر روئی تک پہنچی ہے تو روئی وغیرہ کا دھونا بھی ضروری ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۲۶)

شکی آدمی ناپاک کپڑا کتنی مرتبہ دھوئے؟

سوال: (۳۹۰) اگر کپڑے پر نجاست لگی ہو تو کتاب ’’رکن دین‘‘ میں لکھا ہے کہ ایک بار دھونے سے پاک ہوجاوے گا، اور شکی آدمی کے لیے پانچ سات بار دھونے سے پاک ہوگا کیا ایسے ہی صحیح ہے؟(۱۴۷۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: جب کہ کوئی نجاست بہ ظاہر لگی ہوئی کسی کپڑے کو نہ ہو تو اس کو پاک سمجھنا چاہیے، ایک دفعہ دھونے کی بھی ضرورت نہیں ہے، اور تین دفعہ دھونے سے ہر ایک کپڑا ناپاک ہر ایک کے حق میں پاک ہوجاتا ہے، مُوسوس ہو یا غیر مُوسوس (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۶۶)

---

(۱) وكذا يطهرُ محلُّ نجاسةٍ إلخ مرئيّةٍ إلخ و يطهُرُ محلُّ غيرِهَا أي غيرِ مرئيّةٍ بغلبةِ ظنِّ غاسلٍ إلخ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۴۶۴-۴۶۸، كتاب الطّهارة الباب الخامس: باب الأنجاس، مطلب: العرقيّ الّذي يستقطر من درديّ الخمر نجس حرام بخلاف النّوشادرِ)

(۲) فعلم بهٰذا أنّ المذهبَ اعتبارُ غلبة الظّنّ و أنّها مقدّرة بالثّلاث لحصولها به في الغالب وقطعًا للوسوسة ...... و هو ظاهر المتون حيث صرّحوا بالثّلاث و اللّٰه اعلم .

و قُدّر ذلك لموسوس بغسل و عصر ثلاثًا أو سبعًا (قوله أو سبعًا) ذكره في الملتقى و الاختيار ، و هذا علٰى جهة النّدب خروجًا من خلاف الإمام أحمد رحمه اللّٰه تعالٰى. (ردّ المحتار و الدّرّ المختار : ۱/۴۶۸، كتاب الطّهارة الباب الخامس: باب الأنجاس، مطلب في حكم الوشم)

ناپاک کپڑا ایک مرتبہ تالاب میں ڈبو کر نچوڑنے سے پاک ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۹۱) ناپاک پانی سے کپڑا دھوکر ایک مرتبہ تالاب میں ڈبو کر نچوڑنے سے پاک ہوتا ہے یا نہیں؟ (۲۲۰۴/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر دریا کا پانی اس پر خوب بہہ جاوے، اور پھر نچوڑا جاوے تو پاک ہوجاتا ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۴۵)

ناپاک کپڑا کتنی دیر جاری پانی میں چھوڑنے سے پاک ہوجاتا ہے؟

سوال: (۳۹۲) جس کپڑے پر نجاست غیر مرئیہ ہو، وہ کتنی دیر جاری پانی میں چھوڑنے سے پاک ہوں گے؟ (۵۹۴/۱۳۴۰ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: أمّا لو غُسِلَ في غديرٍ أو صُبَّ عليهِ ماءٌ كثيرٌ أوجرىٰ عليهِ الماءُ طَهُرَ مُطلقًا(۲) اور کبیری شرح منیہ میں ہے: وَالّذي في فتاوىٰ قاضي خان و الخلاصة وعامّة الكتب: ترك فيه يومًا و ليلةً و هو الصّحيحُ ، و لعلّ الألفَ سقطت في تلك العبارةِ و الأصلُ: يومًا أو ليلةً بأوْ ، لا بالواوِ ، فإذا ترك يومًا أو ليلةً في النّهر حتّٰى جرى الماءُ عليه يطهُرُ إلخ (۳) اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز جاری پانی میں ایک دن یا ایک رات چھوڑی جاوے وہ پاک ہوجاتی ہے(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۴۸)

---

(۱) أمّا لو غُسِلَ في غديرٍ أو صُبَّ عليهِ ماءٌ كثيرٌ أوجرىٰ عليهِ الماءُ طَهُرَ مُطلقًا بلا شرطِ عصرٍ وتجفيفٍ وتكرارِ غَمْسٍ ؛ هوالمختارُ (درّمختار) ولو غَمَسَ الثّوبَ في نهرٍ جارٍ مرّةً وعَصَرَهُ يَطهُرُ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۴۷۰-۴۷۱، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، مطلب في حكم الوشْم)

(۲) ردّ المحتار: ۱/۴۷۰-۴۷۱، كتاب الطّهارة ، باب الأنجاس .

(۳) غنية المستملي المعروف بالحلبي الكبيري ، ص:۱۶۲، فصل في الآسار .

(۴) یعنی ناپاک کپڑا جاری پانی میں ایک دن یا ایک رات چھوڑا جائے تو نچوڑے بغیر پاک ہوجاتا ہے، جیسا کہ مذکورہ عبارت کے آگے کبیری میں ہے: حتّٰى جرى الماءُ عليه يَطْهُرُ مِنْ غيرِ عَصْرٍ و لا تجفيفٍ. (غنية المستملي المعروف بالحلبي الكبيري ، ص:۱۶۲، فصل في الآسار) محمد امین

پیشاب وغیرہ سے تر کپڑا تالاب میں ہلانے سے پاک ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۹۳) پیشاب وغیرہ سے تر رہتے وقت تالاب میں ہلانے سے کپڑا پاک ہوتا ہے یا نہ؟ (۱۳۳۹/۲۲۰۴ھ)

الجواب: نچوڑنے سے پاک ہوجاوے گا (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۴۵/۱)

ناپاک کپڑا تین دفعہ دھونے اور نچوڑنے سے پاک ہوجاتا ہے

سوال: (۳۹۴) موٹا کپڑا اگر تھوڑا ناپاک ہو، اور نچوڑنے میں تکلیف نہ ہوتو اس کے نچوڑنے سے کپڑا پاک ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۱۸۹ھ)

الجواب: اس صورت میں تین دفعہ دھونے اور نچوڑنے سے وہ کپڑا پاک ہوجاوے گا (۲) فقط (۳۴۹/۱)

ریشمی کپڑا دھونے سے خراب ہوجاتا ہے تو کس طرح پاک کیا جائے؟

سوال: (۳۹۵) ریشمی کپڑا اگر دھونے سے خراب ہوتو کس طرح پاک کیا جائے؟ (۱۳۴۳/۸۲۱ھ)

الجواب: اُس کپڑے کا دھونا ضروری ہے، بدون دھونے کے پاک نہ ہوگا، البتہ اگر بوجہ زیادہ باریک ہونے کے مبالغہ سے نہ نچوڑے تو گنجائش جواز کی ہے۔ **كما في الدّرّ المختار: و لو لم يُبالِغ لِرِقَّتِهِ هل يطهُرُ؟ الأظهرُ نعم للضّرورة** (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۶۲/۱-۳۶۳)

---

(۱) أصاب البولُ ثوبَهُ فغمسَهُ مرّةً واحدةً في نهرٍ جارٍ ، وعصرَهُ يطهُرُ ، و هذا قولُ أبي يوسف أيضًا في غير ظاهر الرّواية . (غنية المستملي ، ص:۱۶۱، فصل في الآسار) ظفیر

(۲) وإن كانتْ غيرَ مرئيّةٍ يَغسلُها ثلاثَ مرّاتٍ كذا في المحيطِ. ويُشترطُ العصرُ في كلِّ مرّةٍ فيما يَنعصِرُ ويُبالغُ في المرّةِ الثّالثةِ إلخ. (الفتاوى الهنديّة: ۴۲/۱، كتاب الطّهارة، الباب السّابع في النّجاسةِ و أحكامِها، الفصل الأوّل في تطهير الأنجاس) ظفیر

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴۶۹/۱، كتـاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، مطلب في حكم الوشم .

بوریے کی طہارت میں تین دفعہ خشک کرنے کی شرط ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۹۶) بوریہ وغیرہ میں جو تین دفعہ خشک کرنا فقہاء نے لکھا ہے یہ ضروری ہے، یا مستحسن؟ (۱۳۴۳/۸۵۸ھ)

الجواب: تثلیثِ جفاف سے مراد انقطاع تقاطر لیا ہے(۱) اور ماء کثیر اور جاری میں مرات کی بھی ضرورت نہیں ہے(۲) (درمختار و شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۶۴/۱)

جب بارش ہو رہی ہے اس وقت ناپاک چھت کا پانی پاک کپڑے پر گرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۹۷) مکان کی چھت پر اگر پرند جانور جس کا پاخانہ ناپاک ہے پاخانہ کردیوے، اور پانی برس کر اس چھت پر گرے، اور چھت کا پانی مکان کے اندر پاک کپڑے وغیرہ پر گرے تو پاک ہے یا نہ؟ (۱۳۴۷-۴۶/۲۳۱ھ)

الجواب: اس صورت میں کپڑا وغیرہ پاک ہے(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۷۰/۱)

---

(۱) بتثليثِ جَفافٍ أي انقطاعِ تقاطرٍ (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۳۰۷/۱، باب الأنجاس) زاد القهستانيّ: وذهابِ النّداوةِ . وفي التّاترخانيّةِ حدّ التّجفيفِ أن يصيرَ بحالٍ لا تَبْتَلُّ منه اليدُ ولا يُشترطُ صيرورتُهُ يابِسًا جدًّا . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴۶۹/۱، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، مطلب في حكم الوشم) ظفیر

(۲) أمّا لو غسل في غدير أو صب عليه ماء كثير أو جرى عليه الماء مطلقًا بلا شرط عصرٍ و تجفيفٍ و تكرارِ غَمْسٍ ؛ هو المختار . (الدّرّ المختار مع الشّامي: ۴۷۰/۱-۴۷۱، كتاب الطّهارة ، باب الأنجاس ، مطلب في حكم الوشم)

(۳) وعلى هذا ماءُ المطرِ إذا جرى في الميزابِ وعلى السّطحِ عَذِراتٌ فالماءُ طاهرٌ إلخ ، قال في الحلية: ينبغي أن لا يُعتبرَ في مسئلةِ السّطحِ سوَى تغيُّرِ أحدِ الأوصافِ (ردّ المحتار: ۳۰۰/۱، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب الأصحّ أنّهُ لايُشترطُ في الجرَيَانِ المَدَدُ) ظفیر

جس تالاب میں ناپاک کپڑے دھوئے جاتے ہیں
اس کی مٹی کپڑے کو لگ جائے تو کپڑا ناپاک نہیں ہوتا

سوال: (۳۹۸) تالاب میں نجس کپڑے کو دھونے کے بعد اگر تالاب کے اندر کی مٹی پاک کپڑے کو لگ جاوے تو کپڑا پاک ہے یا نہیں؟ (۲۳۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: پاک ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۷۰/۱)

پیشاب کی چھینٹیں کپڑے پر پڑ جائیں تو کپڑا ناپاک ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۹۹) ایک شخص کی عمر ۶۰ سال کی ہے، پیشاب میں عجلت ہوتی ہے، اس وجہ سے اکثر پیشاب کرنے میں ایسی چھینٹیں پاپچوں پر پڑ جاتی ہیں کہ جو معلوم نہیں ہوتیں، اس کپڑے سے نماز درست ہے یا نہ؟ (۸۷۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ایسی چھینٹیں باریک جو معلوم نہ ہوں معاف ہیں، ان سے کپڑا اور بدن ناپاک نہیں ہوتا، ایسے کپڑے سے نماز صحیح ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۰۶/۱-۳۰۷)

---

(۱) کیوں کہ ناپاک کپڑے دھونے سے بڑا تالاب ناپاک نہیں ہوتا۔ و لـذا قال في الخلاصةِ : الماءُ النّجسُ إذا دخلَ الحوضَ الكبيرَ لا يَنجُسُ الحوضُ إلخ. (ردّ المحتار: ۳۰۲/۱، كتاب الطّهارة الباب الأوّل: باب المياه، مطلب: لو أدخل الماءَ من أعلى الحوض ، وخرج من أسفلهٖ فليس بجارٍ، تحت قولهٖ وكذا يجوز براكدٍ كثيرٍ كذلك أي وقع فيه نجس)

(۲) و عُفِيَ إلخ و بولٌ انتضح كرؤوس إبَرٍ ، وكذا جانبُها الآخرُ و إن كثُرَ بإصابةِ الماءِ للضّرورةِ (الدّرّ المختار) عن الكرمانيِّ أنّ هذا ما لم يُرَ على الثّوبِ ، و إلّا وجبَ غسلُهُ إذا صار بالجمعِ أكثرَ من قدرِ الدّرهمِ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴۵۷/۱-۴۵۸، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، مبحثٌ في بول الفأرة و بَعرِها و بول الهرّةِ) ظفیر

ناپاک کپڑا دھوتے وقت پانی کی چھینٹیں کپڑے وغیرہ کولگ جائیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۰۰) ناپاک کپڑے کو دھوتے وقت اگر بدن کو یا کپڑے پر چھینٹیں لگیں تو وہ ناپاک ہے یا نہیں؟ (۱۷۲۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس میں بھی وہم نہ کیا جاوے، البتہ ناپاک کپڑے کو احتیاط سے دھویا جاوے کہ اس کی چھینٹیں بدن پر نہ لگیں (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۷۲/۱)

سوال: (۴۰۱) پاجامہ کے رومال میں اندر کی طرف پاخانہ لگا ہوا تھا، جس کا مجموعہ قریب نصف کل دار (شاہی) روپیہ کے ہوگا، اور کرتا کا پچھلا حصہ وضو خانے کی دیوار کی تری سے یا وضو کا پانی گرنے سے تر ہوگیا، ایسی حالت میں نماز پڑھی گئی تو جانماز پاک ہے یا ناپاک ہوگئی؟ جانماز کا جو حصہ رومال سے لگتا تھا، اس کو دھویا گیا، دھونے کے وقت اس پانی کی چھینٹیں جس چیز لوٹے وغیرہ پر پڑیں وہ پاک ہے یا نہیں؟ (۱۷۲۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں جانماز اور لوٹا وغیرہ ناپاک نہیں ہیں، جانماز کے دھونے کی ضرورت نہ تھی، اوران چھینٹوں سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۷۱/۱-۳۷۲)

خیال اور وہم سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی

سوال: (۴۰۲) آب دست اور غسل کرتے وقت چھینٹوں کا خیال اور وہم ہو تو کپڑے اور بدن کی ناپاکی کا حکم ہوگا یا نہیں؟ (۱۷۲۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: خیال اور وہم سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی ایسے توہمات کو دفع کرتے رہیں، اور أعوذ باللہ پڑھتے رہیں اور ہرگز کچھ وہم نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۷۳/۱)

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

پیشاب کے قطرے کپڑے کو لگ جائیں تو کپڑے کو دھونا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۰۳) بوجہ مرض پیشاب کے قطرے کپڑے کو (لگتے رہتے ہیں، بر) (۱) وقت پاک کرنے میں دقت ہوتی ہے؛ کیا کیا جائے؟ (۲۰۱۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جب مقدار ناپاکی کی درہم کی مقدار سے بڑھ جاوے، کپڑے کو دھوکر اور پاک کر کے نماز پڑھے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۱۱/۱)

خنزیر کے بدن سے کپڑا یا بدن لگ جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۰۴) عوام میں مشہور ہے کہ جس کے کپڑے کے پلّے پر ایک طرف خنزیر لگ جاوے یا ایک پیر کو لگ جاوے تو کپڑا کل اور تمام بدن دھونا چاہیے؛ یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۱۰۷ھ)

الجواب: یہ غلط مشہور ہے خنزیر کا بدن اگر خشک ہے، اور انسان کے کپڑے یا بدن سے مس کرے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا، دھونے اور نہانے کی ضرورت نہیں ہے، اور اگر بدن خنزیر کا تر ہو اور کسی چیز کو لگ جاوے تو صرف اسی جگہ کو دھونا کافی ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۳۹/۱)

---

(۱) قوسین کے درمیان والے الفاظ کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۲) و قدرُ الدّرهم و ما دونَهُ من النّجسِ المغلّظِ كالدّمِ و البولِ إلخ جازت الصّلاةُ معَهُ و إن زاد لم تجز . (الهداية: ۱/۷۴، كتاب الطّهارات ، باب الأنجاس و تطهيرها) ظفیر

(۳) الكلبُ إذا أخذَ عُضوَ إنسانٍ أو ثوبَهُ لا يَتنجّسُ ما لم يَظْهرْ فيه أثرُ البَللِ رَاضيًا كانَ أو غَضْبانَ . كذا في مُنْيةِ المُصلّي ، قَال في الصّيْرَفيّةِ هو المختار . كذا في شَرحِها لإبراهيمَ الحلبيّ . إذَا نامَ الكلْبُ على حصيرِ المسجدِ إن كانَ يابِسًا لا يَتنجّسُ و إن كانَ رَطْبًا و لم يَظهرْ أثرُ النَّجاسةِ فَكذٰلكَ . كذَا في فتاوىٰ قاضِي خَان . (الفتاوىٰ الهنديّة: ۱/۴۸، كتاب الطّهارة ، الباب السّابع في النّجاسة و أحكامها ، قبيل الفصل الثّالث في الاستنجاء)

ناپاک کپڑا دھوبی کے دھونے سے پاک ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۰۵) اگرناپاک کپڑا دھوبی کے یہاں دے دیا جاوے تو پاک ہوجاوے گا یا نہ؟ (۶۶۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: پاک ہوجاوے گا(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۰۳/۱)

ہندو دھوبی کے گھر کا کلف کیا ہوا کپڑا پاک ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۰۶) مولوی عبدالحی صاحب نے لکھا ہے کہ ہندو دھوبی کے یہاں کا دھلا ہوا کپڑا پاک ہے، اگر ہندو دھوبی اپنے گھر کلف یعنی ماوٰی پکا کر کپڑوں کو لگا دے، تو اس صورت میں بھی کپڑا پاک ہوگا یا نہ؟ (۸۵۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس صورت میں بھی کپڑا پاک ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۱۲/۱)

دھوبی جن کپڑوں کو پہن کر کپڑے دھوتے ہیں ان ہی کپڑوں میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۴۰۷) طہارت گازران (۳) کا نماز کے واسطے کیا طریقہ ہو؟ ظاہر ہے کہ چھینٹ

---

(۱) أمّا لو غسل في غدير أو صب عليه ماء كثير أو جرى عليه الماء مطلقًا بلا شرط عصرٍ و تجفيفٍ و تكرارِ غَمْسٍ ؛ هو المختار (الدّرّ المختار) و لو غَمَسَ الثّوبَ في نهرٍ جارٍ مرّةً و عَصَرَهٗ يَطهُرُ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴۷۰/۱-۴۷۱، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، مطلب في حكم الوشْم)

(۲) جب تک ناپاکی کا یقین نہ ہو پاک ہے۔ و لو شكَّ في نجاسةِ ماءٍ أو ثوبٍ أو طلاقٍ أو عِتقٍ لم يُعتبرْ وتمامُهٗ في الأشباهِ(الدّرّ المختار) في التّتار خانيّةِ من شكّ في إنائهٖ أو ثَوبهٖ أو بدنهٖ أصابتْهُ نجاسةٌ أو لا ، فهو طاهرٌ ما لم يَستيقنْ ، وكذا الآبارُ والحِياضُ والحِبابُ الموضوعةُ في الطُّرقاتِ ويَستقي منها الصّغارُ والكبارُ والمسلمونَ والكفّارُ وكذا ما يتّخذُهٗ أهلُ الشّركِ أو الجَهَلَةِ من المسلمينَ كالسَّمْنِ والخُبزِ والأطعمةِ والثّيابِ اهـ ملخّصًا . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۲۵۴/۱، كتاب الطّهارة ، قبيل مطلب في أبحاث الغسل) ظفیر

(۳) گازران: گازر کی جمع ہے: کپڑے دھونے والا، دھوبی۔ (فیروز اللغات)

ان کے جسم پر پڑتی ہے قطعی ناپاک اور بہ کثرت، اور جب ہوا تیز ہوتی ہے؛ تو کپڑوں کا پانی ان کے جسم پر ایک مقدار معتد بہ پڑتا ہے، آیا وہ اسی حیثیت سے نماز پڑھیں یا ہر نماز کے وقت جسم کو اور جو کپڑا پہنے ہوئے ہوں اس کو پاک کیا کریں؟ (۴۵۱/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: جواب مسئلہ کا یہ ہے کہ عموم بلویٰ کی وجہ سے دھوبیوں کے بدن اور کپڑوں پر جو چھینٹیں اثوابِ مغسولہ کے پٹڑوں پر مارنے کی وجہ سے پڑتی ہیں وہ معاف ہیں، چنانچہ شامی میں ہے: **وفي الفتح : و ما تَرَشَّشَ علی الغاسلِ من غُسالةِ الميّتِ ممّا لا يُمكنه الإمتناعُ عنهُ ما دام في علاجهٖ لا يُنَجّسُهُ لِعُمومِ البلویٰ إلخ** (۱) اور دھوبیوں کے کپڑوں کی طہارت کی دوسری وجہ بھی ہوسکتی ہے، وہ یہ کہ اثوابِ مغسولہ کی پاکی ناپاکی خود مشکوک ومشتبہ وغیر متعین ہے، اور حسب قاعدہ: **اليقينُ لا يزولُ بالشّكّ**. (**ردّ المحتار**: ۱/ ۲۵۱، **کتاب الطّهارة**) شک سے نجاست کا حکم نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۳۸-۳۳۹)

جو دھوبی پاک کرنے کا طریقہ نہیں جانتا اس کا دھلا ہوا کپڑا پاک ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۰۸) جو دھوبی طہارت نہیں جانتے، ان سے کپڑا دھلوانے سے پاک ہوتا ہے یا نہیں؟ (۱۱۸۶/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: پاک ہوجاتا ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۴۱)

غیر مسلم دھوبی کے دھلے ہوئے کپڑے پاک ہیں یا ناپاک؟

سوال: (۴۰۹) غیر مسلم دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے پاک ہوں گے یا نہیں؟ (۱۴۰/ ۱۳۴۱ھ)

---

(۱) **ردّ المحتار**: ۱/ ۴۶۱، **کتاب الطّهارة، باب الأنجاس، مطلب: العرقيّ الّذي يستقطر من درديّ الخمر نجس حرام؛ بخلاف النّوشادر.**

(۲) کیوں کہ کپڑا دھونے اور نچوڑنے سے پاک ہوجاتا ہے، خواہ دھونے والا طہارت کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، حوالہ اگلے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

الجواب: پاک ہیں(۱) پس ان کپڑوں کو پاک سمجھنا چاہیے، اور نماز پڑھنا ان سے درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۵۵-۳۵۶)

بُنا ہوا کپڑا ناپاک پانی میں تر کیا جاتا ہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۱۰) نورباف (۲) کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں جو کپڑا بُنا جاتا ہے، وہ ناپاک پانی میں تر کیا جاتا ہے، وہ کپڑا بعد خریدنے کے پاک ہے یا ناپاک؟ اور اس سے نماز درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۹۰۶ھ)

الجواب: اگر خاص کسی کپڑے معین میں یہ علم ہو جائے کہ اس میں نجاست لگی ہے تو ظاہر ہے کہ وہ ناپاک ہے، اس کو پاک کرنا اور دھونا چاہیے، لیکن عام کپڑے جو ویسے فروخت ہوتے ہیں، ان سب پر حکم نجس ہونے کا نہ کیا جاوے گا، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی خاص کپڑے کی تعین ہونا کہ اس میں ضرور نجاست لگی ہے دشوار ہے، اور شک سے حکم نجاست کا نہیں ہوسکتا، لہٰذا ان کپڑوں کو پاک ہی سمجھا جاوے گا۔ ﴿وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (سورۂ حج، آیت: ۷۸) اور حدیث میں (ہے): إنّ الدّین یسرٌ (۳) اور فقہاء نے تصریح فرمائی ہے: الیقینُ لا یزولُ بالشّكّ (ردّالمحتار: ۱/ ۲۵۱، کتاب الطّهارة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۴۳-۳۴۴)

---

(۱) من شكّ في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابتْهُ نجاسةٌ أو لا ، فهو طاهرٌ ما لم يَستيقنْ ، و كذا الآبارُ والحِياضُ والجِبابُ الموضوعةُ في الطُّرقاتِ ويَستقي منها الصّغارُ والكبارُ والمسلمونَ والكفّارُ وكذا ما يتّخذُهُ أهلُ الشّركِ أو الجَهَلَةِ من المسلمينَ كالسَّمْنِ والخُبزِ والأطعمةِ والثّيابِ اهـ ملخّصًا. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/ ۲۵۴، كتاب الطّهارة ، قبيل مطلب في أبحاث الغسل)

جب غیر مسلم اور جاہل مسلمان کا پکایا ہوا کھانا اور بنا ہوا کپڑا پاک ہے تو اس کا دھویا ہوا کپڑا کیوں پاک نہ ہوگا۔ محمد امین

(۲) نورباف: پارچہ باف، جولاہا، کپڑا بننے والا۔ (فیروز اللغات)

(۳) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النّبيّ صلّى الله عليه و سلّم قال : إنّ الدِّينَ يُسْرٌ . (صحيح البخاريّ: ۱/ ۱۰، كتاب الإيمان ، باب: الدِّيْنُ يُسْرٌ)

جو پیشاب کپڑے کولگا ہے اس کی تری بدن میں محسوس ہوتو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۱۱) کبھی پیشاب خطا ہو جاتا ہے، اور پاجامہ میں صرف نمی آجاتی ہے، وہ نمی بدن میں محسوس ہوتی ہے تو بدن دھونے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور اگر ایسی حالت میں دوسرے کپڑے سے نماز ادا کی تو اس نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ (۸۷۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اگر پائجامہ میں پیشاب نکل جاوے اور پائجامہ تر ہو جاوے، پھر وہ تری پائجامہ کی بدن کو لگ جاوے تو اگر مقدار درہم یا زیادہ جگہ میں لگی ہے تو بدن کا دھونا بھی ضروری ہے، اور اگر بدون دھوئے بدن کے دوسرے کپڑے سے نماز پڑھی تو اعادہ اس نماز کا ضروری ہے۔ (درمختار وشامی)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۰۷/۱)

استدراک: اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نجاست غلیظہ درہم کے برابر ہوتو معاف نہیں، اس کا دھونا ضروری ہے، اگر دھوئے بغیر نماز پڑھے گا تو اس کا اعادہ ضروری ہے، جب کہ دیگر فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر نجاست غلیظہ درہم کے برابر ہوتو معاف ہے، درمختار میں ہے: **و عَفا الشّارِعُ عن قدرِ درهمٍ و إن كُرِهَ تحريمًا فيَجِبُ غَسلُهُ ، و ما دونَهُ تنزيهًا فيُسَنُّ ، و فوقَهُ مُبْطِلٌ فيُفرض**، اور شامی میں ہے: **و قدر الدّرهم لا يمنع و يكون مُسيئًا و إن قلّ ، فالأفضلُ أن يغسلها و لا يكون مُسيئًا . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۴۵۱/۱-۴۵۲، كتاب الطّهارة ، باب الأنجاس)**

بہشتی زیور میں ہے: نجاست غلیظہ............اگر پھیلاؤ میں روپے کے برابر یا اس سے کم ہو تو معاف ہے، بے اس کے دھوئے اگر نماز پڑھ لیوے تو نماز ہو جائے گی، لیکن نہ دھونا اور اسی طرح نماز پڑھتے رہنا مکروہ اور برا ہے، اور اگر روپے سے زیادہ ہو تو وہ معاف نہیں ہے، بے اس کے دھوئے نماز نہ ہوگی۔ (اختری بہشتی زیور حصہ دوم، ص:۲-۳، نجاست کے پاک کرنے کا بیان، مسئلہ:۲)

اور حضرت مجیب قدس سرہٗ نے بھی اگلے جواب میں صراحت فرمائی ہے کہ اگر درہم کے برابر نجاست نہیں ہے تو نماز ہو جاتی ہے، اور درہم کے برابر ہو تب بھی نماز ہو جاتی ہے، البتہ زیادہ درہم سے ہو تو دھونا ضروری ہے ـــــــ ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ اس سوال کے جواب میں قدرے تسامح ہے، واللہ اعلم بالصواب۔ محمد امین پالن پوری

شبہ سے کپڑا وغیرہ ناپاک نہیں ہوتا

سوال: (۴۱۲)......(الف) منی یا پیشاب کا شبہ کسی کپڑے پر ہے، اور یہ متعین ہے کہ قدر درہم سے کم ہے تو کپڑا پاک ہے یا ناپاک؟

(ب): جو رضائی رات کو اوڑھی جاوے، اس میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ (۳۲۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: (الف) شبہ سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا(۱) اور اگر درہم (کے) برابر نجاست نہیں ہے تو نماز ہو جاتی ہے (اور درہم کے برابر ہو تب بھی نماز ہو جاتی ہے(۲)) البتہ زیادہ درہم سے ہو تو دھونا ضروری ہے۔ درمختار میں ہے: و عَفا الشّارعُ عن قدرِ درهمٍ إلخ(۳)(۱/۳۲۱)

(ب) اور جس رضائی کو رات کو اوڑھا جاوے اس میں نماز پڑھنا درست ہے(۴) فقط

ناپاک کپڑے سے جو کپڑا لگا وہ ناپاک ہوا یا نہیں؟

سوال: (۴۱۳) ایک شخص شراب کی بھری ہوئی بوتل لایا جوتر ہے شراب میں، اس شخص نے وہ ہاتھ جس میں بوتل لایا تھا دوسرے شخص کے کپڑوں کو لگا دیئے؛ تو یہ کپڑے دھونے سے پاک ہو جاویں گے یا نہیں؟ اور کپڑے مذکور سے جو کپڑا لگا وہ بھی ناپاک ہو گیا یا نہیں؟ اور نماز اس سے صحیح ہے یا نہیں؟ اور جس ہاتھ کو شراب کی تری لگ جاوے وہ دھونے سے پاک ہوویں گے یا نہیں؟ (۱۵۶۸/۱۳۳۵ھ)

---

(۱) و لو شكَّ في نجاسةِ ماءٍ أو ثوبٍ إلخ لم يُعتبرْ. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲۵۴، كتاب الطّهارة، قبيل مطلب في أبحاث الغسل) ظفیر

(۲) قوسین کے درمیان جو عبارت ہے وہ مطبوعہ فتاویٰ میں نہیں ہے، رجسٹر نقول فتاویٰ سے اس کا اضافہ کیا گیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مفتی ظفیر صاحب نے اس جواب کو سابقہ جواب کے مطابق کرنے کے لیے اس عبارت کو نہیں لیا۔ محمد امین

(۳) اس کے آگے ہے: و عَفا الشّارعُ عن قدرِ درهمٍ و إن كُرِهَ تحريمًا فيَجِبُ غَسلُهُ، و ما دونَهُ تنزيهًا فيُسَنُّ، و فوقَهُ مُبْطِلٌ فيُفرض، وَ العبرةُ لوقتِ الصّلاةِ لا الإصابةِ على الأكثرِ. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۴۵۱-۴۵۲، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس)

(۴) سوال (ب) اور اس کے جواب کا اضافہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے کیا گیا ہے۔

الجواب: اگر تری شراب کی کپڑے کو (یا ہاتھ کو) (۱) لگ جاوے تو دھونے سے وہ پاک ہوجاتا ہے، اور جس کپڑے کو وہ کپڑا لگا، اگر دوسرے کپڑے میں بھی تری آئی تو وہ ناپاک ہوا ورنہ نہیں (۲) اور دھونے سے پاک ہوجاوے گا، اور دھونے کے بعد نماز صحیح ہے۔ فقط (۱/۳۲۴-۳۲۵)

بدن کے جس حصہ کو گانجا یا بھنگ لگ جائے اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۱۴) اگر کسی شخص کے بدن کے کسی حصے پر بھنگ یا گانجا پڑ جائے یا لگ جائے؛ تو اس کے بدن کا اس قدر حصہ کاٹ ڈالنے کے قابل ہے، یہ صحیح ہے یا غلط؟ (۳۶۹/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: یہ بیان غلط ہے کہ اُس بدن کے حصے کو کاٹ ڈالنا چاہیے، بلکہ دھو دینا اس کو کافی ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۲۶)

---

(۱) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۲) لفّ طاهر في نجس مبتل بماءٍ ، إن بحيث لو عصر قطر تنجّس و إلّا لا . و لو لُفّ في مبتلّ بنحو بول ، إن ظهر نداوته أو أثره تنجّس و إلّا لا . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۴۸۶-۴۸۷، كتاب الطّهارة ، باب الأنجاس ، فصل الاستنجاء ، مطلب في الفرق بين الاستبراء والاستنقاء والاستنجاء)

(۳) بھنگ اور گانجا اگرچہ حرام ہے مگر پاک ہے، اس لیے بدن یا کپڑے کو لگ جائے تو دھونا ضروری نہیں ہے، درّ مختار اور شامی میں ہے: و في طلاق البزّازيّة : و قال محمّد : ما أسكرَ كثيره فقليله حرام ، وهو نجسٌ أيضًا ، و لو سكر منها ، المختار في زماننا أنّه يُحدّ . (الدّرّ المختار)

قوله: (و قال محمّد إلخ) أقول: الظّاهر أنّ هذا خاصّ بالأشربة المائعة دون الجامد كالبنج و الأفيون ، فلا يحرم قليلها بل كثيرها المسكر ، و به صرّح ابن حجر في التّحفة وغيره ، و هو مفهوم من كلام أئمّتنا ، لأنّهم عدّوها من الأدوية المباحة و إن حرم السكرُ منها بالاتّفاق كما نذكره ، و لم نر أحدًا قال بنجاستها و لا بنجاسة نحو الزّعفران مع أنّ كثيره مسكر —— و بعد أسطر —— و الحاصل أنّه لا يلزم من حرمة الكثير المسكر حرمة قليله و لا نجاسته مطلقًا إلّا في المائعات لمعنى خاصّ بها . أمّا الجامدات فلا يحرم منها إلّا الكثير المسكر ، و لا يلزم من حرمته نجاسته كالسّمّ القاتل ، فإنه حرام مع أنّه طاهر ، هذا ما ظهر لفهمي القاصر . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱۰/۳۶، كتاب الأشربة) ==

ناپاک بدن پر ناپاک پانی ملا، پھر دریا میں غوطہ لگایا تو بدن پاک ہوا یا نہیں؟

سوال: (۴۱۵) نجس بدن ناپاک پانی سے مل کر دریا یا تالاب میں غوطہ لگانے سے پاک ہوتا ہے یا نہیں؟ (۲۲۰۴/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: ایک بار دریا میں غوطہ کھانے سے بدن پاک ہوجاتا ہے(۱) فقط واللہ اعلم (۱/ ۳۴۵)

سائیس کا مٹکا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۱۶) ایک سائیس (۲) قوم کا چمار ہے، اس کا مٹکا ایک مسلمان دھوکر استعمال کرتا ہے، جائز ہے یا نہیں؟ (۷۹/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے وہ مٹکا اور پانی پاک ہے (۳) فقط واللہ اعلم (۱/ ۳۰۰)

== 　احسن الفتاویٰ میں ہے:

سوال: نشہ لانے والی چیز مثلاً بھنگ وغیرہ کوٹ کر بواسیر کے مسوں پر لگائی جائے تو بغیر دھوئے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اور بھنگ پاک ہے یا ناپاک؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب: بھنگ اگر چہ حرام ہے مگر پاک ہے، بدون دھوئے نماز ہوجائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (احسن الفتاویٰ: ۲/ ۱۰۱، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس) محمد امین پالن پوری

(۱) وكذا يطهرُ محلُّ نجاسةٍ ......مرئيّةٍ ......بقلعِها أي بزوالِ عينِها و أثرِها و لو بمرّةٍ (الدّرّ المختار) قوله: (و لو بمرّةٍ) يعني إن زالَ عينُ النّجاسةِ بمرّةٍ واحدةٍ تطهُرُ ، سواءٌ كانت تلك الغَسْلَةُ الواحدةُ في ماءٍ جارٍ أو راكدٍ كثيرٍ. (الدّرّ المختار و الشّامي: ۱/ ۴۶۴-۴۶۵، كتاب الطّهارة باب الأنجاس، مطلب: العرقيّ الّذي يستقطر من درديّ الخمر نجس حرام إلخ) ظفیر

(۲) سائیس: گھوڑے کی خدمت اور دیکھ بھال کرنے والا۔ (فیروز اللغات)

(۳) قال محمّدٌ رحمهُ اللّهُ تعالَى : و يُكرهُ الأكلُ و الشّربُ في أوَانِي المشركينَ قبلَ الغَسلِ ، ومع هذا لو أكلَ أو شربَ فيها قبلَ الغَسل جاز إلخ . (الفتاوىٰ الهنديّة: ۵/ ۳۴۷، كتاب الكراهيّة ، الباب الرّابع عشر في أهل الذّمّة و الأحكام الّتي تعود إليهم) ظفیر

چمار کے گھر کا گھی استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۱۷) چمار کے گھر کا گھی خرید کراگر استعمال کرے جائز اور پاک ہے یا نہیں؟
(۱۳۳۳/۳۲-۳۵۰ھ)

الجواب: احتیاط یہ ہے کہ نہ خریدے، اگر خریدا اور استعمال کیا درست ہے، پاک ہی سمجھا جاتا ہے، جب تک کہ کوئی نجاست اس میں معلوم نہ ہو(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۰۰-۳۰۱)

جس گڑ میں سے گلا ہوا چوہا نکلا اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۱۸) ایک برتن دو تین من قند سیاہ (گڑ) سے کہ جو بہت ہی نرم ہے بھرا ہوا ہے، اس برتن میں سے قند سیاہ تقسیم کرتے ہوئے ایک موش (چوہا) گلا ہوا نکلا، جو گر کر مر گیا ہے، آیا وہ گڑ پاک ہے یا ناپاک؟ اگر ناپاک ہے تو جو چوہا نکلنے سے پہلے تقسیم کیا گیا؛ اس کا کیا حکم ہے؟
(۱۹۰۹/۱۳۳۸ھ)

الجواب: قند سیاہ میں جو چوہا مرا ہوا نکلا تو اس قند سیاہ میں سے اسی قدر ناپاک ہوا جو متصل اس چوہے کے ہے، کیونکہ جمے ہوئے گھی وغیرہ کا یہی حکم ہے، اور قند سیاہ اگرچہ نرم ہو، لیکن وہ بہنے والی اور رقیق چیز کے حکم میں داخل نہ ہوگا، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ گھی باوجود جمنے کے نرم پھر بھی رہتا ہے، پس اس قند سیاہ میں سے جو گردا گرد چوہے کے ہے، اس مقدار کو علیحدہ کر دیا جاوے وہ ناپاک ہے باقی پاک ہے، چنانچہ شامی میں من جملہ مطہرات کے: تقویر في القاموس، قارَ…… الشّيءَ: قَطَعَهُ مِنْ وَسَطِهِ خَرْقًا مُسْتَدِيْرًا كَقَوَّرَهُ إلخ (۲) سمن جامد کو شمار کیا ہے۔ قولُهُ: (تَقَوُّرُ) أي

(۱) ولو شكَّ في نجاسةِ ماءٍ أو ثوبٍ أو طلاقٍ أو عِتقٍ لم يُعتبرْ (الدّرّ المختار) في التّتار خانيّةِ من شكّ في إنائهِ أو ثَوبهِ أو بدنهِ أصابتْهُ نجاسةٌ أو لا ، فهو طاهرٌ ما لم يَستيقنْ إلخ وكذا ما يتّخذُهُ أهلُ الشّركِ أو الجَهَلَةِ من المسلمينَ كالسَّمْنِ والخُبزِ والأطعمةِ والثّيابِ اهـ ملخّصًا .
(الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۵۴، كتاب الطّهارة ، قبيل مطلب في أبحاث الغسل) ظفیر

(۲) القاموس المحيط للشّيخ محمّد بن يعقوب الفيروز آبادي الشّيرازي، ص:۲۹۷، باب الرّاء ، فصل القاف .

تقویرُ نحوِ سَمْنٍ جامدٍ من جوانبِ النّجاسةِ إلخ ، و خَرجَ بالجامدِ المائعُ و هو ما يَنْضَمُّ بعضُهُ إلى بعضٍ فإنَّهُ يَنْجُسُ كلُّهُ إلخ (۱)دوسری جگہ ہے: وَ تَقَوُّرِ نحوِ سَمْنٍ جامدٍ بأن لا يستويَ من ساعتِهِ إلخ (۲)عبارت: بأن لا يستويَ من ساعتِهِ سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ درمیان میں سے کچھ حصہ نکالنے سے باقی ہر طرف سے فوراً مل جاوے اور جب کہ چوہے کے قریب کے سوا تمام قند سیاہ پاک ہے تو جو مقدار کسی جانب سے کسی کو دی گئی وہ بھی پاک ہے۔ فقط (۱/ ۳۴۱-۳۴۲)

گھی اور دیگر کھانے کی چیزوں میں کتّا مُنہ ڈال دے تو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

سوال: (۴۱۹) گھی میں کتے نے مُنہ ڈال دیا، اس کے پاک ہونے کی کیا شکل ہے؟ کس طرح استعمال میں آسکتا ہے؟ اسی طرح اور کھانے کی چیزیں جیسے دودھ، یا کھانڈ، یا گوندھا ہوا آٹا یا سوکھا، کس طرح پاک ہوں؟ (۱۷/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: جو اشیاء خشک ہیں جیسے خشک آٹا وغیرہ، یا تر منجمد ہیں جیسے جما ہوا گھی یا گوندھا ہوا آٹا وغیرہ اگر ایسی چیزوں میں کتّا مُنہ ڈال دے تو جہاں جہاں اس کے مُنہ کی تری پہنچی ہے، اس کو علیحدہ کر دینا چاہیے، باقی پاک ہے (۳) اور جو اشیاء رقیق ہیں جیسے دودھ، تیل، یا غیر منجمد گھی وغیرہ اگر ناپاک ہو جاویں تو ان کے پاک کرنے کا طریقہ فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ اس کے ہم وزن پانی اس میں ملا کر پکایا جاوے، یہاں تک کہ پانی جل جاوے اس طرح تین دفعہ کیا جاوے۔ کذا في الدّرّ المختار (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۳۴-۳۳۵)

---

(۱) ردّ المحتار: ۱/ ۴۵۰، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس .

(۲) ردّ المحتار: ۱/ ۴۴۸، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس .

(۳) حوالہ سابقہ جواب میں گزر چکا۔

و قال في الفتاوىٰ الهنديّة: الفأرةُ لو ماتتْ في السَّمنِ إن كان جامدًا قُوِّرَ ما حولَهُ ، ورُمِيَ بهِ ، والباقي طاهرٌ يُؤكلُ ، و إن كانَ مائِعًا لم يُؤكلْ ، و يُنتفعُ بهِ من غيرِ جهةِ الأكلِ مثلُ الاستصباحِ و دَبْغِ الجلدِ ، هٰكذا في الخلاصة . (الفتاوىٰ الهنديّة: ۱/ ۴۵، كتاب الطّهارة، الباب السابع في النّجاسةِ و أحكامِها، أواخر الفصل الأوّل في تطهير الأنجاس) ظفير

(۴) درمختار کی عبارت آئندہ جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

ناپاک گھی اور تیل کے پاک کرنے کا طریقہ

سوال: (۴۲۰) تیل یا گھی میں چوہا گر کر مرگیا (اور سڑ گیا)(۱) تو شرعًا کوئی تدبیر ایسی بھی ہے، جس سے یہ نجس تیل یا گھی پاک کرلیا جاوے اور اس کا استعمال اکلاوشربا و ادّہاناً درست ہوجائے، اگر بعد التطہیر اس کا استعمال غیر اکل وشرب میں جائز ہوتو بہ حوالہ تحریر فرمایا جاوے، اور یہ سوال سمن مائع کے متعلق ہے، جمے ہوئے کے متعلق نہیں ہے۔ (۸۷۸/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وَ يَطْهُرُ لبنٌ و عَسَلٌ و دِبْسٌ و دُهْنٌ يُغْلٰي ثلاثًا(۲) اس کا حاصل یہ ہے کہ دودھ اور شہد اور تیل تین دفعہ جوش دینے سے پاک ہوجاتا ہے، یعنی ہر ایک دفعہ اس قدر جوش دیا جائے کہ پانی جل جاوے، اور یہی حکم جو تیل کا ہے گھی غیر جامد کا ہے، اور شامی میں ہے کہ تیل میں جوش دینے کی بھی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہر دفعہ پانی ڈال کر اس کو خوب ہلایا جاوے، پھر جب کچھ ٹھہرنے سے تیل اوپر آجاوے اس کو علیحدہ اٹھالیا جاوے، اسی طرح تین دفعہ کیا جاوے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۲۷)

سوال: (۴۲۱) اگر روغن زرد (گھی) میں کوئی جانور مثل چوہا وغیرہ گر کر مر جاوے تو وہ پاک ہوسکتا ہے یا نہ؟ (۳۵۰/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس کے پاک ہونے کی صورت یہ لکھی ہے کہ اس میں پانی ڈال کر تین مرتبہ اس پانی کو جلا دیوے، اور پانی ہر دفعہ برابر اس گھی وغیرہ کے ڈالے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۰۰-۳۰۱)

---

(۱) قوسین کے درمیان جو عبارت ہے اس کا اضافہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے کیا گیا ہے۔

(۲) وَ يَطْهُرُ لَبَنٌ وَعَسَلٌ وَ دِبْسٌ وَ دُهْنٌ يُغْلٰى ثلاثًا. (الدّرّ المختار) قالَ في الدّررِ: ولو تنجّسَ العَسَلُ فتطهيرُهُ أن يُصَبَّ فيهِ ماءٌ بقدرِهِ ، فيُغلٰى حتّٰى يعودَ إلى مكانِهِ . و الدُّهنُ يُصبُّ عليهِ الماءُ فيُغلٰى ، فَيَعْلُو الدُّهنُ الماءَ ، فيُرفَعُ بشيءٍ ، هٰكذا ثلاث مرّاتٍ. و قال بعد أسطر: فقد صَرَّحَ في مجمعِ الرّوايةِ وشرح القدوريّ: أنَّهُ يُصبُّ عليه مثلُهُ ماءً و يُحَرَّكُوا ، فتأمّلْ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/ ۴۷۱، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، مطلب في تطهير الدّهنِ و العَسَلِ) ظفیر

جس راب میں کتے نے مُنہ ڈال دیا اس کے پاک کرنے کا طریقہ

سوال: (۴۲۲) راب میں کتے نے مُنہ ڈال کر کھایا وہ کس طرح پاک ہوسکتی ہے؟

(۱۳۳۸/۵۸۰ھ)

الجواب: اس کے پاک ہونے کی صورت فقہاء رحمہم اللہ نے یہ لکھی ہے کہ اس راب کے برابر اس میں پانی ملا کر اس کو یعنی پانی کو جلا دیا جائے، اسی طرح تین دفعہ کرنے سے وہ راب پاک ہوجاوے گی۔ **کذا في الدّرّ المختار و الشّامي**(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۳۹)

کتے نے شوربے کی دیگ میں مُنہ ڈال دیا

تو اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

سوال: (۴۲۳) کتے نے شوربا کی دیگ میں مُنہ ڈال دیا، اور کسی قدر شوربا پی لیا تو شوربا کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ اگر شوربے میں اور کسی قدر شوربا یا پانی ملایا جائے، اور شوربا دیگ کے مُنہ پر سے بہ جاوے تو دیگ میں جو شوربا ہے، وہ پاک ہوجاوے گا یا نہیں؟

(۱۳۳۷/۱۴۲ھ)

الجواب: یہ طریق جو سوال میں لکھا ہے کہ اس دیگ میں اور شوربا یا پانی اس قدر ملایا جاوے، اور ڈالا جاوے کہ مُنہ کے اوپر کو بہ جاوے تو یہ طریق بھی پاک کرنے کا فقہاء نے لکھا ہے، اور دوسرا طریق پاک کرنے کا یہ ہے کہ جس قدر وہ شوربا ہے، اسی قدر پانی اس میں ڈال کر پکایا جاوے کہ وہ زائد پانی جل جاوے، اسی طرح تین دفعہ کیا جاوے تو وہ شوربا پاک ہوجاوے گا(۱) **قال في الشّامي :**

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

و مقتضاهُ أنَّهُ علَى القولِ الصّحيحِ تَطهُرُ الأوني أيضًا بمجرَّدِ الجَرَيَانِ (۱) و أيضًا فيه و قد مرّ: أنّ حكمَ سائرِ المائعاتِ كالماءِ في الأصحّ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۳۱-۳۳۲)

ناپاک شہد کے پاک کرنے کا طریقہ

سوال: (۴۲۴) ایک شہد کی بوتل میں چوہی گر کر مرگئی، پھولی پھٹی نہیں، اب وہ شہد پاک ہوسکتا ہے یا نہ؟ (۳۲۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: شہد کے پاک کرنے کا طریقہ کتبِ فقہ میں یہ لکھا ہے کہ بہ قدر اس شہد کے پانی ملاکر اس کو جلایا جاوے اس قدر کہ پانی جل جاوے، تین بار اسی طرح پکایا جاوے (۳) شہد پاک ہوجاوے گا۔ وَ يَطهُرُ لبنٌ و عَسَلٌ و دِبْسٌ و دُهْنٌ يُغْلٰي ثلاثًا إلخ (۴) (درمختار) (۱/۳۳۲)

گل قند کے ڈبے میں چوہا گر کر مرگیا تو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

سوال: (۴۲۵) ٹین کے ڈبے میں گل قند تھا، جب فروخت ہوتے ہوتے پانچ، چھ سیر پختہ رہ گیا؛ تو اس میں دو چوہے گر کر مرگئے، معلوم ہونے پر نکال کر پھینکے گئے، ایک چوہا زندہ تھا جو خود نکل کر بھاگ گیا، معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اسی دن مرے تھے، اب اس گل قند کو اوپر سے اٹھا کر نیچے سے فروخت کیا جاوے یا نہیں؟ اگر تمام ناپاک ہوگیا ہو تو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ گل قند پتلا تھا چوہے ڈوب گئے تھے۔ (۱۱۲۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: وہ گل قند ناپاک ہوگیا، پاک کرنے کا طریقہ ایسی اشیاء کا یہ لکھا ہے کہ اسی قدر پانی اس میں ڈال کر اتنا پکایا جاوے کہ پانی جل جاوے، اسی طرح تین دفعہ کیا جاوے (۴) مگر اہل تجربہ

---

(۱) ردّ المحتار: ۱/۳۰۸، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب في إلحاقِ نحوِ القَصْعَةِ بالحوضِ .

(۲) الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲۹۶، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب حكم سائر المائعات كالماء في الأصحّ .

(۳) مگر اہلِ تجربہ نے لکھا ہے کہ اس طرح بار بار پکانے سے شہد تلخ ہوجاتا ہے۔

(۴) الدّرّ على الرّدّ: ۱/۴۷۱، كتاب الطّهارة، مطلب في تطهير الدُّهنِ و العَسَلِ .

نے لکھا ہے کہ اس طرح بار بار پکانے سے شہد تلخ ہو جاتا ہے، لیکن اگر گل قند میں شہد نہ ہو تو شاید ایسا نہ ہوتا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۴۴/۱)

کتھّے میں پیشاب کے چند قطرے گر گئے تو کس طرح پاک ہوسکتا ہے؟

سوال: (۴۲۶) کتھا (۱) پکا کر جمانے کو رکھا تھا، ابھی گاڑھا بھی نہ ہوا تھا کہ بچہ نے اوپر سے پیشاب کر دیا، اور چندہ قطرے کتھّے میں جا پڑے، اب وہ کتھا کس طرح پاک ہوسکتا ہے؟
(۱۷۵۳/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس کتھّے کے پاک ہونے کی وہی صورت ہوسکتی ہے جو ناپاک تیل وگھی وغیرہ کے بارے میں فقہاء نے لکھی ہے۔ وَ یَطهُرُ لبنٌ و عَسَلٌ و دِبْسٌ و دُهْنٌ یُغْلٰي ثلاثًا (۲) یعنی اس میں اس قدر جس قدر وہ چیز ہے پانی ڈال کر اس کو پکادیں کہ پانی جل جاوے، اسی طرح تین دفعہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۶۱/۱-۳۶۲)

چرخی اور جن برتنوں میں گڑ بناتے ہیں ان کو کتّے چاٹتے ہیں تو ان برتنوں میں بنا ہوا گڑ پاک ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۲۷) جس چرخی میں گنوں کا رس نکالتے ہیں اور جن برتنوں میں گڑ مٹھائی بناتے ہیں ان سب برتنوں کو کتے چاٹتے ہیں، یہ گڑ وغیرہ پاک ہے یا ناپاک؟ (۱۱۷۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قواعد شرعیہ سے وہ گڑ وغیرہ پاک ہے کھانا اس کا درست ہے۔ فقط (۳۱۳/۱)

تیل نکالتے وقت غیر قوموں کے کپڑے استعمال کیے جاتے ہیں تو تیل پاک ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۲۸)......(الف) جب کولھو میں سرسوں کا تیل نکالتے ہیں تو کچھ کپڑے کی ضرورت

---

(۱) کتھا: پان کے ساتھ کھانے کی ایک سیاہی مائل چیز۔
(۲) الدّرّ علی الرّدّ : ۴۷۱/۱، کتاب الطّهارة ، مطلب في تطهیر الدُّهنِ و العَسَلِ .

ہوتی ہے جو غیر قوموں میں سے جمع کر کے استعمال کرتے ہیں تو وہ تیل پاک ہوتا ہے یا نہیں؟

(ب): غلہ گاہتے وقت اس میں بیل گوبر پیشاب کرتے ہیں یہ اناج شرعًا پاک ہے یا نہیں؟

(۲۹۱۲/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف - ب) وہ تیل پاک ہے، اوّل تو محض شبہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی، اگر نجاست یقینی ہو تو تقسیم کے بعد ہر ایک حصہ پاک ہو جاتا ہے (۱) جیسا کہ سوال (ب): کا بھی یہی جواب ہے کہ وہ اناج تقسیم کے بعد ہر ایک حصہ اس کا پاک سمجھا جاتا ہے (۲) فقط واللہ اعلم (۱/ ۳۶۹)

غلہ گاہتے وقت اناج پر بیل پیشاب گوبر کرتے ہیں اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

سوال: (۴۲۹) دریں جا گندم وغیرہ اجناس بذریعہ نرگاواں از کاہ الگ می کشیدند، ہماں وقت نرگاواں دروے بول و براز می کنند، آں غلہ بچہ طریق پاک خواہد شد؟ (۲۴۰۷/ ۱۳۴۱ھ)

الجواب: آں غلہ بعد تقسیم وغیرہ تصرفات پاک است (۳) (۱/ ۳۵۷-۳۵۸)

ترجمہ سوال: (۴۲۹) اس جگہ گندم وغیرہ اجناس بہ ذریعہ بیل سوکھی گھاس سے علاحدہ کرتے ہیں، غلہ گاہتے وقت اس میں بیل پیشاب، گوبر کرتے ہیں، اس غلہ کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب: وہ اناج تقسیم وغیرہ تصرفات کے بعد پاک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) اس کا حوالہ آئندہ حاشیہ میں مذکور ہے۔۱۲

(۲) سوال (ب) اور اس کے جواب کا اضافہ رجسٹر نقول فتاوٰی سے کیا گیا ہے۔۱۲

(۳) و بالَ حُمُرٌ خصَّها لتغليظِ بولِها علىٰ نحوِ حِنطةٍ تَدُوْسُهَا ، فَقُسِمَ أو غُسِلَ بعضُه أو ذَهَبَ بِهِبَةٍ أو أكلٍ أو بيعٍ حيثُ يَطهُرُ الباقي ، وكذا الذّاهبُ لاحتمالِ وقوعِ النّجَسِ في كلِّ طرفٍ ، كمسئلةِ الثّوبِ (الدّرّ المختار) قولُهُ: (خَصَّهَا إلخ) فيُعلمُ الحكمُ في غيرِها بالدّلالةِ . ابنُ كمال . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/ ۴۶۴، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، مطلب العرقيّ الّذي يستقطر من درديّ الخمر نجس حرام ؛ بخلاف النّوشادر) ظفير

تمبا کو پر کتا بیٹھ گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۳۰) بنی ہوئی تمبا کو رکھی ہوئی تھی، جس میں کچھ نمی (بھی) باقی تھی، رات کو کتا آ کر بیٹھ گیا، صبح کو اس میں (اس کے)(۱) روئیں پائے گئے، اب اس تمبا کو کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ (۹۳۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: تمبا کو پاک ہے، استعمال اس کا جائز ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۲۲/۱)

سرکہ میں چھپکلی گر کر مرگئی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۳۱) ایک گھڑا سرکہ قریب دس سیر کے ہے، اس میں چھپکلی گر کر مرگئی، اس کا کھانا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ اور کام میں لانا، جیسے ضماد میں لانا درست ہے یا نہیں؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: چھپکلی جس میں خون سائل نہیں ہے، اس کے مرنے سے پانی وسرکہ وغیرہ ناپاک نہیں ہوتا، اگر طبًّا اس کا کھانا مضر سمجھا جاوے تو نہ کھاوے، مگر اس صورت میں ضماد درست ہے کیوں کہ وہ پاک ہے۔ اگر بڑی قسم ہے جس میں خون بہنے والا ہے، اس کے مرنے سے پانی وغیرہ ناپاک ہوجاتا ہے، پس اگر شبہ ہے کہ خون ہے یا نہیں تو استعمال اس کا نہ کرے۔ شامی میں ہے: وکالحَيَّةِ البرِّيَّةِ الوَزَغَةُ لو كبيرةً لها دمٌ سائلٌ (۳) اگر باوجود پاک ہونے کے بہ سبب مضرت کے نہ کھاوے تو ضماد درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۱۶/۱)

اچار کے برتن میں چوہیا گر کر مرگئی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۳۲) ایک برتن میں تیل کا اچار تھا، اور تیل برتن کے اوپر منہ تک بھرا ہوا تھا، اس

---

(۱) قوسین والے الفاظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ اور درست کیے گئے ہیں۔۱۲

(۲) واعلم أنَّهُ ليس الكلبُ بنجس العينِ إلخ ، ولا خلافَ في نجاسةِ لَحْمِهِ وطهارةِ شَعْرِهِ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۳۲۲/۱-۳۲۳، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب في أحكام الدّباغة) ظفیرؔ

(۳) ردّ المحتار على الدّرّ المختار: ۲۹۶/۱، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه ، مطلب في مسئلة الوضوء من الفَساقي .

میں ایک چوہی گرکر مرگئی، تو وہ اچار پاک ہے یا ناپاک، اگر تیل کو اوپر سے پھینک دیا جاوے تو اچار کو کھا سکتے ہیں یا نہ؟ (۸۰۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: وہ تیل اور اچار سب ناپاک ہوگیا کام کا نہیں رہا(۱) تیل اگر جلانے کے کام کا ہو؛ گھر کے چراغ میں جلا لیا جاوے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۲۰/۱)

چوہے کی مینگنی کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۳۳) خرء الفار یعنی چوہے کی مینگنی کی بابت مفصل احکام کیا ہیں؟ تیل یا گھی یا کسی شربت قوام شدہ یا سرکہ یا دودھ وغیرہ میں اگر پائی جاوے تو کس حالت میں وہ چیز ناپاک ہوگی؟ اور پھولنے اور ریزہ ریزہ ہوجانے سے نجاست میں کچھ اثر ہوگا یا نہ؟ (۱۵۸۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: خرءُ الفارۃ: چوہے کی مینگنی کے متعلق درمختار باب الانجاس میں ہے: **وسیجيُ اٰخرَ الکتابِ أنّ خُرْءَ ها لا یُفسدُ مالم یَظهَرْ أثرُہٗ** (۳) یعنی چوہے کی مینگنی کسی چیز کو ناپاک نہیں کرتی، جب تک اس کا اثر ظاہر نہ ہو، یعنی زیادہ نہ ہوں کہ ان کا اثر طعم ولون وغیرہ پر ظاہر وغالب ہوجاوے، اور آخر کتاب مسائل شتی میں لکھا ہے: **ولا یُفسدُ خرءُ الفارۃِ الدُّهنَ والماءَ والحِنطةَ للضّرُورةِ إلّا إذَا ظهَرَ طَعمهُ أو لونهُ في الدُّهنِ و نحوِہٖ لِفُحشِہٖ، وإمکانِ التّحرُّزِ عنهُ حینئذٍ** (۴) (خانیہ)

(۱) و یُحکم بنجاستها مُغلّظةً من وقتِ الوقوعِ إن عُلِمَ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۳۳۴/۱، کتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المیاه، فصل في البئر) ظفیرؒ

(۲) بل یُستصبحُ بِهٖ في غیرِ مسجدٍ. (الدّرّ المختار) وإنّما هذا في الدُّهنِ المُتنجّسِ فقط. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴۴۱/۱-۴۹۱، کتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، مطلب في حکم الوشْم) ظفیرؒ

(۳) الدّرّ المختار علی ردّ المحتار: ۴۵۴/۱، کتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، مبحثٌ في بول الفأرة و بَعرِها و بول الهرّةِ.

(۴) الدّرّ المختار علی ردّ المحتار: ۳۷۶/۱۰، کتاب الخُنثی، مسائل شتّٰی.

اس سے پہلے یہ عبارت ہے: خبزٌ وُجدَ في خِلالِهٖ خُرْءُ فأرةٍ، فإن کان الخُرءُ صُلْبًا رُمِيَ بِهٖ و أُکِلَ الخبزُ (الدّرّ المختار) وفي الشّامي: القهستانيّ عن المحیط خرءُ الفأرةِ لا یُفسد الدّهنَ و الحنطةَ المَطْحُوْنَةَ ما لم یَتغیَّرْ طَعمُها، قال أبو اللّیث: و بِهٖ نأخذُ. (ردّ المحتار: ۳۷۶/۱۰، کتاب الخُنثی، مسائل شتّٰی) ظفیر

پس جس قدر اشیاء آپ نے سوال میں درج فرمائی ہیں چوہے کی مینگنی سے سب پاک رہیں گی، جب تک کثیر فاحش ہوکر ان کے رنگ یا مزہ کو نہ بدل دے، اور ریزہ ریزہ ہونا یا پھولنا سب اس بارے میں برابر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۲۹-۳۳۰)

کبوتروں کی بیٹ ناپاک نہیں

سوال: (۴۳۴) کبوتروں کی بیٹ نجس ہے یا نہیں؟ اور مسجد میں جو کبوتر رہتے ہیں ان کو فروخت کرکے ان کی قیمت اسی مسجد میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۸۹۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: کبوتروں کی بیٹ پلید نہیں ہے (۱) اور مسجد کے کبوتروں کو پکڑ کر فروخت کرکے مسجد میں اس قیمت کو صرف کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۲۲)

معجونات اور تریاق الافاعی میں ماہیت تبدیل ہوتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۳۵) صابون شحم نجس (ناپاک چربی) سے بنایا ہوا پاک ہے از روئے کتاب، وجہ اس کی تبدیلِ ماہیت بیان کی ہے، اگر یہ تبدیلِ ماہیت ہے تو جملہ معجونات اور تریاق الافاعی میں بھی تبدیل ہوجاتی ہے، کیونکہ صورت وخاصیت ہر دو جداگانہ پیدا ہوجاتی ہیں۔ (۵۷۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ تو کتبِ فقہ میں تصریح ہے کہ علتِ طہارت صابون میں تغیر وانقلابِ عین ہے، جس جگہ یہ علت پائی جاوے گی حکم طہارت دیا جاوے گا؛ مگر معجونات اور تریاق الافاعی میں یہ انقلاب بہ ظاہر حاصل نہیں ہے، اور غایت یہ کہ معجونات وغیرہ میں اگر یہ انقلاب مسلم ہوگا تو یہ ایسا ہے جیسا کہ دبسٌ مطبوخٌ إذا کان زبیبُهُ متنجِّسًا (۲) میں بعض کا خیال ہوا، مگر شامی نے اس میں بحث کرکے

---

(۱) و ذَرْقُ ما یؤکلُ لَحمُهُ من الطّیرِ طاهرٌ عندنا مثلُ الحمامِ والعصافیرِ کذا في السّراج الوهّاج . (الفتاویٰ الهندیّة: ۱/۴۶، کتاب الطّهارة ، الباب السّابع في النّجاسة و أحکامها، الفصل الثّاني في الأعیان النّجسة) ظفیر

(۲) فیُقالُ: کذلك في الدِّبسِ المطبوخِ إذا کان زبیبُهُ متنجِّسًا إلخ ، قلتُ: لٰکن قد یقال: إنّ الدِّبسَ لیس فیه انقلابُ حقیقةٍ ،لأنَّهُ عصیرٌ جَمَدَ بالطَّبخِ. (ردّ المحتار علی الدّرّ المختار: ۱/۴۵۰، کتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس) ظفیر

اس کو حکمِ انقلابِ عین سے خارج ٹھہرایا ہے، یوں تو ہر ایک مرکب میں خاصیت واثر جدا پیدا ہوتا ہے، مگر اس کو انقلابِ عین نہ کہا جاوے گا(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۰۲)

جو صابون ناپاک تیل سے بنایا گیا ہے وہ پاک ہے

سوال: (۴۳۶) بہشتی گوہر میں لکھا ہے کہ ناپاک تیل کا اگر صابون بنالیا جائے تو پاک ہے، یہ صحیح ہے یا نہ؟ (۳۳/۳۵۷-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ مسئلہ درمختار جلد اوّل ص: ۲۱۰ مطبوعہ مجتبائی میں بایں عبارت مذکور ہے: **و یطهُرُ زیتٌ تَنَجَّسَ بِجَعلِهِ صَابُونًا إلخ** (۲) اور وجہ اس کے پاک ہونے کی انقلابِ عین ہے۔ شامی میں اسی قول کے تحت میں مذکور ہے: **وعلیه یتفرّعُ ما لو وقع إنسانٌ أو کلبٌ فی قِدَرِ الصّابونِ، فصار صابونًا یکون طاهرًا لِتبدُّلِ الحقیقةِ إلخ** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۰۵)

جس دوا میں شراب، اور جس صابون میں سور کی چربی پڑتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۳۷) کسی شئے میں رس (شراب) ڈال کر دھوپ میں رکھ دی گئی، بعد کو اس شئے کو تیل میں ڈالا گیا اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ دوا جس میں (شراب) ڈال کر دھوپ سے اڑائی وہ پاک ہے یا ناپاک؟ دیگر یہ کہ سور کی چربی کسی صابن میں پڑتی ہے اس کی نسبت کسی راوی نے بیان کیا ہے کہ اس کے استعمال کا فتویٰ دیوبند نے دیا ہے، آیا یہ بات صحیح ہے یا غلط؟ ناپاک شئے کا جب استحالہ ہوجائے تو وہ پاک ہوجاتی ہے، اس کی کیا صورت ہے؟ شراب میں نمک ڈال کر سرکہ ہوجاتا ہے، استعمال جائز ہے یا نہیں؟ حلال ہے یا ناپاک یا مکروہ؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) الدّرّ المختار و الشّامي: ۱/۴۵۰، کتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس. ظفیر

الجواب: استعمال اس تیل اور دوا کا ناجائز ہے(۱) صابون کے مسئلہ کو درمختار اور شامی میں یہ لکھا ہے کہ ناپاک تیل اور نجس چربی اور مردار کی چربی سے جو صابن بنایا وہ پاک ہے بہ سبب انقلابِ حقیقت کے، جیسا کہ نمک میں کوئی مردار جانور گر جائے اور نمک ہوجائے تو وہ بھی پاک ہے، صابن کی بحث میں شامی میں ہے: **و یطهُرُ زیتٌ تَنَجَّسَ بِجَعلِهٖ صَابُونًا ، بِهٖ یُفتیٰ إلخ**(۲) (درمختار: ۱/ ۳۲۵) **وظاهرهُ أن دهنَ المیتةِ کذلك**(۲) (شامی) **ثـمّ رأیتُ في شرح المنیة : مایُؤیِّدُ الأوّلَ حیثُ قال: و علیه یتفرّعُ ما لو وقع إنسانٌ أو کلبٌ في قِدَرِ الصّابونِ ، فصارَ صابونًا یکون طاهرًا لِتبدُّلِ الحقیقةِ إلخ**(۲) (شامی)

اور درمختار میں دوسری جگہ ہے: **و لا ملح کان حمارًا أو خنزیرًا إلخ لانقلابِ العینِ ، بهٖ یُفتیٰ**(۳) (درمختار: ۱/ ۳۳۸) ان عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خنزیر کی چربی کا بھی یہی حکم ہے کہ صابن بن کر پاک ہوجاوے واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہی حکم ہے شراب کے سرکہ بنانے میں کہ سرکہ انقلاب عینی ہوجاتا ہے اور شراب، شراب نہیں رہتی، استعمال اس کا حلال ہے اور وہ پاک ہے۔ شامی (۱/ ۳۲۵) میں ہے: **بخلافِ نحوِ خمرٍ صار خلًّا ، و حمارٍ وقع في مِلحةٍ فصار مِلحًا إلخ فإنَّ ذلكَ کلَّهُ انقلابُ حقیقةٍ إلیٰ حقیقةٍ أخریٰ**(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۱۵-۳۱۶)

حلال جانور کے خون سے جو تیل نکالا جاتا ہے وہ پاک ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۳۸) خون ذبح حلال جانوروں کا تیل نکالا جائے تو وہ پاک ہے یا نہیں؟ اور

---

(۱) بہشتی زیور میں ہے: جو چیز دوسری چیز کے ملانے سے نجس (ناپاک) ہوئی ہے اس کا استعمال داخلاً درست نہیں، اور خارجًا درست ہے ...... ہاں نماز کے وقت دھونا اور باقاعدہ پاک کرنا ضروری ہے، اور کوئی ایسی ناپاک چیزوں سے خارجی استعمال میں بھی پرہیز کرے تو اولیٰ وانسب ہے۔

(اختری بہشتی زیور، نواں حصہ، ص: ۹۸، طبی جوہر، ضمیمہ ثانیہ) محمد امین پالن پوری

(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/ ۴۵۰، کتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس .

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱/ ۴۶۳، کتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس ، مطلب: العرقیّ الّذي یستقطر من دردیّ الخمر نجس حرام إلخ)

مذبوحہ اور مردار جانور کے خون میں کیا فرق ہے؟ (۲۳۹۶/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: خون بہنے والا حلال جانور کا بھی ناپاک ہے، اور اس سے جو تیل نکالا جاوے گا وہ بھی ناپاک ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۳۶)

سانپ کا تیل ناپاک ہے

سوال: (۴۳۹) سانپ کا تیل ناپاک ہے یا پاک؟ (۲۰۲۷/ ۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: سانپ کا تیل نجس مغلظ ہے، اگر بدن پر مقدار درہم کی جگہ سے زیادہ پر لگایا جاوے تو بدون دھونے کے پاک نہ ہوگا اور نماز نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (اضافہ از رجسٹر نقول فتاویٰ)

جن دواؤں میں الکحل (اسپرٹ) ملایا جاتا ہے ان کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۴۰) انگریزی ادویہ موسومہ بہ ٹنکچر (۱) شرعًا ان کا استعمال کرنا بہ طور دوا کے، یا خرید و فروخت ان کی جائز ہے یا نہیں؟ ان ادویہ میں الکحل یعنی روحِ شراب ملایا جاتا ہے، الکحل ملانے سے غرض اس کی تحلیل یا حفاظت ہے، صرف دوا کے طور پر الکحل اس میں نہیں ملایا جاتا، نہ کسی اور غرض سے، اس کا کثیر مسکر نہیں ہے، شراب اگر سرکہ بن جائے تو شرعًا جائز ہے یا کیا؟ (۲۴۶۹/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: جس دوا میں شراب مذکور ملائی جائے وہ دوا حرام ہے، استعمال اس کا ناجائز ہے (۲)

---

(۱) ٹنکچر: ٹِنک چَر (TINCTURE) ایک جراثیم کش دوا جو زخموں پر لگائی جاتی ہے۔ (فیروز اللغات)

(۲) حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب اور حضرت تھانوی قدس سرہما کا فتویٰ یہ ہے کہ جن دواؤں میں الکحل (اسپرٹ) ملایا جاتا ہے ان کا استعمال جائز ہے۔

کفایت المفتی میں ہے: جواب: (۱۷۵) ہومیو پیتھک دواؤں میں اگر اسپرٹ یا اور کوئی نشہ آور دوائی شامل ہو، تاہم علاج کے لیے ان کا استعمال جائز ہے، کیونکہ سوائے انگور کی شراب کے — جو خمر ہے — اور شرابیں ناپاک نہیں ہیں، نشہ آور ہونے کی وجہ سے حرام تو ہیں مگر ناپاک نہیں، تو ان کی اتنی مقدار جو نشہ آور نہ ہو علاج کے لیے استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ

(کفایت المفتی: ۱۴۲/۴، کتاب الحظر والاباحۃ، نواں باب: طب اور ڈاکٹری، فصل اوّل: دواء وعلاج) ==

کذا صرّح بہ الفقہاء (۱) اور دوا کی حفاظت کی غرض سے ملانا اس کو پاک اور حلال نہیں بناتا، اسی طرح اس دوا کے کثیر کا مسکر نہ ہونا سببِ حلت وطہارت نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ جو وارد ہے: ما أسکر کثیرُہٗ ، فقلیلُہٗ حرامٌ (۲) یہ خاص اس شراب کے بارے میں حکم ہے، مطلب یہ ہے کہ جس شراب کا کثیر مسکر ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے، پس ایک قطرہ شراب کا بھی حرام اور نجس، اور جس دوا میں یہ ملایا جاوے گا وہ بھی حرام اور نجس ہے (۳) اور شراب کا سرکہ بن جانے میں انقلابِ عین ہوجاتا ہے، اس لیے وہ جائز ہے، اور شراب کو دوا میں ملانے سے انقلابِ حقیقت نہیں ہوتا، شامی میں ہے: فصار مِلحًا إلخ فإنَّ ذلكَ کلَّہٗ انقلابُ حقیقةٍ إلٰی حقیقةٍ أخریٰ لا مجرَّدُ انقلابِ وصفٍ إلخ (۴) (شامی، ۱/۲۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۳۶-۳۳۷)

== بہشتی زیور میں ہے: سوال: انگریزی دوا جو پینے کی ہوتی ہے اس میں عموماً اسپرٹ ملائی جاتی ہے۔ یہ قسم ہے اعلیٰ درجہ کی شراب کی یعنی شراب کا ست ہے تو جب اس امر کا یقین ہوچکا اور مسلم ہے تو انگریزی ہسپتال کی دوا پینا جائز ہے یا ناجائز۔ الجواب: اسپرٹ اگر عنب (انگور) وزبیب (منقی) ورطب (تر کھجور) وتمر (خشک کھجور) سے حاصل نہ کی گئی ہو تو اس میں گنجائش ہے لا اختلاف، ورنہ گنجائش نہیں للاتفاق -۲۱ محرم ۱۳۳۴ھ۔ (اختری بہشتی زیور، نواں حصہ، ص: ۱۰۲، طبی جوہر، ضمیمہ ثانیہ) محمد امین

اب تحقیق یہ آئی ہے کہ اسپرٹ کیمیکل سے بنائی جاتی ہے، شرابوں سے نہیں بنائی جاتی، پس اگر الکوہل نشہ آور ہے تو اس کا پینا حرام ہے، مگر وہ پاک ہے، اگر الکوہل بدن پر لگایا گیا تو بدن کا دھونا ضروری نہیں اور عطر و ادویہ میں ملایا گیا تو عطر وغیرہ پاک ہیں۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

(۱) اختلف في التّداوي بالمُحرَّمِ وظاھرُ المذھبِ المنعُ. (الدّرّ المختار علی ردّ المحتار: ۱/۳۲۵، کتاب الطّھارۃ، الباب الأوّل: باب المیاہ، قبیل فصل في البئر) ظفیر

(۲) مشکاۃ المصابیح، ص: ۳۱۷، الفصل الثّاني ، باب بیان الخمر و وعید وشاربھما.

(۳) بہٖ یُعلم أن ما یُستَقْطَرُ من دُرْدِيِّ الخمرِ ، و ھو المسمّٰی بالعِرقيِّ في وِلایۃِ الرّومِ نَجِسٌ حرامٌ کسائرِ أصنافِ الخمرِ . (ردّ المحتار مع الدّرّ المختار : ۱/۴۶۱، کتاب الطّھارۃ، الباب الخامس: باب الأنجاس، مطلب: العرقيّ الّذي یستقطر من دردیّ الخمر نجس حرام ؛ بخلاف النّوشادر) ظفیر

(۴) ردّ المحتار :۱/۴۵۰، کتاب الطّھارۃ، الباب الخامس: باب الأنجاس .

انگریزی دواؤں کا استعمال جائز ہے یانہیں؟

سوال: (۴۴۱) سنا ہے کہ انگریزی دواؤں میں شراب کا استعمال ہوتا ہے، لہٰذا انگریزی دواؤں کا استعمال جائز ہے یانہیں؟ (۶۵۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: انگریزی ادویہ کا استعمال علی العموم ناجائز نہیں ہے، اگر کسی دوا میں شراب وغیرہ کا ہونا معلوم ہوجاوے تو اس دوا کا استعمال ناجائز ہوجاوے گا (۱) باقی شبہ اور شک سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۰۳/۱)

جس دوا میں حلال جانور کا پتّا ڈالا گیا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۴۲) پتّا حلال جانور کا اگر کسی دوا میں ڈالا جائے اور وہ دوا کھانے میں استعمال نہ کی جائے بلکہ بدن کے ملنے کی ہو تو جائز ہے یانہیں؟ اور بدن ناپاک ہوجائے گا یانہیں؟ (۳۶۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: مَرارةُ کلِّ حیوانٍ کَبَوْلِهِ إلخ (۲) پس جیسا کہ بول مأکول اللّحم کا نجس ہے پتّا (۳) بھی نجس ہے، اور تداوی بہ ضرورت جائز ہے، پس نماز کے وقت اس جگہ کو دھولیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۳۸/۱)

---

(۱) حضرت تھانوی اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب قدس سرہما کی رائے یہ ہے کہ جن دواؤں میں الکحل ملایا جاتا ہے ان کا استعمال جائز ہے، تفصیل گزشتہ جواب کے حاشیہ میں گزر چکی۔

(۲) الدّرّ المختار مع الشّامي: ۴۸۹/۱، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، مطلب في الفرق بين الاستبراء و الاستنقاء والاستنجاء.

(۳) یہاں پتّے سے مراد وہ سیال مادہ ہے جو پتّے کی تھیلی میں ہوتا ہے، پتّے کی تھیلی مراد نہیں ہے، کیونکہ پتّے کی تھیلی دھونے سے پاک ہوجاتی ہے، تقریرات رافعی میں ہے: (قوله: و لو أدخل في إصبعِه مَرارةَ مأكول اللّحم يكره عنده) وجه الكراهة استعمال النّجاسة، لأن الجلدة نجسة بمجاورة ما فيها من النّجاسة، فلو غسلها و كانت من ذكيّةٍ فلا كراهة فيما يظهر. الخ (تقريرات الرّافعي مع حاشية ابن عابدين: ۵۰/۱، كتاب الطّهارة، فصل في الإستنجاء) محمد امین

ناپاک دوا کا استعمال درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۴۳) پِتّا بیل اور بھینس اور پِتّا خنزیر میں اور دوائیں ملا کر گولیاں بنا کر اس مریض کو جو کہ لاعلاج مرضِ سرسام سے بے ہوش ہو اور قریب المرگ ہو، اور کسی دوا سے ہوش نہ آتا ہو، اور دوائے مذکور سے پانچ منٹ میں ہوش آتا ہو، کیا جب اور کوئی دوا کارگر نہ ہو تو اس کا استعمال جائز ہے؟ (۱۵۳۴/۱۳۴۱ھ)

الجواب: ایسی حالت میں کہ دوا نجس میں ظن شفا ونفع غالب ہو اور کوئی دوا پاک اس کے قائم مقام نہ ہو سکے، بعض فقہاء نے اجازت ایسے ادویہ کے استعمال کی دی ہے، جیسا کہ ردّالمحتار میں ہے:
قوله: (اُخْتُلِفَ في التّداوي بالمُحرَّم) ففي النّهايةِ عن الذّخيرةِ: يجوزُ إن عَلِمَ فيه شفاءً ولم يَعلَم دواءً آخرَ إلخ (۱) (شامي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۵۷)

نجاست میں ڈال کر تیار کی ہوئی دوا کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۴۴) ایک مٹی کے گھڑے میں چند دوائیں رکھ کر گھڑا پانی سے بھر کر منہ بند کر کے تایا (پگھلایا) جائے، اور ایسا گڈھا کھودا جائے کہ گھڑا اس کی گہرائی میں آسکے، اور گھڑے کے نیچے اوراوپر گھوڑے کی لید رکھی جائے اور ایسے موقع پر یہ گھڑا رکھا جائے جہاں شبنم اور دھوپ دونوں آسکیں، ۱۵ یوم کے بعد گھڑا نکال کر ان دواؤں کا عرق کھینچا جائے، ایسی دوا کے استعمال میں مسلمانوں کے لیے کوئی نقص تو نہیں ہے؟ (۹۳۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: مٹی کا گھڑا چونکہ نجاست کو کھینچتا ہے اور اثر اس کا اندر پہنچتا ہے، اس لیے وہ ادویہ نجس ہو گئیں استعمال ان کا درست نہیں ہے، مگر اس شرط کے ساتھ جو کہ ادویہ محرمہ کے استعمال کے جواز کے لیے فقہاء نے لکھی ہے مثلاً یہ کہ طبیب مسلم حاذق اس کو مفید بتلاوے اور اس کا بدل دوائے حلال سے نہ ہو سکے۔ وفیہ تفصیل وخلاف، مذکور فی کتب الفقہ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۴۸-۳۴۹)

---

(۱) ردّ المحتار: ۱/۳۲۵، كتاب الطّهارة، باب المياه، مطلب في التّداوي بالمحرَّم.
(۲) اُخْتُلِفَ في التّداوي بالمُحرَّمِ وظاهرُ المذهبِ المنعُ كما في رَضاعِ البحرِ ==

سور کی چربی کا خارجی استعمال درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۴۵) سخت مرض طاری ہونے پر حاذق حکیم کے معالجہ میں اگر سور کی چربی کی مالش خارج بدن پر کرنے کی ضرورت ہو تو عندالحنفیہ جائز ہے یا نہ؟ (۲۶۵۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: کتبِ فقہ میں یہ تفصیل ہے کہ حرام چیز کا استعمال دوا میں اس وقت درست ہے کہ طبیب حاذق مسلم تجویز کرے، اور کوئی دوا حلال اس کے عوض نہ ملے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۵۸)

گندھک میں پیشاب ڈالا پھر اس کو اتنا پکایا کہ پیشاب باقی نہ رہا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۴۶) اگر گندک (۲) کو پیشاب میں (پکائی جاوے) اور اس کو اتنا پکائے کہ پیشاب (باقی) (۳) نہ رہے تو وہ گندک پاک ہوجاوے گی یا نہیں؟ (۲۰۲۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: وہ گندھک کبھی پاک نہ ہوگی۔ کما في الشامي : و في الخانيّة : إذا صَبَّ الطّبّاخُ في القِدْرِ مكانَ الخلِّ خمرًا غَلَطًا ، فالكلُّ نَجِسٌ لا يطهُرُ أبدًا ، و ما رُوي عن أبي يوسفَ أنّهٗ يُغلٰى ثلاثًا ، لا يؤخذُ بِهٖ ، و كذا الحِنطةُ إذا طُبخت في الخمرِ لا تَطهُرُ أبدًا إلخ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۱۰-۳۱۱)

== لكن نقلَ المصنِّفُ ثَمَّةَ وهُنَا عن الحاوي ، وقيل : يُرخّصُ إذا عُلِمَ فيهِ الشّفاءُ ، ولم يُعلَمْ دواءٌ آخرُ كما رُخِّصَ الخمرُ للعَطْشَانِ ، وعليهِ الفتوٰى. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۳۲۵-۳۲۶، كتاب الطّهارة ، باب المياه ، مطلب في التّداوي بالمحرَّم، قبيل فصل في البئر) ظفیر

(۱) و في التّهذيب : يجوزُ للعليلِ شُرْبُ البولِ و الدّمِ و الميتةِ للتّداوي ، إذا أخبرهٗ طبيبٌ مسلمٌ أنّ فيه شفاءَهٗ ، ولم يَجِدْ من المباحِ ما يَقومُ مقامَهٗ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۷/۳۷۰، كتاب البيوع ، الباب العاشر: باب المتفرّقات ، مطلب في التّداوي بالمحرَّم)

(۲) گندک، گندھک: زرد رنگ کا ایک مادہ جو زمین سے نکلتا ہے۔ (فیروز اللغات)

(۳) قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کا اضافہ اور تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۴) الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۴۷۱، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، مطلب في تطهير الدّهنِ و العَسَل . ظفیر

دریائی جانور کا پیشاب پاک ہے

سوال: (۴۴۷) دریائی جانور کا پیشاب پاک ہے یا نہیں؟ (۵۷۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: دریائی جانور کا پیشاب پاک ہے، جیسا کہ مائی المولد کی تشریح میں کتب فقہ: درمختار وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے: فلو تفَتَّتَ فيهِ نحوُ ضِفدعٍ جازَ الوضوءُ بِهٖ لا شُرْبُهٗ إلخ (درمختار) اوراس سے پہلے ہے: و مائيٌّ مُوَلَّدٌ و لو كلبَ الماءِ و خنزيرَهٗ كسمكٍ و سَرَطَانٍ وضِفدعٍ إلخ (۱) (درمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۰۲/۱-۳۰۳)

حنفیہ کے نزدیک منی ناپاک ہے

سوال: (۴۴۸) منی کو ''اکسیر ہدایت'' میں پاک تحریر فرماتے ہیں، اگر پاک ہے تو بعد جماع کے غسل کیوں واجب ہوا؟ (۱۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: حنفیہ کے نزدیک منی ناپاک ہے (۲) امام غزالیؒ شافعی المذہب ہیں، اس لیے انہوں نے ایسا لکھا ہے، اور غسل واجب ہونے کی وجہ ارشاد جناب باری تعالیٰ شانہ اور ارشادِ رسول اللہ ﷺ ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۰۴/۱)

مذی و ودی کی شناخت کیا ہے؟ اور یہ کونسی نجاست ہے؟

سوال: (۴۴۹) مذی اور ودی کی کیا شناخت ہے؟ اور مذی اور ودی نجاست غلیظہ ہے یا خفیفہ؟ (۱۱۷۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۲۹۵/۱-۲۹۶، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب في مسئلة الوضوء من الفَساقي .

(۲) [تنبيهٌ] نجاسةُ المَنِيّ عندنا مُغلَّظةٌ .سراج . (ردّ المحتار: ۴۴۸/۱، كتاب الطّهارة ، الباب الخامس: باب الأنجاس) ظفیر

(۳) عن عليٍّ رضي اللّٰه تعالىٰ عنهُ قال: كنتُ رَجلًا مذّاءً ، فسألتُ النّبيَّ صلَّى اللّٰهُ عليهِ وسلَّمَ أو سُئِلَ عن ذلك ، فقال: في المذيِّ الوضوءُ ، وفي المنيِّ الغُسلُ . (المسند للإمام أحمد: ۱۱۰/۱، رقم الحديث: ۸۶۹، ۸۹۳)

الجواب: ردّ المحتار میں مذی کی تعریف میں ہے: ماءٌ رقیقٌ أبیضُ یَخرجُ عندَ الشّھوۃِ لا بھا إلخ (۱) اور ودی کی تعریف میں ہے: ماءٌ ثخینٌ أبیضُ کَدِرٌ یخرجُ عَقِبَ البولِ نھر (۱) پس معلوم ہوا کہ مذی سفید رقیق پانی ہے جو بہ وقت شہوت نکلتی ہے مگر شہوت کے ساتھ نہیں نکلتی اور ودی پیشاب کے بعد نکلتی ہے، اور یہ دونوں یعنی مذی اور ودی نجاستِ غلیظہ ہیں۔ جیسا کہ درمختار میں ہے بیانِ نجاستِ غلیظہ میں: و کذا کلُّ ما خَرجَ منہُ موجبًا لِوضوءٍ أو غسلٍ مغلّظ إلخ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۰۸)

اگر بدن پر مذی کے لگنے کا شبہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۵۰) زید کو بہ سببِ (مرض) (۳) ذرا انتشار ہونے پر مذی ظاہر ہو جاتی ہے، رات کو علیحدہ کپڑا بدل لیا جاتا ہے، مگر پھر وسوسہ رہتا ہے شاید مذی ران اور پاؤں وغیرہ میں لگ گئی ہو، اس صورت میں تمام بدن دھونا چاہیے یا کپڑا بدل کر نماز پڑھنی چاہیے؟ (۱۷۳۱/۱۳۴۲ھ)

الجواب: بدن اور ران وغیرہ کے دھونے کی ضرورت نہیں ہے، کپڑا بدل کر وضو کر کے نماز پڑھ لے (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۶۱)

کپڑے کو دھونے کے بعد منی کا دھبّا اور داغ رہ جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۵۱) احتلام کے بعد اگر کپڑا دھوڈالے اور اس پر دھبّا لگا رہ جاوے تو کیا نماز

---

(۱) ردّ المحتار: ۱/۲۷۲، کتاب الطّھارۃ، قبل مطلب في رطوبۃ الفرج.

(۲) الدّرّ المختار علی ردّ المحتار: ۱/۴۵۳، کتاب الطّھارۃ، الباب الخامس: باب الأنجاس، قبیل مطلب في طھارۃ بولہٖ صلّی اللہ علیہ وسلّم.

اور مراقی الفلاح میں ہے: فالغلیظۃ کالخمر...... والدّم المسفوح ...... وما ینقض الوضوء بخروجہ من بدن الانسان کالدّمِ السّائلِ والمنيّ والمذيّ والوديّ والاستحاضۃ والحیض والنّفاس (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطّحطاوي، ص: ۱۵۳-۱۵۵، کتاب الطّھارۃ، باب الأنجاس والطّھارۃ عنھا)

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں (مرض) کی جگہ ''کثرتِ مباشرت'' تھا، رجسٹر نقول فتاویٰ سے تصحیح کی گئی ہے۔ ۱۲

(۴) الیقینُ لا یزولُ بالشّكّ. (ردّ المحتار: ۱/۲۵۱، کتاب الطّھارۃ) ظفیر

ہوجاوے گی؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: اس صورت میں نماز ہوجاوے گی (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۱۰)

سوال: (۴۵۲) اگر منی کپڑے پر گر جائے اور کپڑے کو دھوکر پاک کرلیا جاوے مگر داغ نہ جاوے تو وہ کپڑا پاک ہے یا نہیں؟ (۱۰۳۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر داغ اور دھبّا نہ جاوے کچھ حرج نہیں ہے کپڑا پاک ہے (۲) فقط (۱/۳۲۴)

غسل کے بعد ناپاک کپڑا پہن لیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۵۳) ایک شخص کو احتلام ہوا، اس نے بعد غسل وہی کپڑا پہن لیا، اور مکان پر آکر دوسرا لباس استعمال کیا وہ پاک ہے یا ناپاک؟ (۴۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر بدن خشک کرکے وہ لباس پہنا ہے تو کچھ حرج نہیں، اور اگر بدن تر ہے تو اس ناپاک لباس کو نہ پہنے کہ احتمال ہے بدن کے ناپاک ہونے کا، جو کچھ ہوا اس میں شبہ نہ کرے اور آئندہ کو احتیاط رکھے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۱۹)

---

(۱) وكـذا يـطهـرُ محلُّ نجاسةٍ ...... مرئيّةٍ بعدَ جَفافٍ كدمٍ بِقَلْعِهَا أي بزوالِ عَيْنِها وأثَرِهَا إلخ ولا يـضـرُّ بـقـاءُ أثـرٍ كـلونٍ و ريحٍ لازمٍ ، فلا يُكلَّفُ في إزالتِهِ إلى ماءٍ حارٍّ أو صابونٍ ونحوِهِ . (الدّرّ المختارعلى ردّ المحتار: ۱/۴۶۴-۴۶۵، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس مطلب: العرقيّ الّذي يستقطر من درديّ الخمر نجس حرام إلخ) ظفير

(۲) و لا يضرُّ بقاءُ أثرٍ كلونٍ و ريحٍ لازمٍ فلا يُكلَّفُ في إزالتِهِ إلى ماءٍ حارٍّ أو صابونٍ ونحوِهِ . (الـدّرّ الـمختار على ردّ المحتار: ۱/۴۶۵، كتـاب الـطّهـارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، مطلب : العرقيّ الّذي يستقطر من درديّ الخمر نجس حرام ؛ بخلاف النّوشادر) ظفير

(۳) وَلَـوْ لُفَّ فِيْ مُبْتَلٍّ بِنَحْوِ بَوْلٍ ، إن ظهرَ نَدَاوَتُهُ أو أثَرُهُ تَنَجَّسَ وَإلَّا لاَ . (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱/۴۸۷، كتـاب الطّهارة ، الباب الخامس : باب الأنجاس، فصل في الاستنجاء ، مطلب في الفرق بين الاستبراء و الاستقناء و الاستنجاء) ظفير

ہندو کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۵۴) ہندو کے ہاتھ کا یا اس کے یہاں کا پکا ہوا کھانا درست ہے یا نہیں؟
(۱۳۳۴-۳۳/۱۴ھ)

الجواب: درست ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۰۴)

بھنگی وغیرہ نے جس چیز کو ہاتھ لگایا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۵۵) آیا کافر نجس ہے یا طاہر ہے؟ اگر نجس ہے تو اس کے ہاتھ کا پکایا ہوا یا ہاتھ لگایا ہوا پاک ہے یا ناپاک؟ اگر پاک ہے تو کیوں کر پاک ہے؟ اور اس کے ہاتھ کی چیز پکائی ہوئی کا کھانا درست ہے یا نہ؟ (۱۳۳۰-۲۹/۷۰۰ھ)

الجواب: کافر بہ اعتبار عقائد باطنیہ کے نجس ہے، جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ﴾ (سورۂ توبہ، آیت:۲۸) قال في الشّامي: فالمراد بقوله تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ﴾ النّجاسةُ في اعتقادهم إلخ (۲) پس جب کہ معلوم و محقق ہوا کہ نجاست کافر کی بہ اعتبار اعتقاد کے ہے نہ بہ اعتبار ظاہر کے، تو اگر اس کے ہاتھ پر کوئی نجاست ظاہری نہ ہو تو اس کے ہاتھ کا پکایا ہوا یا ہاتھ لگایا ہوا کھانا پاک ہے اور درست ہے (۳) آنحضرت ﷺ نے بھی کفار کے ہاتھ کا

---

(۱) قال محمّدٌ رحمهُ اللّٰهُ تعالَی: و يُكرهُ الأكلُ و الشّربُ في أوَانِيْ المشركينَ قبلَ الغَسلِ، و مع هذا لو أكلَ أو شربَ فيها قبلَ الغَسل جاز إلخ. (الفتاوی الهنديّة: ۵/۳۴۷، كتاب الكراهيّة، الباب الرّابع عشر في أهل الذّمّة و الأحكام الّتي تعود إليهم) ظفیر

(۲) ردّ المحتار: ۱/۳۳۹، كتاب الطّهارة باب المياه، فصل في البئر، مطلب في السؤر.

(۳) في التّتار خانيّةِ من شكّ في إنائهِ إلخ فهو طاهرٌ ......وكذا (أي طاهر) ما يتّخذُهُ أهلُ الشّركِ أو الجَهَلَةِ من المسلمينَ كالسَّمْنِ والخُبزِ والأطعمةِ والثّيابِ اهـ ملخّصًا (ردّ المحتار: ۱/۲۵۴، كتاب الطّهارة، قبيل مطلب في أبحاث الغسل) ظفیرؒ

پکایا ہوا کھانا تناول فرمایا ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۲۰-۳۲۱)

مشرکین اور کفار کے جسموں کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۵۶) کیا مشرکین اور کفار کے جسموں کو ناپاک کہنا چاہیے؟ یا ان کی ناپا کی اعتقاد کے لحاظ سے ہے؟ (۱۶۸۸/ ۱۳۴۰ھ)

الجواب: آیت: ﴿اِنَمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ﴾ (سورۂ توبہ، آیت: ۲۸) میں اعتقاد کی نجاست مراد ہے، ظاہر میں ان کا بدن دھونے سے پاک ہوجاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۵۰-۳۵۱)

مشرکین کے جھوٹے سے وضو وغسل جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۵۷) اگر مشرکین کی نجاست بدنی ظاہری زائل ہوجائے تو ان کے جھوٹے پانی سے وضو اور غسل جائز ہے یا نہیں؟ (۱۶۸۸/ ۱۳۴۰ھ)

الجواب: ان کا جھوٹا پاک ہے، اس سے غسل اور وضو درست ہے۔ فقط (۱/ ۳۵۰-۳۵۱)

پاک پانی مشرکین کو پاک کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۵۸) کیا طاہر اور مطہر پانی مشرکین اور کفار کے جسموں کو جن میں وہ ادنیٰ درجہ کے لوگ بھی داخل ہیں جن کو بھنگی و چمار وغیرہ کہتے ہیں پاک کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۶۸۸/ ۱۳۴۰ھ)

الجواب: پاک پانی ان کو پاک کرسکتا ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۵۰-۳۵۱)

---

(۱) عن ابن شهابٍ قال: كان جابرُ بنُ عبدِ اللّٰهِ رضى اللّٰهُ عنه يُحدِّثُ أنّ يهوديَّةً من أهلِ خيبرَ سَمّتْ شاةً مَصْلِيَّةً، ثمّ أهدتْها لِرسولِ اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم، فأخذَ رسولُ اللّٰهِ صلّى اللّٰه عليه وسلّم الذِّراعَ، فأكلَ منها وأكلَ رَهْطٌ من أصحابِهِ معَهُ، الحديث. (سنن أبي داوٗد، ص: ۶۲۰، كتاب الدّيات — باب فيمن سَقٰى رَجُلاً سَمًّا إلخ)

(۲) و يُعتبرُ سُؤرٌ بِمُسْئِرٍ إلخ فسؤرُ آدميٍّ مُطلقًا ولو جُنُبًا أو كافرًا إلخ طاهرٌ (الدّرّ المختار)

قولُهُ: (أو كافرًا) لأنّهُ عليهِ الصّلاةُ والسّلامُ أنزلَ بعضَ المشركينَ في المسجدِ على ما في الصّحيحينِ، فالمرادُ بقولِه تعالٰى: ﴿اِنّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ﴾ (التوبة: ۲۸)　==

سانپ اور چوہے کی کھال بعد دباغت کیوں پاک نہیں ہوتی؟

سوال: (۴۵۹) بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ سانپ اور چوہے اور سور کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی، اور سب کھالیں پاک ہوجاتی ہیں، حالانکہ کتبِ فقہ میں ہے: **يطهر الجلد بالدّباغة إلاّ الخنزير و الآدميّ** تو چوہے کی کھال اس بناء پر پاک ہونی چاہیے، (وہ) صحیح ہے یانہ؟

(۱۳۳۴/۳۵۷-۳۳ھ)

الجواب: مسئلہ (مرقومہ) بہشتی زیور صحیح ہے، اور عبارتِ کتبِ فقہ: **و كلُّ إهاب إذا دُبِغ فقد طهُرَ إلخ** (۱) کے منافی نہیں ہے، کیونکہ یہ امر تو ظاہر ہے کہ دباغت سے کل کھالیں سوائے انسان وخنزیر کے پاک ہوجاتی ہیں۔ (اور) سانپ وچوہے کی کھال کا دباغت سے پاک نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان میں بہ سبب صغر کے دباغت ممکن نہیں ہے۔ **قال في الدّرّ المختار: و ما لا يحتملها فلا ، و عليه فلا يطهُرُ جلدُ حَيَّةٍ صغيرةٍ ...... وفأرةٍ إلخ** (۲) (پس پاک نہ ہوگی چھوٹے سانپ اور چوہے کی کھال الخ) یعنی جب کہ اثر دباغت حقیقی وحکمی بوجہ صغر قبول نہیں کرتیں تو پاک (بھی نہیں ہوتیں) (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۰۴-۳۰۵)

بڑے سانپ کی کھال بعد دباغت پاک ہوگی یا نہیں؟

سوال: (۴۶۰) ایسے بڑے سانپ کی کھال جو دباغت قبول کرسکے، بعد دباغت پاک اور قابلِ استعمال ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۱۰۰۸ھ)

== النّجاسةُ في اعتقادِهم ، ولا يُشكلُ نزْحُ البئرِ به لو أُخرجَ حيًّا ، لأنّ ذلك لِمَا عليه في الغالبِ من النّجاسةِ الحقيقيّةِ و الحكميّةِ كما قدّمناهُ (الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۱/۳۳۹-۳۴۰ كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل : باب المياه ، فصل في البئر ، مطلب في السّؤر) ظفیرؔ

(۱) و كلُّ إهابٍ ...... دُبِغَ...... وهو يَحتملُها طهُرَ (الدّرّ المختارعلى ردّ المحتار: ۱/۳۱۶-۳۱۷ كتاب الطّهارة ، باب المياه، مطلب في أحكام الدّباغة) ظفیرؔ

(۲) الدّرّ المختارعلى ردّ المحتار: ۱/۳۱۷، كتاب الطّهارة ، باب المياه .

(۳) قوسین کے درمیان جو الفاظ اور عبارت ہے اس کی تصحیح اور اضافہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے کیا گیا ہے۔

الجواب: اگر دباغت قبول کر سکے تو پاک اور قابل استعمال ہے لیکن کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سانپ کی کھال دباغت کو قبول نہیں کرسکتی، غالبًا پتلے ہونے کی وجہ سے، یا دباغت میں باقی نہ رہنے کی وجہ سے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳٦۸)

شیر، چیتا اور خنزیر کی کھال بعد دباغت پاک ہوتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۴٦۱) شیر، چیتے وغیرہ کی کھال بعد دباغت پاک ہوجاتی ہے یا نہیں؟ اور خنزیر کی کھال بھی بعد دباغت پاک ہوتی ہے یا نہیں؟ (۸۱۳/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: خنزیر کے سوا اور جانوروں شیر، کتا، گدھا وغیرہ کی کھال دباغت سے پاک ہوجاتی ہے، اور اس پر نماز درست ہے (۲) (درمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳٦۵-۳٦٦)

اگر کتّا بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا جائے تو اس کی کھال پاک ہوگی یا نہیں؟

سوال: (۴٦۲) اگر کتے کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا جاوے، اور اس کی کھال پر نماز پڑھی جاوے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۲۸۷۳/۱۳۴۰ھ)

الجواب: کتے کے نجس العین ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے، جو فقہاء نجس العین مثل خنزیر کے فرماتے ہیں، ان کے نزدیک بعد ذبح علی التسمیہ کے بھی چمڑا وغیرہ اس کا پاک نہ ہوگا، اور جو فقہاء اس کو نجس العین نہیں کہتے ان کے نزدیک بعد ذبح کے چمڑا اس کا پاک ہوجاوے گا مثل جلد شیر،

---

(۱) و ما دُبِغَ إلخ و هو يَحتمِلُها طهُرَ إلخ ، و ما لا يَحتمِلُها فلا و عليه فلا يطهُرُ جلدُ حيَّةٍ صغيرةٍ . ذكرهُ الزّيلعيّ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۳۱٦-۳۱۷، كتاب الطّهارة ، باب المياه، مطلب في أحكام الدّباغة) ظفیر

اب مشینری دور میں پتلی سے پتلی کھال کی دباغت ہوتی ہے، پس سانپ کی کھال بھی بعد دباغت پاک ہوجائے گی۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

(۲) و كلُّ إهابٍ ...... دُبِغَ ولو بِشمسٍ وهو يَحتمِلُها طهُرَ ، فيُصلّي بِهِ ويُتوضّأُ منهُ إلخ خلا جلد خنزيرٍ فلا يطهرُ. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۳۱٦-۳۱۷، كتاب الطّهارة ، باب المياه، مطلب في أحكام الدّباغة) ظفیر

بھیڑئے وغیرہ کے۔ وعليه الفتوىٰ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۵۴-۳۵۵)

کتے کا چمڑا بعد دباغت پاک ہے یا ناپاک؟

اوراس پرنماز پڑھنا اورقرآن رکھنا کیسا ہے؟

سوال: (۴۶۳) زید نے جلد کلب کو دباغت دے کر جانماز بنالی ہے، اور مسجد میں بچھا کر اس پرنماز پڑھتا ہے، اورقرآن شریف اس پر رکھتا ہے، یہ امر جائز ہے یا نہیں؟ (۳۲/۸۱۷-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جلد کلب وغیرہ کے بارے میں درمختار میں مذکور ہے: و اعلم أنَّهُ ليس الكلبُ بنجسِ العينِ عندَ الإمام ، وعليهِ الفتوىٰ ، وإن رجّح بعضُهم النّجاسةَ كما بسطَهُ ابنُ الشّحنةِ ، فيُباعُ ويُؤجرُ ويُضمنُ ويُتّخذُ جلدُهُ مصلّى و دَلوًا، إلخ شامی میں ہے: قوله: (وعليهِ الفتوىٰ) وهو الصّحيحُ والأقربُ إلى الصّوابِ. بدائع . وهو ظاهرُ المتونِ. بحر. و مقتضى عمومِ الأدلّةِ .فتح (۲) پس درمختار وشامی وبدائع والبحرالرائق وفتح القدیر سے ترجیح جواز کی معلوم ہوئی، اگر کسی نے ایسا کیا تو محل اعتراض نہیں ہے، اوراحتیاطًا نہ کرنا دوسری بات ہے۔ جواز میں کلام نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۱۹-۳۲۰)

غیر ماکول اللحم جانوروں کے گوشت اورکھال سے متعلق چند احکام

سوال: (۴۶۴) کتّا، بلی، سیار (گیدڑ) لومڑی وغیرہ کی کھال بعد دباغت صرف اپنے ہی استعمال کے لیے یا بلا قیمت دینے لینے کے لیے پاک ہوتی ہے یا اس کی بیع وشراء بھی جائز ہے، مسلم و

---

(۱) و اعلم أنَّهُ ليس الكلبُ بنجسِ العينِ عندَ الإمام ، وعليهِ الفتوىٰ ، وإن رجّح بعضُهم النّجاسةَ كما بسطَهُ ابنُ الشّحنةِ ، فيُباعُ ويُؤجرُ ويُضمنُ ويُتّخذُ جلدُهُ مصلّى و دَلوًا. (الدّرّ المختارعلى ردّ المحتار : ۱/۳۲۲،كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب في أحكام الدّباغة) ظفیر

(۲) الدّرّ المختارو ردّ المحتار : ۱/۳۲۲-۳۲۳،كتاب الطّهارة ، باب المياه، أواخر مطلب في أحكام الدّباغة .

غیر مسلم سے؟

الجواب: بعد دباغت کے اس کی بیع وشراء جائز ہے، مسلم اور غیر مسلم سے۔ فقط

سوال: (۴۶۵) کتے وغیرہ کی کھال کی بعد دباغت کے جانماز یا فرش مسجد یا ڈھول بنوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جائز ہے۔ کذا صرّح في الدّرّ المختار (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۴۶۶) نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ، کتاب الصّید میں تحریر ہے کہ شکار کرنا ہر جانور کا درست ہے، خواہ گوشت اس کا حلال ہو یا نہ ہو، جیسے لومڑی، بھیڑیا، ریچھ، سور وغیرہ، تو سوائے سور کے اور جانوروں کی کھال اور گوشت پاک ہو جاوے گا، آیا اس کھال وگوشت کو شکاری وغیرہ خود ہی استعمال کر سکتے ہیں، یا اس کی بیع وشراء بھی مسلم وغیر مسلم سے جائز ہے؟

الجواب: کھال کا استعمال اور بیع وشراء بعد دباغت کے درست ہے، اور گوشت ان جانوروں کا جو غیر ماکول اللحم ہیں ذبح کرنے سے پاک تو ہو جاتا ہے، مثلاً اس کو پاس رکھ کر نماز ہو جاوے گی، لیکن کھانا اس کا درست نہیں ہے، اور گوشت کے پاک ہونے میں خلاف بھی ہے، بعض نے ترجیح گوشت کی نجاست کو دی ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۴۶۷) کیا اس کھال کو بلا دباغت مصرف میں لانا جائز ہے؟

الجواب: ذبح کرنے سے کھال ویسے ہی بلا دباغت بھی پاک ہو جاتی ہے، اور بلا دباغت استعمال کرنا اس کا درست ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) واعلم أنّهُ ليس الكلبُ بنجسِ العينِ عندَ الإمام، وعليهِ الفتوٰى إلخ. فيُباعُ ويُؤجرُ و يُضمنُ ويُتّخذُ جلدُهُ مصلّٰى ودَلوًا (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۳۲۲-۳۲۳، كتاب الطّهارة، باب المياه، مطلب في أحكام الدّباغة) ظفیر

(۲) وما أي إهابٌ طهُرَ بِه: بدِباغٍ طهُرَ بذكاةٍ على المذهب، لا يطهرُ لحمُهُ على قولِ الأكثرِ إن كان غيرَ مأكولٍ، هذا أصحُّ مايُفتى بِه، وإن قال في الفيض الفتوٰى علٰى طهارتِهِ (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۳۱۸-۳۱۹، كتاب الطّهارة، باب المياه، مطلب في أحكام الدّباغة)

(۳) فجازَ أن تُعتبرَ الذّكاةُ مُطَهِّرَةً لِجلدِهِ للاحتياجِ إليهِ للصّلاةِ فيهِ وعليهِ، ولِدَفعِ الحَرِّ و البَرْدِ و سَترِ العورةِ بلُبسِهِ دونَ لَحمِهِ لِعدمِ حلِّ أكلِهِ. (ردّ المحتار: ۱/۳۱۹، باب المياه) ظفیر

سوال: (۴۶۸) اس گوشت کا استعمال کن صورتوں میں جائز ہے؟

الجواب: جو فقہاء گوشت کو پاک کہتے ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ اس کو پاس رکھ کر نماز درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۴۶۹) اس گوشت اور کھال کے پاک ہونے میں کچھ تفصیل ہے، یعنی آلہ دھار دار کے مارنے سے پاک ہوگا یا گولی کے مارنے سے بھی پاک ہوجاوے گا؟ (۲۶۴۸/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس میں ذبح کرنے کی قید ہے، گولی وغیرہ سے مرنے میں نہ کھال پاک رہتی ہے، نہ گوشت، پھر کھال دباغت سے پاک ہوجاوے گی (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۵۱-۳۵۳)

غیر ماکول اللحم جانوروں کے چمڑے وغیرہ سے فائدہ اٹھانا درست ہے

سوال: (۴۷۰) کیا یہ امر صحیح ہے کہ حیوان غیر ماکول اللحم سے سوائے گوشت کھانے کے دیگر فائدہ لینا درست ہے؟ (۱۰۵۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: غیر ماکول اللحم ذبح شرعی کے بعد پاک ہوجاتا ہے، اس کے چمڑے وغیرہ کا استعمال درست ہے اور گوشت بھی پاک ہوگیا مگر کھایا نہ جاوے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۵۹)

---

(۱) و هل يُشترطُ لطهارةِ جلدِهِ كونُ ذَكاتِهِ شرعيَّةً إلخ قيل: نعم، و قيل: لا، و الأوّلُ أظهرُ.
(الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۳۱۹، كتاب الطّهارة، مطلب في أحكام الدّباغة) ظفير

(۲) كلُّ إهابٍ دُبغ دباغةً حقيقيّةً بالأدويةِ أو حُكميّةً بالتّتريبِ والتّشميسِ والإلقاءِ في الرّيح فقد طهُرَ، وجازت الصّلاةُ فيه والوضوءُ منه إلّا جلدُ الآدميِّ والخنزيرِ. إلخ وما طهُرَ جلدُهُ بالدِّباغِ طَهُرَ جلدُهُ بالذَّكاةِ، وكذلك جميعُ أجزائِهِ تطهُرُ بالذّكاةِ إلّا الدّمَ وهو الصّحيحُ كذا في محيطِ السَّرَخْسِيِّ. (الفتاوى الهنديّة: ۱/۲۵، كتاب الطّهارة، الباب الثّالث في المياه، الفصل الثّاني في ما لا يجوز بِهِ التّوضوُّ) ظفير

وصحَّ بيعُ الكلبِ إلخ والسِّباعِ (الدّرّ المختار) قوله: (و السّباع) وكذا يجوزُ بيعُ لحمِها بعدَ التّزكيةِ لإطعامِ كلبٍ أوسِنّورٍ، بخلافِ لحمِ الخنزيرِ، لأنَّهُ لا يجوزُ إطعامُهُ. محيطٌ، لكن على أصحِّ التَّصْحِيْحَيْنِ من أنّ الّذكاةَ الشّرعيَّةَ لا تُطَهِّرُ إلّا الجلدَ دونَ اللّحمِ، لا يصحُّ بيع اللّحمِ. شرنبلالية. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۷/۳۶۸-۳۶۹، كتاب البيوع، الباب العاشر: باب المتفرّقات) ظفير

خون آلودہ گوشت تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوجاتا ہے

سوال: (۴۷۱) پاک صاف گوشت اگر دم مسفوح میں آلودہ ہوجائے یا یہود ونصاریٰ کے خون آلودہ ہاتھ لگ جائیں، اس گوشت کو کس طور سے پاک کرکے کھائیں؟ (۱۳۴۳/۱۴۴۷ھ)

الجواب: تین دفعہ دھونے سے پاک ہوجائے گا، شامی میں ظہیریہ سے منقول ہے: **و لو صُبت الخَمْرَةُ في قِدْرٍ فيها لحمٌ: إن كان قبلَ الغَلَيَانِ يَطهُرُ اللّحمُ بالغَسلِ ثلاثًا الخ** (۱) (الشّامي: ۲۲۳/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۶۴/۱-۳۶۵)

غیر مرئی نجاست کا غسالہ ناپاک ہے، جس جگہ لگے گا وہ جگہ بھی ناپاک ہوجائے گی

سوال: (۴۷۲) اگر بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست غیر مرئیہ لگ جائے، اور خشک ہونے کے بعد اس کو دھویا جائے، اگر اس کا غسالہ دوسری جگہ لگ جائے تو وہ جگہ ناپاک ہوجائے گی یا نہیں؟ اگر نجس ہوگئی تو پہلی جگہ کی مانند اس کو تین بار دھونا واجب ہے، یا محض پانی کے بہ جانے سے پاک ہوجائے گی؟ (۵۲۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ظاہر ہے کہ وہ غسالہ نجاست کا نجس ہے (۲) اس کی تطہیر بھی ضروری ہے، اور پانی کے ساتھ ساتھ وہ بھی دھل جاتا ہے اور پاک ہوجاتا ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۰۵/۱-۳۰۶)

---

(۱) ردّ المحتار: ۴۷۱/۱، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، مطلب في تطهير الدّهن والعَسَلِ، تحت قوله: (و لحمٌ طُبِخَ إلخ)

(۲) وماءٌ...... ورد أي جَرىٰ على نَجَسٍ نَجِسٌ...... كعكسِهِ. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۴۶۱/۱-۴۶۲، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، مطلب: العرقيّ الّذي يستقطر إلخ) ظفیر

(۳) وكذا يطهرُ محلُّ نجاسةٍ ...... مرئيّةٍ ...... بِقَلْعِهَا...... .ويطهُرُ محلُّ غيرِهَا أي غيرِ مرئيّةٍ بغلبةِ ظنِّ غاسلٍ إلخ. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۴۶۴/۱-۴۶۸، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، مطلب: العرقيّ الّذي يستقطر من درديّ الخمر نجس حرام إلخ) ظفیر

ہم بستری کے وقت عورت کی شرم گاہ سے جو رطوبت نکلتی ہے وہ ناپاک ہے

سوال: (۴۷۳) بہ وقت ہم بستری جو رطوبت عورت کے جسم مخصوص سے نکلتی ہے وہ نجس ہے یا نہیں؟ اگر نجس ہے تو غلیظہ ہے یا خفیفہ؟ جس کپڑے کو وہ رطوبت لگ جاوے بدون دھوئے اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ (۱۳۳۹/۲۷۷ھ)

الجواب: رطوبت جو جسم مخصوص عورت سے بہ وقت ہم بستری نکلے، وہ نجس غلیظہ ہے جس کپڑے یا عضو کو وہ رطوبت لگے اس کو دھونا ضروری ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۴۳/۱)

حیض ونفاس کے بند ہونے کے بعد جو سفیدی آتی ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟

سوال: (۴۷۴) حیض اور نفاس سے فارغ ہوکر جو سفیدی آتی ہے، وہ اگر کپڑے کو یا بدن کو لگ جائے تو بدن و کپڑا پاک رہے گا یا نہیں؟ (۱۱۹۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: رطوبتِ فرجِ خارج پاک ہے۔ **وأمّا رطوبةُ الفرجِ الخارجِ فطاهرةٌ اتّفاقًا** (درّ مختار) اور رطوبتِ فرجِ داخل ناپاک ہے۔ **ومن وراءِ باطنِ الفرجِ ، فإنّهٗ نَجِسٌ قَطْعًا** (**الشّامي، باب الأنجاس** {**تحت قول الماتن: أی برطوبة الفرج**} (۲) ص:۳۲۲) (۳) پس

---

(۱) و في المُجتبٰى أولَجَ فَنَزَعَ فأنْزَلَ لم يَطهُرْ إلاّ بِغَسلِهٖ لَتلوُّثِهٖ بالنَّجسِ انتهٰى: أي برطوبةِ الفرجِ فيكونُ مُفرَّعًا على قولِهِمَا بنجاستِهَا (الدّرّ المختار) قولهٗ: (برُطوبةِ الفرجِ) أي الدّاخلِ بدليل قولِهٖ: (أولَجَ) و أمّا رطوبةُ الفرجِ الخارجِ فطاهرةٌ اتّفاقًا اهـ . ح . و في مِنهاجِ الإمامِ النّوويّ: رُطوبةُ الفرجِ ليستْ بِنجِسَةٍ في الأصحّ ، قال ابنُ حَجَرٍ في شرحِهٖ: وهي ماءٌ أبيضُ مُتردِّدٌ بين المَذْيِ والعَرَقِ يَخرجُ من باطنِ الفرجِ الّذي لا يجب غسلُهٗ بخلافِ ما يخرجُ ممّا يَجبُ غَسلُهٗ ، فإنّهٗ طاهرٌ قَطْعًا ، ومن وراءِ باطنِ الفرجِ ، فإنّهٗ نَجِسٌ قَطْعًا ككلِّ خارجٍ من الباطنِ كالماءِ الخارجِ معَ الولدِ أو قُبيلَهٗ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۴۴۶-۴۴۷، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس) ظفیر

(۲) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۳) تخریج سابقہ حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اگر وہ سفید پانی اندر سے آیا ہے تو وہ ناپاک ہے، اگر قدر درہم سے زیادہ بدن یا کپڑے کو لگ جائے تو دھونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۰۸-۳۰۹)

رطوبتِ فرج پاک ہے یا ناپاک؟

سوال: (۴۷۵) عورت کو جو رطوبت رحم سے آتی ہے، اگر وہ کسی زخم کی وجہ سے نہ آتی ہو تو وہ نجس ہے یا پاک یا کیا؟ (۱۲۰۱/ ۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: فرجِ داخل کی رطوبت کو نجس اور فرجِ خارج کی رطوبت کو طاہر کتب فقہ میں لکھا ہے **وأمّا رطوبةُ الفرجِ الخارجِ فطاهرةٌ اتّفاقًا إلخ ومن وراءِ باطنِ الفرجِ ، فإنّهٗ نَجِسٌ قَطْعًا إلخ** (۱) پس معلوم ہوا کہ رحم سے جو رطوبت آئے گی نجس ہے۔ (اضافہ از رجسٹر نقول فتاویٰ)

زخم کی رطوبت بہے بغیر کپڑے کو لگ گئی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۷۶) اگر کوئی نجاست مثلاً پیپ، لہو وغیرہ کپڑے کو لگ جاوے، مگر مقدارِ درہم سے کم لگے، بایں طور کہ ابھی وہ زخم کے مُنہ سے بہ کر علیحدہ بھی نہیں ہوئی تھی کہ فورًا پائجامہ کو لگ گئی، اور پھر پانی پڑ کر مقدارِ درہم کے برابر، یا اس سے زائد ہوگئی تو وہ کپڑا پاک ہے یا نہیں؟ اور بدن بھی پاک ہے یا نہیں؟ (۱۱۹۱/ ۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جو پیپ کہ زخم سے باہر نہیں (بہی) (۲) وہ ناپاک نہیں ہے اگر کپڑے یا بدن کو لگ جاوے، اگر چہ مقدارِ درہم سے زیادہ ہو کپڑا اور بدن ناپاک نہ ہوگا، وہ اگر پانی پڑ کر زیادہ بھی ہو جائے تو کچھ حرج نہیں ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے: **وكلّ ما ليس بِحَدَثٍ ليسَ بِنَجَسٍ إلخ** (۳) اور نجاست اگر درہم سے کم بدن یا کپڑے کو لگے اور پانی لگ کر زیادہ ہو جائے تو وہ مانع عن الصلاۃ

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (بہی) کی جگہ "تھی" تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۳) **الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/ ۲۴۲، كتاب الطّهارة، مطلب في حكمِ كَيِّ الحِمَّصَةِ.**

نہیں ہے۔ کما في الشّامي : و إن کثُرَ بإصابةِ الماءِ إلخ(۱) فقط واللہ اعلم (۱/ ۳۰۸-۳۰۹)

آدمی کے بال کی جڑ پاک ہے یا ناپاک؟

سوال: (۴۷۷) آدمی کے بال اگر اکھاڑے جاویں، تو (اُن)(۲) بالوں کا سر ناپاک ہوتا ہے یا نہیں؟ (۳۵۷/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ناپاک ہوتا ہے(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۲۶)

آدمی کی رال پاک ہے

سوال: (۴۷۸) آدمی کے مُنہ سے جو رال آتی ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟

(۱۲۰۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: مُنہ سے جو رال آتی ہے وہ پاک ہے۔ کماءِ فمِ النّائم ، فإنّهٗ طاهرٌ مطلقًا ، و بِهٖ يُفتٰى ، بخلافِ ماءِ فمِ الميتِ ، فإنَّهٗ نَجسٌ إلخ(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۰۹)

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار : ۱/ ۴۵۸، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، مبحثٌ في بول الفأرة و بَعرِها و بول الهرّةِ .

(۲) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے ۱۲۔

(۳) و شعرُ الإنسانِ غيرُ الْمَنْتُوْفِ إلخ طاهرٌ (درّمختار) قوله: (غيرُ المَنتوفِ) أمّا المنتوفُ فنجِسٌ ...... و المرادُ رؤوسُهُ الّتي فيها الدُّسومةُ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار : ۱/ ۳۲۱، كتاب الطّهارة ، مطلب في أحكام الدّباغة) ظفیر

(۴) الدّرّ المختار على ردّ المحتار : ۱/ ۲۳۹، كتاب الطّهارة ، مطلب نواقض الوضوئقبل مطلب في حكم كيّ الحمصة .

لعابُ النّائمِ طاهرٌ سواءٌ كان مِن الفمِ أو مُنْبَعِثًا مِن الجوفِ عندَ أبي حنيفة و محمّدٍ ، و عليهِ الفتوٰى ، و أمّا لعابُ الميّتِ، فقد قيل: إنَّهٗ نَجسٌ. هٰكذا في السّراج الوهّاجِ . (الفتاوٰى الهنديّة : ۱/ ۴۶، كتاب الطّهارة، الباب السّابع في النّجاسةِ و أحكامِها، الفصل الثّاني في الأعيانِ النّجسة) ظفیر

کتّا نجس العین ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۷۹) کلب نجس العین ہے یا نہیں؟ اگر نجس العین نہیں تو جن روایات وعبارات سے نجس العین ہونا کلب کا معلوم ہوتا ہے، اور یہ کہ اگر پاک پانی کتے کے پاک جسم سے لگا تو وہ پانی ناپاک ہوگیا، ان کے کیا معنی ہوں گے؟ (۱۳۳۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: صحیح یہی ہے کہ کلب نجس العین نہیں ہے، جن روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کلب نجس العین ہے، اور پانی جو اس کے جسم کو لگا وہ ناپاک ہے، یہ قول ضعیف ہے، مفتی بہ نہیں ہے، احتیاط امرِ آخر ہے، مگر بہ اعتبار قولِ اصح ومفتی بہ کے وہ پانی ناپاک نہیں ہے، دلائل کتبِ فقہ آپ کو خود معلوم ہیں (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۰۹-۳۱۰)

کتّے کا لعاب ناپاک ہے، بدن پاک ہے

سوال: (۴۸۰) کتے کا لعاب ہی نجس ہے یا بدن بھی؟ (۱۴۱۸/۱۳۴۰ھ)

الجواب: لعاب نجس ہے باہر سے بدن نجس نہیں ہے، **علی الصّحیح** (۱) فقط (۱/۳۵۰)

---

(۱) و اعلم أنّهُ ليس الكلبُ بنجسِ العينِ عندَ الإمام ، وعليهِ الفتوٰی ، وإن رجّح بعضُهم النّجاسةَ كما بسطَهُ ابنُ الشّحنةِ ، فيُباعُ ويُؤجرُ ويُضمنُ ويُتّخذُ جلدُهُ مصلّٰی و دَلوًا، ولو أُخرجَ حيًّا ولم يُصب فمُهُ الماءَ لا يُفسد ماءَ البئرِ ، ولا الثّوبَ بانتفاضِهِ إلخ ،و لا بِعَضِّهِ ما لم يُرَ رِيْقُهُ إلخ،ولا خلافَ في نجاسةِ لَحْمِهِ وطهارةِ شَعْرِهِ. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۳۲۲-۳۲۳، كتاب الطّهارة ، باب المياه، مطلب في أحكام الدّباغة)

قوله: (وعليهِ الفتوٰی) وهو الصّحيحُ والأقربُ إلى الصّوابِ. بدائع. وهو ظاهرُ المتونِ. بحر. و مقتضى عمومِ الأدلّةِ .فتح ، قوله: (ولا الثّوب بانتفاضِهِ) وما في الولوالجيةِ وغيرِها: إذا خرَجَ الكلبُ من الماءِ وانتفَضَ ، فأصابَ ثوبَ إنسانٍ أفسدَهُ ، لا لو أصابَهُ ماءُ المطرِ لأنّ المُبْتَلَّ في الأوّل جلدُهُ وهو نجِسٌ ، وفي الثّاني شَعْرُهُ وهو طاهرٌ اهـ .فهو علَى القولِ بنجاسةِ عينِهِ كما في البحرِ . (ردّ المحتار: ۱/۳۲۲-۳۲۳، كتاب الطّهارة ، باب المياه) ظفیرؔ

سوال: (۴۸۱) بہشتی زیور میں یہ تحریر ہے کہ کتے کا لعاب نجس ہے اور خود کتا نجس نہیں (۱) یہ کیوں کر ہے؟ (۱۳۳۵/۹۲۱ھ)

الجواب: کتے کے بارے میں یہ قول صحیح ہے کہ وہ نجس العین مثل خنزیر کے نہیں ہے، اس لیے سوا اس کے لعاب دہن کے وہ تمام پاک ہے، پس مسئلہ بہشتی زیور کا صحیح اور مفتی بہ ہے (۲) جیسا کہ درمختار میں ہے: **واعلم أنَّهُ ليس الكلبُ بنجسِ العينِ عندَ الإمام ، وعليهِ الفتوٰى — إلى أن قال — و لا خلافَ في نجاسةِ لَحْمِهِ وطهارةِ شَعْرِهِ. و في الشّامي: قوله: (و لا خلافَ في نجاسةِ لَحْمِهِ) ولذا اتّفقوا علىٰ نجاسةِ سؤرِهِ المتولِّدِ من لحمِهِ إلخ** (۳) فقط (۳۲۲/۱)

کتّے کا تھوک کپڑے کو لگ جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۸۲) کتے کا تھوک اگر کپڑے کو لگ جاوے، تو نماز کے لیے اس کا دھونا واجب ہے یا نہ؟ بینوا توجروا۔ (۱۳۳۴-۳۳/۱۳۱۰ھ)

الجواب: کتے کا لعاب نجاست غلیظہ ہے، اگر مقدار درہم سے زیادہ کپڑے کو لگ جائے تو نماز کے لیے دھونا اس کا فرض ہے (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۷۱/۱)

کتّے کو ہاتھ سے پیار کر کے کھانا کھا سکتے ہیں؟ اور اس کے چمڑے کا ڈول بنانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۸۳) کتّے کو ہاتھ سے پیار کر کے کھانا کھا سکتے ہیں؟ اور کیا عرب میں کتے کی کھال

---

(۱) اس عبارت کی تصحیح بہشتی زیور سے کی گئی ہے؛ مطبوعہ فتاویٰ اور رجسٹر میں عبارت بدلی ہوئی ہے۔۱۲

(۲) اختری بہشتی زیور، حصہ دوم، ص:۶، نجاست کے پاک کرنے کا بیان، مسئلہ نمبر:۴۱

(۳) **الدّرّ المختار و الشّامي: ۳۲۲/۱-۳۲۳، كتاب الطّهارة، باب المياه، مطلب في أحكام الدّباغة .**

(۴) **و الأصحُّ أنَّهُ إن كان فمُهُ مفتوحًا لم يَجُزْ لأنّ لُعابَهُ يسيلُ في كُمِّهِ ، فَيُنَجِّسُ لو أكثرَ من قدرِ الدّرهمِ . (الشّامي: ۳۲۳/۱، كتاب الطّهارة ، باب المياه، مطلب في أحكام الدّباغة)** ظفیرؒ

و عَفا الشّارعُ عن قدرِ درهمٍ وإن كُرِهَ تحريمًا فيَجِبُ غَسلُهُ ، وما دونَهُ تنزيهًا فيُسَنُّ ، و فوقَهُ مُبْطِلٌ فيُفرضُ. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۴۵۱/۱، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس) ظفیر

کے ڈول بناتے تھے؟ (ایک مولوی صاحب کتے کو ہاتھ سے پیار کرتے ہیں) (۱) جہاں کتے کے بال گرتے ہیں وہاں رحمت کا فرشتہ آتا ہے یا نہیں؟ (۱۶۵۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: کتے کو ہاتھ لگانے سے ہاتھ ناپاک نہیں ہوتا، البتہ جو فقہاء کتے کے نجس العین ہونے کے قائل ہیں ان کے نزدیک اگر بدن اس کا تر ہوتو ہاتھ لگانے سے ہاتھ ناپاک ہوجاوے گا، اور اگر خشک ہوتو ناپاک نہ ہوگا، بہرحال! احترازاس فعل سے اولی ہے (خصوصًا مولوی کو ایسا نہ کرنا چاہیے) اسی طرح کتے کی کھال کو دباغت دے کر (اس سے) ڈول بنانا بھی درست ہے، اور جو نجس العین کہتے ہیں وہ جائز نہیں کہتے، لیکن صحیح یہی ہے کہ نجس العین مثل خنزیر کے نہیں ہے (و اعلم أنَّهُ ليس الكلبُ بنَجِسِ العينِ) (۲) اور حدیث شریف میں ہے: لا تدخلُ الملائكةُ بيتًا فيهِ كلبٌ و لا تصاويرُ (۳) یعنی جس گھر میں کتا ہو یا تصویر ہو اس گھر میں فرشتے نہیں آتے، اس میں بالوں کے گرنے کا ذکر نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۱۷/۱)

کتے کا بال پاک ہے

سوال: (۴۸۴) کتے کا سوکھا یا بھیگا ہوا بال پاک ہے یا نہ؟ (۱۹۹۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: پاک ہے۔ كما في الدّرّ المختار: و لا خلافَ في نجاسةِ لَحْمِهِ وطهارةِ شَعْرِهِ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۳۵/۱)

مٹی کا برتن تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوجاتا ہے

سوال: (۴۸۵) اگر مٹی کا یا قارورہ کا برتن ناپاک ہوجاوے تو کس طرح پاک ہوسکتا ہے؟ (۳۵۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) سوال وجواب میں قوسین کے درمیان والی عبارات رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہیں۔
(۲) الدّرّ المختار و الشّامي: ۳۲۲/۱، كتاب الطّهارة ، باب المياه، مطلب في أحكام الدّباغة .
(۳) عن أبي طلحة رضي الله عنه قال: قال النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم: لا تدخل الملائكة الحديث (مشكاة المصابيح: ص: ۳۸۵، كتاب اللّباس، باب التّصاوير، الفصل الأوّل)
(۴) الدّرّ المختار و الشّامي: ۳۲۳/۱، كتاب الطّهارة ، باب المياه، مطلب في أحكام الدّباغة .

الجواب: تین دفعہ دھونے سے پاک ہوجاوے گا، اگر اس میں قارورہ بھی ہوتب بھی تین دفعہ دھونے سے پاک ہوجاوے گا، بہتر یہ ہے کہ مٹی وغیرہ سے صاف کر کے دھووے(۱) (۱/۳۰۰-۳۰۱)

سوال: (۴۸۶) مٹی کا برتن اگر ناپاک ہوجاوے تو دھونے سے پاک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۱۲۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: دھونے سے پاک ہوسکتا ہے، تین دفعہ اس کو دھویا جاوے(۱) فقط (۱/۳۲۴)

تانبے اور المونیم کا برتن دھونے سے پاک ہوجاتا ہے

سوال: (۴۸۷) اگر تانبے کا برتن ناپاک ہوجاوے تو دھونے سے پاک ہوجاوے گا، یا قلعی کی ضرورت ہے؟ (۱۰۶۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: دھونے سے پاک ہوجاتا ہے، قلعی کی ضرورت نہیں ہے(۱) فقط واللہ اعلم (۱/۳۱۳)

سوال: (۴۸۸) المونیم کے برتن اگر ناپاک ہوجاویں تو مانجھنے سے اور تین دفعہ دھونے سے پاک ہوسکتے ہیں یا کیا؟ (۱۰۳۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: وہ ظروف مانجھنے اور دھونے سے پاک ہوجاویں گے(۲) فقط واللہ اعلم (۱/۳۲۳)

---

(۱) والنّجاسةُ ضربانِ مرئيةٌ وغيرُمرئيّةٍ ، فما كان منها مرئيًّا ، فطهارتُها بزوالِ عينِها لأنّ النّجاسةَ حلّت المَحَلَّ باعتبارِ العينِ ، فتزولُ بزوالِهِ إلخ وما ليس بمرئيٍّ فطهارتُه أن يغسلَ حتّٰى يغلبَ على ظنّ الغاسلِ أنَّهُ قد طَهُرَ . (الهداية: ۱/ ۷۷-۷۸، كتاب الطّهارات ،باب الأنجاس و تطهيرها) ظفیر

(۲) والأواني ثلاثةُ أنواعٍ : خزفٌ و خشبٌ وحديدٌ ونحوُها، وتطهيرُها على أربعة أوجهٍ: حرقٌ ونحتٌ ومسحٌ وغسلٌ، فإن كان الإناءُ من خزفٍ أو حجرٍ وكان جديدًا و دخلت النّجاسةُ في أجزائهِ يحرقُ ، وإن كانا عتيقًا يغسل ، و إن كان من خشبٍ جديدٍ ينحتُ ومن قديمٍ يغسلُ ، وإن من حديدٍ أو صفرٍ أو رصاصٍ أو زجاجٍ وكان صقيلاً يمسح ، و إن كان خشنًا يغسل . (حاشية الطّحطاوي على الدّرّ: ۱/۱۶۳، كتاب الطّهارة ، باب الأنجاس، قبيل فصل الاستنجاء)

چینی کے برتن میں پرانے ہونے کی وجہ سے لکیریں پڑگئی ہوں تو کس طرح پاک ہوسکتا ہے؟

سوال: (۴۸۹) جن چینی کے برتنوں میں کہنگی (پرانے پن) کے باعث لکیریں سی پڑ جاتی ہیں، اگران پر شپرّک (چمگاڈر) یاچوہوں کے پیشاب کا شبہ ہوتو کس طرح پاک ہوسکتے ہیں؟

(۵۲۵/۱۳۴۱ھ)

الجواب: تین دفعہ دھونے سے پاک ہوجاویں گے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۵۶/۱)

کورے لوٹوں کے نیچے سے بارش کا پانی گزراتو لوٹے پاک ہیں

سوال: (۴۹۰) کورے لوٹے رکھے ہوئے تھے، ان سے ایک گز کے فاصلے پر کتے نے پاخانہ پھر دیا، اوراس پر بارش ہوئی، بارش کا پانی لوٹوں کے نیچے سے ہوکر گذرا، اب وہ لوٹے پاک ہیں یا ناپاک؟ (۱۷۵۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس صورت میں لوٹے پاک ہیں، کیونکہ جاری پانی بارش کا پاک ہوتا ہے، اس میں اگرنجس پانی بھی شامل ہوجاوے تو جاری پانی ناپاک نہ ہوگا (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۲۵/۱)

بھنگی جس برتن کو ہاتھ لگادے اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۹۱) ایک ہندو کسی جگہ پانی بھرتا ہے، اور جس چیز میں وہ پانی بھرتا ہے اس کو کبھی

---

(۱) ويطهُرُ محلُّ غيرِهَا أي غيرِ مرئيّةٍ بغلبةِ ظنِّ غاسلٍ ...... طهارةَ محلِّها وقُدِّرَ ذلك لمُوَسْوِسٍ بغَسلٍ وعَصْرٍ ثلاثًا أو سَبْعًا فيما يَنعصِرُ إلخ وقُدِّرَ بتثليثِ جَفافٍ أي انقطاعِ تقاطُرٍ في غيرِهٖ أي غيرِ مُنْعَصِرٍ إلخ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۴۶۸-۴۶۹، كتاب الطّهارة، الباب الخامس : باب الأنجاس، مطلب في حكم الوشْمِ) ظفيرؒ

(۲) وفي بعضِ الفتاوىٰ قال مشائخنا: المطرُ ما دام يُمطِرُ فلهُ حكم الجَرَيَانِ ، حتّى لو أصاب العذراتِ على السّطح ، ثمّ أصاب ثوبًا لا يتنجّسُ ، إلاّ أن يَتغيَّرَ. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۱۷، كتاب الطّهارة، الباب الثّالث في المياه، الفصل الأوّل في ما يجوز به التّوضؤُ) ظفير

کبھی خاک روب بھی چھوتے ہیں، اگر وہ پانی کسی چیز میں کھولا لیا جائے تو پاک ہوسکتا ہے یا نہ؟

(۱۹۹۲/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب تک اس برتن کا نجس ہونا معلوم نہ ہو، اس وقت تک پانی کو پاک سمجھنا چاہیے، وہ پانی پاک ہے، اور شبہ سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، یہ مسئلہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے(۱) فقط (۱/ ۳۳۵)

ناپاک برتن میں کھانا پینا جائز نہیں

سوال: (۴۹۲) اگر مشاہدہ ہو کہ بچہ نے پیشاب سے مختلط (آلودہ) ہاتھ برتن میں ڈالا، لیکن گھر والی نے سستی سے برتن پاک نہیں کیا، اس میں کھانا دیا، یا ناپاک ہاتھ سے کھانا پکا کر دیا تو وہ یا اس برتن میں پانی پینا جائز ہے یا نہیں؟ عموم بلویٰ کی وجہ سے۔(۱۹۵۹/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: جو کھانا اس برتن میں کھایا گیا یا پانی پیا گیا غفلت یا لاعلمی سے وہ معاف ہے، لیکن آئندہ کو اس برتن کو پاک کرنا چاہیے، یہ نہیں کہ باوجود مشاہدہ کے عموم بلویٰ کی وجہ سے ناپاک برتن وغیرہ کو پاک نہ کیا جاوے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۴۲-۳۴۳)

اگر شک ہے کہ عورت نے ناپاک ہاتھوں سے کھانا پکایا ہے یا ناپاک گھڑے کا پانی لا کر دیا ہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۹۳) ایک عورت نے گوبر سے لیپ کر ناپاک ہاتھ ٹھلیا (چھوٹے گھڑے) میں ڈال کر دھوئے، پھر اسی ہاتھ سے کھانا پکایا، اگرچہ مشاہدہ نہیں، مگر قرائن قویہ سے معلوم ہے کہ دیگر عورتیں سب ایسا ہی کرتی ہیں، پس وہ کھانا کھانا اور اُس ٹھلیا کا پانی یا انہیں کے لائے ہوئے پانی سے

---

(۱) وقد مرّ أنّهم لم يَعتبرُوا احتمالَ النّجاسةِ إلخ. (ردّ المحتار: ۱/ ۳۲۹-۳۳۰، كتاب الطّهارة، باب المياه، فصل في البئر)

(۲) لو أدخلَ الصّبيُّ يدَهُ في الإناءِ إن عَلِمَ أنها طاهرةٌ بأن كان مَعَهُ من يُراقبُهُ، جاز التّوضّيُّ بذلك الماءِ و إن عَلِمَ أنّ فيها نجاسةً لم يَجُزْ. (غنية المستملي، ص:۹۰، قبيل فصل في المسح على الخُفين) ظفير

وضو درست ہے یا نہیں؟ (۲۶۰۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: جب کہ مشاہدہ نہیں ہے، تو یہ سب امور درست ہیں (۱) فقط واللہ اعلم (۱/۳۴۶)

استنجاء پاک کرنے کے لیے جس برتن سے پانی لیا گیا وہ پاک ہے

سوال: (۴۹۴) ایک شخص نے پاخانہ پھر کر استنجاء کیا، گھڑے سے پانی لے کر پاک کیا، آیا جو برتن قبل استنجاء پاک کرنے کے چھوا گیا وہ پاک ہے یا نجس ہو گیا؟ (۱۰۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: پاک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۴۶)

ڈھیلے سے استنجاء سُکھانے میں جو ہاتھ استعمال کیا تھا اسی ہاتھ سے پیالہ پکڑ کر مٹکے سے پانی لیا تو مٹکے کا پانی پاک رہا یا نہیں؟

سوال: (۴۹۵) ایک شخص نے پیشاب کے بعد مٹی کے ڈھیلے سے استنجاء سکھایا، ہاتھ کو نجاست بالکل نہیں لگی، اس نے آب خورہ (پیالہ) سے مٹکے سے پانی لیا، اگر ہاتھ مٹکے میں پڑ جاوے تو پانی پاک رہے گا یا ناپاک ہو جاوے گا؟ (۲۴/۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: جب کہ اس کا ہاتھ نجاست کو نہیں لگا تو پانی مٹکے کا پاک ہے۔ فقط (۱/۳۵۶)

اہلِ کتاب کے برتن پاک ہیں یا ناپاک؟ اوران کے ساتھ کھانا پینا کیسا ہے؟

سوال: (۴۹۶) ایک فریق کہتا ہے کہ نصاریٰ اہل کتاب ہیں، ان کے ساتھ اکل وشرب

---

(۱) و لـو شكَّ في نجاسةِ ماءٍ أو ثوبٍ أو طلاقٍ أو عِتقٍ لم يُعتبرْ (الدّرّ المختار) في التّتار خانيّةِ مـن شكّ فـي إنـائهِ أو ثَوبهِ أو بدنهِ أصابتْهُ نجاسةٌ أو لا، فهو طاهرٌ ما لم يَستيقنْ إلخ و كذا ما يتّخذُهُ أهلُ الشّركِ أو الجَهَلَةِ من المسلمينَ كالسَّمْنِ والخُبزِ والأطعمةِ والثّيابِ اهـ ملخّصًا.
(الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۵۴، كتاب الطّهارة، قبيل مطلب في أبحاث الغسل)

جائز ہے، اور ایک اس کے برخلاف ہے، (اور کہتا ہے) کہ نصاری کے کھانے کے برتن اور حقہ وغیرہ کسی طرح پاک نہیں ہوسکتے، اس مسئلہ کا جواب مفصل مرحمت (ہو)۔ (۳۲/۱۲۰۴-۱۳۳۳ھ)

الجواب: نصاریٰ دراصل اہل کتاب ہیں، باقی پابندی اپنے دین کی بھی وہ کرتے (ہوں) (۱) یہ دوسری بات ہے، اور چونکہ وہ محرمات شرعیہ ونجس اشیاء کا استعمال کرتے ہیں، جیسے شراب اور خنزیر اس لیے ان کے برتنوں میں ان کے ساتھ کھانا نہ چاہیے (۲) اور یہ خیال کہ جھوٹا نصاری کا کسی طرح پاک نہیں ہوسکتا غلط ہے، ہر ایک ناپاک چیز برتن وغیرہ پاک ہوسکتے ہیں، اور حقہ مستعملہ نصاریٰ کا پاک ہے، اس میں وہم کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۱۳-۳۱۴)

سور کھانے والے کے لڑکے نے جو قلم مُنہ میں رکھا تھا اس کو مسلمان نے اپنے مُنہ میں رکھا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۹۷) جو کسان سور کھاتے ہیں، ان کے لڑکوں نے جو قلم مُنہ میں لیا، اور پھر اس قلم کو غلطی سے مسلمان نے مُنہ میں رکھ لیا تو مُنہ ناپاک ہوا یا نہ؟ (۱۵۶۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جو قلم کسانوں کے (لڑکے) (۳) مُنہ میں رکھیں، اگر کسی مسلمان نے اس قلم کو غلطی سے مُنہ میں رکھ لیا تو کچھ حرج نہیں ہے، مُنہ ناپاک نہیں ہوا (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۲۴-۳۲۵)

---

(۱) قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کا اضافہ اور تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔

(۲) و يُكرهُ الأكلُ والشّربُ في أوَانِيْ المشركينَ قبلَ الغَسلِ ، و مع هذا لو أكلَ أو شرِبَ فيها قبلَ الغَسل جاز إلخ. (الفتاوىٰ الهنديّة: ۵/۳۴۷، كتاب الكراهيّة، الباب الرّابع عشر في أهل الذّمّة و الأحكام الّتي تعود إليهم) ظفیر

(۳) قوسین کے درمیان والے لفظ کی رجسٹر نقول فتاویٰ سے تصحیح کی گئی ہے۔ ۱۲

(۴) فسؤرُ آدميٍّ مُطلقًا ولو جُنُبًا أو كافرًا إلخ طاهرٌ. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۳۳۹ كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل : باب المياه ، فصل في البئر ، مطلب في السّؤر)

نصاریٰ جس برتن میں خنزیر کا گوشت کھائیں وہ دھونے سے پاک ہوجاتا ہے

سوال: (۴۹۸) جس برتن میں نصاری خنزیر کا گوشت کھالیں تو دھونے سے پاک ہوجاتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۳۶۷ھ)

الجواب: دھونے سے پاک ہوجاتا ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۳۷-۳۳۸)

مٹی کے جس برتن میں کتّا مُنہ ڈال دے یا پیشاب کردے اس کے پاک کرنے کا طریقہ

سوال: (۴۹۹) مٹی کے برتن میں کتے کے پانی پینے سے اور پیشاب کرنے سے (شرعًا) (۲) کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۰/۲۷۳۵ھ)

الجواب: مٹی کا برتن کتے کے پانی پینے سے اور پیشاب کرنے سے ناپاک ہوجاتا ہے، اور پھر دھونے سے اور خوب مٹی مل کر دھونے سے پاک ہوجائے گا (۳) اور مٹی کے نئے برتن میں

(۱) والنّجاسةُ ضربان مرئيةٌ وغيرُمرئيّةٍ ، فماكان منها مرئيًّا ، فطهارتُها بزوالِ عينِها لأنّ النّجاسةَ حلّت المَحَلَّ باعتبارِ العينِ ، فتزولُ بزوالِه إلخ وما ليس بمرئيٍّ فطهارتُه أن يغسلَ حتّى يغلبَ على ظنِّ الغاسلِ أنّهُ قد طَهُرَ . (الهداية: ۱/ ۷۷-۷۸، كتاب الطّهارات، باب الأنجاس و تطهيرها) ظفیر

(۲) (شرعًا) کا اضافہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے کیا گیا ہے۔۱۲

(۳) عن أبي هريرة رضي اللّه عنه قال : قال رسولُ اللّهِ صلّى اللّه عليه وسلّم: إذا شرِبَ الكلبُ في إناءِ أحدِكم فليغسِلْهُ سبعَ مرّاتٍ ، متّفق عليه .

و في روايةٍ لمسلمٍ: طهورُ إناءِ أحدِكُمْ إذا وَلَغَ فيهِ الكلبُ أن يغسِلَهُ سبعَ مرّاتٍ أُوْلَاهُنَّ بالتُّرابِ. (مشكاة المصابيح: ص:۵۲، كتاب الطّهارة، باب تطهير النّجاسات، الفصل الأوّل)

فقہاء رحمہ اللہ کا خلاف ہے، جو شامی میں مذکور ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۵۴)

سوال: (۵۰۰) برتن مٹی روغنی یا بلا روغن کو کتا چاٹ جائے یا اس میں پانی پی جائے تو روغن والے کو کس طرح؟ اور بلا روغن کو کس طرح پاک کیا جائے؟ (۲۳۹۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: دھونے سے دونوں طرح کے برتن پاک ہوجاویں گے، البتہ غیر روغنی برتن جو نیا ہو اس کے پاک ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے، لیکن صحیح اس میں بھی یہ ہے کہ جب زوال نجاست ہوجاوے اور اس کو تین بار دھولیا جاوے پاک ہوجاوے گا (۲) فقط (اضافہ از رجسٹر نقول فتاویٰ)

جو لکڑی پانی کو جذب کرلیتی ہے اس پر شراب گرگئی تو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

سوال: (۵۰۱) ایک تخت ایسی لکڑی کا بنا ہوا ہے کہ وہ پانی کو فوراً جذب کرلیتی ہے، اس پر

---

(۱) مٹی کا نیا برتن اگر ناپاک ہوجائے تو امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک پاک نہیں ہوسکتا، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ خشک کرنے سے پاک ہوجاتا ہے، فتویٰ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر ہے۔ و إن عُلِمَ تشرُّبُهُ كالخزَفِ الجديدِ ، و الجلدِ المدبوغِ بِدُهنٍ نجسٍ ، و الحنطةِ المنتفِخةِ بالنّجسِ، فعندَ محمّدٍ لايطهُرُ أبدًا ، و عند أبي يوسف يُنقَعُ في الماءِ ثلاثًا، و يُجفَّفُ كلَّ مرّةٍ، والأوّلُ أقيسُ، والثّاني أوسعُ اھ، وبهٖ يُفتى درر (ردّ المحتار: ۱/۴۶۹، كتاب الطّهارة باب الأنجاس، مطلب في حكم الوشم) محمد امین پالن پوری

(۲) کتا اگر برتن میں منہ ڈال دے تو تین مرتبہ دھونے سے برتن پاک ہوجاتا ہے، مگر مستحب یہ ہے کہ برتن کو سات مرتبہ دھوئے اور ایک مرتبہ مٹی سے مانجھیں۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال : يُغسل الإناء إذا ولغَ فيه الكلبُ سبعَ مرّاتٍ أُولَاهُنَّ أو أخراهنّ بالتُّرابِ .

(جامع التّرمذي: ۱/۲۷، أبواب الطّهارة، باب ما جاء سؤر الكلب)

(و يطهر متنجّس) سواء كان بدنًا أو ثوبًا أو آنيةً (بنجاسة) و لو غليظة (مرئيّة) كدم (بزوالِ عينِها و لو) كان (بمرّةٍ) أي غسلةٍ واحدةٍ (علَى الصّحيحِ) ...... (و) يطهر محلّ النّجاسة (غير المرئيّة بغسلها ثلاثًا) وجوبًا ، و سبعًا مع التّتريبِ ندبًا في نجاسة الكلب خروجًا من الخلافِ (مراقي الفلاح ص: ۱۵۹-۱۶۱، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس و الطّهارة عنها)

شراب گرگئی، اور جذب ہوگئی، اس کو دھونے سے بدبو نہیں جاتی اس کو کس طرح پاک کریں؟

(۱۱۲۷/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: دھونے سے پاک ہوجاتی ہے(۱) دھونے کے بعد جو بو باقی رہ جائے اس کا اعتبار نہیں (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۶۸)

سور کاٹا گیا اس کی نجاست دھوتے وقت پانی تختوں پر پڑا تو وہ کس طرح پاک ہوں گے؟

سوال: (۵۰۲) ایک مجوسی نے مارکیٹ میں جس میں گوشت بکتا ہے سور کاٹا، اور (اس کو) وہیں صاف کیا، مارکیٹ بہ حکم سرکاری روزانہ دھوئی جاتی ہے، چنانچہ وہ جب دھوئی گئی تو وہی پانی تمام لکڑی کے تختوں پر بھی پڑا، اور انہیں تختوں پر گوشت بکتا ہے، لہٰذا (کونسا طریقہ صفائی کا اختیار کیا جاوے)(۳) کہ لوگوں کا شک رفع ہو؟ (۱۲۰۷-۳۲/ ۱۳۳۳ھ)

الجواب: شامی میں ذخیرہ سے منقول ہے: **لو أصابتِ الأرضَ نجاسةٌ فصُبَّ عليها الماءُ، فجرىٰ قدرُ ذراعٍ طهُرتْ الأرضُ و الماءُ طاهرٌ بمنزلةِ الماءِ الجاري، و لو أصابها المطرُ و جرَى عليها طهُرَت، و لو كان قليلاً لم يَجْرِ فلا إلخ**(۴) (شامی: ۱/ ۱۲۵)

اس سے معلوم ہوا کہ صورت اس کے پاک ہونے کی یہ ہے کہ بہت سا پانی پاک اس پر بہایا جاوے، اور اس کو دھویا جاوے پاک ہوجاوے گا، اور جاری پانی میں اگر اختلاطِ نجاست ہو تو وہ پاک ہی رہتا ہے، پس جن مواقع میں وہ پانی گذرے گا وہ مواقع پاک رہیں گے۔ فقط واللہ اعلم (۱/ ۳۱۴)

---

(۱) اس کا حوالہ سابقہ جواب کے حاشیہ میں مذکور ہے۔

(۲) **و لا يضرُّ بقاءُ أثرٍ كلونٍ و ريحٍ لازمٍ إلخ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/ ۴۶۵، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، مطلب: العرقيّ الّذي يستقطر من درديّ الخمر)** ظفیرؒ

(۳) سوال میں قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کا اضافہ اور تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔

(۴) **ردّ المحتار: ۱/ ۲۹۹، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب الأصحّ أنّهُ لا يُشترطُ في الجَرَيَانِ المَدَدُ .**

کیا لڑکے کا پیشاب کم ناپاک ہوتا ہے اور لڑکی کا زیادہ؟

سوال: (۵۰۳) سنا ہے کہ معصوم لڑکے کا پیشاب کم ناپاک ہوتا ہے اور لڑکی کا زیادہ، یہ فرق کیوں ہے؟ (۱۳۴۱/۱۰۲۳ھ)

الجواب: پیشاب لڑکے ولڑکی دونوں کا ناپاک ہے، اور دونوں برابر ہیں، اُس حدیث کا مطلب دوسرا ہے جس میں **یُغسَلُ مِن بولِ الجاریّةِ** وارد ہوا ہے(۱) یعنی اس کا مطلب مبالغہ سے دھونا ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۵۶-۳۵۷)

(۱) سنن أبي داؤد:۱/۵۳، كتاب الطّهارة، بابُ بولِ الصبيِّ يُصيبُ الثّوبَ.

(۲) قال: إنّما يُغسلُ من بولِ الأنثى، و يُنضَحُ من بولِ الذّكرِ، رواه أحمد. (مشكاة المصابيح، ص:۵۲، كتاب الطّهارة، باب تطهير النّجاسات، الفصل الثّاني)

فعُلِمَ منهُ أنّ حُكمَ بولِ الغلامِ الغسلُ إلاّ أنّه يجزىءُ فيه الصّبُّ؛ يعني ولايحتاج إلى العصرِ، وحكمُ بولِ الجاريّةِ أيضًا الغسلُ إلاّ أنه لا يكفي فيه الصّبُّ، لأنّ بولَ الغلامِ يكونُ في موضعٍ واحدٍ لضيقِ مخرجهِ وبول الجاريةِ يتفرّقُ في مواضع لسعةِ مخرجِها. (مرقاة المفاتيح: ۲/۱۸۹، كتاب الطّهارة، باب تطهير النّجاسات، الفصل الثّاني، رقم الحديث:۵۰۱)

ترمذی کی شرح تحفۃ الالمعی میں ہے: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب دونوں پیشاب دھونے ضروری ہیں تو روایات میں دونوں پیشابوں کے لیے الگ الگ لفظ کیوں استعمال کیے گئے؟

وجہ فرق یہ ہے کہ لڑکی کے مزاج میں برودت ہے، اسی لیے اس کے پیشاب میں عفونت ہوتی ہے، پس اس کے پیشاب کو مبالغے کے ساتھ دھونا ضروری ہے، ورنہ کپڑا پاک ہونے کے بعد بھی بدبورہ جائے گی، اور لڑکے کے مزاج میں حرارت ہے، اس لیے اس کے پیشاب میں عفونت کم ہوتی ہے، اس لیے اس میں غسلِ خفیف بھی کافی ہے۔

علاوہ ازیں لڑکے کے پیشاب کا مخرج تنگ ہے، اس لیے پیشاب ایک جگہ گرتا ہے، اور لڑکی کا مخرج کشادہ ہے، اس لیے پیشاب کپڑے پر بکھر جاتا ہے، پس لڑکے کے پیشاب پر تو پانی ریڑھا جاسکتا ہے، اور لڑکی کے پیشاب کرنے کی صورت میں پورا کپڑا دھونا ضروری ہوتا ہے۔

اور ایک فرق یہ بھی ہے کہ لڑکوں میں ابتلائے عام ہے، مرد اس کو اٹھائے پھرتے ہیں، اور لڑکی کی یہ صورت نہیں، اس لیے شریعت نے لڑکے کے پیشاب میں تخفیف کی، اور لڑکی کے پیشاب میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ (تحفۃ الالمعی:۱/۳۱۵، كتاب الطّهارة، باب ما جاء في نَضْحِ بولِ الغلامِ قبلَ أنْ يَطْعَمَ)

شیرخوار بچے کا پیشاب ناپاک ہے

سوال: (۵۰۴) کیا شیرخوار بچے کا پیشاب نجس ہے؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: بولِ صبی نجس است (بچے کا پیشاب ناپاک ہے) لِقولِهٖ عليهِ السَّلامُ: اسْتَنْزِهُوْا مِنَ البولِ الحديث (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۱۶)

سوال: (۵۰۵) ولادت کے بعد جب تک بچہ کچھ دنوں کا نہ ہوجائے، بچے کے پیشاب سے بچنا بے حد دشوار ہے، اگر عورت دوسرا کپڑا ابھی نماز کے لیے رکھے، لیکن بدن میں ہر وقت پیشاب لگے گا، ایسے وقت میں کیا کرے؟ عوام میں مشہور ہے کہ بچوں کا پیشاب پاک ہے یہ صحیح ہے یا غلط؟ (۱۰۵۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: پیشاب بچہ کا پاک نہیں ہے، بلکہ مانند بڑے آدمیوں کے پیشاب کے؛ نجاست غلیظہ ہے، اس سے بچنا اور بہ صورت بدن اور کپڑے پر پیشاب قدرے درہم سے زیادہ لگنے کے؛ دھونا ضروری ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۴۰)

صرف پانی بہانے سے بدن پاک ہوجاتا ہے، یا ہاتھ سے ملنا ضروری ہے؟

سوال: (۵۰۶) فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس چیز پر تین بار پانی بہ جاوے، وہ (اس کے) (۳)

---

(۱) عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه أنّ رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم قال: استنزهوا من البول فإنّ عامّةَ عذابَ القبر منه. (سنن الدّار قطني: ۱/۴۷، كتاب الطّهارة، باب نجاسة البول والأمر بالتّنزّه منه إلخ، المطبوعة: المطبع الفاروقي، دهلي)

نصب الرّأية في تخريج أحاديثِ الهداية: ۱/۱۸۰، كتاب الطّهارة، فصل في البئر، الحديث الثّالث و الأربعون، المطبوعة: زکریا بک ڈپو، دیوبند.

(۲) وعُفِيَ قدرُ الدّرهمِ مِسَاحَةً كعرضِ الكفّ في الرّقيقِ، و وَزْنًا بقدرِ مِثقالٍ في الكثيفِ من نجَسٍ مغلَّظٍ كالدّمِ والبولِ ولو مِن صغيرٍ لم يَأْكُلْ (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر: ۱/۹۲-۹۳ كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، المطبوعة: الكتب العلميّة، بيروت)

(۳) (اُس کے) کا اضافہ رجسٹر نقول فتاویٰ سے کیا گیا ہے۔

تین دفعہ دھونے یا رگڑنے اور نچوڑنے کے قائم مقام ہوجاتا ہے، کیا یہ کلیہ بدن کو بھی شامل ہے کہ نجاست جس جگہ بدن پر لگی ہو تین بار پانی بہایا جاوے، اور ہاتھ سے ملنا شرط نہ ہو؟ (۲۴۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر پانی بہانے سے ازالۂ نجاست ہوجاوے تو بدن بھی پاک ہوجاتا ہے(۱) فقط (۳۲۱/۱)

پورا بدن ناپاک ہوجائے تو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

سوال: (۵۰۷) درمختار میں ہے کہ تمام بدن ناپاک ہونے سے غسل واجب ہوتا ہے، وہ غسل مثل جنابت کے ہے یا نہ؟ یعنی دلک (ملنا) مشروط ہے یا فقط پانی پہنچانا فرض ہے؟ (۱۵۳۱/۱۳۴۲ھ)

الجواب: وہ غسل ایسا ہے جیسا کہ ناپاک چیز یا ناپاک عضو کو دھویا جاتا ہے، یعنی تین دفعہ پانی بہانا چاہیے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۵۵/۱)

بدن پر ناپاکی لگ جائے تو پاک کرتے وقت بدن کو ملنا اور خشک کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۰۸) نجاستِ بدن کے متعلق جو تین بار دھونا کتابوں میں لکھا ہے، اس میں اس کی

---

(۱) إذا أصابت النّجاسة البدن يظهر بالغسل ثلاث مرّات متواليات ؛ لأنّ العصر متعذّر فقامت التّوالي في الغسل مقام العصر . (المحيط البرهاني:۳۸۱/۱)

و يطهر متنجّس سواء كان بدنًا أو ثوبًا أو آنيةً بنجاسة و لو غليظةً مرئيّة كدم بزوال عينها ولو كان بمرّة أي غسلة واحدة على الصّحيح ، و لا يشترط التّكرار لأنّ النّجاسة فيه باعتبار عينها فتزول بزوالها ، و عن الفقيه أبي جعفر أنّه يغسل مرّتين بعد زوال العين إلحاقًا لها بغير مرئيّة ، و عن فخر الاسلام ثلاثًا بعده كغير مرئيّةٍ لم تغسل . (مراقي الفلاح مع حاشية الطّحطاوي، ص:۱۵۹، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس و الطّهارة عنها)

(۲) وَ النّجاسة ضربان: مرئيّةٌ و غيرُ مرئيّةٍ ، فما كان منها مرئيًّا فطهارتها بزوال عينها إلخ ، و ما ليس بمرئيٍّ فطهارته أن يغسل حتّى يغلبَ على ظنّ الغاسل أنّه قد طهر إلخ ، و إنّما قدّروا بالثّلاث . (هداية:۷۷/۱-۷۸، كتاب الطّهارات ، فصل في الغسل) ظفير

جگہ کا ملنا بھی شرط ہے یا محض پانی ڈالنا کافی ہے؟(۵۲۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جس جگہ نجاست لگی ہوئی ہواس کا ازالہ ضروری ہے، ملنے سے ہو یا جس طرح ہو اس کو دور کر کے پاک کرنا ضروری ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۰۶/۱)

سوال: (۵۰۹) طہارت بدن میں جفّ (سوکھنا) اور دلک (ملنا) شرط ہے یا نہیں؟

(۲۹۱۸/۱۳۴۰ھ)

الجواب: بدن کے پاک ہونے کے لیے ازالۂ نجاستِ حقیقیہ کی ضرورت ہے، اگر بدون دلک کے ہی وہ نجاست زائل ہوجاوے تو کچھ حاجت دلک کی نہیں ہے، اور جفاف کی ضرورت نہیں ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۵۵/۱)

بدن پر ناپاک صابن لگا کر پانی بہادینے سے بدن پاک ہوجاتا ہے

سوال: (۵۱۰) نجس بدن پر نجس صابون مل کر پانی بہادینا کافی ہے یا نہیں؟(۱۱۲۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس صابون کے دھودینے اور بہادینے سے بدن پاک ہوجاوے گا(۱)(۳۵۹/۱)

نجس بدن پر پسینہ آئے تو وہ پاک ہے یا ناپاک؟

سوال: (۵۱۱) نجس بدن کو اگر خشک ہونے کے بعد پسینہ آیا تو وہ پاک ہے یا ناپاک؟

(۱۲۲۸/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس کو فقہاء نے پاک لکھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۴۴/۱)

استدراک: بخاری شریف کے حاشیہ میں ہے: باب عرق الجنب أي في حدّ ذاته وإن كان ينجس إذا خالط بالنّجاسة (۴۲/۱، كتاب الغسل) یعنی جنبی کا پسینہ فی نفسہٖ پاک ہے، مگر جب نجاست کے ساتھ ملتا ہے تو ناپاک ہوجاتا ہے ــــ اس سے معلوم ہوا کہ ناپاک بدن کو اگر خشک

(۱) يطهرُ بدنُ المصلّي و ثوبُهُ و مكانُه عن نجسٍ مرئيٍ بزوالِ عينِهِ ...... بالماء ، و بكلّ مائعٍ طاهرٍ مُزيلٍ كخلٍّ و نحوِهِ و عمّا لم يُرَ أثرُهُ ...... بغَسلِهِ ثلاثًا. (شرح الوقاية: ۱۲۲/۱، كتاب الطّهارة ، باب الأنجاس)

ہونے کے بعد پسینہ آیا تو ناپاکی کے ساتھ ملنے کی وجہ سے ناپاک ہوگا، اور حضرت مجیب قدس سرہٗ نے اس کو پاک لکھا ہے، اس سے مراد شاید جنبی کا پسینہ ہے، کیوں کہ اس کا بدن ناپاک ہوتا ہے، مگر یہ ناپاکی حکمی ہے، اس لیے اس کا پسینہ پاک ہے۔ **و حکم عرق کسؤر (۱)...... فسؤر الآدمي مطلقًا و لو جنبًا أو كافرًا إلخ طاهر** (۲) محمد امین پالن پوری

جنبی کا پسینہ پاک ہے

سوال: (۵۱۲) گرمی کے ایام میں اگر حالت جنابت میں پسینہ آجاوے تو اس سے کپڑے ناپاک ہوجاتے ہیں یا نہیں؟ (۱۰۳۱/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: جنبی کا پسینہ ناپاک نہیں ہے، اس پسینہ سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا (۲) (۱/ ۳۲۳)

ناپاک عضو کا پسینہ پاک کپڑے کو لگا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۱۳) مقاربت کرنے اور عضو سوکھ جانے کے بعد پاک کپڑا پہن لیا، اس کے بعد پسینہ آیا، اور کپڑے کو لگا؛ کپڑا انجس ہوا کہ نہیں؟ کپڑا یا ظروف گلی (مٹی) میں نجاست لگ گئی یا تر ہوا، پھر سوکھ گیا کہ اثر باقی نہ رہا، یہ چیزیں بغیر دھوئے سوکھنے کے بعد پاک ہیں یا ناپاک؟ (۱۱۲۱/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس صورت میں کپڑا انجس نہ ہوگا (۳) اور ظروف گلی اگر نجس ہوگئے تو وہ دھونے سے

---

(۱) قولُهٗ: (و حكمُ عَرَقٍ كسُؤرٍ) أي العَرَقُ من كلِّ حيوانٍ حكمُهٗ كسُؤرِهٖ لِتولُّدِ كلٍّ منهما من اللّحم. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/ ۳۴۵-۳۴۶، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، فصل في البئر، قبيل باب التّيمم)

(۲) الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/ ۳۳۹-۳۴۰، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، فصل في البئر، مطلب في السّؤر.

(۳) یہ حکم اس صورت میں ہے کہ ناپاکی کا اثر پاک کپڑے پر ظاہر نہ ہوا ہو، لیکن اگر پاک کپڑے میں ذرا بھی نمی اور دھبہ آگیا تو کپڑا ناپاک ہوجائے گا۔ **نامَ أو مشٰى على نجاسةٍ إن ظَهَرَ عينُها تنجّسَ و إلّا لا (درّمختار) قولهٗ: (نامَ) أي فَعَرِقَ...... قوله: (إن ظهر عينُها) المرادُ بالعينِ ما يَشتملُ الأثرَ، لأنّهٗ دليلٌ على وجودِها إلخ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/ ۴۴۱-۴۹۱، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، فصل في الاستنجاء، مطلب في الفرق بين الاستبراء و الاستقناء و الاستنجاء)** محمد امین پالن پوری

پاک ہوں گے، صرف خشک ہونے سے پاک نہ ہوں گے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۴۰)

جنبی نے جس برتن کو ہاتھ لگایا ہے وہ پاک ہے

سوال: (۵۱۴) جنبی یا مُحْتَلِم قبل غسل کرنے کے جو برتن چھووے وہ پاک ہے یا نجس ہوگیا؟ ہاتھ دونوں کا پاک ہے۔ (۱۳۴۰/۱۰۵ھ)

الجواب: پاک ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۴۷)

جس بچہ کا بدن ناپاک ہے اس کو کسی نے اٹھایا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۱۵) بچہ ہر وقت پیشاب کرتا ہے اور اس میں رگڑتا ہے، اس کو ہر وقت دھونا ضرر کرتا ہے، پس اس کا بدن سوکھنے کے بعد جو پسینہ آوے وہ پاک ہے یا نہ؟ (۱۳۴۲/۱۱۲۶ھ)

الجواب: جب کہ اس کے بدن پر بھی کپڑا ہو، اور اس بچے کو پسینہ آئے تو اس بچے کے اٹھانے والے کے کپڑے ناپاک نہ ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۵۹-۳۶۰)

---

(۱) و النّجاسةُ ضربانِ مرئيةٌ و غيرُ مرئيّةٍ ، فما كان منها مرئيًّا ، فطهارتُها بزوالِ عينِها إلخ وما ليس بمرئيٍّ فطهارتُه أن يغسلَ حتّٰى يغلبَ على ظنِّ الغاسلِ أنَّهُ قد طَهُرَ. (الهداية: ۱/۷۷-۷۸، كتاب الطّهارات ،باب الأنجاس و تطهيرها) ظفیر

(۲) لأنَّ الجنابةَ لا تَحِلُّ العينَ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲۸۳، كتاب الطّهارة ، مطلب يطلق الدّعاء على ما يشمل الدثّناء) ظفیر

عن أبي هريرةَ رضي اللّٰهُ عنهُ قال: لَقِيَنِي رسولُ اللّٰهِ صلّى اللّٰه عليه وسلّم وأنا جُنُبٌ ، فأخذَ بيدي فمشيتُ معَهُ حتّٰى قَعَدَ ، فانْسَلَلْتُ ، فأتيتُ الرَّحْلَ فاغتسلتُ ، ثمّ جِئْتُ وهو قاعدٌ فقال: أينَ كنتَ يا أبا هريرةَ ! فقلتُ لهُ : فقال: سبحانَ اللّٰهِ ! إنّ المؤمنَ لا يَنْجُسُ ، هذا لفظُ البخاريّ ، (مشكاة المصابيح، ص:۴۹، باب مخالطة الجنب وما يباح لهُ)

فيه جوازُ مصافحةِ الجُنُبِ ومخالطتِهِ ، وهوقولُ عامّةِ الفقهاءِ ، واتّفقوا على طهارةِ عرقِ الجُنُبِ والحائضِ. مرقاة المفاتيح. (حاشية مشكاة المصابيح، ص:۴۹،رقم الحاشية:۸ ومرقاة المفاتيح: ۲/۱۴۱،رقم الحديث: ۴۵۱، الفصل الأوّل) ظفیر

وضاحت: انسان کا پسینہ فی نفسہٖ پاک ہے، مگر جب نجاست کے ساتھ ملتا ہے تو ناپاک ہوجاتا ہے، بخاری شریف کے حاشیہ میں ہے: باب عرق الجنب أي في حدّ ذاته و إن كان ينجس إذا خالط بالنّجاسة (۴۲/۱، کتاب الغسل) یعنی جنبی کا پسینہ فی نفسہٖ پاک ہے، مگر جب نجاست کے ساتھ ملتا ہے تو ناپاک ہوجاتا ہے، اس لیے جس بچے کا بدن پیشاب لگنے کے بعد خشک ہوگیا، پھر پسینہ آیا تو یہ پسینہ ناپاک ہے، لیکن بچے کے بدن پر کپڑا ہو تو پسینہ بچے کے کپڑوں کو لگے گا، اٹھانے والے کے کپڑوں کو نہیں لگے گا اس لیے اس کے کپڑے ناپاک نہیں ہوں گے۔ محمد امین

احتلام کے وقت پائجامہ پر جو چادر تھی اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۱۶) رَجُلٌ احْتَلَمَ وَ هُوَ لَابِسُ السَّرْوَالِ وَعَلَيْهِ رِدَاءٌ خَشِنٌ لَا يَظْهَرُ أَثَرُ الْمَنِيِّ فِي الرِّدَاءِ ؛ هَلْ يُحْكَمُ بِنَجَاسَةِ الرِّدَاءِ أَوْ لَا ؟ (۱۲۵۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: لَا يُحْكَمُ بِنَجَاسَةِ الرِّدَاءِ فِي هٰذِهِ الصُّوْرَةِ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۷۱/۱)

ترجمہ سوال: (۵۱۶) ایک شخص کو جب احتلام ہوا، اس وقت اس نے پائجامہ پہن رکھا تھا، اوراس کے اوپر موٹی چادر تھی، مگر منی کا اثر چادر میں ظاہر نہیں ہوا، تو چادر کے ناپاکی کا حکم کیا جائے گا، یا نہیں؟

الجواب: اس صورت میں چادر کے ناپاکی کا حکم نہیں کیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ناپاک رومال سے پسینہ سے تر چہرہ صاف کیا تو مُنہ پاک رہا یا ناپاک ہوگیا؟

سوال: (۵۱۷) ناپاک رومال سے اپنا مُنہ صاف کیا، مُنہ پسینہ میں تر تھا جس کی وجہ سے رومال تر ہوگیا تو مُنہ پاک رہا یا ناپاک ہوگیا؟ (۹۳/۱۳۴۵ھ)

---

(۱) من شكّ في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابتهُ نجاسةٌ أو لا ، فهو طاهرٌ ما لم يَستيقنْ . (ردّ المحتار: ۲۵۴/۱، كتاب الطّهارة ، قبيل مطلب في أبحاث الغسل)

الجواب: لفّ ثوب رطب نجس في ثوب طاهر يابس ، فظهرت رطوبته على ثوب طاهر لكن لا يسيل لو عصر لا يتنجّس إلخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ اگر رومال اس قدر تر ہوگیا ہے کہ نچوڑنے سے نچڑ جاوے تو ناپاک ہوجاوے گا ورنہ نہیں ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۶۷)

وضاحت: آدمی کا پسینہ پاک ہے، مگر جب نجاست کے ساتھ ملتا ہے تو ناپاک ہوجاتا ہے، بخاری شریف کے حاشیہ میں ہے: باب عرق الجنب أي في حدّ ذاته و إن كان ينجس إذا خالط بالنّجاسة (۱/۴۲، کتاب الغسل)

اس سے معلوم ہوا کہ ناپاک رومال سے پسینہ سے تر چہرہ کو پوچھا تو چہرہ ناپاک ہوجائے گا —— ہاں! ناپاک چہرہ کو پاک رومال سے پوچھا تو رومال اس وقت ناپاک ہوگا، جب رومال اتنا بھیگ جائے کہ نچوڑنے سے ایک آدھ قطرہ ٹپک پڑے یا نچوڑتے وقت ہاتھ بھیگ جائے۔محمد امین

چمار سے جوتا ٹکوایا تو جوتا پاک ہے یا ناپاک؟

سوال: (۵۱۸) ہندو چمار سے جوتا ٹکوایا نہ معلوم طاہر پانی تھا یا نجس اور جوتا پاک تھا تو اب جوتا دھویا جائے یا پاک ہے؟ (۶۸۳/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: وہ جوتا پاک ہی سمجھا جاوے گا، کیونکہ شبہ سے ناپاکی کا حکم نہیں کیا جاتا (۲) (۱/ ۳۲۷)

دودھ نکالتے وقت اُسی جانور کا پیشاب دودھ میں گر گیا تو دودھ ناپاک ہے

سوال: (۵۱۹) دودھ نکالتے وقت اسی جانور کا پیشاب دودھ میں گر گیا، وہ دودھ پاک ہے،

---

(۱) و إذا لفَّ الثّوبُ المبلولُ النّجسُ في ثوبٍ طاهرٍ يابسٍ ، فظهرتْ نداوتُهُ أي نداوةُ الثّوبِ المبلولِ على الطّاهرِ، و لٰكن لا يصيرُ رطبًا بحيثُ يسيلُ منهُ شيءٌ بالعصرِ إلخ ، و الأصحُّ أنَّهُ لا يصيرُ نجسًا . (غنية المستملي، ص:۱۵۲، فصل في الآسار) ظفیر

(۲) لا فلو عُلم نَتْنُهُ بنجاسةٍ لم يجُزْ، ولو شكّ فالأصلُ الطّهارةُ . (الدّرّ المختار على ردّالمحتار: ۱/ ۲۹۷، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب حكم سائر المائعات كالماء في الأصحّ) ظفیر

یا ناپاک؟ (۱۱۰۹/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: وہ دودھ جس میں پیشاب گر گیا ناپاک ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۲۸)

ناپاک دودھ چمار وغیرہ کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۵۲۰) دودھ میں کتے نے مُنہ ڈال دیا ہے، اس دودھ کو بھینس بیل یا خاک روب چمار کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ (۹۶۸/۱۳۴۲ھ)

الجواب: وہ دودھ جانوروں کو یا خاک روب وغیرہ کو دے سکتے ہیں (۲) فقط (۱/ ۳۵۸)

نجاست غلیظہ کبھی خفیفہ بنتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۲۱) نجاستِ غلیظہ تھوڑی دھونے سے خفیفہ رہ جاتی ہے، یا کسی حد تک کیوں نہ دھوئی جائے غلیظہ ہی رہے گی؟ (۸۳۴/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) و الحاصل أنّ المائع متیٰ أصابته نجاسة خفيفة أو غليظة و إن قلّت تنجّس . (الشّامي: ۱/ ۴۵۷، كتاب الطّهارة ، باب الأنجاس ، مبحث في بول الفارة و بعرها و بول الهرّة)

وحكم سائر المائعات كالماء في الأصحّ . (الدّرّ مع الرّدّ: ۱/ ۲۹۶، كتاب الطّهارة ، باب المياه ، مطلب : حكم سائر المائعات كالماء في الأصحّ)

(۲) و ما عُجِنَ بهٖ فيُطعم لِلكلابِ ، وقيل: يُباعُ من شافعيٍّ . (الدّرّ المختار) لأنَّ ما تَنَجّسَ باختلاطِ النّجاسةِ مغلوبةٌ لا يُباحُ أكلُهُ ، و يُباحُ الانتفاعُ بهٖ فيما وراءَ الأكلِ كالدُّهنِ النّجِسِ يَستصبِحُ بهٖ إذا كان الطّاهرُ غالبًا ،فكذا هذا حلية عن البدائع إلخ ، وعن أبي يوسف لا يُطعمُ بني آدمَ اهـ و لِهٰذا عَبَّرَ عندَ الشّارحِ بقيلَ وجَزَمَ بالأوّلِ إلخ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/ ۳۳۴، كتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المياه ، فصلٌ في البئر) ظفیر

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ناپاک دودھ وغیرہ جانوروں کو پلا سکتے ہیں، مگر آدمی کو نہیں پلا سکتے، جیسا کہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: (۱۶/ ۱۲۶-۱۲۷، سوال: ۲۱۹) میں ہے:

سوال: اگر دودھ کتے نے پی کر ناپاک کر دیا ہو تو اس کو گائے بیل وغیرہ کو پلا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: پلا سکتے ہیں جیسا کہ قید لا یطعم بني آدم سے معلوم ہوتا ہے اور درِّ مختار میں ہے: فیطعم للکلاب بہ ظاہر کلاب کی قید اتفاقی ہے غرض یہ کہ آدمی نہ کھاوے۔ فقط محمد امین پالن پوری

الجواب: نجاستِ غلیظہ جب تک بالکل اس کا ازالہ نہ کیا جاوے نجاست غلیظہ ہی رہتی ہے۔ (۳۳۲/۱)

مقدار درہم کی وضاحت

سوال: (۵۲۲) درہم کے عرض اور مقدارِ عفو کہ جس سے نماز ہوجاتی ہے ذرا تردّد ہے، آیا نجاست رقیقہ درہم سے کم اگر کپڑے کو یا بدن پر لگ جائے جس سے نماز ہوجاتی ہے، وہ آج کل کے سکّے کے موافق کس قدر ہوتی ہے، روپیہ کے برابر یا اٹھنی کے یا چونی کے؟ اور قعرِ کف (ہتھیلی کی گہرائی) جو درہم کی مساحت فقہاء تحریر فرمارہے ہیں، آج کل کے سکوں میں سے تقریبًا کس کے برابر ہوتی ہے؟ الغرض رقیق نجاست جس کے لگ جانے سے نماز ہوجاتی ہے آج کل کے سکوں میں سے تقریبًا کس کے برابر سمجھیں؟ (۱۰۱۶/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: قدرِ درہم نجاستِ غلیظہ معاف ہے اور مقدار اس کی نجاستِ کثیفہ میں وزن مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ ہے(۱) أفادَ في البحر: أنّ الدّرهمَ هنا غيرُهُ في بابِ الزّكاةِ إلخ(۲) (شامی) اور نجاستِ رقیقہ میں بہ قدر مقعرِ کف ہے جو تقریبًا ایک روپیہ کے دَور (حلقہ) کے برابر ہے، اور شامی میں منقول ہے کہ ملا مسکینؒ نے اس کی یہ تشریح فرمائی ہے کہ ہتھیلی پر پانی ڈالا جائے، ہتھیلی کو کھول کر اور پھیلا کر جس مقدار پر پانی ٹھہر جائے وہ مقدار ''مقعرِ کف'' ہے، اور وہی مراد ہے، سو ظاہر ہے کہ وہ مقدار ایک روپیہ کے برابر ہوتی ہے، اس کو تجربہ بھی کرلیا جاوے۔ قال مُنلاَ مسكينٍ: و طريقُ معرفتِهِ أن تَغْرِف الماءَ باليدِ، ثمّ تَبسُطَ فما بقيَ من الماءِ فهو مقدارُ الكفِّ إلخ(۲) (شامی: ۲۱۱/۱، باب الأنجاس) فقط (۳۳۲/۱-۳۳۳)

کشتی میں پاخانہ ملا ہوا پانی آجائے تو وہ پاک ہے یا ناپاک؟

سوال: (۵۲۳) بعض جگہ چھوٹی کشتی میں بیٹھے پاخانہ پیشاب کرتے ہیں، اور جو تھوڑا پانی

---

(۱) و عَفا الشّارعُ عن قدرِ درهمٍ ...... و هو مثقالٌ عشرونَ قيراطًا في نَجسٍ كثيفٍ لَهُ جِرْمٌ.
(الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۴۵۱/۱-۴۵۳، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس) ظفیر
(۲) ردّ المحتار: ۴۵۲/۱-۴۵۳، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس.

کشتی میں ہمیشہ رہتا ہے، اس میں پیشاب پاخانہ مل جاتا ہے؛ وہ پاک ہے یا ناپاک؟ اور جولوگ اس پانی کو سینچ کر ہاتھ نہیں دھوتے ان کے برتن پاک ہیں یا نہ؟ (۱۱۸۶/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: اگر کشتی میں پانی دریا سے آتا جاتا رہتا ہے تو کشتی کا پانی بھی پاک ہے، اس میں وہم نہ کرنا چاہیے(۱) اور اگر بالفرض پانی کشتی کا ناپاک ہو، تب بھی ان کے برتنوں کو بدون اس کے کہ ان کے برتنوں میں نجاست کا لگنا محقق نہ ہو ناپاک نہ سمجھنا چاہیے، اور کھانا پینا ان میں درست ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۴۱)

ہاتھ شراب میں ڈبودیا تو ناخن کاٹ کر ہاتھ پاک کرنا ضروری نہیں

سوال: (۵۲۴) اگر ہاتھ شراب میں ڈبودیا تو ناخن کاٹ کر ہاتھ پاک کرنا ضروری ہے یا نہ؟ (۱۱۸۶/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: اگر ہاتھ کو پاک کرلیا تھا، اور دھولیا تھا تو ناخن کتر کر دوبارہ ہاتھ دھونے کی ضرورت نہیں ہے(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۴۱)

گرے ہوئے پتے اور دریا کے کنارے کی کیچڑ پاک ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۲۵) زمین پر پتّے وغیرہ پڑے رہتے ہیں اور لوگ نجس پا چلتے ہیں، پس وہ پتّے وغیرہ یا دریا کے کنارے کا کیچڑ پاک ہے یا نہیں؟ (۱۲۲۸/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: وہ کیچڑ وغیرہ پاک ہے جب تک اس میں نجاست کا ہونا معلوم نہ ہو(۴) فقط (۱/ ۳۴۴)

---

(۱) ثمّ المختارُ طهارةُ المتنجّسِ بمجرّدِ جَرَيَانِهٖ. (الدّرّالمختار على ردّ المحتار: ۱/ ۳۰۷-۳۰۸ كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب: يطهُرُ الحوضُ بمجرّد الجريان) ظفیر

(۲) اليقينُ لا يزولُ بالشّكّ. (ردّ المحتار: ۱/ ۲۵۱، كتاب الطّهارة) ظفیر

(۳) فإن كانتْ مرئيّةً فطهارتُها زوالُ عينِهَا إلخ وإن لم تكن النّجاسةُ مرئيّةً إلخ يغسلُها حتّٰى يغلبَ على ظنّهٖ أنّهٗ قد طَهُرَ . (غنية المستملي، ص: ۱۶۰، فصل في الآسار) ظفیر

(۴) وطينُ شارعٍ و بُخارُ نَجَسٍ وغُبارُ سِرْقِينٍ ومحلُّ كِلابٍ وانتضاحُ غُسالةٍ لا تَظْهَرُ مواقعُ قَطْرِهَا عَفْوٌ . (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/ ۴۶۰-۴۶۱، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، مطلب: العرقيّ الّذي يستقطر من درديّ الخمر نجس حرام إلخ) ظفیر

بارش میں جوتوں کی مٹی فرش مسجد پر بہ جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۲۶) ایک روز جمعہ کے دن جس وقت جامع مسجد میں جماعت کھڑی ہوئی تو بارش ہونے لگی، لوگوں نے جوتے فرش مسجد پر رکھے تھے، مسجد کے فرش پر جوتوں کا پانی بہا، جب بارش بند ہوئی تو لوگ چلے گئے، پھر شام تک بارش نہیں ہوئی، اگر پانی بہ جاتا تو فرش پاک ہو جاتا، اُسی درمیان میں لوگوں نے عصر ومغرب کی نماز اس مسجد میں پڑھی اور فرش تر تھا، وضو کر کے اس فرش پر پیر رکھے، اور پھر مسجد کی صفوں و بوریوں پر پیر رکھے، آیا وہ صف اور بوریے پاک ہیں یا نہیں؟ (۲۸۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: وہ صفیں اور بوریے پاک ہیں (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۴۷)

دم غیر سائل پانی اور بدن وغیرہ کو ناپاک کرتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۲۷) دم غیر سائل پانی اور کپڑے وبدن کو ناپاک کرتا ہے یا نہیں؟ (۲۲۸۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: صحیح و مُفتیٰ بہ یہ ہے کہ دم غیر سائل پانی وبدن اور کپڑے وغیرہ کو نجس نہیں کرتا، جیسا کہ درمختار میں ہے: **و كلُّ ما ليسَ بحدثٍ ...... كقيءٍ قليلٍ و دمٍ لو تُرك لم يَسِلْ ، ليسَ بِنجَسٍ عند الثّاني ، و هو الصّحيحُ (قوله: (و هو الصّحيح))(۲) كذا في الهداية و الكافي ، و في شرح الوقاية إنّه ظاهر الرّواية** (۳) (شامی) پس اس سے معلوم ہوا کہ درمختار میں آگے جو امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر مائعات میں فتویٰ جوہرہ سے نقل کیا ہے وہ ''ظاہر الروایۃ'' نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۵۱)

ناپاک پختہ فرش پر دو تین دفعہ پانی بہا دیا جائے تو پاک ہو جاتا ہے

سوال: (۵۲۸) پختہ فرش جہاں سے پانی ڈھل جاتا ہے اگر ناپاک ہو جاوے، اور وہاں دو

---

(۱) **اليقينُ لا يزولُ بالشّكّ (ردّ المحتار: ۱/۲۵۱، كتاب الطّهارة)** ظفیر

(۲) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) **الدّرّ المختار و الشّامي: ۱/۲۴۲، كتاب الطّهارة، مطلب في حكمِ كَيِّ الحِمَّصَةِ.**

تین دفعہ پانی بہادیا جاوے تو وہ پاک ہوجاتا ہے یا نہ؟ (۲۹۱۸/۱۳۴۰ھ)

الجواب: وہ پاک ہوجاتا ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۵۵)

ناپاک زمین پر پانی پڑ کر جو چھینٹ اڑتی ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟

سوال: (۵۲۹) ہم مرغی پالتے ہیں جس کے پاخانہ سے اکثر زمین ناپاک ہوتی ہے، اور لوگوں کو چلنے سے تمام زمین نجس ہوتی ہے، اوراس ملک کی زمین گیلی ہے، دھوپ کی تیزی کم ہے، نہ زمین سوکھتی ہے نہ وہ پاخانہ، ہمیں اس پر وضو کرنا پڑتا ہے جس کی چھینٹیں لوٹے اور بدن پر آتی ہیں وہ چھینٹ پاک ہے یا نہ؟ (۱۵۳۱/۱۳۴۲ھ)

الجواب: ناپاک زمین پر وضو کرکے پیر رکھنا نہ چاہیے، حتی الوسع احتیاط کرنی چاہیے، اور جس امر میں عموم بلویٰ ہو اس میں شارع کی طرف سے تخفیف کا حکم بھی ہوجاتا ہے (۲) فقط (پس جب صورتِ مسئولہ میں عموم بلوی ہے تو معاف ہوگا؛ مگر حتی الوسع اس طرح وضو کرنا چاہیے کہ چھینٹ نہ پڑنے پائے) (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۶۰-۳۶۱)

---

(۱) وكـذا يطهر محلُّ نجاسةٍ ...... مرئيّةٍ بعدَ جَفافٍ كدمٍ بقَلْعِهَا أي بزوالِ عَيْنِها وأثَرِهَا ولو بمرّةٍ إلخ و يطهُرُ محلُّ غيرِهَا أي غيرِ مرئيّةٍ بغلبةِ ظنِّ غاسلٍ لو مُكلَّفًا ، وإلاّ فمستعملٍ ، طهارةَ محلِّها بلا عددٍ ، بهٖ يُفتٰى . و قُدِّرَ ذلك لمُوَسْوِسٍ بغَسلٍ و عَصْرٍ ثلاثًا إلخ فيما يَنعصِرُ إلخ وقُدِّرَ بتثليثِ جَفافٍ أي انقطاعِ تقاطُرٍ في غيرِهٖ أي غيرِ مُنْعَصِرٍ إلخ. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۴۶۴-۴۶۹، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، مطلب: العرقيّ الّذي يستقطر من درديّ الخمر نجس حرام بخلاف النّوشادرِ) ظفیر

(۲) و عُفِيَ إلخ و بولٌ انتضح كرؤوس إبَرٍ ، وكذا جانبُها الآخرُ و إن كثُرَ بإصابةِ الماءِ للضّرورةِ إلخ و طينُ شارعٍ و بُخارُ نَجِسٍ و غُبارُ سِرْقِينٍ و محلُّ كِلابٍ و انتضاحُ غُسالةٍ لا تَظْهَرُ مواقعُ قَطْرِهَا عَفْوٌ . (الدّرّ المختار) وفي الفتح : وما تَرَشَّشَ على الغاسلِ من غُسالةِ الميّتِ ممّا لا يُمكنه الإمتناعُ عنهُ ما دام في علاجهٖ لا يُنَجِّسُهُ لِعُمومِ البلوٰى . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۴۵۷-۴۶۱، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، مطلب في العفو عن طين الشّارع) ظفیر

(۳) قوسین کے درمیان والی عبارت مفتی ظفیر الدین کی اضافہ کی ہوئی ہے۔۱۲

ناپاک زمین خشک ہونے کے بعد جب تر ہوجائے تو ناپاک ہوگی یا نہیں؟

سوال: (۵۳۰) زمین کی طہارت زمین کا خشک ہونا ہے، جب پھر تر ہوجائے تو یہ نجاست عود کرتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۸۵۸ھ)

الجواب: عود نہیں کرتی (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۶۳/۱)

جوتے میں پیشاب لگ جائے اور خشک ہوجائے تو پاک ہوجائے گا یا نہیں؟ اور پھر تر ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۳۱) اگر جوتا پیشاب میں پلید ہوجائے اور خشک ہوجائے دھونے کے بعد یا قبل، اور جب پھر تر ہوجائے یا بھیگے ہوئے پاؤں ڈالے جائیں تو پاؤں ناپاک ہوجاتے ہیں؟ اور جوتا کی نجاست عود کر آتی ہے؟ اور جوتا خشک ہونے سے ایسی نجاست سے پاک ہوسکتا ہے یا نہ؟ (۱۳۴۳/۸۵۸ھ)

الجواب: جوتے کی طہارت نجاست ذی جرم سے رگڑنے سے ہوجاتی ہے، اور غیر ذی جرم مثل بول سے دھونے سے پاک ہوتا ہے، اور بہ صورت تطہیر عن الدلک (رگڑ کر پاک کرنے) کے پھر تر ہونے سے ناپاک نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے: **ثمّ هل يعودُ نجِسًا بِبَلِّهِ بعدَ فركِهِ ؟ المعتمدُ لا إلخ** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۶۳/۱)

پختہ اینٹیں ناپاک ہوجائیں تو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

سوال: (۵۳۲) پختہ اینٹیں اگر ناپاک ہوجاویں تو ان کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ (۲) (۱۳۴۵-۴۴/۹۹۴ھ)

---

(۱) و تطهُرُ أرضٌ بخلافِ نحوِ بساطٍ بِيُبْسِهَا أي جَفافها ، ولو بريحٍ و ذَهابِ أثرِها ، كلون و ريح لأجلِ صلاةٍ عليها لا ليتمّمِ بها ، لأنّ المشروطَ لها الطّهارةُ و له الطّهوريّةُ إلخ ، ثمّ هل يعودُ نجسًا بِبَلِّهِ بعدَ فركِهِ؟ المعتمدُ لا، وكذا كلُّ ما حُكِمَ بطهارتِهِ بغيرِ مائعٍ (الدّرّ المختار) أي كالدّلكِ في الخُفِّ والجَفافِ في الأرضِ، والدّباغةِ الحكميّةِ في الجلدِ إلخ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴۴۴/۱-۴۴۸، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس) ظفیر

(۲) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ناقل نے سوال کا خلاصہ نقل کیا ہے پورا سوال نقل نہیں کیا۔ محمد امین

الجواب: پختہ اینٹوں کی طہارت کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو خوب دھویا جائے، پس صورت مسئولہ میں اگر اینٹوں کو پاک کر کے کنواں تیار کرایا گیا تو اس کا پانی پاک ہے (ورنہ نجس۔ **و المنفصلُ يُغسلُ لا غيرُ** (۱) (الدّرّ المختار) **و في الشّامي : أمّا لو موضوعًا غيرَ مُثبَّتٍ فيها يُنقلُ و يُحوّلُ فلا بُدَّ من الغَسل إلخ** (۲) کتبہ عتیق الرحمٰن عثمانی (۳)، معین مفتی) (۴) فقط (۱/۳۶۶)

نجس گارے سے تیار کردہ اینٹیں صرف خشک ہونے سے پاک ہوں گی یا نہیں؟

سوال: (۵۳۳) جو اینٹیں نجس گارے سے تیار کی جائیں کیا وہ صرف خشک ہونے سے بغیر آگ میں پختہ کیے پاک ہوسکتی ہیں یا نہیں؟ حدیث شریف میں جو حکم **زكاة الأرض يبسها** وارد ہے وہ زمین اور جو شئے زمین کے حکم میں ہے؛ فقہاء اس کے لیے لکھ رہے ہیں، پس جو خام اینٹیں نجس گارے سے تیار ہوئی ہیں، اور کسی جگہ پر مفروش بھی نہیں ہوئیں، بلکہ موضوع علی الارض ہیں، ان کی پاکی یا ناپاکی سے مطلع فرمایا جاوے۔ (۲۰۹۹/۳۵-۱۳۳۶ھ)

---

(۱) **وحكمُ آجُرٍ ونحوِهٖ كلَبِنٍ مفروشٍ و خُصٍّ بالخاء: تَحْجِيْرَةُ سطحٍ إلخ كذلك أي كأرضٍ فيطهُرُ بِجَفاف إلخ فالمنفصلُ يُغسلُ لا غيرُ. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۴۴۵، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس)**

بہشتی زیور میں ہے: جو اینٹیں زمین پر فقط بچھا دی گئی ہیں، چونہ یا گارے سے اُن کی جڑائی نہیں کی گئی ہے وہ سوکھنے سے پاک نہ ہوں گی، اُن کو دھونا پڑے گا۔ (اختری بہشتی زیور، حصہ دوم، ص: ۵، نجاست کے پاک کرنے کا بیان، مسئلہ نمبر: ۲۳) محمد امین پالن پوری

(۲) **ردّ المحتار: ۱/۴۴۵، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس .**

(۳) یہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحب زادے ہیں۔

(۴) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔

الجواب: جو خام اینٹیں نجس گارے سے تیار ہوں، یا ان کو نجاست لگ جاوے تو اُن کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ زمین میں مفروش یعنی بچھی ہوئی ہوں(۱) تو خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہیں، اور اگر ویسے ہی رکھی ہوئی ہوں کہ منقول ومحول ہوتی ہوں تو خشک ہونے سے پاک نہ ہوں گی(۲) **كما في الدّرّ المختار: وحكمُ آجُرٍ ونحوِهِ كلَبِنٍ مفروشٍ إلخ، كذلك أي كأرضٍ فيطهُرُ بِجَفاف إلخ**(۳) **قوله: (مفروشٍ) أي علَى الأرضِ و مثلهُ البلاطُ ، أمّا لو كانا موضوعينِ يُنقلان و يُحوّلان ، فإنّهما لايطهرانِ بالجَفافِ، لأنّهما لَيْسَا بأرضٍ (طحطاوي)**(۴) فقط (۱/۳۳۰)

پیر میں مٹی لگی ہوئی تھی اور نجاست لگ گئی پھر پیر کو دھو دیا مگر مٹی رہ گئی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۳۴) اگر پیر میں مٹی لگی ہوئی تھی، اس حالت میں پیر کو نجاست لگ جاوے (اور پیر کو پانی سے دھو دیا جاوے، اور دھونے کے بعد مٹی کا حصہ رہ جاوے)(۵) تو پیر پاک ہوا یا نہیں؟ اور مٹی تر ہوئی پاک بدن یا کپڑے میں لگ گئی تو بدن اور کپڑا پاک ہے یا نہیں؟ (۲۳۱/۴٦-۱۳۴۷ھ)

---

(۱) یعنی اس طرح کہ وہ زمین سے چپکی ہوئی ہیں۔ محمد امین

(۲) ایسی رکھی ہوئی اینٹوں کے پاک ہونے کے لیے پکنا ضروری ہے۔ **والطّينُ النّجسُ إذا جُعل منه الكوزُ أو القِدْرُ أو غيرُهما ، فطُبِخَ يكونُ ذلك المعمولُ طاهرًا لاضمحلالِ النّجاسةِ بالنّارِ و زوالِها ، و هذا إذا لم يكن أثرُ النّجاسة ظاهرًا فيهِ بعدَ الطّبخِ . (غنية المستملي، ص:۱٦۵، فصل في الآسار)** ظفیر

(۳) **الدّرّ المختار على ردّ المحتار : ۱/۴۴۵، كتاب الطّهارة ، الباب الخامس : باب الأنجاس .**

(۴) **حاشية الطحطاوي على الدّرّ المختار: ۱/۱۵۸، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس .**

(۵) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

الجواب: اس صورت میں پیراور کپڑا پاک ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۷۰)

تالاب کا زینہ تر ہو تو اُس پر بیٹھ کر وضو کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۳۵) اگر تالاب کا زینہ تر ہو تو اس پر ننگے پیر وضو کرسکتا ہے، یا اس تری کو آب دست کی تری سمجھ کر دھونا اور پاک کرنا ضروری ہے؟ (۲۱/۱۷۲-۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: احتمال سے ناپاکی کا حکم نہیں ہوتا، وہم نہ کریں (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۷۲)

غسل کرنے کے بعد ناخون میں صابون کی سفیدی نظر آئے تو وہ پاک ہے

سوال: (۵۳۶) بچہ کو دوپہر تک گود میں رکھتا ہوں اور وہ پیشاب کرتا ہے تو میں دوپہر کو صابون سے غسل کرتا ہوں، غسل کے بعد ناخن میں وہ سفیدی صابن کی نظر آتی ہے تو وہ سفیدی پاک ہے یا نہ؟ (۴۷۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: وہ سفیدی پاک ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۶۹)

وضو کرکے تر پاؤں جہاں جوتے رکھے تھے وہاں رکھے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۳۷) ایک شخص نے وضو کرکے تر پاؤں ایسی جگہ رکھے جہاں جوتے رکھے تھے، اور پھر صفوفِ مسجد پر پھرا، اور پھر مسجد کے لوٹے کو ہاتھ لگائے اور نماز ان صفوں پر پڑھی کیا حکم ہے؟ (۸۹۹/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس صورت میں اس شخص کے پیر ناپاک نہیں ہوئے، لہٰذا لوٹے وصفیں سب پاک ہیں

---

(۱) وكذا يطهرُ محلُّ نجاسةٍ ...... مرئيّةٍ إلخ بِقَلْعِهَا أي بزوالِ عَيْنِها وأثَرِهَا ولو بِمرّةٍ أو بِمَا فوقَ ثلاثٍ في الأصحّ. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۴۶۴-۴۶۵، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، مطلب: العرقيّ الّذي يستقطر من درديّ الخمر نجس حرام بخلاف النّوشادرِ) ظفیر

(۲) و لو شكّ فالأصلُ الطّهارةُ. (الدّرّ المختار على ردّ المحتار: ۱/۲۹۷، كتاب الطّهارة، الباب الأوّل: باب المياه، مطلب حكم سائر المائعات كالماء في الأصحّ) ظفیر

اور وضو و نماز سب کی صحیح ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۷۳)

مسجد کا لوٹا غسل خانہ میں تر زمین پر رکھ دیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۳۸) اس ملک میں رواج ہے کہ مسجد کے لوٹے غسل خانے میں تر زمین پر رکھ دیتے ہیں، وہ پاک ہیں یا نہیں؟ (۸۵۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: شبہ سے ناپاکی کا حکم نہ دیا جاوے گا(۱) تاہم احتیاط کرنا لازم ہے، اس کی تلی پر پانی بہا دیا جایا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۷۱)

نجس گلاس میں جو پانی ڈالا گیا وہ ناپاک ہے

سوال: (۵۳۹) نجس گلاس کا پانی بہ قول امام مالکؒ پاک ہے یا نہیں؟ (۱۵۳۱/۱۳۴۲ھ)

الجواب: نجس گلاس میں جو پانی ڈالا جائے گا وہ بھی ناپاک ہے(۲) فقط واللہ اعلم (۱/۳۶۱)

---
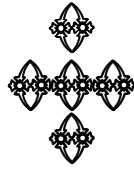
(۱) مشٰی في حمامٍ و نحوِهٖ لا یَنْجُسُ ما لم یَعلَمْ أنّهٗ غُسالةُ نجسٍ . (الدّرّ المختار) أي كما لو مشٰی علی ألواحٍ مُشْرَعَةٍ بعدَ مشيٍ من بِرِجلِهٖ قَذَرٌ لا یُحكمُ بِنجاسةِ رِجلِهٖ ما لم یَعلمْ أنّهٗ وَضَعَ رِجلَهٗ علی موضعِهٖ للضّرورةِ . فتح. وفیه عنِ التّجنیسِ مشٰی في طینٍ أو أصابَهٗ ولم یَغسِلْهُ وصلّٰی تجزیْهِ ما لم یكُن فیه أثرُ النّجاسةِ لأنّهٗ المانعُ إلّا أن یحتاطَ ، أمّا في الحكمِ فلا یجبُ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۴۹۰، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، فصل في الاستنجاء ، مطلب في الفرق بین الاستبراء و الاستقناء و الاستنجاء) ظفیر

(۲) و ماءٌ ...... وَرَدَ أي جرٰی علٰی نَجسٍ نَجس . (الدّرّ المختار علی ردّ المحتار: ۱/۴۶۱، كتاب الطّهارة ، الباب الخامس : باب الأنجاس ، مطلب: العرقيّ الّذي یستقطر من دردیّ الخمر نجس حرام بخلاف النّوشادرِ) ظفیر

استنجاء کے آداب

مستورات کو بھی ڈھیلے سے استنجاء کرنا مستحب ہے

سوال: (۵۴۰) کلوخ سے استنجاء پیشاب و پاخانہ کی جگہ پر جس طرح پر مردوں کو ضروری ہے، اسی طرح سے عورتوں کو بھی ضروری ہے یا نہیں؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: کلوخ وغیرہ کے ساتھ استنجاء کرنا عورتوں کو بھی ایسا ہی مستحب ہے جیسا کہ مردوں کو۔ شامی میں ہے: قلتُ: بل صرّح في الغزنويّةِ : بأنّها تفعلُ كما يفعلُ الرّجلُ إلّا في الاستبراءِ فإنّها لا استبراءَ عليها ، بل كما فَرغتْ مِن البولِ والغائطِ تَصبرُ ساعةً لطيفةً ، ثمَّ تَمْسَحُ قُبُلَهَا ودُبُرَهَا بالأحجارِ، ثُمَّ تَستنجي بالماءِ (۱) اور شامی میں بنحوِ حجرٍ کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ کپڑا ہو یا ڈھیلا سب برابر ہیں، اور یہ بھی شامی میں ہے کہ اگر صرف پانی سے استنجاء کیا جاوے تو سنت ادا ہوجاوے گی، مگر افضل یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرے، یعنی ڈھیلے یا کپڑے وغیرہ سے استنجاء کرکے پانی سے پاک کرے۔ ثمّ اعْلم أنّ الجمعَ بينَ الماءِ والحَجَرِ أفضلُ إلخ (۲) (۱/۳۷۴)
فقط بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

سوال: (۵۴۱) عورتوں کو ڈھیلے سے استنجاء کرنا چاہیے یا نہیں؟ (۲۳۴۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ڈھیلے سے استنجاء کرنے کے بارے میں عورتوں کا حکم مثل مردوں کے ہے۔ کما قال في الشّامي : قلتُ: بل صرّح في الغزنويّةِ : بأنّها تفعلُ كما يفعلُ الرّجلُ إلّا في الاستبراءِ فإنّها لا استبراءَ عليها إلخ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۷۵)

---

(۱) ردّ المحتار مع الدّرّ المختار: ۱/۴۷۵، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، فصل في الاستنجاء ، مطلب إذا دخل المستنجي في ماءٍ قليلٍ .
(۲) ردّ المحتار: ۱/۴۷۶، كتاب الطّهارة ، باب الأنجاس ، فصل في الاستنجاء .

استنجاء سکھاتے وقت سلام کرنا اور جواب دینا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۴۲) وقت ڈھیلا لینے کے سلام کرنا یا جوابِ سلام دینا جائز ہے یا نہ؟
(۱۳۳۳-۳۲/۴۵۲ھ)

الجواب: درست ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۷۵)

استنجاء کرنے کا سنت طریقہ

سوال: (۵۴۳) آب دست کب تک لینا چاہیے؟ (۱۴۸۷/۱۳۳۹ھ)

الجواب: استنجاء کے بارے میں طریق سنت یہ ہے کہ پہلے ڈھیلوں سے استنجاء کرے، اور پھر پانی سے طہارت کرے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۷۵-۳۷۶)

جس ڈھیلے سے پیشاب خشک کیا ہے اس کو دوبارہ استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۴۴) اگر کوئی شخص کسی ڈھیلے سے چھوٹا استنجاء خشک کرے دوبارہ اُسی ڈھیلے سے استنجاء کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۴۹۶/۱۳۴۰ھ)

---

(۱) امداد الفتاویٰ میں ہے:

سوال: استنجاء خشک کرنے میں سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جائز ہے، مگر استنجاء ایسے موقع پر خشک کرنا کہ گزرنے والوں کا مواجہہ ہو خلاف انسانیت ہے۔ (امداد الفتاویٰ: ۱/۱۴۱، کتاب الطّھارۃ، سوال: ۱۳۵)

(۲) ثمّ یَمسَحُ بثلاثةِ أحجارٍ ، ثمّ یَسْتُرُ عورتَهُ قبلَ أن یستويَ قائمًا ، ثمّ یخرجُ إلخ ثمّ یَستبرِیءُ ، فإذ استیقنَ بانقطاعِ أثرِ البولِ یَقْعُدُ للإستنجاءِ بالماءِ مَوضِعًا آخرَ إلخ . (ردّ المحتار علی الدّرّ المختار: ۱/۴۸۵، کتاب الطّھارۃ، الباب الخامس: باب الأنجاس، فصل في الاستنجاء ، مطلب في الفرق بین الاستبراء و الاستقناء و الاستنجاء) ظفیر

الجواب: جس ڈھیلے سے ایک دفعہ استنجاء کیا گیا ہو، اس سے دوبارہ استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ کذا في الدّرّ المختار (۱) لیکن اگر ضرورت ہو سفر وغیرہ کی وجہ سے تو خشک ہونے کے بعد اس کو گھس کر دوبارہ اور سہ بارہ یا زیادہ دفعہ اس سے استنجاء کرلیا جاوے تو مضائقہ نہیں ہے۔ فقط (۱/۳۷۶)

سوال: (۵۴۵) پیشاب میں جو کلوخ استنجاء کیا ہے، اس کو دھوپ میں خشک کر کے پھر استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۰۵۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: نہیں (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۳۳-۳۳۴)

آب دست لینے کے بعد اچھی طرح ہاتھ دھونے سے پہلے پاجامہ باندھا تو پاجامہ ناپاک ہوا یا نہیں؟

سوال: (۵۴۶) آب دست لینے کے بعد ہاتھ کو مٹی سے صاف کرنے کے قبل پاجامہ باندھنے میں ہاتھ اُس پر لگتا ہے، پاجامہ ناپاک ہوتا ہے یا نہ؟ (۲۶۷۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ناپاک نہیں ہوتا (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۷۶)

بلا عذر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے

سوال: (۵۴۷) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا شرعًا کیسا ہے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کی کوڑی پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا، اس حدیث سے

---

(۱) وكُرِهَ تحريمًا بِعَظْمٍ وطعامٍ ورَوْثٍ كَعَذِرَةٍ يابسةٍ وحَجَرٍ أُستنجِيَ به إلاّ بحرفٍ آخرَ (الدّرّ المختار) أي لم تُصِبْهُ النّجاسةُ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۴۷۷-۴۷۸، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، فصل في الاستنجاء، مطلب إذا دخل المستنجي في ماءٍ قليلٍ) ظفیر

(۲) وتَطهرُ اليدُ معَ طهارةِ موضعِ الاستنجاءِ. كذا في السّراجيّة. و يَغسِلُ يدَهُ بعدَ الاستنجاءِ كما يكونُ يَغسِلُها قبلَهُ ليكونَ أنقٰى و أنظفَ. (الفتاویٰ الهنديّة: ۱/۴۹، كتاب الطّهارة، الباب السّابع في النّجاسةِ و أحكامِها، الفصل الثّالث في الاستنجاء) ظفیر

کھڑے ہوکر پیشاب کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ اور جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ممانعت کی احادیث مروی ہیں وہ صحیح ہیں یا ضعیف؟ (۱۳۴۲/۱۰۶۹ھ)

الجواب: کھڑا ہوکر پیشاب کرنا بلا عذر ممنوع ومکروہ ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہوکر پیشاب کرنا ایک دفعہ بہ ضرورت اور عذر کی وجہ سے ہوا ہے(۱) اور بلا عذر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کو منع فرمایا ہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ کو ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: **یا عُمرُ! لا تبُلْ قائمًا ، فما بُلتُ قائمًا بعدُ** (۲) یعنی اے عمر! کھڑے ہوکر پیشاب نہ کرو، تو اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہ کیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۷۶/۱-۳۷۷)

شمال یا جنوب کی طرف مُنہ کرکے بول وبراز کرنا درست ہے

سوال: (۵۴۸) قبلہ کی جانب کے سوا شمال یا جنوب کی طرف مُنہ کرکے بول وبراز کرنا ممنوع ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۲۳۴ھ)

الجواب: ممنوع نہیں (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۸۰/۱)

---

(۱) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعد صاحبِ مشکاۃ نے صراحت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہوکر پیشاب کرنا عذر کی وجہ سے تھا۔ **قیل: کانَ ذٰلك لِعُذْرٍ.** (**مشکاۃ المصابیح**، ص:۴۳، **کتاب الطّھارۃ ، باب آداب الخلاء ، الفصل الثّاني**)

(۲) **عن عمر رضي اللّٰه عنه قال: رأني النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم و أنا أبولُ قائمًا ، فقال: يا عُمَرُ! الحديث.** (**مشکاۃ المصابیح**، ص:۴۳، **باب آداب الخلاء ، الفصل الثّاني**)

(۳) **كَما كُرِهَ تحريمًا استقبالُ قبلةٍ واستدبارُها لأجلِ بولٍ أو غائطٍ إلخ ولو في بُنيان لإطلاقِ النّهيِ (الدّرّ المختار) قولهُ: (لاطلاقِ النّهي) وهو قولُهُ صلّى اللّٰه عليه وسلّم: إذا أتيتمُ الغائطَ فلا تَستقبِلُوا القبلةَ ، ولا تَستدبِرُوْها، ولٰكن شَرِّقُوْا أو غَرِّبُوْا. رواهُ السِّتّةُ. (الدّرّ المختار وردّ المحتار:** ۱/۴۷۹-۴۸۰ ، **كتاب الطّهارة ، الباب الخامس : باب الأنجاس ، فصل في الاستنجاء ، مطلب إذا دخل المستنجي في ماءٍ قليلٍ)** ظفیر

==

قطب تارے کی طرف مُنہ کر کے پیشاب پاخانہ کرنا درست ہے

سوال: (۵۴۹) قطب تارہ کی طرف مُنہ کر کے پیشاب پاخانہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟
(۱۳۴۲/۱۷۲۷ھ)

الجواب: قطب تارہ کی طرف مُنہ کر کے پیشاب پاخانہ کرنا درست ہے، کیونکہ یہ حکم کعبہ شریف کے لیے ہے کہ اس کی طرف حاجت کے وقت استقبال و اِستدبار نہ ہو (۱) فقط (۱/ ۳۷۷)

جس کو پیشاب کے بعد تری ظاہر ہوتی رہتی ہے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۵۰) زید کو بہ سبب کثرتِ مباشرت کے پیشاب کے بعد تری آدھ گھنٹہ ظاہر ہوتی رہتی ہے، ڈھیلا لینے اور دھو لینے کے بعد دوبارہ ڈھیلا لینا پڑتا ہے، لہٰذا اس کو وضو کر کے اس حالت میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۱۷۳۱ھ)

الجواب: ایسی صورت میں ڈھیلے سے اور پانی سے استنجاء کر کے سوراخ ذکر میں روئی وغیرہ رکھ لے، تا کہ تری کے خروج کا شبہ نہ رہے۔ درمختار میں ہے: **يُستحبُّ للرَّجلِ أن يَحْتَشِيَ إن رَابَهُ الشّيطانُ ، و يجبُ إن كان لا ينقطعُ إلاّ بِهٖ قدرَ ما يُصلِّي** (۲) پس روئی رکھنے کے بعد وضو کر کے نماز پڑھ لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/ ۳۷۸)

== فائدہ: شَرِّقُوْا أو غَرِّبُوْا کا حکم مدینہ والوں کے لیے ہے، اور ان لوگوں کے لیے ہے جو کعبہ سے شمال یا جنوب کی جانب میں رہتے ہیں، اور جو لوگ کعبہ سے مشرق یا مغرب کی جانب رہتے ہیں جیسے ہم لوگ مشرق میں رہتے ہیں، ان کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ جنوب یا شمال کی طرف مُنہ یا پیٹھ کریں۔ (تحفۃ الالمعی: ۱/ ۲۱۰-۲۱۱، **كتاب الطهارة ، باب ما جاء في النهي عن استقبال القبلة بغائط أو بول**) محمد امین

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱/ ۲۵۳، كتاب الطّهارة، مطلب في ندب المراعات الخلاف إذا لم يرتكب مكروه مذهبه .

پانی سے استنجاء کرنے پر قطرہ آجاتا ہے تو کیا کرے؟

سوال: (۵۵۱) اگر کسی شخص کو ایسا عارضہ ہے کہ جب پیشاب کر کے ڈھیلے سے استنجاء سکھاتا ہے تو پانی سے استنجاء کرنے پر قطرہ آجاتا ہے تو وہ ڈھیلے سے استنجاء کرے یا صرف پانی سے؟

(۱۲۶۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: استنجاء کے بارے میں افضل طریقہ یہ ہے کہ پہلے ڈھیلے سے استنجاء کر کے پھر پانی سے استنجاء کرے، اور اگر صرف ڈھیلے سے یا صرف پانی سے استنجاء کرے تو یہ بھی کافی ہے، اور سنت استنجاء ادا ہو جاتی ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۷۸-۳۷۹)

مجبوری میں دائیں ہاتھ اور ٹشو پیپر سے استنجاء کرنا جائز ہے

سوال: (۵۵۲) ایک شخص بوجہ مرضِ فالج بایاں ہاتھ کسی کام میں نہیں لاسکتا، تو وہ داہنے ہاتھ سے استنجاء وطہارت کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور جب یہ ممکن نہ ہو تو کیا محض کلوخ پر اکتفاء کر سکتا ہے، اور کلوخ کے استعمال کے بعد مزید صفائی اور کپڑوں کو دھبّا سے بچانے کے لیے کسی کپڑے یا اور شئے

---

(۱) **ثمّ اعلم أنّ الجمعَ بينَ الماءِ و الحَجَرِ أفضلُ و يَلِيْهِ في الفضلِ الاقتصارُ علَى الماءِ ، و يليه الاقتصارُ علَى الحَجَرِ و تَحْصُلُ السُّنّةُ بالكلِّ ، و إن تفاوتَ الفضلُ . (ردّ المحتار: ۱/۴۷۶، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، فصل في الاستنجاء، مطلب إذا دخل المستنجي في ماءٍ قليلٍ).** ظفیر

ایسے شخص پر ضروری ہے کہ چل کر، کھانس کر، یا دبا کر اطمینان کر لے۔ **و يجبُ الاستبراءُ بمشيٍ أو تَنَحْنُحٍ أو نومٍ على شقِّهِ الأيسرِ ، و يختلفُ بِطِبَاعِ النّاسِ . (الدّرّ المختار) أمّا نفسُ الاستبراءِ حتّى يطمئنَّ قلبُهُ بزوالِ الرَّشْحِ فهو فرضٌ ، وهو المرادُ بالوجوب ، و لذا قال الشّرنبلاليُّ : يلزمُ الرّجلَ الاستبراءُ حتّى يزولَ أثرُ البولِ و يطمئنَّ قلبُهُ إلخ ، فلا يصحُّ الشّروعُ في الوضوءِ حتّى يَطمَئِنَّ بزوالِ الرَّشْحِ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۴۸۴، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، فصل في الاستنجاء ، مطلب في الفرق بين الاستبراء و الاستقناء و الاستنجاء)** ظفیر

سے طہارت کرنا ضروری یا مناسب ہے یا نہیں؟ اگر سفر میں کلوخ دستیاب نہ ہو تو ایک خاص قسم کا کاغذ جو انگریز اس کام میں لاتے ہیں اور ڈاکٹری اجزاء سے بنا ہے، اس کا استعمال بہ درجہ اشد مجبوری کرنا کیسا ہے؟ (۱۰۲۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: وہ شخص داہنے ہاتھ سے طہارت کرسکتا ہے، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کلوخ پر اکتفاء کرنا بھی جائز ہے، اور کپڑے سے بھی صاف کرسکتا ہے، اور بدرجہ مجبوری وسفر وغیرہ کاغذ مذکور سے بھی صفائی کرنا درست ہے(۱) درمختار میں ہے: **و كُرِهَ تحريمًا بِعَظْمٍ ...... و يمينٍ و لا عُذْرٍ بِيُسْرَاهُ فلو مَشلولةً ، و لم يَجِدْ ماءً جاريًا ، و لا صابًّا تركَ الماءَ(۲)** فقط (۱/۳۷۹-۳۸۰)

پیشاب پاخانہ دونوں کے لیے تین ڈھیلے ہونے چاہئیں یا چار؟

سوال: (۵۵۳) پاخانہ کے بارے میں حدیث شریف میں جو وتر عدد ڈھیلا لینے کی بابت آیا ہے، وہ وتر عدد پیشاب کے لیے بھی ہے یا پیشاب کے لیے علیحدہ ڈھیلا ہونا چاہیے؟ یعنی پیشاب پاخانہ دونوں کے لیے تین ڈھیلے ہونے چاہئیں یا چار؟ حدیث شریف میں جو وتر عدد ہے اس سے کیا مراد ہے؟ (۸۱۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: وہ وتر ڈھیلے پاخانہ کے لیے ہیں، پیشاب کے لیے علیحدہ ڈھیلا چوتھا ہونا چاہیے۔

(۱/۳۸۰)

---

(۱) ٹشو پیپر لکھنے وغیرہ میں استعمال نہیں ہوتا، استنجاء وغیرہ مقاصد کے لیے بنایا جاتا ہے، اس لیے جو حکم ڈھیلے سے استنجاء کرنے کا ہے وہی حکم ٹشو پیپر کے ذریعہ استنجاء کرنے کا ہے۔ **و يُسنّ أن يستنجي بحجر منقّ إلخ و نحوه من كلّ طاهر مزيل بلا ضرر (مراقي الفلاح) كالمدر ، و هو الطّين اليابس والتّراب والخلقة البالية والجلد الممتهن . (مراقي الفلاح و حاشية الطّحطاوي على مراقي الفلاح، ص:۴۵، كتاب الطّهارة ، فصل في الاستنجاء)** محمد امین

(۲) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱/۴۷۷-۴۷۹، كتاب الطّهارة، الباب الخامس: باب الأنجاس، فصل في الاستنجاء ، مطلب إذا دخل المستنجي في ماءٍ قليلٍ .**

میت کے استنجاء میں پانی اور ڈھیلے دونوں کو جمع کرنا افضل ہے

سوال: (۵۵۴) میت کا استنجاء ڈھیلے اور پانی دونوں سے کیا جاوے یا کیا؟ میں نے کتاب جواہر نفیس میں دیکھا ہے کہ استنجاء کرنا میت کا ڈھیلے سے مکروہ ہے، اور میت کا استنجاء پانی کے ساتھ کرنے میں بھی خلاف ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک استنجاء میت کا خواہ ڈھیلے سے ہو خواہ پانی سے مکروہ ہے، اور طرفین کے نزدیک استنجاء میت کا پانی سے جائز ہے، اس صورت میں شرعًا کیا حکم ہے؟ (۹۱۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: کتب فقہ میں تصریح ہے کہ استنجاء میں جمع کرنا ڈھیلے اور پانی کا سنت ہے، اور یہی افضل ہے، چنانچہ شامی میں ہے: **فَكانَ الجمعُ سُنّةً علَى الاطلاقِ في كلِّ زمانٍ وهو الصّحيحُ و عليهِ الفتوىٰ** (۱) پھر آگے لکھا ہے: **ثمّ اعْلم أنّ الجمعَ بينَ الماءِ و الحَجَرِ أفضلُ و يَلِيْهِ في الفضلِ الاقتصارُ علَى الماءِ ، و يليه الاقتصارُ علَى الحَجَرِ و تَحْصُلُ السُّنّةُ بالكلِّ إلخ** (۱) **(شامي، فصل في الاستنجاء)** پس جب کہ طرفینؒ کے نزدیک استنجاء میت کا سنت ہے، تو حسب تصریح شامی مطلقًا جمع کرنا پانی اور ڈھیلے کا افضل ہے اور سنت ہے علی الاطلاق، لہٰذا مکروہ کہنا استنجاء میت کا ڈھیلے سے صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۸۱/۱)

انگریزوں کے کپڑے جو نیلام ہوتے ہیں اُن میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۵۵) انگریزوں کے اونی کپڑے نیلام ہوتے ہیں، ان میں شبہ ناپاکی کا ہے؛ آیا ان سے نماز جائز ہے یا نہیں؟ (۹۳۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) **ردّ المحتار مع الدرّ المختار: ۴۷۶/۱، كتاب الطّهارة ، الباب الخامس: باب الأنجاس، فصل في الاستنجاء ، مطلب إذا دخل المستنجي في ماءٍ قليلٍ .**

الجواب: شبہ سے ناپاکی کا حکم نہیں کیا جاتا، پس ان کپڑوں کو استعمال کرنا اور ان سے نماز پڑھنا درست ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ دھوئے جاویں، البتہ ایسے کپڑے جیسے پاجامہ جن میں نجاست کا گمان غالب ہے، ان میں بدون دھوئے نماز نہ پڑھے۔ شامی میں ہے: ومن هنا قالوا: لا بأسَ بلُبسِ ثيابِ أهلِ الذّمّةِ و الصّلاةِ فيها إلّا الإزارَ و السّراويلَ ، فإنّهُ تُكرهُ الصّلاةُ فيها، لِقُرْبِها من موضعِ الحَدَثِ إلخ(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۸۲-۳۸۳)

سوال: (۵۵۶) اکثر انگریزی فوجوں کے غیر مسلم اشخاص کے کپڑے نیلام میں سے مسلمان خرید لیتے ہیں (ان سے بغیر دھوئے نماز ہو جاتی ہے یا دھو کر پہننا چاہیے؟) (۲) (۱۳۳۵/۲۳۴ھ)

الجواب: بغیر دھوئے پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱/۳۸۱-۳۸۲)

ڈھیلے سے استنجاء کرنے کے بعد پانی سے استنجاء کرنا بھول گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۵۷)......(الف) ایک شخص ڈھیلے سے استنجاء کر چکا تھا، بڑا استنجاء کرنا بھول گیا (۴) اور نماز پڑھنے کے بعد یاد آیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟

(ب) چھوٹا استنجاء پانی سے کرنا بھول کر نماز پڑھی تو نماز ہوئی یا نہیں؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: اوّل اور دوسری صورت میں نماز صحیح ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں۔ فقط (۱/۳۸۲)

وضاحت: ڈھیلے سے استنجاء کرنے کے بعد پانی سے استنجاء کرنا سنت ہے، لیکن اگر نجاست

---

(۱) ردّ المحتار: ۱/۳۲۰، کتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المیاه . اس عبارت کے بعد ہے: وتجوزُ لأنّ الأصلَ الطّهارةُ ، و للتّوارثِ بينَ المسلمينَ في الصّلاةِ بثيابِ الغنائمِ قبلَ الغَسلِ، و تمامُهُ في الحليةِ. (ردّ المحتار: ۱/۳۲۰، کتاب الطّهارة ، الباب الأوّل: باب المیاه) ظفیر

(۲) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۳) مزید تفصیل اور حوالہ؛ سابقہ جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۴) یعنی بڑا استنجاء پانی سے کرنا بھول گیا۔

ہتھیلی کے گہراؤ یعنی روپے سے زیادہ پھیل جائے تو ایسے وقت پانی سے دھونا واجب ہے، بے دھوئے نماز نہ ہوگی، اور اگر نجاست پھیلی نہ ہو تو فقط ڈھیلے سے پاک کر کے بھی نماز درست ہے، لیکن سنت کے خلاف ہے(۱) (اختری بہشتی زیور:۲/ ۸، استنجاء کا بیان، مسئلہ نمبر:۵) محمد امین پالن پوری

تمّ الجزء الأوّل
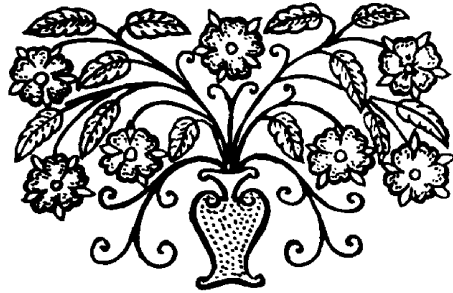
(۱) و يَجبُ أي : يُفرَضُ غَسلُه إنْ جاوزَ المَخرجَ نَجسٌ مائعٌ ، و يُعتبرُ القَدرُ المانِعُ لصلاةٍ فيما وراءَ موضِعِ الاستِنجاءِ ؛ لأنَّ ما علَى المخرجِ ساقطٌ شرعًا و إنْ كثُرَ ، و لِهٰذَا لا تُكرهُ الصّلاةُ مَعَهُ . (الشّامي:۱/۲۲۶، كتاب الطّهارة ، فصل في الاستنجاء)

دارالعلوم دیوبند کی اہم مطبوعات

الإسلام و العقلانية	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (۱ تا ۱۸)
قصائد منتخبة من ديوان المتنبّي	دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی نقوش
الفتنة الدّجّالية	علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج
العقيدة الإسلاميّة	تاریخ دارالعلوم دیوبند (اردو،انگریزی،۲: جلد)
مبادي الفلسفه	حیات اور کارنامے مولانا قاسم صاحبؒ
تسهيل الأصول	حیات اور کارنامے حضرت شیخ الہندؒ
باب الأدب من ديوان الحماسة	حیات اور کانارے حضرت مولانا رشید احمدؒ
مفتاح العربية (اوّل،دوم)	خیر القرون کی درس گاہیں
علماؤ ديوبند اتّجاههم الدّيني ومزاجهم	مختصر سوانح ائمۂ اربعہ
دارالعلوم ديوبند (عربي)	سوانح قاسمی (مکمل،۲: جلد)
الحديث الحسن	حکمتِ قاسمیہ
حسن غريب (مکمل۲: جلد)	آبِ حیات
حسن صحيح (مکمل۳: جلد)	اوثق العریٰ
الحالة التّعليمية في الهند	احسن القریٰ فی توضیح اوثق العریٰ
حجّة الإسلام (عربي،اردو)	ادلۂ کاملہ
الصّحابة ماذا نيبغي أن نعتقد عنهم	ایضاح الادلّہ
إشاعة الإسلام	شوریٰ کی شرعی حیثیت
شيوخ الإمام أبي داوٗد السّجستاني	تدوین سیر ومغازی
علماؤ ديوبند خدماتهم في الحديث	آئینۂ حقیقت نما
الرأى النّجيح في عدد ركعات التّراويح (اردو)	تذکرۃ النعمانؒ
هداية المعتدي في قراءة المقتدي (اردو)	اجودھیا کے اسلامی آثار